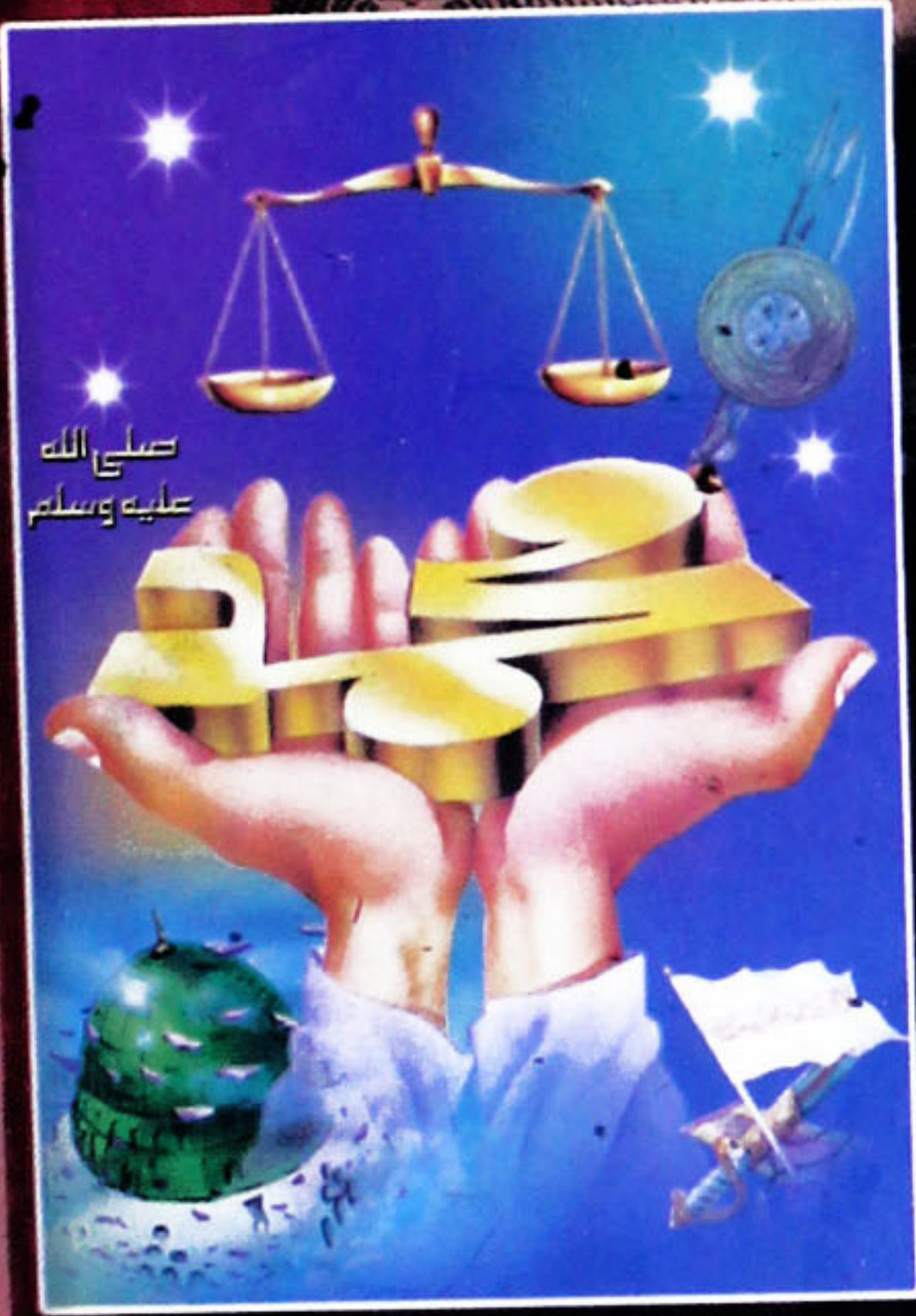


جدید ایڈیشن

صلی اللہ
علیہ وسلم

مُصْطَفَا مِیْرَتِ



از افاضات

حضرت علامہ

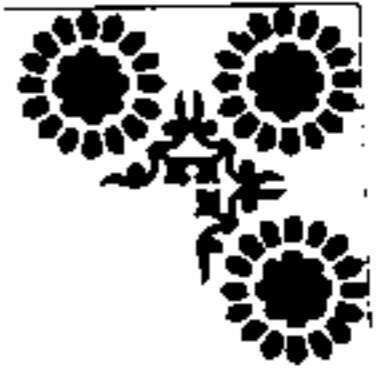
داتا گاندی صاحب

کازہلوی رحمۃ اللہ علیہ

کتاب خانہ ظہری

گلشن اقبال کراچی پاکستان

جدید کمپیوٹر اور ڈیجیٹل تصویلات
مکتبہ المدینہ



سیرت رسول ﷺ پر قابل قدر اور عظیم تالیف
امت کے اکابر مورخین اور ارباب سیر کے علوم کا جوہر

سیرتِ مُصطفیٰ ﷺ

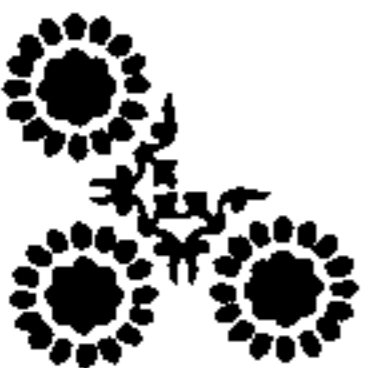
حصہ دوم

افادات

حضرت علامہ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ علیہ

ناشر

کتب خانہ مطہری
گلشن فقہ کراچی پاکستان
فون: ۳۹۹۲۶۱



جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: ————— سیرتِ مصطفیٰ ﷺ (حصہ دوم)

مصنف: ————— حضرت علامہ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

باہتمام: ————— ابراہیم برادران سلمہم الرحمن

ناشر: ————— کتب خانہ مظہری



- ❖ قدیمی کتب خانہ.... (کراچی)
- ❖ زمزم پبلشرز.... (اردو بازار کراچی)
- ❖ علمی کتاب گھر.... (کراچی)
- ❖ بک لینڈ..... (لاہور)
- ❖ مکتبہ رحمانیہ..... (لاہور)
- ❖ مکتبہ رشیدیہ..... (کوئٹہ)
- ❖ مکتبہ عمر فاروق.... (شاہ فیصل کالونی کراچی)
- ❖ دارالاشاعت.... (اردو بازار کراچی)

فہرست مضامین سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (حصہ دوم)

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۱	غزوہ بواط	۹	جہاد فی سبیل اللہ
۵۱	غزوہ عسیرہ	۱۶	حکم جہاد
۵۲	غزوہ بدر اولیٰ	۱۸	جہاد کے اغراض و مقاصد
۵۳	سیرۃ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ	۱۹	جہاد کی حقیقت
۵۳	اسلام میں پہلی قیمت	۲۳	قوم پرستوں کا ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ۔
۵۸	غزوہ بدر کبریٰ	۲۶	آداب جہاد
۵۸	آغاز قحط	۲۸	جہاد کی اقسام اقدام اور دفاعی
۶۳	قریش کی روانگی کی اطلاع اور سب سے مشورہ اور حضرات سے بھی ہدیٰ جان ٹھارانہ تقریریں	۳۱	جہاد کی مثال
۶۶	حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی جان ٹھارانہ تقریر	۳۱	دوسری مثال
۶۶	حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی جان ٹھارانہ تقریر	۳۲	جہاد کی غرض و غایت
۶۶	حضرت سعید بن معاذ رضی اللہ عنہ کی جان ٹھارانہ تقریر اور اچانک بظنی تقریر	۳۳	اسلام اور جہاد
۶۶	عائش بنت عبدالمطلب کا جواب	۳۳	اسلام اور مسئلہ خدائی
۶۶	تقریر بن اعلت کا جواب	۳۵	آدم بہر مطلب
۶۶	جنت کی تیاری	۳۶	ایک شبہ اور اس کا ازالہ
۶۶	میدان کارزار میں عقیدت کی تقریر	۳۷	سیاحی خدائی
۶۶	آغاز جنت	۳۸	سلسلہ فتوحات و فتوحات
۶۸	ذکر قبل قریب شیبہ و یثرب	۳۸	قہر و فتوحات
۶۸	آس و خطرات سبھی اللہ علیہ وسلم کی ہمت	۳۸	قہر و فتوحات
۶۸	خدائے مہربان میں دعا	۳۹	سیرۃ تیز و رضی اللہ عنہ
۶۸	ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۳۹	سیرۃ عبید بن العاص رضی اللہ عنہ
۶۸		۳۹	سیرۃ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
۶۸		۴۰	غزوہ بواط

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۲	جریدہ اسماء حضرات بدرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعتما معہم اجمعین	۸۵	اہل اسلام کی امداد کے لئے آسمان سے فرشتوں کا نزول۔
۱۳۲	اسماء ملائکہ بدرین	۸۷	فرشتوں کو طریقہ جہاد و قتال کی تعلیم
۱۳۳	شہداء بدرین	۹۰	ابو جہل کی دعاء اور لوگوں کو جنگ کے لئے جوش دلانا۔
۱۳۷	اسیران بدر کے نام و احوال	۹۴	امیہ اور اس کے بیٹے کا قتل
۱۵۱	اسلام کے مقابلہ میں قوم اور وطن کی حمایت	۹۶	ابو جہل عدو اللہ فرعون امت رسول اللہ کا قتل
۱۵۳	غزوہ بدر پر دوبارہ نظر	۹۷	فتح کے بعد ابو جہل کی لاش کی تلاش اور ابو جہل کا حضورؐ نور کی طرف ایک پیام۔
۱۶۰	قتل عصماء یہودیہ	۱۰۱	اسیران بدر
۱۶۱	غزوہ قرقرۃ الکدر	۱۰۱	مقتولین بدر کی لاشوں کا کنویں میں ڈلوانا۔
۱۶۲	قتل ابی عسفک یہودی	۱۰۳	فتح کی بشارت کے لئے مدینہ منورہ قاصد روانہ کرنا۔
۱۶۳	غزوہ بنی قینقاع	۱۰۴	مال غنیمت کی تقسیم
۱۶۵	غزوہ سویق	۱۰۷	اسیران بدر کے ساتھ سلوک اور احسان کا حکم
۱۶۶	عید الاضحیٰ	۱۰۷	اسیران بدر کی بابت مشورہ
۱۶۶	نکاح حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا	۱۱۱	فدیہ لینے پر عتاب الہی کا نزول حضرات انبیاء کرام کی خطا اجتہادی کی تحقیق اور اہل حق کا مسلک
۱۶۷	غزوہ غطفان	۱۱۳	ایک شبہ اور اس کا جواب
۱۶۹	غزوہ بحران	۱۱۸	مقدار فدیہ
۱۶۹	قتل کعب بن اشرف یہودی	۱۲۹	صلاۃ لعید
۱۷۳	کعب بن اشرف کے قتل کے وجوہ	۱۲۹	فضائل بدرین
۱۷۳	اسلام حویصہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۳۰	تعداد بدرین
۱۷۵	سریہ زید بن حارثہ		
۱۷۶	قتل ابی رافع		
۱۷۹	غزوہ احد		
۱۸۰	قریش کا عورتوں کو ہمراہ لے چلنا		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۹۹	آن حضرت کے محافظین		حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور پر نور
	قریش کا حضور پر نور پر ناگہانی ہجوم اور صحابہ	۱۸۰	کو قریش کے ارادہ سے اطلاع دینا
۲۰۰	کرام کی جاٹاری	۱۸۱	حضور پر نور کا صحابہ سے مشورہ
۲۰۱	زیاد بن سکن کی شہادت		آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیاری اور
	عقبتہ بن ابی وقاص کا آنحضرت صلی اللہ علیہ	۱۸۳	سلاح پوشی
۲۰۱	وسلم پر حملہ	۱۸۳	آن حضرت ﷺ کی روانگی اور فوج کا معائنہ
	عبداللہ بن قمیہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	۱۸۶	اشعر اسلام سے منافقین کی علیحدگی
۲۰۱	پر حملہ	۱۸۷	ترتیب فوج
	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت طلحہ	۱۸۸	قریش کے لشکر کا حال
۲۰۳	رضی اللہ تعالیٰ کا حضور پر نور کو سہارا دینا	۱۸۸	آنحضرت ﷺ کا مجاہدین سے ایک خطبہ
	ابو جاندہ رضی اللہ عنہ کی جان نثاری		آغاز جنگ اور مبارزین قریش کا ایک ایک
۲۰۴	حضور پر نور کا مشرکین پر اظہارِ افسوس	۱۸۹	کر کے
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیش برداران	۱۹۲	ابو جاندہ رضی اللہ عنہ کی بہادری
۲۰۵	قریش کے حق میں بددعا کرنا اور آیت کا نزول		حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور
	نژاد میں قتادہ بن انعمان کی آنکھوں پر پانی کا	۱۹۳	شہادت کا ذکر
	باہر نکل جانا اور حضور پر نور کا اس کو اپنی جگہ سے	۱۹۶	حضرت حذیفہ بن یمان کی شہادت کا ذکر
۲۰۶	دینا اور اس کا پہلے سے ہتھیار ہونا		مسلمان تیر اندازوں کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تحدید	۱۹۷	اور ان کی کاپا بند پلٹ جانا
۲۰۷	مشہور ہونا	۱۹۷	عبداللہ بن جبیر
	حضرت انس بن اللہ کی شہادت کا واقعہ	۱۹۷	معصب بن عمیر
۲۱۰	ابی بن خلف کا قتل		حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا
	حضرت علی اور حضرت فاطمہ کی آنحضرت	۱۹۸	مسلمانوں کے ہاتھ سے غلطی سے شہید ہو جانا
۲۱۱	صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کا بیان		خالد بن ولید کے ناگہانی حملے سے اشعر اسلام کا
۲۱۱	قریش کا مسلمانوں کی ایشوں کا مشورہ		اغضب اب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
۲۱۱	ابو قحیان کا قومی آواز اور حضرت عمر کا جواب	۱۹۸	مثال کی ثبات قدمی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۳۶	ذکر غزوات ۳ھ	۱۲۴	فوائد مستنبطہ از حدیث مذکور
۲۳۶	سریہ عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۱۵	سعد بن ربیع کی شہادت کا ذکر
۲۳۷	واقعہ رزح	۲۱۷	حضرت حمزہ کی لاش کی تلاش
۲۵۵	سریہ القراء یعنی قصہ بیر معونہ	۱۲۸	عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر
۲۵۹	غزوہ بنی نضیر ۳ھ	۲۲۱	عبداللہ بن عمرو بن حرام کی شہادت کا ذکر
۲۶۳	تحریم خمر	۲۲۲	عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر
۲۶۳	غزوہ ذات الرقاع	۲۲۳	حضرت خیشمہ کی شہادت کا ذکر
۲۶۵	غزوہ بدر موعد	۲۲۵	حضرت اصیر مکی شہادت کا ذکر
۲۶۷	واقعات متفرقہ ۳ھ		مدینہ منورہ کے مردوں اور عورتوں کا
۲۶۸	غزوہ دومتہ الجندل	۲۲۵	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت دریافت کرنے کے لئے ہجوم
۲۶۸	غزوہ مرسیع یا بنی المصطلق		عین معرکہ کارزار میں صحابہ پر حق تعالیٰ کا
۲۷۲	فائدہ جلیلہ		ایک خاص انعام یعنی ان پر غنودگی طاری
۲۷۶	واقعہ افک	۲۲۶	کردی گئی۔
	نزول آیات براءت دربارہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	۲۲۷	جنگ میں عورتوں کی شرکت اور اس کا حکم
۲۸۳	ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اور دیگر ازواج مطہرات پر تہمت لگانے والوں کا حکم	۲۳۰	شہداء احد کی تجہیز و تکفین
۲۹۳	نزول تیمم	۲۳۱	ایک شہید قوم کا ذکر
۲۹۷	غزوہ خندق و احزاب	۲۳۲	غزوہ احد کی شکست کے اسرار و حکم
۳۰۲	فائدہ جلیلہ		غزوہ احد میں فتح کے بعد ہزیمت پیش
۳۱۱	غزوہ بنی قریظہ ۵ھ	۲۳۰	آجانے کی حکمت
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زینب سے نکاح		غزوہ احد کی ہزیمت کے اسرار و حکم کے بیان کے بعد
۳۱۹		۲۳۳	غزوہ حمراء الاسد
		۲۳۶	واقعات متفرقہ ۳ھ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۵۷	بیعت کی فضیلت	۳۲۰	نزول حجاب
۳۶۲	بادشاہان عالم کے نام دعوت اسلام کے خطوط	۳۲۱	سریہ محمد بن مسلمہ بسوئے قرطاء
۳۶۳	قیصر روم کے نام نامہ مبارک	۳۲۵	غزوہ بنی لحيان
۳۶۵	قیصر روم کے دربار میں حضرت وحید کی تقریر	۳۲۵	غزوہ ذی قرد
۳۷۲	تکمیل	۳۲۷	سریہ عکاشہ بن محسن
۳۷۲	فوائد وظائف	۳۲۷	سریہ محمد بن مسلمہ بسوئے ذی القصد
۳۷۵	خسرہ پرویز کسری شاہ ایران کے نام نامہ مبارک	۳۲۷	سریہ ابو عبیدہ
۳۷۶	نجاشی شاہ حبشہ کے نام نامہ مبارک	۳۲۷	سریہ جموم
۳۷۸	نجاشی کا جواب	۳۲۸	سریہ عیص
۳۷۸	نجاشی کی طرف سے آپ کے نام نامہ کا جواب	۳۲۸	سریہ طرف
۳۸۱	مقوقس شاہ مصر کے نام نامہ مبارک	۳۲۹	سریہ حنی
۳۸۲	انفرت حاطب بن ابی رقیق میں تقریر	۳۲۹	سریہ وادی القری
۳۸۳	بادشاہ کا جواب	۳۳۰	سریہ دومتہ الجندل
۳۸۶	مقوقس شاہ مصر کی طرف سے نام نامہ کا جواب	۳۳۲	سریہ فدک
۳۸۶	منذر بن سہام کی شہادت میں نام نامہ مبارک	۳۳۲	سریہ ام قریظ
۳۸۷	منذر بن سہام کی کا جواب	۳۳۳	سریہ عبداللہ بن حکیم برائے قتل ابی رافع یہودی
۳۸۸	منذر بن سہام کی طرف سے نام نامہ مبارک	۳۳۳	سریہ عبداللہ بن رواحہ
۳۸۹	منذر بن سہام کی طرف سے نام نامہ مبارک	۳۳۳	سریہ کرز بن جابر بسوئے عین
۳۸۹	اللہ علیہ وسلم کے نام نامہ کا جواب	۳۳۵	بعثت عمر بن امیہ ضمری
۳۹۱	شاہ عمان کے نام نامہ مبارک	۳۳۶	عمرہ احدیبہ
۳۹۲	رئیس یرامہ کے نام نامہ مبارک	۳۳۹	بعثت الرضوان
۳۹۲	امیر دمشق حارث غسانی کے نام نامہ مبارک	۳۳۵	صلح نامہ کی شرائط
۳۹۸	فوائد	۳۵۲	فوائد وظائف اور مسائل و احکام متعلقہ بقضاء حدیبیہ۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۲۲	ابتداء اسلام میں اباحت متعہ	۲۰۰	غزوہ خیبر محرم الحرام ۷ھ
۲۲۷	حرمت متعہ کا وجدانی دلیل	۲۱۰	فتح فذک
۲۲۷	مہاجرین حبشہ کی واپسی	۲۱۱	زہر دینے کا واقعہ
۲۲۸	فتح وادی القری و یتماء	۲۱۱	مخابرہ
۲۲۸	مراجعت اور لیلۃ التعلیس	۲۱۲	حضرت ابو ہریرہؓ کی حاضری
۲۳۰	زفاف ام حبیبہؓ	۲۱۳	غنائم خیبر کی تقسیم
۲۳۰	عمرہ القضاء ذیقعدہ ۷ھ	۲۱۵	فائدہ برائے مدرسین
۲۳۳	حضرت میمونہؓ سے نکاح		رد منائح الانصار یعنی مہاجرین کا انصار کو
۲۳۳	سریہ اخرم ذی الحجہ ۸ھ	۲۱۵	باغات واپس کرنا
۲۳۳	سریہ غالب بن عبد اللہؓ	۲۱۶	مسائل و احکام
	اسلام خالد بن ولید و عثمان بن طلحہ و عمرو بن رضی اللہ تعالیٰ عنہم	۲۱۶	شہر حرام میں قتال
۲۳۵		۲۱۷	تقسیم اراضی
۲۴۰	غزوہ موتہ جمادی الاولیٰ ۸ھ	۲۱۸	ممنوعات خیبر
۲۵۱	سریہ عمرو بن العاصؓ بجانب ذوالسلاسل	۲۱۸	تحریم متعہ
۲۵۲	سریہ ابو عبیدہؓ بجانب سیف البحر	۲۱۹	حرمت متعہ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جہاد فی سبیل اللہ

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مبعوث ہونا اللہ جل جلالہ کی ایسی عظیم الشان نعمت ہے کہ ہر بن مو بھی اگر زبان بن جائے تو کسی طرح اس نعمت کبریٰ کا شکر ادا نہیں ہو سکتا اگر ان حضرات کا وجود باوجود نہ ہوتا تو اللہ جل شانہ کی ذات و صفات کی ہم گمراہوں کو کون ہدایت کرتا اور مولائے حقیقی کی مرضیات اور نامرضیات سے ہم کو کون آگاہ کرتا۔ اور اس معبود برحق کی عبادت اور بندگی کے طریقے کون سکھاتا۔ ہدایت اور ضلالت، سعادت اور شقاوت کا فرق کون سمجھاتا۔ معاش اور معاد اور دین اور دنیا فقیری اور درویشی اور حکمرانی اور عدل عمرانی کی راہیں ہم کو کون سمجھاتا مسجد کے بورے پر بیٹھ کر کیسے حکومت کی جاسکتی ہے اور قیصر و کسریٰ کا تختہ کیسے الٹا جاسکتا ہے مسجد کا امام بھی اور امیر مملکت بھی ہو اور شیخ طریقت بھی اور مسجد کے صحن میں قیصر و کسریٰ کے خزانے مسلمانوں میں تقسیم کرتا ہو یہ امر سوائے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کوئی نہیں بتا سکتا ہماری ناقص عقلیں بغیر نوزنوت کی رہنمائی اور ہدایت کے بالکل معطل اور بے کار ہیں۔

آنکھ کتنی ہی روشن اور بصیر کیوں نہ ہو جب تک آفتاب اور مابتاب کا نور معین اور مددگار نہ ہو۔ اس وقت تک آنکھ بے کار ہے۔ اسی طرح سے نور عقل اور نور بصیرت سے حق اور باطل کا فرق جب ہی نظر آسکتا ہے کہ جب نوزنوت اور شمع ہدایت اس کی بادی اور رہنما ہو۔ جس طرح شب دیبجور میں آنکھ کی روشنی کام نہیں دیتی اسی طرح ضلالت اور گمراہی کے شب تاریک میں عقل کی روشنی کام نہیں دیتی۔

عقل بھی اگر چہ حجت ہے مگر نا تمام ہے مرتبہ بلوغ تک نہیں پہنچ جت بالغ تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہے۔ جس پر آخرت کے دائمی عذاب و ثواب اور جزاء و سزا کا مدار ہے۔

خلق اطفالند جز مست خدا نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

یہ اندھی اور نولی اور لنگڑی عقل۔ خداوند ذوالجلال کے اسماء حسنیٰ اور صفات غلنیٰ اور اس کی مرضیات اور نامرضیات کو بغیر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعلیم و ارشاد کے کہاں جاسکتی ہے۔

الحاصل حضرات انبیاء اللہ کی بعثت عین رحمت اور عین نعمت ہے کہ جس پر دنیا اور آخرت کی سعادت اور فلاح کا مدار ہے، حق جل و علا نے حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ کا آغاز فرمایا اور یکے بعد دیگرے بندوں کی ہدایت کے لئے پیغمبر بھیجے تاکہ لوگوں کو مولائے حقیقی کی اطاعت کی دعوت دیں اور اُس کی نافرمانی سے بچائیں مطیع اور فرمانبرداروں کو جنت کی بشارت سنائیں نافرمانوں اور سرکشوں کو جہنم سے ڈرائیں۔

جو سعید اور خوش نصیب تھے انھوں نے اس نعمتِ کبریٰ کی قدر کی اور اللہ کا شکر کیا، اور دنیا سے دامن جھاڑ کر حضرات انبیاء اللہ کا آدامن پکڑا اور اپنے ارادوں اور خواہشوں اور مرضیات و مرغوبات سے دست بردار ہو کر اپنی ہر حرکت اور سکون کو حضرات انبیاء کے اشاروں کے تابع کر دیا اور اپنے کو ان حضرات کے ایسا حوالہ اور سپرد کیا کہ جیسا مردہ بدست زندہ ہو اور مجھو بے وقوف اور بد نصیب تھے انھوں نے اس نعمتِ کبریٰ کی قدر نہ جانی اور تکلیفات شرعیہ اور اوامر الہیہ کی بجا آوری ان پر شاق گزری اور حیوانات اور بہائم کی طرح شتر بے مہار بنا رہنا اپنے لئے پسند کیا اور اس شرف اور کرامت پر نظر نہ کی کچھ خداوند ذوالجلال نے اپنے اوامر و نواہی کے خطاب سے ہم کو عزت بخشی اور بجائے اس کے نفسِ امارہ اور شیطان لعین کی تسویل اور اغواء سے انبیاء اللہ کے انکار و تکذیب دشمنی اور مقابلہ پر تل گئے۔ خدا اور خدا کے برگزیدہ بندوں کی اطاعت کو عار اور ذلت سمجھا اور نفس و شیطان کی اطاعت کو عزت سمجھا۔ حضرات انبیاء ان کو نہایت ملاحظت اور نرمی سے خدائے برتر کی طرف بلا تے رہے۔

جس طرح مشفق اور مہربان باپ، نالایق اولاد کی اصلاح و تربیت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتا اسی طرح حضرات انبیاء نے اپنے مخلصانہ اور مشفقانہ مواعظ سے امت کے نالایق اور بد بخت افراد کی تفہیم اور اصلاح میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔

ایک مدتِ مدید اور عرصہ دراز تک نہایت ملاحظت اور نرمی سے ان کو اللہ کی طرف بلا تے رہے مگر وہ بد نصیب دن بدن اور اللہ سے دور بھاگتے گئے۔ کما قال تعالیٰ۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا
وَّنَهَارًا ۚ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي
إِلَّا فِرَارًا ۚ وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ
لِتُغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أُصَابِعَهُمْ

(نوح علیہ السلام نے) عرض کیا کہ اے پروردگار میں نے اپنی قوم کو دن اور رات مسلسل اللہ کی طرف بلایا پس میرے بلانے سے سوائے حق سے بھاگنے کے اور

فِي اٰذَانِهِمْ وَاسْتَعْشَوْا ثِيَابَهُمْ
وَاصْرُوْا وَاَسْتَكْبَرُوْا اسْتِكْبَارًا
(نوح، آیت ۶، ۵)

کسی چیز میں زیادتی نہ ہوئی اور میں نے
جب کبھی ان کو حق کی دعوت دی تاکہ ان
کے ایمان لانے سے تو ان کے گناہوں کو
معاف کرے تو ان لوگوں نے نفرت کی وجہ
سے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور کپڑوں
میں لپٹ گئے اور اپنی ضد پر جمے رہے اور
غایت درجہ سرکشی کی۔

جب حضرات انبیاء نصیحت کرتے کرتے تھک گئے اور ان پر کوئی اثر نہ ہوا بدھ ان کی
سرکشی اور شرارت اور بڑھتی گئی اور خدا کے پرستروں کو خدائے قدوس کا نام لینا دشوار ہو گیا اور
انبیاء اللہ اور ان کے اصحاب اور متبعین کے تکلیف و تعذیب اور استہزاء اور تمسخر پر تمل گئے تب
اللہ نے ان پر عذاب نازل فرمایا۔ مؤمنین مخلصین کو بچایا اور منکرین اور منکرین کو ہلاک اور
برباد کیا۔ کسی کو غرق کیا اور کسی کو زمین میں دھنسیا اور کسی پر آسمان سے پتھر برسائے اور کسی پر
زلزلہ بھیجا۔ کسی پر تندہو مسلط کی اور کوئی بندر اور سور بنا یا گیا۔ اللہ نے اخطافنا من ذلک
کہہ اس لیے۔ الغرض انبیاء و مرسلین کے منکرین اور منکرین کا اس طرح عذاب خداوندی سے
ہلاک اور برباد ہونا تاریخ عالم کے مسلمات سے ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اصل عذاب دینے والا وہی عزیز و مقتدر ہے لیکن ظہور اس کا ہمیشہ
کسی حجاب اور واسطے ہی سے ہوتا ہے جس کو بھی اپنے دشمنوں کے ہلاک کرنے کا حکم دیتا ہے
وہی بے چون و چرا اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔

کبھی دریا کو اپنے دشمنوں کے غرق کر لینے کا حکم دیا اور کبھی زمین و دھنسانے کا اور کبھی
پارہ پارہ کرنے کا اور کبھی فرشتوں کو ان کے ہلاک اور برباد کرنے کا حکم دیا۔

خلاصہ

یہ کہ جب سے خداوند عالم کی نافرمانی اور احکم الحاکمین اور اس کے وزراء و نائبین یعنی انبیاء
و مرسلین صلوات اللہ و سلامہ علیہم اجمعین سے بغاوت اور سرکشی کا سلسلہ جاری ہے، اسی وقت
سے ان کی تعذیب و بربادی اور قسم قسم کے عذابوں سے ان کی ہلاکت اور رسوائی کا سلسلہ بھی

جاری ہے جو عین حکمت اور عین مصلحت ہے، پس جس طرح ملائکہ اللہ (فرشتوں) کے ہاتھوں سے حضراتِ انبیاء و مرسلین کے منکرین اور مکذبین کو عذاب دینا عین حکمت اور عین صواب ہے۔ اسی طرح خود حضراتِ انبیاء و مرسلین اور ان کے اصحاب و تابعین کے ہاتھوں سے بھی منکرین اور مکذبین کو عذاب دینا عین حکمت اور عین صواب ہے، کما قال تعالیٰ:-

قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ ۖ ان کافروں سے جہاد و قتال کرو تا کہ اللہ التوبہ، آیت- ۱۲ ۖ ان کو عذاب دے تمہارے ہاتھوں سے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جو عذاب بندوں کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے وہ حقیقت میں اللہ کا فعل ہے بندہ کا ہاتھ اس کے فعل (عذاب) کے لئے محض مظہر اور واسطہ ہے جس طرح ضرب اور قتل بعض مرتبہ ضارب سے بلا واسطہ صادر ہوتی ہے اور بعضی مرتبہ تیر اور تلوار کے واسطہ سے اسی طرح عذاب الہی کا ظہور کبھی بلا واسطہ ہوتا ہے اور کبھی انسان یا فرشتہ کے ہاتھ سے اس کا ظہور ہوتا ہے:-

وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُصِيبَكُمْ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهِ ۖ انہیں منتظر ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو براہِ راست اپنی طرف سے عذاب پہنچائے یا ہمارے ہاتھوں کے ذریعے۔

یہ عذاب الہی کبھی فقط فرشتوں کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے اور کبھی فقط انسانوں کے ہاتھ سے بشکل جہاد و قتال ظہور میں آتا ہے اور کبھی انسانوں اور فرشتوں دونوں کے ہاتھ سے عذاب الہی کا ظہور ہوتا ہے جیسے جنگ بدر میں کفار مکہ کا قتل صحابہ کرام کے ہاتھ سے ظہور میں آیا اور ملائکہ مکرمین کے ہاتھ سے بھی مومنین مخلصین اور ملائکہ مکرمین دونوں فریق نے مل کر محمد ﷺ کے منکرین اور مکذبین کا مقابلہ اور ان سے مقاتلہ کیا تفصیل انشاء اللہ العزیز عنقریب غزوہ بدر کے بیان میں آنے والی ہے چونکہ قاعدہ یہ ہے کہ مجرم کا قتل امیر اور حاکم کی طرف منسوب ہوتا ہے جلا د اور سیاف (تلوار چلانے والے) کی طرف منسوب نہیں ہوتا اس لئے ارشاد فرمایا:

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ
وَمَارَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ
اللَّهَ رَمَىٰ ۝ (الانفال، آیت ۱۷)

سوان کو تم نے نہیں مارا بلکہ اللہ نے ان کو
مارا اور آپ نے مشت خاک نہیں پھینکی
جس وقت کہ آپ نے پھینکی لیکن وہ اللہ
تعالیٰ نے پھینکی۔

یعنی ان باغیوں کے قاتل حقیقت میں ہم ہیں اور تم محض آلہ اور واسطہ۔ جس طرح تیر
اور تلوار تمہارے افعال کے لئے آلہ اور واسطہ ہیں اسی طرح تم ہمارے افعال کے لئے مثل
تیر اور کمان کے واسطہ اور مظہر ہو۔ وقال ابو الطیب۔

فانت حسام الملك والله ضارب ۝ وانت لواء الدين والله عاقد
پس تو تلوار ہے سلطنت کی اور اللہ مارنے والا ہے اور تو دین کا جھنڈا ہے، اور اللہ اس کو
باندھنے والا ہے۔

بلکہ بجائے فرشتوں کے انسانوں کے ہاتھ سے جہاد و قتال کی شکل میں عذاب الہی کا ظہور
ایک خاص رحمت ہے اس لئے کہ فرشتوں کے ذریعہ سے جن امتوں کو ہلاک کیا گیا ان کو پھر
مہلت نہیں ملی۔ اور جن امتوں سے انبیاء و مرسلین اور ان کے تبعین نے جہاد و قتال کیا ان کو
مہلت ملی سنبھلنے کا اور سننے کا اور حق میں غور اور فکر کرنے کا کافی اور وافی موقع ملا چنانچہ بہت سے
یہ دیکھ کر کہ تائید ربانی اور حمایت رحمانی اور نصرت آسمانی ان حضرات کی حامی اور مددگار سے اور
خداوند ذوالجلال کے فرشتوں کا بے شمار لشکر ان کے دشمنوں کو غیظ و غضب کی نظروں سے دیکھ رہا
ہے۔ حق کے سامنے جھک پڑے اور سمجھ گئے کہ یہ خدا کے فرستادہ ہیں آسمان اور زمین براور بحر
تجر اور حجر سب ان کی حمایت پر ہیں ان حضرات کے سامنے گردن تسلیم خم کرنے ہی میں سلامتی
ہے اور جواز لی شتی اور بد نصیب تھے وہ پھر بھی بے حیائی اور ڈھٹائی سے مقابلہ پر ڈالے رہے،
نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں بھی رسوا ہوئے اور آخرت کی ذلت کا تو پوچھنا ہی کیا دنیا میں یہ نتیجہ کہ
مراحم خسروانہ سے بڑے سے بڑا تصور معاف ہو سکتا ہے لیکن بغاوت کی سزا سوائے قتل اور حبس
دوام کے کچھ نہیں۔ حالانکہ یہ بھی انسان ہے اور وہ بھی انسان۔

ایام معدودہ (چند روزہ) کی مجازی بادشاہت جرم بغاوت کو ناقابل عفو قرار دیتی ہے اور
تمام عقلا اسکو حق اور صواب، بجا اور درست سمجھتے ہیں حالانکہ باغی شخص نہ بادشاہ کا مخلوق اور
پیدا کیا ہوا ہے اور نہ ذرہ برابر کسی چیز میں اس کا محتاج ہے۔

معلوم پھر اُس احکم الحاکمین اور رب العالمین اور خدائے ذوالجلال اور کبیر متعال اور اُس کے وزراء و نائبین یعنی حضرات انبیاء و مرسلین سے بغاوت (کفر) کو کیوں معمولی اور حقیر سمجھتے ہو اور خداوند قدوس کے وزراء سے سرتابی کرنے والوں کی سرکوبی اور احکام سے گردن کشی کرنے والوں کی گردن کشی کو کیوں ظلم اور تعدی خیال کرتے ہو۔

سلاطین عالم کا اپنے مخالفوں پر فوج کشی کر کے کسی کو قتل کرنا اور کسی کو اسیر کرنا اور اُن کے مال اور اسباب کو ضبط کرنا اور پھر اُس مال کو خیر خواہان سلطنت اور وفاداران حکومت پر بطور انعام تقسیم کرنا عین شان شوکت و سلطنت کا اقتضاء سمجھتے ہو، لیکن اس احکم الحاکمین اور شہشاہِ سموات و ارضین سے بغاوت (کفر) کرنے والوں سے جہاد و قتال اور ان کو اسیر اور گرفتار کرنے اور اُن کے غلام بنانے اور اُن کے مال و متاع کے ضبط کرنے پر اعتراف کرتے ہو۔

پس جس طرح جنگ میں دشمن کو جانی نقصان پہنچانا عین سیاست اور فوجی تدبیر کا کمال ہے اسی طرح دشمن کی جنگی اور مالی قوت پر قبضہ کر لینا بھی فوجی تدبیر کا کمال ہے عجیب بات کہ یورپ دشمن کی مالی قوت پر قبضہ کرتا ہے تو اس کو سیاست اور فوجی تدبیر بتلایا جاتا ہے اور جب اسلام خدا کے باغیوں کی مالی قوت پر قبضہ کرنے کے لئے کوئی قدمی کرتا ہے تو اُس کا نام لوٹ اور غارتگری ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہ جب جنگ میں دشمن کی جان ہی لے لینا جائز ہے تو پھر اس کے مال کے متعلق کیوں اس قدر شور و غوغا ہے، آخر اسلام نے جب کبھی کسی کاروان تجارت پر حملہ کرنے کے لئے پیش قدمی کی تو کیا وہ ان دشمنوں کا قافلہ نہ تھا کہ جو اسلام کی جان و مال کے دشمن تھے ایسے لوگوں کی جان و مال پر چھاپہ مارنے کے لئے پیش قدمی کرنا کس آئین اور قاعدہ سے معیوب ہے اور پھر جبکہ وہ چھاپہ مارنا مال حاصل کرنے کے لئے نہ ہو بلکہ فقط اس وجہ سے ہو کہ یہ لوگ خداوند ذوالجلال کے باغی اور سرکش ہیں علاوہ ازیں سلاطین عالم کی فوج کشی کا باعث صرف تو وسیع مملکت ہے جو سب کے نزدیک روا اور جائز ہے۔ اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جہاد اور صحابہ کرام کا یہ تمام اقدام محض اعلاء کلمۃ اللہ اور اللہ کی حکومت قائم کرنے کے لئے تھا تا کہ احکام خداوندی کی بھرتی نہ ہو سکے اور اشرار، خداوند کردگار کے احکام کا استہزاء اور تمسخر نہ کر سکیں اور خدا کے نام لیوا اپنے

مولائے حقیقی کا اطمینان کے ساتھ نام لے سکیں، کفار و فجار چاہے ایمان لائیں یا نہ لائیں مگر احکم الحاکمین اور شہنشاہ سموات و ارضین کے احکام کے اجراء و تنفیذ میں مزاحمت نہ کر سکیں۔

حضرت یوشع بن نون اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰت و التحیات کا جہاد اسی غرض سے تھا اور حضرت مسیح بن مریم ﷺ قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہونے کے بعد اسی غرض سے دجال اور اس کے لشکر کے ساتھ جہاد فرمائیں گے جیسا کہ مکاشفات یوحنا اور پولوس کے دوسرے خط تہلنکیوں کے نام میں مصرح ہے۔ دنیا کی مہذب سے مہذب آبادی اگر یہ چاہے کہ بدون حکومت و سلطنت اور بدون دبدبہ و سطوت کے اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کر سکے تو ناممکن ہے یا کوئی حکومت اگر یہ چاہے کہ اپنی قلمرو سے مراسم قبیحہ اور رسوم باطلہ اور خیالات فاسدہ اور اوہام و اہیہ کو بدون سیاست اور انتظام کے مٹادے تو امکان سے باہر ہے۔

پند و نصیحت بے شک موثر ہے لیکن سلیم طبیعتوں کے لئے۔ آپ کتنی ہی اخلاص اور ہمدردی سے بہتر سے بہتر نصیحت فرمائیں لیکن بٹ و ہرم طبیعتیں کبھی اثر پذیر نہیں ہو سکتیں۔ بنی نوع انسان کی طبائع یکساں نہیں۔ کسی کے لئے خدا نے کتاب اتاری اور کسی کے لئے لوہا اتارا۔ آج اگر ہزار و اعظلم کر یہ چاہیں کہ اپنی تقریر دلیپذیر سے کسی قبیح رسم کو مٹادیں تو نہیں مٹا سکتے مگر ایک شاہی فرمان وقت واحد میں ملک کے اس سرے سے اس سرے تک اس بُرائی کو مٹا سکتا ہے۔

نبی اکرم سید ولد آدم خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولینا محمد صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ جمعین کو جب احکم الحاکمین اور شہنشاہ سموات و ارضین نے بشر و نذیر بنا کر عالم کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا تو اس وقت آپ بالکل تنہا تھے نہ کوئی آپ کا معین و مشیر تھا نہ کوئی آپ کا وزیر یا تدبیر تھا۔

نبوت و رسالت کا اعلان فرمایا تو حیدر بانی کی دعوت دی کہ خداوند ذوالجلال کو ایک مانو اور ایک جانو ایک سمجھو، اسی سے مانگو اسی کے سامنے جھکو، ہریش اور بے حیائی اور ہر بری بات سے روکا اور محاسن اخلاق اور مکارم افعال کی ترغیب دی غرض یہ کہ آپ نے دنیا اور آخرت کی کوئی خیر اور بھلائی نہ چھوڑی کہ جس کی تعلیم و تلقین اور جس کا حکم نہ کیا ہو اور دنیا اور آخرت کی کوئی برائی ایسی نہیں چھوڑی کہ جس سے منع نہ فرمایا ہو۔

سلیم طبائع نے آپ کے ارشاد سراپا ہدایت و رشاد کو گوش ہوش سے سنا اور قبول کیا اور جو ہٹ دھرم اور ضدی اور مال و دولت کے نشہ سے مخمور تھے۔ انہوں نے فقط انکار اور تکذیب ہی پر کفایت نہ کی بلکہ تکلیف اور ایذاء اور تمسخر اور استہزا پر تل گئے۔ آپ کے اور آپ کے اصحاب کے ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ (جس کی تفصیل پہلے گذر چکی) مگر آپ صبر اور تحمل فرماتے ان گمراہوں کے لئے دعائے ہدایت فرماتے۔ اللہم اهد قومی فانہم لایعلمون۔

اللہ جل جلالہ کی طرف سے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو اس کی مطلق اجازت نہ تھی کہ مشرکین مکہ سے زبان سے یا ہاتھ سے کسی قسم کا انتقام یا بدلہ لیں بلکہ حکم یہ تھا۔

فَاغْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللّٰهُ
بِأَمْرِهِ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ (البقرہ، آیت: ۱۰۹)

پس معاف کرو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ
تعالیٰ اس بارہ میں نیا حکم نازل فرمائے
بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہاں تک کہ آپ اور آپ کے صحابہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے اور جہاد کی اجازت نازل ہوئی

حکم جہاد

ابن عباس اور ابو ہریرہ یہ اور عائشہ صدیقہ اور ابو بکر صدیق۔ زہری۔ سعید بن جبیر۔ مجاہد۔ عروہ بن زبیر۔ زید بن اسلم۔ قتادہ، مقاتل بن حیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور دیگر سلف سے یہ منقول ہے کہ جہاد کی اجازت میں جو آیت سب سے پہلے نازل ہوئی وہ یہ آیت ہے۔

اٰذِنَ لَیْلِدِیْنِ یُقْتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ
ظَلَمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ

ایسے لوگوں کو جہاد و قتال کی اجازت دی گئی
کہ جن سے کافر لڑتے ہیں۔ یہ اجازت

۱۔ ابن عباس کی روایت مسند احمد اور ترمذی، نسائی اور مستدرک وغیرہ میں مذکور ہے۔ امام ترمذی نے اس کو حسن بتلایا ہے حاکم کہتے ہیں کہ بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے زرقانی و زاد المعاد ابو ہریرہ کی روایت کو عبد الرزاق اور ابن منذر نے ذکر کیا ہے در المنثور ص ۳۶۲ ج ۴ اور حضرت عائشہ کی روایت نسائی میں باسناد صحیح مذکور ہے، زرقانی ص ۳۷۸ ج ابو بکر صدیق اور زہری اور سعیدی بن جبیر کا ذکر ابو بکر رازی بھاص نے احکام القرآن میں کیا ہے ص ۲۵ ج ۱ اور مجاہد سے مقاتل تک تفسیر ابن کثیر ص ۳۲۵ ج ۳ میں مذکور ہیں ۲۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ یہ آیت ۱۱ صفر ۳ھ میں نازل ہوئی۔ زرقانی ص ۲۸۷ ج ۱ اور بعض کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قتال کی آیت کا نزول ہجرت کے پہلے سال میں ہوا۔

اس لئے دی گئی کہ یہ لوگ بڑے مظلوم ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے اور جن کی فتح و نصرت کا وعدہ کیا جا رہا ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے فقط اس وجہ سے کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کے ہاتھ نہ مٹاتا رہتا تو پہلے زمانہ میں راہبوں کے خلوتخانے اور نصاریٰ اور یہود کے عبادت خانے اور اس زمانہ میں مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے سب منہدم ہو چکی ہوتیں اور بیشک اللہ تعالیٰ مدد کرے گا اس شخص کی جو اس کے دین کی مدد کرے گا بیشک اللہ زبردست اور غالب ہے اور ہم ایسے لوگوں کی مدد کریں گے کہ اگر ہم ان کو روئے زمین کی بادشاہت اور حکومت بھی دیں تو ہماری جاہ اطاعت سے ذرہ برابر منحرف نہ ہوں گے نمازوں کو

لَقَدِيرُن ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفُتِنَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسْجِدٌ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ الَّذِينَ أَنْزَلْنَا فِي الْأَرْضِ الْقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝

(الحج: آیت: ۳۹-۴۱)

قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور دوسروں کو ہر نیک کام کا حکم کریں گے اور ہر برائی سے منع کریں گے اور تمام امور کے انجام کا اللہ ہی کو اختیار ہے۔

اور بعض علماء کا قول یہ ہے کہ پہلی آیت جو قتال کے بارے میں نازل ہوئی وہ یہ آیت ہے یعنی وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقْتُلُونَكُمْ ۝ اخرجہ ابن جریر من ابی العالیہ اور حاکم نے اکلیل میں یہ کہا ہے کہ آیت اِنَّ اللّٰهَ

اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة ط

قتال کے بارے میں سب سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی (زرقانی ص ۳۸۷ ج ۱)

جہاد کے اغراض و مقاصد

ان آیتوں میں حق جل و علانے اجمالاً جہاد کے کچھ اغراض و مقاصد کا ذکر فرمایا ہے اور اشارۃً لوگوں کے اس شبہ کا بھی جواب دیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام نے جہاد کی اجازت دیکر خونریزی کا دروازہ کھول دیا۔۔۔ خلاصہً جواب یہ ہے کہ جہاد، اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں انبیاء سابقین کو بھی جہاد کی اجازت دی گئی۔ ورنہ اگر جہاد کی اجازت نہ دی جاتی تو اللہ کا نام لینا دشوار ہو جاتا۔ اور تمام معابد منہدم کر دیئے جاتے۔ اور خداوند ذوالجلال کی یہ قدیم سنت ہے کہ وہ اپنے مخلصین کو جہاد کا حکم دیتا رہا تا کہ مفسدین اور فتنہ پردازوں کے شر اور فساد کو دفع فرمائے۔ کما قال تعالیٰ۔

وَلَوْ لَا دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ
بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ
اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝۱۰

اگر اللہ بعض لوگوں کے شر اور فساد کو بعض لوگوں کے ہاتھ سے دفع فرماتے تو تمام زمین میں فساد پھیل جاتا لیکن اللہ جہانوں پر بڑا ہی فضل فرمانے والا ہے کہ فتنہ اور فساد رفع کرنے کے لئے جہاد کی اجازت دی۔

کندزنگے مست در کعبہ تے اگر چوب حاکم نبا شد ز پے

ان آیتوں میں جہاد کی عام غرض و غایت کے علاوہ اس کی علت بھی بیان فرمائی ہے کہ صحابہ کرام کو کیوں جہاد و قتال کی اجازت دی گئی۔ وہ یہ کہ ان پر طرح طرح سے ظلم و زیادتی کی گئی اور بے قصور اور بلا وجہ اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے صرف اس کہنے پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور جہاد کی اجازت سے فقط مشرکین مکہ کے پنجہ ظلم سے چھڑانا مقصود نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ ان کی نصرت و حمایت کریں۔

وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝۱۱

اور تحقیق اللہ تعالیٰ ان بے کسوں اور بے سروسامانوں کی فتح و نصرت پر قادر ہے۔

اور اس قادر مطلق کو یہ قدرت ہے کہ روئے زمین ان کے قبضہ میں دیں اور اپنے احکام

کے اجراء و تنفیذ کی ممکنت و قدرت عطا فرمائیں تاکہ زمین پر دسترس پانے کے بعد خود بھی جان اور مال سے خدا کی عبادت اور بندگی کریں نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور دوسروں کو بھی بھلی باتوں کا حکم کریں اور بُری باتوں سے منع کریں۔

یعنی جن لوگوں کو ہم نے جہاد کی اجازت دی ہے اور جن کی نصرت و حمایت کا وعدہ کیا ہے ان لوگوں کی شان یہ ہے کہ بادشاہ ہونے کے بعد سلاطین دنیا کی طرح عیش و عشرت میں مبتلا نہ ہوں گے بلکہ جان و مال سے خدا کے پورے مطیع اور فرمانبردار ہوں گے اور دوسروں کو ٹھیک راستہ پر چلائیں گے، نیک باتوں کا حکم کریں گے اور بُری باتوں سے منع کریں گے، غرض یہ کہ خود کامل و مکمل ہوں گے اور دوسروں کے لئے مکمل ہوں گے خود بھی ہدایت پر ہوں گے اور دوسروں کو بھی ہدایت پر لائیں گے چنانچہ یہ اوصاف فاضلہ خلفاء راشدین میں علی وجہ الکمال موجود تھے اور کیوں نہ ہوں جن کو خدا آسمانی بادشاہت کے لئے منتخب فرمائے اُن کے یہی اوصاف ہونے چاہئیں۔

چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت میں حق جل شانہ نے خلافت اور بادشاہت عطا فرمانے سے پہلے ہی اُن کی ثنا اور تعریف فرمائی کہ وہ خلیفہ اور بادشاہ ہونے کے بعد ایسے ہوں گے۔

جہاد کی حقیقت

جہاد بمعنی طاقت سے مشتق ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی طاقت و حاشا مال، دولت کے لئے نہیں۔ عصبیت اور قومیت اور وطنیت اور اظہار مردانگی و شجاعت اور توسیع سلطنت و مملکت کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کا بول بالا کرنے کے لئے اپنی طاقت و پابندی کی طرح بہادری اس کو اصطلاح شریعت میں جہاد کہتے ہیں۔

اعلاء کلمۃ اللہ (یعنی اللہ کا بول بالا کرنا) اگر مقصود نہ ہو بلکہ فقط مال و زر مطلوب ہو یا قطع نظر حق اور باطل سے وطن اور قوم کی حمایت مقصود ہو یا اپنی بہادری اور شجاعت کا اظہار منظور ہو تو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک وہ جہاد نہیں جہاد تو وہ ہے جو محض خاص اللہ جل جلالہ کی رضا اور خوشنوی کے لئے ہو دنیاوی اور نفسانی اغراض کے شائبہ سے بالذیہ پاک ہو۔

خلاصہ

یہ کہ خدا تعالیٰ کے وفاداروں کا خدا تعالیٰ کے باغیوں سے محض خدا کا باغی ہونے کی وجہ سے لڑنا اور اس کی راہ میں انتہائی جان بازی اور سرفروشی کا نام جہاد ہے بشرطیکہ وہ جان بازی اور سرفروشی محض اس لئے ہو کہ اللہ کا بول بالا ہو اور اس کے احکام بے حرمتی سے محفوظ ہو جائیں اور دنیا کا کسی قسم کا نفع مقصود نہ ہو۔ ایسی جان بازی اور سرفروشی کو شریعت اسلام میں جہاد کہتے ہیں۔

نشد نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت ! سرِ دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اگر مال مقصود ہو یا نام مطلوب ہو یا بلا لحاظ اسلام قوم و وطن مقصود ہو تو شریعت میں وہ جہاد نہیں بلکہ ایک قسم کی جنگ ہے، چنانچہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا گیا، کہ انسان کبھی اظہار شجاعت کے لئے جنگ کرتا ہے اور کبھی قومی غیرت و حمیت کی بناء پر اور کبھی دنیاوی نمود اور شہرت کے لئے ان میں سے کوئی جنگ جہاد فی سبیل کا مصداق ہے تو ارشاد فرمایا:

مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةً لِلَّهِ
 هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
 (بخاری و مسلم)

جو شخص فقط اس لئے لڑے تاکہ اللہ ہی کا بول بالا رہے بس وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

امام بخاری نے صحیح بخاری میں ایک باب منعقد فرمایا۔ باب لا يقال فلان شهيد يعني کسی کے متعلق قطعی طور پر یہ نہ کہا جائے کہ فلاں شخص شہید مرا۔ اس لئے کہ نیت اور خاتمہ کا حال کسی کو معلوم نہیں اور اس باب میں ایک واقعہ روایت کیا کہ کسی غزوہ میں نبی کریم ﷺ کا مشرکین سے مقابلہ ہوا تو قرمان نامی ایک شخص صحابہ کرام کے لشکر میں تھا جو در پردہ منافق تھا اس نے اس لڑائی میں مشرکین کا خوب مقابلہ کیا۔ اور کار نمایاں دکھلائے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ!

ما اجزأ منا اليوم احد كما
 اجزأ فلان۔
 آج ہم میں سے کسی نے اتنا کام نہیں کیا
 جتنا کہ فلاں نے کیا۔

آنحضرت ﷺ نے سن کر فرمایا:

اما انه من اهل النار ! آگاہ ہو جاؤ کہ وہ دوزخی ہے۔
بالآخر کافروں سے لڑتے لڑتے یہ شخص شدید زخمی ہوا اور زخموں کی تکلیف سے گھبرا کر خود
کشی کر لی۔ حافظ عسقلانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ترجمہ الباب
سے مناسبت یہ ہے کہ اس شخص نے اللہ کے لئے قتال نہیں کیا تھا بلکہ قوم کے لئے قومی حمیت کے
جوش میں قتال کیا تھا، اس لئے ایسا شخص شہید نہیں کہلا سکتا۔ انتہی کلامہ۔ معلوم ہوا کہ جو شخص نبی
کی حمایت میں کافروں سے بھی جنگ کرے مگر خدا کے لئے نہیں بلکہ قوم اور وطن کے لئے جنگ
کرے تو ایسا شخص مجاہد اور شہید نہیں کہلا سکتا چہ جائیکہ قومی اور وطنی بھائیوں کے ساتھ ہو کر اسلامی
بھائیوں سے لڑنے کے لئے تیار ہو۔ حافظ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ میدان قتال میں سب
سے پہلے یہ شخص یعنی قزمان نکلا اور سب سے پہلے اس نے کافروں پر تیر چلایا اور لکار کر یہ کہا کہ
اے آل اوس اپنے حسب و نسب یعنی قبیلہ اور قوم کی حفاظت کے لئے قتال کرو قتادة بن النعمان
صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب اس شخص پر گذر ہوا تو اس کی نازک حالت کو دیکھ کر یہ کہا:

هنيالك الشهادة۔

قزمان نے یہ کلمہ سن کر جواب دیا۔

انسى والله ما قاتلت على دين
ما قاتلت الا على الحفظ۔
خدا کی قسم میں نے دین اسلام کے لئے
قتال نہیں کیا میں نے تو فقط قوم اور قبیلہ کی
حفاظت کیلئے قتال کیا ہے۔

صاف مطلب یہ تھا کہ قوم اور وطن کے لئے جنگ کرنے اور اس راہ میں مارے جانے
سے آدمی مجاہد اور شہید نہیں بنتا محض خدا کے لئے جو قتال خدا کے دشمنوں سے ہو اس میں
مارے جانے سے شہید بنتا ہے۔

اس کے بعد اس شخص نے خود کشی کر لی آنحضرت ﷺ نے فرمایا ان الله ليؤيد هذا
الدين بالرجل الفاجر۔ تحقیق اللہ تعالیٰ کبھی کبھی مرد فاجر اور کافر کے ذریعے سے بھی اس دین

۱ حافظ عسقلانی کی اصل عبارت یہ ہے کہ وجب اخذ التهمة منه انهم شهدوا برجائه في امر الجهاد فلو كان قتل لم يتبع ان يشهد
والا بالشهادة وقد ظنهم من ان لم يقاتل الله وانما قاتل غضبا لقومه فلما اطلق على كل مقتول في الجهاد انه شهيد الاحتمال ان يكون
مثل بذا فتح انباري ص ۶۶ ج ۶ کتاب الجهاد باب الايقال فلان شهيد۔

کوفت پہونچا دیتے ہیں یہ روایت عمدۃ القاری ص ۶۳۱ ج ۶ باب لایقال فلان شہید میں مذکور ہے

حق جل شانہ کا ارشاد ہے۔

وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ التَّيْسِ
الْجَمْعَانَ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ
الْمُؤْمِنِينَ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا
وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي
سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ ادْفَعُوا
اور جو کچھ تم کو مصیبت پہنچی جس دن دو
جماعتوں یعنی کافروں اور مسلمانوں کا مقابلہ
ہوا یعنی احد کے دن سو وہ اللہ کے حکم سے ہوا
اور اس میں حکمت یہ تھی کہ مؤمنین مخلصین اور
منافقین ایک دوسرے سے متمیز اور جدا
ہو جائیں اس لئے کہ مصیبت کے وقت میں

اخلاص اور نفاق ظاہر ہو جاتا ہے

اس دن منافقین سے یہ کہا گیا کہ آؤ خدا کی راہ میں خدا کے لئے قتال کرو اور اگر
خدا کی راہ میں نہیں لڑتے تو قومی اور وطنی حمیت کے لئے اپنی قوم اور وطن اور
مال اور اولاد کی حفاظت کے لئے دشمن کی مدافعت کرو۔

کیونکہ اگر دشمن کامیاب ہو گیا تو انتقام لینے میں مؤمنین اور منافقین کی تمیز نہ کرے گا اور
عام مسلمانوں کی طرح تم کو بھی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ یہ آیت رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی
بن سلول کے بارے میں نازل ہوئی، غزوہ احد میں مسلمانوں نے خدا کے لئے قتال کیا اور
عبد اللہ بن ابی اور دیگر منافقین نے جو قتال کیا تو محض قومی اور وطنی حمیت کی بنا پر دشمن کی
مدافعت کی جس سے صاف معلوم ہوا کہ قوم اور وطن کے لئے دشمن کی مدافعت کرنے کا نام
جہاد نہیں آیت شریفہ میں جو اودفعوا کوقاتلوا فی سبیل اللہ کا قیم قرار دیا گیا ہے اس
کا یہی مطلب ہے جو ہم نے عرض کیا۔

صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ کچھ مسلمان (جنگ بدر میں)
مشرکین کی تعداد بڑھانے کے لئے اہل مکہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں نکلے
اور بدر کی لڑائی میں یہ مسلمان جو کافروں کی فوج میں شریک تھے صحابہ کے ہاتھ سے مارے
گئے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

آل عمران، آیہ ۱۶۶

2042 102263

تحقیق جن لوگوں کی فرشتوں نے روح قبض کی درانحالیکہ انھوں نے اپنی جان پر ظلم کیا تھا تو فرشتوں نے ان سے بطور زجر و توبیخ یہ کہا کہ تم کس حال میں تھے ان ظالموں نے کہا کہ ہم سرزمین کفر میں مغلوب اور مجبور تھے فرشتوں نے کہا کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ وطن کو چھوڑ کر وہاں چلے جاتے ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور برا ٹھکانہ ہے،

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْنَاهُمُ الْمَلَائِكَةَ
ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ
قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي
الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضَ اللَّهِ
وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَئِكَ
مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا
(انشاء آیہ: ۹۷)

یہ آیت جن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے باوجود دعوائے اسلام کے قوم اور وطن کے ساتھ ہو کر اسلام کا مقابلہ کیا۔ اور قومی اور وطنی کافروں کے لشکر میں ہو کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے نکلے۔ (اعاذنا اللہ من ذالک)

خلاصہ کلام

یہ کہ اسلامی حکومت قائم کرنے کے لئے جو جنگ کی جائے اس کا نام جہاد ہے اور وطنی کافروں کے ساتھ مل کر غیر وطنی کافروں سے بلا لحاظ اسلام محض وطن کی آزادی کے لئے جنگ کرنے کا نام ہرگز ہرگز جہاد نہیں، حضرات انبیاء کرام نے اپنے ہم وطن کافروں سے نہ کبھی اتحاد کیا اور نہ ان کی ساتھ مل کر کوئی مشترک حکومت بنائی بلکہ اپنے اصحاب و لشکر ہجرت فرمائی اور اپنی قوم کے کافروں سے ہٹ کر اپنا الگ ٹھکانہ بنایا اور جہاد کی تیاری کی اور سب سے پہلے اپنی کافر قوم پر حملہ آور ہوئے اور اس کو فتح کیا۔ ہر رسول نے سب سے پہلے اپنی قوم کے کافروں سے جہاد کیا غیر قوم کے کافروں سے بعد میں جہاد کیا۔ کما قال تعالیٰ قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلِيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً حضور پرنور کے تمام غزوات اور جہادات اپنی ہی قوم اور اپنے ہی خویش و اقارب اور اپنے ہی اعزاء اور اصحاب ہی سے تو تھے کسی غیر ملکی اور اجنبی قوم سے تو نہ تھے، جنگ بدر میں مہاجرین نے

سامنے کسی کا باپ تھا اور کسی کا لختِ جگر اور کسی کا بھائی اور کسی کا چچا اور کسی کا ماموں اور عام رشتہ داری تو سبھی سے تھی محض اللہ اور اس کے رسول اور اس کے دین کے لئے صحابہ کرام کی تیغ بے دریغ بے نیام تھی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ واہ واہ۔ ایمان ایسے ہی عشق کا نام ہے جس کے سامنے لیلیٰ اور مجنوں کی تمام داستانیں گرد ہیں اور قرآن و حدیث جو ہجرت کے فضائل سے بھرا پڑا ہے اس ہجرت کا مطلب یہی تو ہے کہ خدا اور اس کے رسول کے لئے اپنے ماں اور باپ اور بیوی اور بچوں اور خویش و اقارب سب کو چھوڑ دینا قوم کا تو ذکر ہی کیا ہے، صحابہ کرام نے جب ہجرت کی تو جس کی رفیقہ حیات اور محبوب بیوی نے کفر کو اسلام کے مقابلے میں ترجیح دی طلاق دے دی اور بیوی، بچوں اور مال دولت اور گھربار چھوڑ کر نبی کے پیچھے ہوئے اور مدینہ کا راستہ پکڑا رضی اللہ عنہم وحشرنا فی زمیرتہم واماتنا علیٰ حبہم وسیرتہم آمین یارب العالمین۔ اے میرے عزیزو اے میرے دوستو قومیت اور وطنیت ایک فتنہ ہے بت پرستی کے بعد قوم پرستی اور وطن پرستی کا درجہ ہے۔ اور کفر دون اور شرک دون شرک اور ظلم و عن ظلم کا مصداق ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ أَوْرَانِ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مَبِينًا،
کو پیش نظر رکھ کر مسلمانوں کو اپنا بھائی اور روئے زمین کے کل کافروں کو اپنا ایک دشمن سمجھو

(نکتہ) حق تعالیٰ نے ان الکافرین (جو کہ جمع ہے) اس کی خبر عدوا مبینا ذکر فرمائی ہے جو کہ مفرد ہے اعداء نہیں فرمایا، اشارہ اس طرف ہے کہ روئے زمین کے تمام کافر مسلمانوں کی عداوت میں بمنزلہ ایک دشمن اور بمنزلہ شخص واحد کے ہیں جس میں ذرہ برابر تعدد اور اختلاف نہیں۔ وَوَاللَّهِ لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمِ وَأَنَا عَلَىٰ ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ وَالْمَشَاهِدِينَ۔

قوم پرستوں کا ایک مغالطہ

قوم پرستوں کا یہ کہنا کہ ایک وطن اور ایک ملک کے باشندے سب ایک قوم ہیں یہ ان کا ایک مغالطہ اور دھوکہ ہے، اس گروہ کا ایک خاص نظریہ اور خاص عقیدہ ہے جو شخص اس عقیدہ اور نظریہ میں ان کا موافق اور ہم خیال ہے وہ ان کا دوست ہے اگرچہ وہ دوسرے ملک

اور دوسرے وطن کا باشندہ ہو اور جو شخص اس نظریہ اور اس عقیدہ میں ان کا مخالف ہو ان کا دشمن ہے اگرچہ وہ ان کا باپ یا بیٹا یا بھائی یا استاد ہی کیوں نہ ہو۔

مشرق اور مغرب کے باشندے جو اشتراکی عقیدہ رکھتے ہوں وہ دونوں باوجود بعد المشرقین کے قریب اور ایک ہیں اور دو حقیقی بھائی ایک گھر کے رہنے والے اگر مختلف المسلک ہوں تو وہ دونوں ایک دوسرے سے غایت درجہ بعید ہیں معلوم ہوا کہ اتحاد کا دار و مدار وطنیت اور قومیت پر نہیں بلکہ اتحاد کا معیار اور مدار۔ اتحاد مسلک پر ہے پس اگر شریعت اتحاد اور اخوت کا مدار اسلام اور کفر پر رکھتی ہے تو اس کو تعصب اور تنگ نظری کیوں بتاتے ہو۔ شریعت کے کل احکام اسی ایمان اور کفر کی تقسیم پر مبنی ہیں مسلمان اور کافر ایک دوسرے کا وارث نہیں اسی اسلامی تعلق سے بلال حبشی اور صہیب رومی اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم اجمعین، اسلامی برادری میں شامل ہو گئے اور ابو جہل اور ابولہب باوجود قرابت قریب کے بعید ہو گئے اور ابوطالب جیسا جان نثار چچا اسلام نہ قبول کرنے کی وجہ سے نماز جنازہ اور مقابر مسلمین میں دفن سے محروم رہا نبی اکرم ﷺ نے جب ابوطالب کے لئے دعاء مغفرت کا ارادہ فرمایا تو ممانعت کی آیت نازل ہو گئی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أَوْلَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ
اور قیامت تک کے لئے حکم نازل ہو گیا کہ کافر اور مشرک رشتہ داروں کے لئے دعاء مغفرت بھی جائز نہیں۔

فَوَمَنْ أَحْبَبَ لِعَصِيْبِكَ فِي السُّهُوِ
فَسَمَّاهُ وَبَحْسَنَهُ وَنَهَاهُ



سامنے کسی کا باپ تھا اور کسی کا لختِ جگر اور کسی کا بھائی اور کسی کا چچا اور کسی کا ماموں اور عام رشتہ داری تو سبھی سے تھی محض اللہ اور اس کے رسول اور اس کے دین کے لئے صحابہ کرام کی تیغ بے دریغ بے نیام تھی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ واہ واہ۔ ایمان ایسے ہی عشق کا نام ہے جس کے سامنے لیلیٰ اور مجنوں کی تمام داستانیں گرد ہیں اور قرآن و حدیث جو ہجرت کے فضائل سے بھرا پڑا ہے اس ہجرت کا مطلب یہی تو ہے کہ خدا اور اس کے رسول کے لئے اپنے ماں اور باپ اور بیوی اور بچوں اور خویش و اقارب سب کو چھوڑ دینا قوم کا تو ذکر ہی کیا ہے، صحابہ کرام نے جب ہجرت کی تو جس کی رفیقہ حیات اور محبوب بیوی نے کفر کو اسلام کے مقابلے میں ترجیح دی طلاق دے دی اور بیوی، بچوں اور مال دولت اور گھریاں چھوڑ کر نبی کے پیچھے ہوئے اور مدینہ کا راستہ پکڑا رضی اللہ عنہم وحقیرنا فی زمیرتہم واما اتنا علیٰ حبہم و سیرتہم آمین یارب العالمین۔ اے میرے عزیزو اے میرے دوستو قومیت اور وطنیت ایک فتنہ ہے بت پرستی کے بعد قوم پرستی اور وطن پرستی کا درجہ ہے۔ اور کفر دون کفر اور شرک دون شرک اور ظلم و عوون ظلم کا مصداق ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ أَوْرَانِ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مَبِينًا،
کو پیش نظر رکھ کر مسلمانوں کو اپنا بھائی اور روئے زمین کے کل کافروں کو اپنا ایک دشمن سمجھو

(نکتہ) حق تعالیٰ نے ان الکافرین (جو کہ جمع ہے) اس کی خبر عدو امبینا ذکر فرمائی ہے جو کہ مفرد ہے اعداء نہیں فرمایا، اشارہ اس طرف ہے کہ روئے زمین کے تمام کافر مسلمانوں کی عداوت میں بمنزلہ ایک دشمن اور بمنزلہ شخص واحد کے ہیں جس میں ذرہ برابر تعدد اور اختلاف نہیں۔ وَوَاللّٰهُ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيمِ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشّٰہِدِیْنَ وَالْمَشٰہِدِیْنَ۔

قوم پرستوں کا ایک مغالطہ

قوم پرستوں کا یہ کہنا کہ ایک وطن اور ایک ملک کے باشندے سب ایک قوم ہیں یہ ان کا ایک مغالطہ اور دھوکہ ہے، اس گروہ کا ایک خاص نظریہ اور خاص عقیدہ ہے جو شخص اس عقیدہ اور نظریہ میں ان کا موافق اور ہم خیال ہے وہ ان کا دوست ہے اگرچہ وہ دوسرے ملک

اور دوسرے وطن کا باشندہ ہو اور جو شخص اس نظریہ اور اس عقیدہ میں ان کا مخالف ہو ان کا دشمن ہے اگرچہ وہ ان کا باپ یا بیٹا یا بھائی یا استاد ہی کیوں نہ ہو۔

مشرق اور مغرب کے باشندے جو اشتراکی عقیدہ رکھتے ہوں وہ دونوں باوجود بعد المشرقین کے قریب اور ایک ہیں اور دو حقیقی بھائی ایک گھر کے رہنے والے اگر مختلف المسلک ہوں تو وہ دونوں ایک دوسرے سے غایت درجہ بعید ہیں معلوم ہوا کہ اتحاد کا دار و مدار وطنیت اور قومیت پر نہیں بلکہ اتحاد کا معیار اور مدار اتحاد مسلک پر ہے پس اگر شریعت اتحاد اور اخوت کا مدار اسلام اور کفر پر رکھتی ہے تو اس کو تعصب اور تنگ نظری کیوں بتاتے ہو۔ شریعت کے کل احکام اسی ایمان اور کفر کی تقسیم پر مبنی ہیں مسلمان اور کافر ایک دوسرے کا وارث نہیں اسی اسلامی تعلق سے بلال حبشی اور صہیب رومی اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم اجمعین، اسلامی برادری میں شامل ہو گئے اور ابو جہل اور ابولہب باوجود قرابت قریب کے بعید ہو گئے اور ابوطالب جیسا جان نثار چچا اسلام نہ قبول کرنے کی وجہ سے نماز جنازہ اور مقابر مسلمین میں دفن سے محروم رہا نبی اکرم ﷺ نے جب ابوطالب کے لئے دعا، مغفرت کا ارادہ فرمایا تو ممانعت کی آیت نازل ہو گئی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أَوْلَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ
اور قیامت تک کے لئے حکم نازل ہو گیا کہ کافر اور مشرک رشتہ داروں کے لئے دعا، مغفرت بھی جائز نہیں۔

فَوَمَنْ أَحْبَبَ لِعَصِيكَ فِي السُّهُوِ
قَسَمًا بِهِ وَبِحُسْنِهِ وَبِهَائِهِ



آداب جہاد

- (۱)۔ جب جہاد کے لئے گھر سے نکلو تو اللہ کا نام لے کر نکلو۔
 (۲)۔ اتراتے ہوئے اور اکڑتے ہوئے نہ نکلو۔
 (۳)۔ آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑانہ کرو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو ہر وقت پیش نظر رکھو۔

(۴)۔ مقابلہ کے وقت ثابت قدم رہو۔ صبر اور تحمل سے کام لو۔

(۵)۔ عینِ معرکہ قتال میں بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہو جس کے لئے جانبازی اور سرفروشی کرنے نکلے ہو ایک لمحہ کے لئے اس سے غفلت نہ ہو۔ قال تعالیٰ:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قَاتَيْتُمْ فِئَةً فَانَابُوا وَادُّرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطْرًا وَرَأَى النَّاسَ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ

۱۔ اے ایمان والو جب کافروں کی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو تو امورِ ذلیل کو ملحوظ رکھو، جہاد میں ثابت قدم رہو۔
 ۲۔ اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرو تا کہ اس کے نام کی برکت سے تم کامیاب ہو۔
 ۳۔ اور ہر امر میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری کو ملحوظ رکھو۔
 ۴۔ اور آپس میں جھگڑانہ کرو کہ اس سے تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی
 (۵)۔ اور ان کافر لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ کہ (جو اسی واقعہ بدر میں) اپنے گھروں سے

اتراتے ہوئے اور دکھلاتے ہوئے نکلے ہیں اور لوگوں کو خدا کے راستے سے روکنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا محیط ہے۔

(۶)۔ اپنی کثرت اور ساز و سامان پر کبھی مغرور نہ ہو اور قلت سے کبھی گھبراؤ نہیں ہر حال میں

خداوند ذوالجلال پر اعتماد اور بھروسہ رکھو۔ فتح و نصرت کا مالک صرف اسی کی ذات کو جانو، کہا
قال تعالیٰ۔

تحقیق اللہ تعالیٰ نے بہت میدانوں میں
تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جب
تمہاری کثرت نے تم کو خود پسندی میں
بتلا کر دیا تو تم کو تمہاری کثرت ذرہ برابر
کام نہ آئی اور زمین باوجود وسیع ہونے
کے تم پر تنگ ہو گئی، پھر تم پشت پھیر کر
بھاگ پڑے اللہ تعالیٰ نے اپنی
سدینت اور طمانیت کو اتارا اپنے رسول
پر اور ایمان والوں پر اور ایسے لشکر
اتارے جن کو تم نہیں دیکھتے تھے اور
کافروں کو سزا دی اور یہی سزا ہے
کافروں کی۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ
كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ
كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ
شَيْئًا وَاضَاقَّتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ
بِمَا رَحِبْتُمْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ
ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى
رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ
جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ
كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ

(۷)۔ جب سوار ہونے لگو تو اللہ کی نعمت و یاد کرو کہ اس نے تمہاری آسائش کے لئے یہ
سامان سفر پیدا فرمایا اور یہ پڑھو۔

پاک ہے وہ ذات جس نے ان
جانوروں کو ہماری سواری کے لئے
سزا دیا ورنہ ہم میں اس کی طاقت نہ تھی
اور تحقیق ہم سب اللہ کی طرف لوٹنے
والے ہیں۔

سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرْنَا لَنَا
هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ۝ وَإِنَّا إِلَى
رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ۝ ۲۷

(۸)۔ جب کسی بلندی پر چڑھو تو خداوند ذوالجلال کی عظمت و باریکی کا خیال کر کے اللہ اکبر کہو
اور جب پستی اور نشیب کی طرف اترو تو سبحان اللہ کہو۔ کہ وہ ہر پستی سے پاک اور منزه ہے

(۹)۔ اللہ اگر اپنے فضل سے فتح و ظفر نصیب فرمائے تو امیر لشکر کو چاہئے کہ مجاہدین کی صفیں قائم کرے۔ کے ان الفاظ میں اللہ کا شکر اور اس کی حمد و ثنا کرے اور تمام لشکر آمین کہے۔

اللهم لك الحمد كله لا قابض لما بسطت ولا باسط لما قبضت ولا هادي لمن اضللت ولا مضل لمن هديت ولا معطي لما منعت ولا مانع لما اعطيت ولا مقرب لما باعدت ولا مباعد لما قربت اللهم ابسط علينا من بركاتك ورحمتك وفضلك ورزقك (رواه النسائي وابن حبان)

(۱۰)۔ فتح و نصرت کے بعد بطور فخر یہ نہ کہو کہ ہم نے فتح کیا بلکہ اللہ کی طرف منسوب کرو کہ اُس نے محض اپنے فضل اور رحمت سے ہم کو فتح دی۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جہاد سے واپس ہوتے تو یہ کلمات تو حید آپ کی زبان پر ہوتے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ائِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ سَائِحُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

(۱۱)۔ کُتَا اور گھنٹا اور باجا ہمراہ نہ ہو جس قافلہ میں یہ چیزیں ہوتی ہیں۔ فرشتے ان کے ہمراہ نہیں ہوتے۔ (رواہ مسلم عن ابی ہریرہ)

یعنی عیش و طرب کا کوئی سامان ساتھ نہ ہو۔

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ اسلامی جہاد کی یہ شان ہے کہ دیکھنے میں مجاہدین کا لشکر ہے اور در پردہ نُور السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کے عاشقوں کا ایک گروہ جارہا ہے۔

جہاد کی اقسام

جہاد کی مختلف قسمیں ہیں، جہاد کی ایک قسم دفاع ہے جس کو دفاعی جہاد کہتے ہیں یعنی کافروں کی کوئی قوم ابتداء تم پر حملہ آور ہو تو تم اس کی مدافعت کے لئے ان کا مقابلہ کرو جہاد کی اس قسم کو حق تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝۱

اور قتال کرو خدا کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی مت کرو تحقیق اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

أَذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بَائِنَهُمْ ظَلَمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۝۲

مسلمانوں کو ان کافروں سے جہاد و قتال کی اجازت دی گئی جو کافر مسلمانوں سے لڑتے ہیں اس وجہ سے کہ مسلمان ستم رسیدہ ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد پر قادر ہے یہ مسلمان اپنے گھروں سے محض بے وجہ نکالے گئے سوائے اس کے کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار ایک اللہ ہے۔

جہاد کی دوسری قسم۔ اقدامی جہاد ہے یعنی جبکہ کفر کی قوت اور شوکت سے اسلام کی آزادی کو خطرہ ہو تو ایسی حالت میں اسلام اپنے پیروؤں کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم دشمنان اسلام پر جارحانہ حملہ اور ہاجمانہ اقدام کرو کیونکہ جب دشمنوں کی طرف سے خطرہ ہو تو احتیاط اور حفظ ما تقدم کا مقتضا یہی ہے کہ تم ان پر جارحانہ اقدام کرو تا کہ اسلام اور مسلمان کفر اور شرک کے فتنہ سے محفوظ ہو جائیں اور بغیر کسی خوف و خطر کے امن و عافیت کے ساتھ خداوند ذوالجلال کے احکام کو بجالائیں اور کوئی قوت و طاقت ان کو ان کے سچے دین سے نہ ہٹا سکے اور نہ پھیر سکے اور نہ کوئی طاقت قانون خداوندی کے اجراء و تنفیذ میں مزاحم ہو سکے۔ ایسے موقع پر مثل اور فراست تدبیر اور سیاست کا یہی مقتضی ہے کہ خطرہ کو پیش آنے سے پہلے ختم کر دیا جائے، اس انتظار میں رہنا کہ جب خطرہ سر پر آجائے گا اس وقت مدافعت کریں گے یہ اعلیٰ درجہ کی حماقت اور سفاہت ہے جس طرح شیر اور چیتے کو حملہ کرنے سے پہلے ہی قتل کر دینا اور کانٹے سے پہلے ہی سانپ اور بچھو کا سر کچل دینا ظلم نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کا تدبیر اور انجام بخیر ہے، اسی

طرح کفر اور شرک کا سر اٹھانے سے پہلے ہی سرچل دینا اعلیٰ درجہ کا تدبیر ہے چور اور قزاق یا درندے اگر کسی جنگل اور بیابان میں جمع ہوں تو عقل اور دانائی کا مقتضی یہ ہے کہ قبل اس کے کہ وہ شہر کا رخ کریں ان کو آبادی کا رخ کرنے سے پہلے ہی ختم کر دیا جائے درندوں کے قتل میں اقدام ہی عقل اور دانائی ہے اور فَاَقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ اور اَيْنَمَا ثَقِفُوا اخذُوا وَاَقْتُلُوا تَقْتِيلًا میں اسی قسم کے کافر مراد ہیں۔ درندوں کے قتل میں دفاع کا تصور کرنا اور یہ سوچنا کہ جب یہ درندے مل کر ہم پر حملہ آور ہوں گے اس وقت ہم ان کی مدافعت کریں گے، اس قسم کا تصور اہل عقل کے نزدیک کھلی ہوئی حماقت اور نادانی ہے حق جل شانہ کے اس ارشاد سر اٹھاؤ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلَّهُ لِلَّهِ ط میں اس قسم کا جہاد مراد ہے، یعنی اے مسلمانو تم کافروں سے یہاں تک جہاد و قتال کرو کہ کفر کا فتنہ باقی نہ رہے اور اللہ کے دین کو پورا غلبہ حاصل ہو جائے، اس آیت میں فتنہ سے کفر کی قوت اور شوکت کا فتنہ مراد ہے اور وَيَكُونَ الدِّينُ كُلَّهُ لِلَّهِ سے دین کا ظہور اور غلبہ مراد ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ یعنی دین کو اتنا غلبہ اور قوت حاصل ہو جائے کہ کفر کی طاقت سے اس کے مغلوب ہونے کا احتمال باقی نہ رہے اور دین اسلام کو کفر کے فتنہ اور خطرہ سے بالکل اطمینان حاصل ہو جائے۔

اب رہا یہ امر کہ دین اسلام کو کفر کے فتنہ سے کس طرح اطمینان حاصل ہو سکتا ہے، سو اس اطمینان کی تین صورتیں ہیں ایک صورت تو اطمینان کی یہ ہے کہ کفار مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیں اور مسلمانوں کی رعایا بن کر اور جزیہ دے کر اسلامی حکومت کے زیر سایہ رہنا منظور کریں یا بجائے جزیہ کے مسلمانوں کے رقیق یعنی غلام بن کر رہیں۔

دوسری صورت اطمینان کی یہ ہے کہ کافر مسلمانوں سے پُر امن معاہدہ کریں تیسری صورت استیمان کی ہے یعنی کافر مسلمانوں سے امن اور پناہ طلب کر کے ان کی پناہ میں آجائے۔ ان صورتوں میں ایسے کافروں سے جہاد و قتال کا حکم اٹھ جاتا ہے شریعت اسلامیہ میں جہاد کا حکم کفار محاربین کے ساتھ مخصوص ہے، کافر ذمی اور مستامن کے احکام دوسرے ہیں۔

جو غیر مسلم اسلامی حکومت میں رہتے ہیں وہ از روئے احکام اسلام عدالتی اور شہری

احکام میں مسلمانوں کے برابر ہیں، ان کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت مسلمانوں اور اسلامی حکومت پر فرض ہے بشرطیکہ غداری اور خفیہ سازشیں نہ کریں اور دشمن اور غیر دشمن محارب اور غیر محارب کے احکام میں فرق تمام عقلاء کے نزدیک مسلم ہے۔

جہاد کی مثال :- جہاد کی مثال اس طرح سمجھیے کہ جب کسی کے ہاتھ میں پھنسی یا پھوڑا نکل آئے تو پہلا درجہ مرہم کا ہے کہ اس کے لگانے سے فاسد مادہ نکل جائے یا تحلیل ہو جائے دوسرا درجہ نشتر کا ہے کہ شگاف دے دیا جائے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر اس عضو کو کاٹ دے تاکہ دوسرے اعضاء صحیحہ اس سے متاثر نہ ہوں۔

ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کسی کے ہاتھ یا پیر کو کاٹ دے تو سب اس کے ممنون و مشکور ہوتے ہیں اور اگر انقدر فیس کا ہدیہ اور نذرانہ پیش کرتے ہیں اور مدت العمر اس کی مدح میں رطب اللسان رہتے ہیں کہ اس نے اس عضو کو کاٹ کر باقی اعضاء کو گلے اور سڑنے سے بچالیا اور کوئی شخص ڈاکٹر کے اس فعل کو وحشیانہ اور ظالمانہ فعل نہیں کہتا اسی طرح اطباء روحانی (انبیاء و رسل) اولاً کفر کے ذیل (پھوڑے) پر وعظ و نصیحت کا مرہم رکھتے ہیں اور اگر اس سے فائدہ نہ ہو اور عضو کے صحیح ہونے کی امید منقطع ہوگئی، اس کے برعکس یہ خطہ ہو جائے کہ یہ مرض متعدی ہو کر دوسرے اعضاء یعنی اہل ایمان کو بھی خراب کر دے گا تو پھر اس عضو کو کاٹ ڈالتے ہیں تاکہ باقی اعضاء اس کے ضرر سے محفوظ ہو جائیں اور یہ خبیث مادہ آگے نہ بڑھنے پائے۔

دوسری مثال :- چوروں اور ہزنوں کی سرکوبی حکومت کے لوازم اور فرائض میں سے ہے اگر نہ کی جائے تو نظام حکومت درہم برہم ہو جائے۔ اسی طرح جو لوگ دولت ایمان کے رہنما ہوں اور یہ چاہتے ہوں کہ ہم سے ایمان اور حق کی دولت لوٹ کر لے جائیں اور اس امر کے خواہشمند ہوں کہ معاذ اللہ۔ اہل حق کو بھی اپنے جیسا رہنما اور قزاق یعنی کافر بنا لیں اور خداوند ذوالجلال کے وفاداروں کی فہرست سے اپنا نام کٹا کر باغیوں کی جماعت میں شامل ہو جائیں تو ایسے لوگوں سے بھی جہاد و قتال کرنا عین حکمت اور عین مصلحت ہوگا بلکہ فرض اور واجب ہوگا اور شریعت کے لوازم اور فرائض میں سے ہوگا کہ ان قزاقوں کا قلع قمع کرے۔

جہاد کی غرض و غایت

جہاد کے حکم سے خداوند قدوس کا یہ ارادہ نہیں کہ یکنخت کافروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اللہ کا دین۔ دنیا میں حاکم بن کر رہے اور مسلمان عزت کے ساتھ زندگی بسر کریں اور امن و عافیت کے ساتھ خدا کی عبادت اور اطاعت کر سکیں کافروں سے کوئی خطرہ نہ رہے کہ ان کے دین میں خلل انداز ہو سکیں۔

اسلام۔ اپنے دشمنوں کے نفس و جود کا دشمن نہیں بلکہ ان کی ایسی شوکت و حشمت کا دشمن ہے کہ جو اسلام اور اہل اسلام کے لئے خطرہ کا باعث ہو۔

دنیا کی مہذب اور متمدن قومیں اس بات کو تسلیم کرتی ہیں کہ اپنی جان و مال عزت اور آبرو کی حفاظت کے لئے جنگ کرنا انسان کا فطری حق ہے اور ایک شریفانہ اور مہادرانہ خیال ہے لیکن نہ معلوم مسلمانوں کے لئے اس حق کے تسلیم کرنے میں کیوں بخل کیا جاتا ہے دنیا کی ہر مہذب اور متمدن سیاسی پارٹی ہر جائز اور ناجائز جھوٹ اور سچ مکر اور فریب جس طرح بھی ممکن ہو اپنے تفوق اور اقتدار کی طلب گاہے اور اپنے مخالفین کو زیر کرنے میں جو حربہ بھی استعمال کیا جائے اس کا نام سیاست اور تدبیر کہتی ہے لیکن اگر حق اور حقانیت، جائز طریق اور غایت عدل اور نہایت انصاف کے ساتھ باطل پر اپنا اقتدار قائم کرنا چاہتا ہے تو خود غرضوں کی پارٹیاں اس کا نام تعصب اور مذہبی جنون کہتی ہیں۔

سبحان اللہ۔ جس دین حق میں اپنے دشمنوں پر جھوٹ بولنا اور ان پر تہمت لگانا اور ان پر ظلم و ستم کرنا حرام ہے اور دنیا کے جان و مال اور عزت اور آبرو کی حفاظت اس کا اولین فریضہ اور مقصد ہے اس کے تفوق اور برتری اور اس کے حاکمانہ اقتدار پر ان خود غرض پارٹیوں اور سیاسی چوروں اور قزاقوں کا کیا منہ ہے کہ اس دین برحق کی عادلانہ جدوجہد میں کچھ لب کشائی کر سکیں۔

جہاد اسلامی کا مقصد یہ ہے کہ حق اور حقیقی عدل و انصاف دنیا، حاکم بن کر رہے اور خود غرض افراد یا پارٹیاں دنیا کے امن کو خراب نہ کر سکیں۔

جس جنگ کا مقصد یہ ہو کہ عدل و انصاف اور امانت و صداقت کی حفاظت ہو جائے اور رشوت خواری اور چوری اور بدکاری اور زنا کاری اور بداخلاقی اور بے حیائی اور تمام برائیوں اور خود غرضیوں کا قلع قمع ہو جائے ایسی جنگ بربریت نہیں بلکہ اعلیٰ ترین عبادت ہے اور خلق خدا پر انسانی شفقت و رحمت ہے۔

اور قرآن کریم میں جو جزیہ کا حکم مذکور ہے اس سے مقصد یہی ہے کہ کفر اور باطل کا زور ٹوٹ جائے اور حق اور عدل کے برتری اور حکمرانی کے سامنے باطل اپنی گردن جھکا دے آیت جزیہ میں حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ۔ صغار سے ایسی ہی ذلت اور کمتری مراد ہے اور ایسے جزیہ دینے والوں کو اصطلاح شریعت میں ذمی اور معاہدہ اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول نے ان کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔

اسلام اور جبر

(۱)۔ جہاد لوگوں کو جبراً مسلمان بنانے کے لئے نہیں بلکہ اسلام کی عزت اور ناموس کی حفاظت کے لئے ہے اور دنیا کی کوئی قوم اور عالم کا کوئی مذہب بدون حکومت کے اپنی حفاظت نہیں کر سکتا مخالفین اسلام، آسمان اور زمین کو سر پر اٹھائے ہوئے ہیں اور زبان اور قلم سے یہ ڈھنڈوار پٹتے رہتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ ان کو یہ معلوم نہیں کہ شریعت اسلامیہ میں مسلمان وہ شخص کہلاتا ہے کہ جو برضاء و رغبت حقانیت اسلام کا زبان سے اقرار اور دل سے اس کی تصدیق کرے اور جو شخص کسی طمع اور لالچ یا کسی خوف اور ہراس سے اسلام کا محض زبان سے اقرار کرے اور دل سے اس کی تصدیق اور اعتقاد نہ رکھے تو وہ شخص شریعت اسلامیہ میں مسلمان نہیں بلکہ منافق کہلائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد جازم اور یقین تام (جو اسلام کا جزء لاینفک بلکہ اس کی عین حقیقت ہے) کسی جبر و اکراہ سے حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ کسی ترغیب و ترہیب سے، اور نہ کسی تحریص و تخویف سے، زبان اگرچہ جبر و اکراہ سے کسی شئی کا اقرار کرے مگر قلب جب ہی تصدیق کر سکتا ہے کہ جب اس کو براہین اور دلائل سے اس کا حق ہونا منکشف ہو جائے عالم کی تمام قوتیں بھی اگر یہ چاہیں کہ جبر و اکراہ سے کسی کے قلب کو مطمئن کر دیں تو ناممکن اور محال ہے، تیغ و تبر اور خنجر سے کوئی عقیدہ قلب میں نہیں اتر سکتا۔ اور غالباً اس واضح حقیقت کا کوئی معمولی سے معمولی عقل والا بھی انکار نہیں کر سکتا لہذا یہ کہنا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے بالکل غلط ہے۔

(۲)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ورضو اعنہم کا کفار مکہ کے ہاتھ سے مسلسل تیرہ سال تک

طرح طرح کے مصائب و آلام برداشت کرنا، ماں باپ خویش و اقارب سب کو اسلام کی خاطر چھوڑ بیٹھنا اس امر کی واضح اور روشن دلیل ہے کہ انھوں نے اسلام کو بہ ہزار رضاء و رغبت قبول کیا تھا اور اسلام کی حلاوت و شیرینی ان کے دلوں میں ایسی اتر چکی تھی کہ جس نے دنیا کے تلخ سے تلخ مصائب کو تیریں اور لذیذ بنا دیا تھا اور اتنا لذیذ بنایا کہ جان و مال سب ہی اس پر قربان کر ڈالا۔ مخالفین اور معترضین ذرا بتلائیں تو سہی کہ جوشی بجزیرہ و اکراہ اور گردن پر تلوار رکھ کر منوائی جاتی ہے کیا اس کی یہی شان ہوتی ہے۔

(۳)۔ نیز شریعت اسلامیہ کا مقصد یہ ہے کہ لوگ برضاء و رغبت اُس کے احکام کی تصدیق کریں تاکہ ثواب اور نجات اخروی اس پر مرتب ہو سکے بندہ ایمان اختیاری کا مکلف ہے، اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک وہی ایمان اور اسلام معتبر ہے جو مہل سے ہو اجباری اور اضطراری ایمان کا اعتبار نہیں اسی وجہ سے ارشاد ہے۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ بَنِي فِي
الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا ط
فَأَنْتَ تُكْرَهُ النَّاسَ حَتَّى
يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝۱

اگر خدا چاہتا تو تمام روئے زمین والے ایمان لے آتے کیا آپ لوگوں پر جبر کر سکتے ہیں کہ وہ سب مومن ہو جائیں۔

(۴)۔ آنحضرت ﷺ نے جس وقت نبوت کا اعلان فرمایا اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اس وقت آپ تن تنہا تھے کوئی حکومت اور سلطنت آپ کے پاس نہ تھی، نہ ہاتھ میں کوئی تلوار تھی جس سے ایمان نہ لانے والوں کو ڈراتے ہوں غیروں کا تو کیا ذکر کنبہ اور خاندان جو انسان کا حامی اور مددگار ہوتا ہے وہی آپ کا جانی دشمن اور خون کا پیاسا ہو گیا تھا ظلم و ستم کی کوئی نوع اور کوئی قسم ایسی باقی نہ چھوڑی کہ جس کا آپ کے اصحاب پر تجربہ نہ کر لیا ہو۔ اگر وحی ربانی آپ کی تسلی اور دلاسا نہ کرتی تو پھر ان مصائب و نوائب کا تحمل تقریباً ناممکن تھا۔ ایسی حالت میں کیسے جبر اور اکراہ ممکن ہے۔

(۵)۔ بعثت کے بعد مکہ مکرمہ میں تیرہ سال آپ کا قیام رہا۔ اسی زمانے میں اور اسی

حالت میں صدہا قبائل اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے، ابوذر غفاری شروع ہی زمانے میں مسلمان ہوئے اور جب واپس ہوئے تو ان کی دعوت سے نصف قبیلہ غفار مسلمان ہو گیا، ہجرت سے قبل تراسی مرد اور اٹھارہ عورتوں نے کہ جو مشرف باسلام ہو چکے تھے کفار مکہ کی ایذاؤں سے تنگ آ کر حبشہ کی طرف ہجرت کی نجاشی شاہ حبشہ جعفر طیار کی تقریر سن کر مشرف باسلام ہوا۔ ہجرت سے قبل مدینہ کے ستر آدمیوں نے مقام منیٰ میں آپ کے دست مبارک پر بیعت کی مصعب بن عمیر کے وعظ سے ایک ہی دن میں تمام قبیلہ بنی عبدالمشہل مدینہ منورہ میں مشرف باسلام ہو بعد ازاں باقی ماندہ انصار بھی مشرف باسلام ہو گئے۔

یہ سب قبائل جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے ہی مسلمان ہوئے اور ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم اور عثمان غنی اور علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، جنہوں نے چار دانگ عالم میں اسلام کا ڈنکا بجایا یہ بہادران اسلام بھی آیت جہاد و قتال کے نازل ہونے سے پہلے ہی اسلام کے حلقہ بگوش بن چکے تھے۔

(۶)۔ نجران اور شام کے نصاریٰ کو کس نے مجبور کیا تھا کہ وہ بطور وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور اسلام قبول کریں۔ ہر طرف سے وفد کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اسلام قبول کرتے۔ جبر تو درکنار آپ نے تو ان کے بلائے کے لئے کوئی قاصد بھی نہیں بھیجا تھا۔ جیسا کہ آئندہ چل کر وفد کا بیان پڑھنے سے معلوم ہوگا۔

(۷)۔ مسئلہ جہاد اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ انبیاء سابقین کی شریعت میں بھی یہ مسئلہ موجود تھا پس اگر اسلام کی ترقی اور اشاعت کا سبب صرف جہاد ہے تو دوسرے مذاہب جن میں یہ موجود تھا وہ کیوں اس سرعت کے ساتھ شائع نہ ہوئے، خصوصاً جبکہ تاریخ میں بلائیں ایسی نظیریں موجود ہیں کہ بروقت قدرت سلاطین یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے مخالفین یا اقل عام کرایا ہے۔

(۸)۔ سلاطین اسلام اگر لوگوں کو جبراً مسلمان بناتے یا اس قسم کی تدبیریں کرتے جو عیسائیت کے لئے کی گئیں اور کی جا رہی ہیں تو کم از کم اسلامی قلم رو میں تو کسی غیر مذہب کا وجود باقی نہ رہتا۔ اس لئے کہ اگر حق و صداقت کے ساتھ مادی اعانت و مساعدت بھی شامل ہو جائے تو پھر حق کے قبول کرنے میں کیا تامل ہے جبکہ طمع اور لالچ سے تیلیٹ کا گورکھ دھندا

اور ایک ذات انسانی میں باوجود ہزار احتیاج کے بشریت اور الوہیت کا اجتماع اور شجر اور حجر کو خدا اور مادہ اور روح کو خدا تعالیٰ کی طرح قدیم اور ازلی ابدی اور سرمدی منوایا جاسکتا ہے تو خداوند ذوالجلال کی توحید خالص اور یکتائی اور اس کے بے چونی اور چگونئی اور شانِ علیہی و قدیری اور سمعی و بصیری کو طمع و لالچ سے منوانا کیا مشکل ہے مگر اسلام کا خدا داد حسن و جمال اس سے منزہ اور مستغنی ہے کہ درہم و دینار کی چمک کو ذریعہ اشاعت بنائے اور شیطانی کمان کے ذریعے سے اپنے تیر چلائے جو لوگ اس راہ سے کسی مذہب کو اختیار کرتے ہیں وہ خدا کے بندے نہیں بلکہ وہ درہم اور دینار کے بندے ہیں، نعوذ باللہ من ذالک۔

(۹)۔ نیز اسلام کے قوانین خود اس کے شاہد ہیں کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا اس لئے کہ اسلام میں اشاعت اسلام کا قانون یہ ہے کہ جب کسی قوم پر حملہ کرو تو اولیٰ ان پر اسلام پیش کرو کہ ایمان لے آؤ۔ پس اگر وہ ایمان لے آئیں تو وہ تمہارے بھائی ہیں تم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں سب برابر ہو اور اگر اسلام نہ لائیں اور اپنے مذہب پر قائم رہنا چاہیں تو ان سے یہ کہا جائے گا کہ تم اسلامی حکومت کی اطاعت کا عہد کرو۔ اور جزیہ دینا قبول کرو اور حکومت میں کوئی بد امنی نہ پھیلاؤ تو ہم تمہاری جان اور آبرو کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں، تمہاری جان اور مال اور آبرو کی حفاظت مسلمانوں کی جان و مال اور آبرو کی طرح ہوگی اس شرط کے ساتھ تم اسلامی حکومت میں عیسائی اور یہودی اور مجوسی بن کر رہ سکتے ہو حکومت اسلامیہ مذہب میں کوئی مداخلت نہیں کرے گی، اور مزید برآں تمہارے لئے یہ آزادی ہوگی کہ اسلام اپنے خاص احکام تم پر جاری نہ کرے گا، مثلاً شراب پینا اسلام میں منع ہے اور تمہارے مذہب میں جائز ہے اس لئے اسلام شراب پینے اور اس کی خرید و فروخت سے تم کو منع نہ کرے گا نکاح کے لئے اسلام میں جو خاص شرائط ہیں اسلام تم کو ان کے کرنے پر مجبور نہ کرے گا تم کو اپنے رواج کے مطابق نکاح کرنے کی اجازت ہوگی وغیرہ وغیرہ۔

اور اگر جزیہ دینا بھی منظور نہ کریں تو پھر شمشیر کا حکم ہے۔ معلوم ہوا کہ شمشیر کا حکم مسلمان بنانے کے لئے نہیں بلکہ آخری درجہ میں ان کی سرکشی کے جواب میں ہے، پس اگر اسلام تلوار سے پھیلتا تو سب سے پہلے تلوار کا حکم ہوتا تیسرے درجہ میں نہ ہوتا۔

۱۔ شیطان کا مقولہ ہے کہ عورت میری قدیم قوس یعنی پرانی کمان ہے۔ اس کے ذریعے سے جو تیر چلاتا ہوں وہ خطا نہیں جاتا۔ فافہم ذلک واستقم۔

(۱۰)۔ اگر اسلام جبر و اکراہ سے پھیلتا تو جبر و اکراہ سے اسلام لانے والے اسلام پر عاشق اور فریضۃ نہ ہوتے اس لئے کہ جبر اور اکراہ کا اثر ظاہر اور بدن پر ہوتا ہے۔ قلب پر نہیں ہوتا پس جو لوگ جبراً مسلمان بنائے گئے ان کی حالت یہ ہوتی کہ ظاہر میں زبان سے اسلام کا کلمہ پڑھتے اور دل میں اس سے متنفر اور بیزار ہوتے حالانکہ یہ لوگ دل و جان سے ظاہر و باطن جلوت اور خلوت میں اسلام پر فریضۃ اور شیدا تھے اور بہ نسبت مسجد کے گھر میں زیادہ عبادت کرتے تھے اور اسلام پر اپنی جان اور مال دینے کو سعادت سمجھتے تھے علاوہ ازیں شریعت اسلامیہ کا مسئلہ ہے کہ جو شخص محض زبان سے لا اِلهَ اِلا اللّٰهُ پڑھے اس کا قتل جائز نہیں پس جس مذہب نے دشمن کے ہاتھ میں یہ سپرد رکھی ہو کہ ایک مرتبہ زبان سے کلمہ پڑھ لینے پر فوراً چھوڑ دیئے جاؤ گے کیا وہ مذہب جبر اور اکراہ سے پھیل سکتا ہے جبر کی اس میں گنجائش ہی نہیں۔ ہر کافر تقیہ کر کے کلمہ پڑھ کر قتل سے بچ سکتا ہے اور پھر قدرت اور موقع پانے پر اپنے سابق مذہب کی طرف عود کر سکتا ہے آخر اس کی کیا وجہ کہ جن لوگوں نے بقول معترضین جبر اور اکراہ سے اسلام کو قبول کیا تھا وہ ساری عمر کیوں اس جبر کے پابند رہے موقع پا کر اپنے سابق مذہب کی طرف کیوں نہ لوٹ گئے۔ فِتْلِكَ عَشْرَةَ كَامِلَةً۔

اسلام اور مسئلہ غلامی

حق جل شانہ نے جو عزت اور کرامت انسان کو دی وہ کسی مخلوق کو نہیں دی۔ اپنی خاص صفات کما یہ علم و قدرت سمع و بصر۔ تکلم و ارادہ کا مظہر اور تجلی گاہ بنایا اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا مسجود ملائکہ بنایا تمام مخلوق پر اس کو فضیلت دی حتیٰ کہ ابلیس لعین یہ بول اٹھا ہذا الذی کَرَّمْتَ عَلَيَّ۔ تمام کائنات کو اس کے لئے پیدا کیا اور اس کو اپنی عبادت اور عبودیت کے لئے بنایا اس کو وہ حریت اور آزادی عطا فرمائی کہ تمام روئے زمین اس کی ملک اور تصرف میں دی کما قال تعالیٰ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اِلَاضِ جَمِيْعًا ط لِيَكُنْ جِبِ اس نادان انسان نے اپنے خالق اور پروردگار کے واجب الاطاعت ہونے ہی سے انکار کر دیا اور خداوند ذوالجلال سے بغاوت (کفر) کی ٹھان لی اور انبیاء و مرسلین سے مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے میدان میں نکل آیا تو ساری کرامتیں اور عزتیں خاک میں مل گئیں اور وہ حریت اور

تذوق جو اس وقت بھی وہی منت سب کر لی گئی اور حق جمل و علائق اس باغی اور سرکش انسان کو اپنے ان عباد و صاحبین کا (جنہوں نے اس کا بول بالا کرنے کے لئے جان بازی اور نہ فتنی) عیب اور مملوک بنا دیا اور ان کو یہ اجازت دی کہ بہانہ اور اموال مملوک کی طرح جس طرح چاہوں خرید و فروخت کرو تم کو اس کی بیع و شراء بہہ اور رہن کا کلی اختیار ہے یہ تمہاری بغیر اجازت کے وہی تمہیں کر سکتا جرم کی سزا اس کی نوعیت کے لحاظ سے ہوتی ہے جس درجہ کا جرم ہو گا اسی درجہ کی سزا ہوگی چوری اور زنا کے مجرم چند روز سزا پانے کے بعد رہا کر دیئے جاتے ہیں کیونکہ یہ جرم رعیت کے مقابلہ میں ہے لیکن بغاوت کا جرم معاف نہیں کیا جاتا کیونکہ وہ حکومت کے مقابلہ میں ہے اور حکومت سے انحراف اور سرتابی ہے اس وجہ سے ارشاد ہے۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ
ویغفر ما ذون ذلک لمن یشاء
تختیق اللہ تعالیٰ اس جرم کو معاف نہیں کریں
گے کہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا
جائے اور شرک سے کم درجہ کے جو گناہ ہیں وہ
جس کو چاہیں گے معاف کر دیں گے۔

یونکہ کافر و منکر اصولی طور پر خدا تعالیٰ کو واجب الاطاعت اور اس کے بھیجے ہوئے قانون کو واجب العمل نہیں سمجھتا اور نہ اپنے کو خداوند ذوالجلال کی مرضی کا پابند خیال کرتا ہے اس لئے یہ شخص خدا کا باغی ہے اگرچہ فطری یا عقلی یا اخلاقی طور پر اس سے ایسے ہی اعمال صادر ہوتے ہوں کہ جو شریعت کے مطابق ہوں کیونکہ یہ اطاعت اور متابعت نہیں بلکہ محض صورتہ توافقی اور موافقت ہے اصولی طور پر تو مخالف اور باغی ہی ہے اور ظاہر ہے کہ اصولی مخالفت اور کلی نافرمانی اور اعتقادی انحراف کے ہوتے ہوئے جزئی اور ظاہری موافقت کیا معتبر ہو سکتی ہے اس لئے بغیر ایمان اور تسلیم کے مغفرت ناممکن ہے اور تمام اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ بغیر ایمان کے ہیج ہیں بخلاف مومن فاسق کے کہ اس کی مخالفت جزئی ہے وہ اصولی طور پر خدا اور اس کے رسول کو واجب الاطاعت سمجھتا ہے جب کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو بارگاہ ربوبیت میں رجوع ہو کر بصد عجز و نیاز اور بہزار خجالت و ندامت عفو تقصیر کی درخواست کرتا ہے اسی وجہ سے ارشاد ہے۔

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ
وَلَوْ اَعْجَبَكُمْ ط اَوْلِيٰكَ
يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ط ا
اور ایک غلام مسلمان آزاد کافر سے کہیں
بہتر ہے اگرچہ وہ تم کو پسند آئے کیونکہ یہ
لوگ جہنم کی طرف بلا تے ہیں۔

جان نثار اور وفادار کو باغی اور غدار کے برابر کر دینا عقل اور فطرت اور قوانین سلطنت
میں صریح ظلم ہے وہ کوئی متمدن حکومت ہے کہ جس کے قانون میں۔ فرمانبردار اور مجرم تمام
احکام میں مساوی ہوں خداوند عالم کا ارشاد ہے۔

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ
كَالْمُجْرِمِيْنَ۔ ط
کیا ہم اپنے فرمانبرداروں کو مجرموں کے
برابر کر دیں کہ دونوں کے احکام میں کوئی
فرق نہ رہے۔

تمام متمدن حکومتوں میں باغیوں اور پولیٹیکل مجرموں کی سزا چوروں اور بد معاشوں اور
دھوکہ بازوں اور جعل سازوں سے کہیں زیادہ ہے جس پر بغاوت اور سازش کا جرم ہو اس کی
سزا بجز سزائے موت یا عمر بھر کی جلائے وطنی کے اور کچھ نہیں ہوتی اگرچہ مادہ ترمذی و عصیان اور
سرکشی کا دونوں مجرموں میں ہے مگر چوروں اور بد معاشوں کا ترمذی عیت کے کسی ایک یا چند
افراد کے مقابلہ میں ہوتا ہے اور باغیوں اور پولیٹیکل مجرموں کا ترمذی اور عصیان سلطان وقت
اور حکومت اور قانون حکومت کے مقابلہ میں ہوتا ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ یہ حکومت ہی مٹ
جائے۔ اور تمام متمدن حکومتوں کی نظر میں بغاوت سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں۔ چوری اور
بدکاری کا جرم بغاوت کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا حکومتوں کا مسئلہ قانون ہے کہ جو
شخص بغاوت کرے تو اس کی تمام فطری آزادی یکانت سلب ہو جاتی ہے اور مال و جائداد
سب ضبط ہو جاتی ہے اور حقیر و ذلیل چوپایہ کا معاملہ اس کے ساتھ کیا جاتا ہے اگرچہ مجرم
کتنی ہی لائق اور عاقل اور فاضل کیوں نہ ہو اور عیب نہیں کہ یہ مجرم عقل اور فہم اور تعلیم میں صدر
جمہور سے بھی بڑھ کر ہو پس جبکہ خالی اور مجازی حکومتوں کو اپنے باغیوں کی آزادی سب
کرنے کا اختیار ہے تو اس خداوند ذوالجلال کو (جس نے ان باغیوں کو وجود اور حیات اور عقل
اور فہم کی دولت عطا کی ہے) یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے باغیوں (کافروں) سے اپنی ہی کوئی
آزادی سلب کر سکے۔

الحاصل :- چونکہ غلامی خداوند ذوالجلال سے بغاوت یعنی کفر کی سزا ہے اس لئے اس مسئلہ کا ذکر تورات اور انجیل میں بھی پایا جاتا ہے بلکہ کوئی ملت اور مذہب ایسا نہیں کہ جس میں غلامی کا مسئلہ نہ ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ استرقاق اور غلامی کا مسئلہ تمام ادیان اور ملل کا اجماعی اور اتفاقی مسئلہ ہے۔

استرقاق اگر قبیح لذاتہ ہوتا تو کسی شریعت میں جائز نہ ہوتا تورات و انجیل سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء و مرسلین اس کو جائز رکھتے آئے۔ معاذ اللہ اگر استرقاق قبیح لذاتہ تھا یا کوئی وحشیانہ رسم تھی یا کوئی شرمناک فعل تھا تو حضرات انبیاء نے اس کو کیسے جائز رکھا؟ کیا حضرات انبیاء کرام کو اس کا علم نہ تھا کہ استرقاق قبیح لذاتہ ہے اور قانونِ فطرت کے خلاف ہے ماریہ قبضیہ بطور کنیز آپ کے فراش میں تھیں جن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے کیا نبی اکرم ﷺ امدۃ العمر اس قبیح ذاتی کے مرتکب رہے اور معاذ اللہ قانونِ فطرت کے خلاف کرتے رہے اور اگر بفرضِ محال حضرات انبیاء سے اس بارے میں کوئی اجتہادی غلطی ہوگئی تھی تو پھر سوال یہ ہے کہ اس علیم و قدر نے بذریعہ وحی کے اس غلطی پر کیوں نہ متنبہ کیا۔

اسلام سے پیشتر کوئی قوم ایسی نہ تھی کہ جس میں غلامی کا رواج نہ ہو اسلام آیا اس نے فقط غلامی کو جائز رکھا لیکن ان تمام حیا سوز اور خلاف انسانیت امور کو جو غلاموں کے ساتھ برتے جاتے تھے یکنخت بند کر دیا، ان کے اور ان کے آقاؤں کے حقوق متعین کیے طرح طرح سے ان کے آزاد کرنے کی راہیں بتلائیں جو کتب حدیث اور فقہ میں بہ تفصیل مذکور ہیں۔

ہاں اسلام نے غلامی کو بالکل ختم نہیں کر دیا کیونکہ وہ خداوند ذوالجلال سے بغاوت یعنی کفر کی سزا ہے جب تک اس عالم میں کفر اور شرک باقی ہے اس وقت تک استرقاق اور غلامی بھی باقی ہے اور وہی چاہئے جب جرم موجود ہے تو سزا کیوں نہ ہو، شریعت نے اصل غلامی کو باقی رکھا اور اس کے مفاسد کی اصلاح کر دی، اس میں شک نہیں کہ غلامی بہت بڑی ذلت ہے لیکن کفر اور شرک کی ذلت اس سے کہیں زائد ہے، ہر جرم کا قبح اور اس کی برائی محدود ہے مگر خداوند ذوالجلال سے بغاوت اور سرتابی کے قبح اور برائی کی کوئی حد اور نہایت نہیں یہی وجہ ہے کہ کفر کی سزا دائمی عذاب اور ایمان کی جزا دائمی ثواب مقرر ہوئی کیونکہ کفر کے قبح اور

برائی کی اور ایمان کے حسن اور خوبی کی کوئی حد اور نہایت نہیں اور اسلام کا مقصد ہی کفر کو ذلیل کرنا ہے چوری اور بدکاری کا منشاء حرص اور شہوت ہے اور خداوند ذوالجلال سے بغاوت کا منشاء اباہاء اور استکبار یعنی تکبر اور نخوت ہے کما قال تعالیٰ، اَبِيْ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔ اس لئے اول الذکر جرائم کی سزا ان کے مناسب تجویز کی گئی اور جس جرم کا منشاء تکبر اور نخوت تھا اس کی سزا ذلت یعنی غلامی سے تجویز کی گئی۔ وجزاء سيئة سيئة بمثلها اور جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو تسلیم کیا اور اس کی راہ میں جان بازی اور سرفروشی دکھائی حق جل وعلا نے ان کی عزت افزائی فرمائی کہ ان کو۔ ان متکبرین اور باغیوں کا مالک اور آقا بنا دیا وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

جو شخص اس عالم میں خیر و شر۔ ایمان اور کفر۔ نیک اور بد، مؤمن اور کافر کی تقسیم کا قائل ہے اس کے لئے اس مسئلہ میں کوئی اشکال نہیں اور جو شخص سرے سے خیر اور شر نیک اور بد کی تقسیم ہی کا قائل نہیں اس سے ہمارا کوئی خطاب نہیں وہ انسان نہیں بلکہ حیوانِ مطلق ہے۔

قرآن کریم میں مَسَامَلَكْتُ اِيْمَانِكُمْ کا لفظ پندرہ جگہ آیا ہے اور گناہوں کے کفارہ میں غلام کے آزاد کرنے کا حکم بھی قرآن کریم میں صراحتاً مذکور ہے اور اسی طرح غلاموں کو مکاتب بنانے کا حکم بھی قرآن کریم میں صراحتاً مذکور ہے اس قسم کی تمام آیات سے غلامی کا ثبوت اس درجہ واضح ہے کہ کسی بیٹا اور شنوا کے لئے تو مجال انکار نہیں اور حدیث میں ہے المکاتب عبد سابقی علیہ درہم مکاتب غلام ہے جب تک کہ اس پر ایک درہم بھی باقی رہے سعد بن معاذ نے جب بنی قریظہ کے بارے میں یہ حکم دیا کہ تقتل مقاتلتهم وتسی ذریتهم کہ ان کے لڑنے والے جوان تو قتل کئے جائیں اور ان کی ذریت غلام بنالی جائے تو آل حضرت ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا۔ قضیت بحکم اللہ اے سعد تو نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا اور غزوہ اوطاس کے استرقاق کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ اَلَا مَمْلُوكَاتٌ اِيْمَانِكُمْ کہ قرآن و حدیث سے غلامی کا ثبوت اظہر من الشمس ہے۔

عارف رومی قدس اللہ سرہ السامی مثنوی ص ۱۲۱ دفتر چہارم میں فرماتے ہیں:

در تفسیر اس حدیث نبوی کہ
 إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَلَقَ الْمَلَائِكَةَ
 وَرَكَّبَ فِيهِمُ الْعَقْلَ خَلَقَ
 الْبَهَائِمَ وَرَكَّبَ فِيهَا الشَّهْوَةَ
 وَخَلَقَ بَنِي آدَمَ وَرَكَّبَ فِيهِمُ
 الْعَقْلَ وَالشَّهْوَةَ فَمَنْ غَلَبَ
 عَقْلَهُ عَلَى شَهْوَتِهِ فَهُوَ عَلَى
 سَنَنِ الْمَلَائِكَةِ وَمَنْ غَلَبَ
 شَهْوَتَهُ عَلَى عَقْلِهِ فَهُوَ أَدْنَى
 مِنَ الْبَهَائِمِ صَدَقَ النَّبِيُّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط

اس حدیث نبوی کی تفسیر میں
 کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا اور ان
 میں خالص عقل رکھی اور بہائم کو پیدا کیا اور
 ان میں شہوت رکھی اور بنی آدم کو پیدا کیا اور
 ان میں عقل اور شہوت دونوں رکھی پس جس
 کی عقل شہوت پر غالب آگئی وہ فرشتوں
 سے بھی اعلیٰ اور ارفع ہے اور جس کی شہوت
 عقل پر غالب آگئی وہ بہائم سے بھی بدتر
 ہے بے شک ایسا ہی ہے۔ آں حضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم نے بالکل سچ فرمایا۔

در حدیث آمد کہ یزدان مجید
 خَلَقَ عَالَمَ رَأْسِهِ كَوْنَهُ آفْرِيدِ
 حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تین قسم پر پیدا فرمایا ہے۔
 یک گروہ راجلہ علم و عقل وجود ! آں فرشتہ است و نداند جز سجود
 ایک گروہ کو سراپا علم و دانش اور مجسم جو دو کرم بنایا یہ فرشتوں کا گروہ ہے جو سوائے سجود یعنی
 اطاعت خداوندی کے سوا کچھ نہیں جانتا۔
 نیست اندر عنصرش حرص و ہوا ! نور مطلق زندہ از عشق خدا
 اس کی ماہیت میں حرص اور ہوائے نفسانی کا کہیں نام و نشان نہیں نور سے پیدا ہوئے
 ہیں خدا کے عشق اور محبت سے ان کی زندگی ہے۔
 یک گروہ ہے دیگر از دانش تہی ! ہچو حیواں از علف در فرہی
 دوسرا گروہ وہ ہے کہ جو عقل و دانش سے بالکل خالی ہے جیسے حیوان جس کا کام سوائے
 چرنے اور موٹے ہونے کے کچھ نہیں۔

اونہ بیند جز کہ اصطلب و علف ! از شقاوت غافل ست اواز شرف

وہ سوائے اِصطبل اور چارہ کے کچھ نہیں جانتا شقاوت اور سعادت سے بالکل بے خبر ہے۔

آن سوم بہت آدمی زادہ بشر ! از فرشتہ نبی و نیش زخ
تیسرا گروہ یہ انسان ہے جس کا نصف حصہ ملکی ہے اور نصف ہماری یعنی حیوانی ہے
ملکیت اور حیوانیت سے مل کر بنا ہے۔

نیم خر خود مائل سفلی بود ! نیم دیگر مائل علوی بود
اس بشر کا نصف ہماری حیوانات کی طرح سفلیات کی طرف مائل ہے اور دوسرا نصف
ملکی ملائکہ کی طرح مائل بہ علویات ہے۔

تا کدا میں غالب آید در نبرد ! زیں دوگانہ تا کدا میں بُرد نبرد
اور ان حصوں میں باہمی جنگ سے دیکھے کہ اب اس جنگ میں کون غالب آئے اور
اس امتحان میں کون بازی لے جائے۔

عقل گر غالب شود پس شد فرزوں ! از ملائک ایں بشر در آزمون
پس اگر اس امتحان میں عقل غالب آگئی اور حیوانیت مغلوب ہوئی تو پھر یہ شخص ملائکہ
الہیہ سے بھی افضل اور بہتر ہے کہ باوجود حیوانی اور شہوانی موانع کے عقل و تربیت دی۔ بخلاف
ملائکہ کے کہ ان کے میلا ان علوی میں کوئی شکی مزا تم نہیں۔

شہوت اگر غالب شود پس کتا است ! از بہائم ایں بشر زان کتا است
اگر شہوت غالب آگئی تو پھر یہ شخص بہائم اور حیوانات سے بھی بدتر ہے۔ کما قال
تعالیٰ اُولَئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلِ بَدُّوا خُلُقًا۔

آں دو قوم آسودہ از جنگ و حرب ! ویں بشر با دو مخالف در مذاب
وہ دونوں گروہ یعنی فرشتے اور بہائم، نفس اور شیطان کے مجاہدہ اور مقابلہ سے فارغ
ہیں۔ مگر یہ تیسری نوع یعنی انسان عقل اور شہوت کی مخالفت اور منازعت سے ایسا مذاب
اور کشمکش میں ہے۔

ویں بشر ہم ز امتحاں قسمت شدند ! آدمی شکل اندوسہ امت شدند

پھر یہ بشر باعتبار امتحان اور ابتلاء کے تین قسموں پر منقسم ہے، کما قال تعالیٰ
 فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ
 أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ط وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ج أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ
 ایک گروہ مستغرق مطلق شدہ ! ہجو عیسیٰ باملک ملحق شدہ
 ایک گروہ وہ ہے کہ جو اللہ جل جلالہ کی محبت اور عشق میں مستغرق اور فنا ہے اور حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام کی طرح فرشتوں کے ساتھ ملحق ہو گیا۔

فائدہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ فحہ جبرئیلی سے پیدا ہوئے ہیں اس لئے وہ صورت
 انسان اور معنی فرشتہ ہیں تفصیل کے لئے فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کی مراجعت کی جائے۔
 نقش آدم لیک معنی جبرئیل ! رستہ از خشم و هوا و قال و قیل
 یہ گروہ صورت بشر ہے اور معنی جبرئیل ہے شہوت اور غضب اور ہر قسم کی قیل و قال سے
 معرا اور مبرا ہیں یہ گروہ مقر بین اور سابقین کا ہے۔

قسم دیگر باخر ان ملحق شدند ! خشم محض و شہوت مطلق شدند
 دوسرا گروہ وہ ہے کہ جو گدھوں اور جانوروں کے ساتھ ملحق ہو گیا ہے اور سراپا شہوت
 و غضب بن گئے ہیں کما قال تعالیٰ كَانَهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ وَقَالَ تَعَالَى
 أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ۔

وصفت جبریلی در ایشان بود رفت ! تنگ بود آنخانہ وآں وصف رفت
 وصف جبریلی ان سے جاتا رہا طرف کی تنگی سے وہ وصف ان میں باقی نہ رہا یہ دوسرا
 گروہ اصحاب الشمال کا ہے۔

ماندیک قسم دگر اندر جہاد ! نیم حیوان نیم حیہ بارشاد
 تین قسموں میں سے ایک قسم باقی رہ گئی وہ عوام مؤمنین ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اصحاب
 الیمینہ یعنی اصحاب الیمین فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے لیکن ہنوز ان کا نفس
 مطمئنہ نہیں ہوا۔ ایمان۔ اللہ کی طرف کھینچتا ہے اور نفس لذائد اور شہوات کی طرف لیجانا چاہتا
 ہے عجب کشمکش میں ہیں کبھی نفس حیوانی غالب آتا ہے اور کبھی ایمان اور ہدایت غالب آتی ہے

روز و شب در جنگ و اندر کشمکش ! کردہ چالش اولش با آخرش
عارف رومی کا یہ کلام ہم نے مختصراً مع مختصر توضیح کے ذکر کر دیا ہے اب اصل مقصد کی
طرف رجوع کرتا ہوں۔

آدم بہ سر مطلب :- انسان کو جو صفت حریت اور وصف آزادی حاصل ہے، وہ اس کی
ذات اور ماہیت کا اقتضاء نہیں (کہ اس وصف کا انفکاک اس سے محال ہو) بلکہ صفات ملکی
کے ساتھ متصف ہونے کا ثمرہ ہے، جب تک صفات ملکی کیساتھ متصف رہا اس وقت تک
اس کو آزادی حاصل رہی اور جب صفات بہیمیہ کیساتھ متصف ہوا تو وہ حریت اور آزادی
سب ختم ہو گئی نصوص قرآنیہ سے یہ امر صریحاً ثابت ہے کہ انسان کفر اور شرک کرنے سے
بہائم اور حیوانات کے حکم میں ہو جاتا ہے کما قال تعالیٰ !

<p>نہیں ہیں یہ کافر مگر مثل چوپایوں کے بلکہ ان سے کہیں زیادہ گم کردہ راہ ہیں۔ تحقیق بدترین حیوانات اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو اللہ کے منکر ہوئے۔ اور کافر دنیا میں خوب عیش کرتے ہیں اور چوپایوں کی طرح اندھا دھن اور کھڑے کھڑے اور چلتے چلتے کھاتے ہیں۔ اللہم احفظنا من ذلك۔</p>	<p>إِنَّهُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا۔ ۱ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ ۲ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَ يَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ ۗ</p>
---	--

جیسا کہ آجکل اس حیوانی تہذیب اور بے تمدنی تمدن کا چرچا ہے حق تعالیٰ نے جو خبر دی
تھی آجکل کی تمدن مجالس میں اس کی تصدیق بلکہ مشاہدہ ہو رہا ہے کیا دنیا کے عقلاء اخلاقی
مجرموں کو حیوانات اور بہائم سے بدتر نہیں سمجھتے تو پھر اگر اسلام خدا کے باغیوں کو حیوانات
سے بدتر بتلاتا ہے تو کیا غلط کہتا ہے۔

پس جس طرح حیوانات پکڑنے اور شکار کرنے سے مملوک ہو جاتے ہیں اسی طرح

خداوند ذوالجلال کے باغی اسیر اور گرفتار کرنے سے مملوک بن جاتے ہیں اور جس طرح حیوانات میں قید اور صید ملک کا سبب ہے اسی طرح کفار پر غلبہ اور استیلاء ان کے تملک اور استرقاق کا سبب تام ہے۔ انسان اور حیوان میں جو فرق ہے وہ محض عقل اور ادراک کی بنا پر ہے اور اسی وجہ سے تمام عقلا کے نزدیک غیر ذوی العقول ہونے کی وجہ سے حیوانات کی بیع و شراء فقط جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے پس انسان جب بے عقلی پر اتر آئے اور کسی کی حق تلفی کرے تو بسا اوقات عدالت بھی اس کی بیع و شراء کو کالعدم قرار دیتی ہے اور بسا اوقات عدالت جبراً اس کے اموال و املاک فروخت کر کے لوگوں کے حق دلاتی ہے کیا یہ حریت اور آزادی کا سلب نہیں۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:- جاننا چاہیے کہ انسان کو جو فطرۃً آزاد کہا جاتا ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حریت اور آزادی انسان کی نفس ماہیت کے لوازم اور مقتضیات سے ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان فطرتاً اسلام پر پیدا ہوتا ہے، اس لئے فطرتاً آزاد ہے اور جب اسلام زائل ہو گیا تو آزادی بھی زائل ہو گئی اور یہ غلامی اس جرم کی سزا ہے جو خلاف فطرت ہے اور اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آزادی انسان کا فطری حق ہے تو ہمارا یہ سوال ہے کہ یہ حق کس کا دیا ہوا ہے اور کیا یہ ایسا اٹل حق ہے کہ کوئی جرم کرو، کفر کرو، شرک کرو، خداوند ذوالجلال سے بغاوت کرو، اس کے اُتارے ہوئے قانون کے اجراء اور تنفیذ میں مزاحمت کرو، اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کو جھٹلاؤ، ان کا تمسخر کرو، ان کا مقابلہ کرو، اس کے پرستاروں کو ستاؤ و غرض یہ کہ جو جرم چاہو کرو مگر تمہارا یہ حق آزادی کسی طرح زائل نہیں ہو سکتا۔

سمجھ لو اور خوب سمجھ لو کہ تمام ادیان سماویہ اور ملل الہیہ اس پر متفق ہیں کہ کفر و شرک کے بعد حیات اور وجود کا حق بھی باقی نہیں رہتا۔ صفتِ حریت اور وصفِ آزادی کا تو ذکر ہی کیا ہے اور ایسی آزادی تو کسی بڑی سے بڑی متمدن اور جمہوری حکومت میں بھی نہیں کہ حکومت کو بھی نہ مانو، وزراء اور حکام سلطنت کو بھی نہ مانو۔ قانونِ حکومت کو بھی نہ مانو اور اس کے خلاف تقریریں کرو اور اس کے اجراء اور تنفیذ میں مزاحمت کرو اور پھر بھی تم آزاد رہو اور نہ کوئی گرفتاری عمل میں آئے۔ اور نہ کوئی مقدمہ چلایا جائے اور نہ تمہاری زمین اور جائداد پر حکومت

قبضہ کرے اور تمہاری دولت کا سرمایہ جو بنک میں جمع ہے وہ بھی ضبط نہ ہو۔ کیوں نہیں۔ جب تم حکومت سے بغاوت کرو گے تو حکومت بھی وہ سب کچھ کرے گی جس کے تم مستحق ہو اعضاء جسمانی اور حیاتِ انسانی امور فطریہ میں سے ہیں لیکن حدود و قصاص میں اعضاء جسمانی کا قطع اور حیاتِ انسانی کا ازالہ اور اعدام واجب ہو جاتا ہے۔ ارتکابِ جرم سے فطری حقوق ختم ہو جاتے ہیں اور کفر سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں۔

سیاسی غلامی

فرنگی قوم میں اسلامی غلامی کا ذکر کرتی ہیں مگر تو ریت اور بائبل میں جو غلامی کا مسئلہ مذکور ہے اس کا نام نہیں لیتیں اور سیاسی غلامی کو اپنے لئے واجب اور ضروری سمجھتے ہیں موجودہ سیاست نے پوری قوم اور پورے ملک کو غلام بنانے کے طریقے ایجاد کر دیئے ہیں اس لئے انفرادی غلامی کی ضرورت نہیں رہی اور آج بھی اس دورِ جمہوریت اور مساوات میں سفید فام کو سیاہ فام پر ترجیح دیتے ہیں چنانچہ امریکہ کی ولایات متحدہ میں سرخ فام باشندوں کے لئے سیاہ فام باشندوں سے الگ قانون بنا رکھا ہے۔



سلسلہ غزوات و سرایا یعنی

راہِ خداوندی میں حضرات صحابہ کرام کی بے مثال جانبازی اور سرفروشی اور خداوند ذوالجلال سے سرتابی اور گردن گشتی کرنے والوں کی سرکوبی اور گردن گشتی کا ایک باب جہاد کا حکم نازل ہوا اور آپ نے جہاد و قتال شروع فرمایا اور اطراف و جوانب میں لشکر روانہ فرمائے جس جہاد میں آپ نے بہ نفس نفیس شرکت فرمائی۔ علماء سنی کی اصطلاح میں اس کو غزوہ کہتے ہیں اور جس میں آپ شریک نہیں ہوئے اس کو سریہ اور بعثت کہتے ہیں۔

تعداد غزوات

موسیٰ بن عقبہ، محمد بن اسحاق، واقدی، ابن سعد، ابن جوزی، دمیاطی عراقی نے غزوات کی تعداد ستائیس بتائی ہے اور سعید بن مسیب سے چوبیس اور جابر بن عبد اللہ سے اکیس اور زید بن ارقم سے انیس کی تعداد مروی ہے علامہ سہلی فرماتے ہیں، وجہ اختلاف کی یہ ہے کہ بعض علماء نے چند غزوات کو قریب قریب اور ایک سفر میں ہونے کی وجہ سے ایک غزوہ شمار کیا اس لئے ان کے نزدیک غزوات کی تعداد کم رہی اور ممکن ہے کہ بعض کو بعض غزوات کا علم نہ ہوا ہو۔

تعداد سرایا

علی ہذا سرایا کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ ابن سعد سے چالیس اور ابن عبد البر سے پینتیس اور محمد بن اسحاق سے اڑتیس اور واقدی سے اڑتالیس اور ابن جوزی سے چھپن کی تعداد منقول ہے، (تفصیل کے لئے زرقانی ص ۳۸۸ ج ۱ کی مراجعت کریں)

سریہ حمزہ رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے ہجرت کے سات مہینے بعد رمضان المبارک ۱ھ میں یاربیع الاول ۲ھ میں علی اختلاف الاقوال تیس ۵ مہاجرین کی جمعیت کو حضرت حمزہ کی سر

۱۔ رواہ عبد الرزاق سند صحیح ۱۲۔ ۲۔ رواہ ابو یعلیٰ باسناد صحیح۔ ۳۔ رواہ البخاری و مسلم و الترمذی ۱۲۔ ۴۔ فتح الباری۔ ج ۷، ص ۳۱۸ زرقانی ج ۱، ص ۳۸۸۔ ۵۔ بعض کہتے کہ اس سریہ میں کچھ انصار بھی تھے ابن سعد کہتے کہ صحیح یہ ہے کہ انصار میں سے کوئی نہ تھا، غزوہ بدر سے پہلے آنحضرت ﷺ نے جتنے بھی سریہ روانہ کیے ان میں کوئی انصاری نہ تھا اس لئے کہ انصار نے مدینہ میں رہ کر حفاظت کا وعدہ کیا تھا باہر جا کر لڑنے کا وعدہ نہیں کیا تھا اس لئے آپ نے غزوہ بدر میں ان سے مناسب ہو کر فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ طبقات ابن سعد ص ۳ ج ۳ قسم اول زرقانی ص ۳۸۰ ج ۱

کردگی میں سیف البحر کی طرف روانہ فرمایا تاکہ قریش کے تین سو سواروں کا قافلہ جو ابو جہل کی سرکردگی میں شام سے مکہ واپس آرہا ہے اس کا تعاقب کریں ہجرت کے بعد یہ پہلا سریہ تھا اس جمعیت میں مہاجرین کے سوا انصار میں سے کوئی نہ تھا۔ جب حضرت حمزہ سیف البحر پر پہنچے اور فریقین کا آمناسا منا ہو گیا اور جنگ کے لئے صفیں قائم ہو گئیں۔ تو مجدی بن عمرو جہنی نے درمیان میں پڑ کر بیچ بچاؤ کر دیا ابو جہل قافلہ لے کر مکہ چلا گیا اور حضرت حمزہ مدینہ واپس آ گئے۔

سریہ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ

پھر ہجرت کے آٹھ مہینہ بعد ماہ شوال ۱ھ میں آنحضرت ﷺ نے مہاجرین رضی اللہ عنہم کے ساٹھ یا اسی سواروں پر عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر رابغ کی طرف روانہ فرمایا۔ اس سریہ میں کوئی انصاری نہ تھا وہاں پہنچ کر قریش کے دو سو سواروں کی جمعیت سے ٹڈ بھیسڑ ہو گئی۔ مگر لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔ صرف سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک تیر چلایا۔ یہ پہلا تیر تھا جو اسلام میں چلایا گیا۔ ابوسفیانؓ بن حرب یا عمر متہ بن ابی جہل یا مکرز بن حفص علی اختلاف الاقوال اس جماعت کے افسر تھے۔ مقداد بن عمرو۔ اور عقبہ بن غزو ان جو پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے مگر قریش کے پنجہ میں ہونے کی وجہ سے ہجرت سے مجبور تھے۔ قریش کے قافلہ کے ساتھ ہو لئے تاکہ جب موقع پڑے تو مسلمانوں میں جا ملیں۔

چنانچہ اس موقع پر جب مسلمانوں اور قریش کا مقابلہ ہوا تو یہ دونوں حضرات کفار کے گروہ نکل کر مسلمانوں میں آئے۔

حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ کی روانگی چونکہ نہایت قریب قریب ہے اس لئے علماء کا اختلاف ہے بعض حضرت حمزہ کی روانگی کو مقدم بتاتے ہیں اور بعض حضرت عبیدہ کی روانگی کو مقدم کہتے ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں بعثت معا واقع ہوئے اس لئے اشتباہ ہو گیا کسی نے یہ حمزہ کو مقدم بتلایا اور کسی نے سریہ عبیدہ کو پہلے بتلایا اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ صحیح ہے۔

سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

پھر ماہ ذی قعدہ ۱ھ میں مہاجرین کی پانچواں جمعیت کو سعد بن ابی وقاص کی سرکردگی میں خزار کی طرف روانہ فرمایا۔

طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۲۰۰ البدلیہ والتبلیہ ج ۲، ص ۲۴۴ [۲] ابوسفیان بن حرب مکرز بن ابی جہل فتح مکہ میں شرف باسلام ہوئے مکرز بن حفص کو کسی نے صحابہ میں ذکر نہیں لیا صرف ابن حبان نے کتاب الطبقات میں اس قدر کہا ہے یقال لہ صحبہ بہا جاتا ہے کہ مکرز بن حفص صحابی ہیں زرقانی ص ۳۹۰ ج ۱ [۳] زرقانی۔ ج ۱، ص ۳۹۱

خزاردھ کے قریب ایک وادی ہے۔ غدیر خم بھی اسی کے قریب میں واقع ہے۔ یہ لوگ دن کو چھپ جاتے اور رات کو چلتے خزاردھ پہنچ کر معلوم ہوا کہ قریش کا قافلہ نکل چکا ہے، یہ لوگ مدینہ واپس آگئے۔

جاننا چاہئے کہ واقدی اور محمد ابن سعد کے نزدیک یہ تینوں سرے اہ میں روانہ کئے گئے اور محمد بن اسحاق یہ کہتے ہیں کہ یہ تینوں سرے ۲ھ میں بعد غزوہ ابواء کے روانہ کئے گئے۔ ۲ اور ابن ہشام نے بھی اپنی سیرت میں اسی کو اختیار کیا ہے کہ اول غزوہ وڈان کو ذکر کیا اور پھر سرے عبیدہ بن الحارث اور پھر سرے حمزہ کو ذکر کیا اور ناچیز نے حافظ ابن قیم اور علامہ قسطلانی اور علامہ زرقانی کا اتباع کیا۔

غزوہ ابواء ۳

یہ پہلا غزوہ ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے نفس نفیس تشریف لے گئے اور غزوہ تبوک آخری غزوہ ہے۔

شروع صفر ۲ھ میں ساٹھ مہاجرین کو جن میں کوئی انصاری نہ تھا اپنے ہمراہ لے کر قافلہ قریش اور بنو ضمہ پر حملہ کرنے کے لئے ابواء کی طرف روانہ ہوئے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا اس غزوہ میں جھنڈا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔

جب آپ ابواء پہنچے تو قریش کا قافلہ نکل چکا تھا بنی ضمہ کے سردار مخشی بن عمرو سے صلح کر کے واپس ہوئے شرائط صلح یہ تھیں کہ بنو ضمہ نہ مسلمانوں سے جنگ کریں گے اور نہ مسلمانوں کے کسی دشمن کی مدد کریں گے اور نہ مسلمانوں کو کبھی دھوکہ دیں گے اور عند الضرورت مسلمانوں کی اعانت اور امداد کرنی ہوگی۔ ۳

اس غزوہ کو غزوہ وڈان بھی کہتے ہیں۔ ابواء اور وڈان دو مقام ہیں جو قریب قریب ہیں جن میں صرف چھ میل کا فاصلہ ہے۔

اس غزوہ سے آنحضرت ﷺ پندرہ روز کے بعد بلا قتال مدینہ منورہ واپس ہو گئے اس سفر میں نوبت قتال کی نہیں آئی (عیون الاثر ص ۲۲۶ ج ۱ فتح الباری ص ۳۱۷ ج ۷)

۱ ازاد المعاد۔ ج ۲۔ ص ۸۳ ۲ ابن الاثیر ج ۲۔ ص ۴۱ ۳ ابواء بفتح الهمزة وسكون الموحدة وبالمد قیریة من عمل الفرع بینہا وبين الحفۃ من جهة المدینة ثلاثہ وعشرون میلاً۔ فتح الباری ص ۳۱۷ ج ۷ کتاب المغازی۔ ۴ طبقات ابن سعد۔ ج ۲۔ ص ۳۰

غزوة بواط

پھر آپ کو بذریعہ وحی یہ معلوم ہوا کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ مکہ جا رہا ہے اس لئے آپ ماہ ربیع الاول ۲ھ یا ربیع الثانی میں دو سو صحابہ کو لے کر قریش کے اس قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے بواط کی طرف روانہ ہوئے اور سائب بن عثمان بن مظعون کو جو سابقین اولین اور مہاجرین حبشہ میں سے ہیں۔ مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا۔

قریش کے اس قافلہ میں ڈھائی ہزار اونٹ تھے اور امیہ بن خلف اور سو آدمی قریش کے تھے بواط پہنچ کر معلوم ہوا کہ قافلہ نکل چکا ہے اس لئے آپ بلا جدال و قتال مدینہ منورہ واپس آ گئے۔

غزوة عُشیرہ

اثناء جمادی الاولیٰ ۲ھ میں آپ نے دو سو مہاجرین کو لے کر قریش کے قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے عُشیرہ کی طرف خروج فرمایا۔ جو بیع کے قریب سے اور مدینہ میں ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا اور سواری کے لئے تیس اونٹ ہمراہ لئے جس پر صحابہ نوبت بہ نوبت سوار ہوتے تھے۔

آپ کے پہنچنے سے کئی روز پیشتر قافلہ نکل چکا تھا آپ بقیہ ماہ جمادی الاولیٰ اور چند راتیں جمادی الثانیہ تک وہیں قیام پذیر رہے اور بنی مدجن سے معاہدہ کر کے بلا جنگ کئے ہوئے مدینہ واپس ہوئے معاہدہ کے الفاظ یہ تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

یہ ایک تحریر ہے محمد رسول اللہ کی طرف سے بنو نضمرہ کے لئے کہ ان کے جان و مال سب محفوظ رہیں گے اور جو شخص بنو نضمرہ سے جنگ کا ارادہ کرے گا تو اس کے مقابلہ میں بنو نضمرہ کی مدد کی جائے گی بشرطیکہ بنو نضمرہ اللہ کے دین میں کوئی مزاحمت نہ کریں جب تک دریا صوف و تر کرے یعنی یہ شرط ہمیشہ کے لئے ہے نبی کریم ﷺ کو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
ہٰذَا كِتَابٌ مِّنْ مُحَمَّدٍ رَّسُولِ
اللّٰهِ لِبَنِي ضَمْرَةَ بَانِهِمْ اَسْنُونِ
عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاِنْ
لَهُمُ النَّصْرُ عَلٰی مَنْ رَاٰهُمْ
اِنْ لَا يَحَارِبُوْا فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ
مَابِلْ بَحْرِ صَوْفَةٍ وَاِنْ النِّبٰی اِذَا
دَعَاهُمْ لِنَصْرِهِ اَجَابُوْهُ عَلَيْهِمْ
بِذٰلِكَ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهِ

ولہم النصر علی من
بروائقی۔ ۱

مدد کے لئے بلائیں تو حاضر ہوں گے۔ یہ ان
پر اللہ اور اس کے رسول کا عہد ہے اور جو شخص
ان میں نیک اور پرہیزگار رہے گا اس کی مدد
کی جائے گی۔

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کونسا غزوہ وقوع میں آیا محمد بن
اسحاق اور ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ سب سے پہلا غزوہ۔ ابواء ہے پھر بواط اور پھر عَشیرہ
اور اسی ترتیب کو امام بخاری نے صحیح بخاری میں اختیار فرمایا اور اسی کو حافظ عسقلانی نے شرح
بخاری میں اختیار فرمایا۔ اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ پہلا غزوہ غزوہ عَشیرہ ہے۔ ۲

نیز علماء سیر کا اس میں اختلاف ہے کہ اول الذکر تین سرے یعنی سرے حمزہ و سرے عبیدہ
سرے سعد۔ یہ تین سرے ہجرت کے پہلے سال میں۔ غزوہ ابواء کے بعد ۲ھ میں وقوع میں
آئے۔ اکثر علماء نے ان تین سریوں کو ہجرت کے پہلے سال میں غزوہ ابواء سے مقدم ذکر کیا
ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اذن قتال کے بعد مغازی کی ابتداء بعوث اور سرایا سے ہوئی اور
حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اور علامہ قسطلانی نے مواہب میں اور علامہ زرقانی نے شرح
مواہب میں اول الذکر تین سرایا کو یعنی سرے حمزہ اور سرے عبیدہ اور سرے سعد کو ہجرت سے
پہلے سال کے واقعات میں شمار کیا اور اس ناچیز نے غزوات اور سرایا کی ترتیب میں اکثر
قسطلانی اور زرقانی کا اتباع کیا ہے اور محمد بن اسحاق وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ مغازی کی ابتداء
غزوہ ابواء سے ہے اور اس کے بعد سرے حمزہ و سرے عبیدہ روانہ کئے گئے چونکہ حضور پر نور نے
ان دونوں سریوں کی روانگی کا حکم معادیا اس لئے روایت کرنے والوں کو اشتباہ ہو گیا کہ کونسا
سرے پہلے روانہ کیا گیا اور ابن ہشام نے اپنی سیرت میں اسی ترتیب کو اختیار فرمایا کہ اول غزوہ
وڈان کوڈ کر کیا اور پھر سرے عبیدہ ابن الحارث کو اور پھر سرے حمزہ کو اور پھر اس کے بعد غزوہ بواط کو
اور پھر غزوہ عَشیرہ کوڈ کر کیا۔ اور ان تمام سرایا اور غزوات کو ۲ھ کے واقعات سے شمار کیا۔

غزوہ بدر صغریٰ

غزوہ سفوان

غزوہ بدر اولیٰ:۔ غزوہ عَشیرہ سے واپسی کے بعد تقریباً دس روز آپ نے مدینہ میں قیام فرمایا

ہوگا کہ کرز بن جابر فہری نے مدینہ کی چراگاہ پر شب خون مارا اور لوگوں کے اونٹ اور بکریاں لے بھاگا آپ یہ خبر سنتے ہی اس کے تعاقب میں مقام سَفْوَان تک گئے جو بدر کے قریب ایک موضع ہے مگر آپ کے اس مقام پر پہنچنے سے پہلے ہی کرز یہاں سے نکل چکا تھا۔ اس لئے مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

سَفْوَان چونکہ بدر کے قریب ایک موضع ہے اور آپ اُس کے تعاقب میں بدر تک گئے، اس لئے اس غزوہ کو غزوہ بدر اولیٰ کہتے ہیں اور غزوہ سَفْوَان بھی کہتے ہیں۔ اس غزوہ میں جاتے وقت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا گئے۔

کرز بن جابر رؤساء قریش میں سے تھے بعد میں مشرف باسلام ہوئے

اور رسول اللہ ﷺ نے جب عربین کے تعاقب میں بیس سواروں کا ایک دستہ روانہ فرمایا تو کرز بن جابر رضی اللہ عنہ کو اس کا امیر بنایا۔ فتح مکہ میں شہید ہوئے۔

سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

غزوہ سَفْوَان سے واپسی کے بعد۔ ماہِ رَجَب ۲ھ میں رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو مقامِ نخلہ ۳ کی طرف روانہ فرمایا اور سیارہ مہاجرین کو آپ کے ہمراہ کیا جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

- | | |
|-----------------------------------|---------------------------------|
| ۱۔ ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ | ۲۔ عتکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ |
| ۳۔ عتبہ بن غزوآن رضی اللہ عنہ | ۴۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ |
| ۵۔ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ | ۶۔ واقد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ |
| ۷۔ خالد بن بکیر رضی اللہ عنہ | ۸۔ تھیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ |
| ۹۔ عامر بن ایاس رضی اللہ عنہ | ۱۰۔ مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ |

۱۱۔ صفوان بن بیضاء رضی اللہ عنہ

ازرقانی ج ۱ ص ۳۹۶، بیون الاثر ج ۱ ص ۲۴، ۱۱۲ اصابت ج ۳ ص ۲۹۰، ۳ نخلہ ص ۱۰۰
طائف کے درمیان ایک مقام ہے منہ سے ایک دن اور ایک رات ۵ رات ہے یہ وہی مقام ہے جہاں جنات کے آپ
کا کلام سنا تھا ۱۲ ازرقانی ج ۱ ص ۳۹۰

یہ گیارہ مہاجرین آپ کے ہمراہ تھے اور بارہویں خود امیر سر یہ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تھے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایک سر یہ میں بھیجنے کا ارادہ کیا اور یہ فرمایا کہ تم پر ایسے مرد کو امیر بناؤں گا جو تم میں سب سے زیادہ بھوک اور پیاس پر صابر ہوگا۔ بعد ازاں عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنایا یہ اسلام میں پہلے امیر تھے۔

مجمع طبرانی میں باسناد حسن، جندب بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب عبد اللہ بن جحش کو روانہ فرمایا تو ایک خط لکھ کر دیا اور یہ حکم کیا کہ جب تک دودن کا راستہ نہ قطع کر لو اس وقت تک اس خط کو کھول کر نہ دیکھنا دو روز کا راستہ طے کرنے کے بعد اس خط کو دیکھنا جو اس میں لکھا ہو اس پر عمل کرنا اور اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو مجبور نہ کرنا۔ چنانچہ دو روز کا راستہ طے کرنے کے بعد عبد اللہ بن جحش نے آپ کا والا نامہ کھول کر دیکھا تو اس میں یہ تحریر تھا کہ تم برابر چلے جاؤ یہاں تک کہ مکہ اور طائف کے مابین مقام نخلہ میں جا کر اترو اور قریش کا انتظار کرو اور ان کی خبروں سے مطلع کرتے رہو۔

عبد اللہ بن جحش نے اس تحریر کو پڑھ کر یہ کہا سماعاً و طاعتاً میں نے آپ کے حکم کو سنا اور اطاعت کی اور تمام ساتھیوں کو اس مضمون سے آگاہ کیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ میں تم میں سے کسی کو مجبور نہیں کرتا جس کو شہادت عزیز ہو وہ میرے ساتھ چلے۔ چنانچہ سب نے طیب خاطر سے آپ کی مرافقت کو منظور کیا اور آپ کے ساتھ ہوئے۔

راستہ میں سعد اور عتبہ کا اونٹ راستہ سے بھٹک کر کہیں چلا گیا اس لئے یہ دونوں حضرات اونٹ کی تلاش میں پیچھے رہ گئے اور گم ہو گئے اور بقیہ حضرات نے مقام نخلہ پہنچ کر قیام کیا (فتح الباری ص ۱۴۳ ج ۱ باب ما یذکر فی المناولۃ و کتاب اہل العلم الی البلدان و عیون الاثر و زرقانی ص ۳۹۷ ج ۱)

اسلام میں پہلی غنیمت

قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام سے مکہ واپس آرہا تھا اس دن رجب الحرام کی آخری

تاریخ تھی (اس مہینہ میں قتل و قتل حرام تھا) غزہ شعبان کے اشتباہ میں اس قافلہ پر حملہ کر دیا۔

واقف بن عبد اللہ نے قافلہ کے سرگروہ عمرو بن الحضرمی کے ایک تیر مارا جس سے وہ مر گیا اس کے مرتے ہی قافلے والے سراسیمہ اور پریشان ہو کر بھاگ اٹھے اور مسلمانوں نے قافلے کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا اور عثمان بن عبد اللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا۔ اس وقت تک تقسیم غنائم کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے محض اپنے اجتہاد سے چار خمس غانمین پر تقسیم کر دیئے اور ایک خمس (پانچواں حصہ) رسول اللہ ﷺ کے لئے رکھ چھوڑا جب مدینہ پہنچے اور آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع دی آپ نے فرمایا میں نے تم کو شہر حرام میں قتال کا حکم نہیں دیا تھا۔ خیر جب تک کوئی وحی نازل نہ ہو اس وقت تک مالِ غنیمت اور قیدیوں کو حفاظت سے رکھو۔ اس پر عبد اللہ بن جحش اور ان کے رفقاء بہت نادب اور پشیمان ہوئے ادھر مشرکین اور یہود نے یہ کہنا شروع کیا کہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب نے شہر حرام میں قتل و قتل کو حلال کر لیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ ۚ
قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۚ
وَصَدْعٌ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ

آنحضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں چار مہینوں میں قتل و قتل حرام تھا۔ ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم میں مہینے طہل اور ایک رجب۔ ذی الحجہ کا مہینہ، محرم، مہینہ ہے۔ ایک مہینہ ماہِ طہل اور ایک مہینہ ماہِ رجب۔ اس سے حرام کیا گیا تھا۔ اور ان کے آنے والے تاجِ من کے ساتھ حج کر کے واپس ہو جائیں اور ماہِ رجب میں نہ ہونے کے لئے اس وقت تک جو مکہ سے دس پندرہ روز سے مسافت پر رہتے تھے، اس کے ماہِ رجب حرام کیا گیا۔ پندرہ روز تک وہ یہودیوں کے روز واپسی کے طور پر حرام کر دیا گیا۔ نیز مکہ جات کے قافلے بھی انہی مہینوں میں آتے تھے ان کے مہینوں کو حرام کیا تاکہ لوگوں کے جان و مال کو نجات دلائے۔ کما قال تعالیٰ جعل اللہ الکعبة النبوة الحرام قیاما للناس والشہر الحرام۔ آنحضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے شروع ہوا تھا کہ وہ یہودیوں سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ اور ان مہینوں میں قتال کی اجازت دی گئی تھی۔ جبہ و قتال کی اجازت سے عظمت و حرمت اب بھی ان مہینوں کی باقی ہے۔ کما قال تعالیٰ منها اربعة حرم فلا تظلموا فیہن انفسکم۔ یعنی چار مہینے حرام ہیں۔ ان میں اپنی جانوں کو ظلم نہ کرو۔ یعنی اللہ نے انہیں حرام کیا ہے۔ ان مہینوں میں جہاد و قتال کے حرام ہونے کا حکم اب بھی باقی ہے۔ مہینوں میں نہیں ہوں۔

وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجِ أَهْلِهِ
مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ
أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُونَ
يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ
دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا لَـ

قتال کرنا بڑا گناہ ہے لیکن خدا کے راستے
سے کسی کو روکنا اور خدا کے ساتھ کفر کرنا اور
مسجد حرام سے روکنا اور اہل حرم کو حرم سے
نکالنا اللہ کے نزدیک یہ جرم سب جرموں
سے زیادہ سخت اور بڑا ہے اور کفر اور شرک کا
فتنہ اس قتل سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے اور یہ
کافر ہمیشہ تم سے جنگ کرتے رہیں گے
تاکہ تم کو تمہارے دین سے ہٹادیں اگر ان
میں طاقت ہو۔

خلاصہ یہ کہ کسی اشتباہ اور التباس کی بنا پر نادانستہ طور پر شہر حرام میں قتل و قتال کا واقع
ہو جانا کوئی بڑی چیز نہیں البتہ کفر و شرک کا فتنہ اور مسلمانوں کا مسجد حرام سے دیدہ و دانستہ روکنا
ایک عظیم فتنہ ہے جس سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں، اس آیت شریفہ کے نازل ہونے کے بعد
آپ نے خمس قبول فرمایا اور باقی مال غنیمت کو مجاہدین پر تقسیم کر دیا عبد اللہ بن جحش اور ان
کے رفقاء اس آیت کو سن کر خوش ہو گئے اب اس کے بعد عبد اللہ بن جحش اور ان کے رفقاء کو
اجر اور ثواب کی طمع دامنگیر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم اس غزوہ پر کچھ اجر کی بھی امید
رکھ سکتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَةَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ط تحقیق جو
لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا ایسے لوگ بلاشبہ اللہ کی رحمت کی
امید کر سکتے ہیں اور کیوں نہیں اللہ تو بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

یہ اسلام میں پہلی غنیمت تھی اور عمرو بن حفص پہلا مقتول تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ سے
مارا گیا قریش نے عثمان بن عبد اللہ اور حکم بن کيسان کا فدیہ بھیجا آپ نے فرمایا جب تک
میرے ساتھی سعد اور عتبہ واپس نہ آجائیں اس وقت تک میں تمہارے قیدیوں کو نہ چھوڑوں

گا۔ اس لئے کہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ تم ان کو قتل نہ کرو، اگر تم میرے ساتھیوں کو قتل کرو گے تو میں بھی تمہارے آدمیوں کو قتل کروں گا۔

اس کے چند دن بعد سعد اور عقبہ واپس آگئے آپ نے فدیہ لے کر عثمان اور حکم کو چھوڑ دیا۔ عثمان تو رہا ہوتے ہی مکہ واپس ہو گیا اور مکہ ہی میں جا کر کافر مرا۔ اور حکم بن کیسان مسلمان ہو گئے اور مدینہ ہی میں رہے یہاں تک کہ غزوہ بنی معونہ میں شہید ہوئے۔ اور اسی بارے میں عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے۔

تَعْدُونَ قَتْلًا فِي الْحَرَامِ عَظِيمَةً ۝ وَأَعْظَمُ مِنْهُ لَوَيْرِي الرِّشْدِ رَاشِدٌ
صَدُودٌ كُمْ عَمَّا يَقُولُ مُحَمَّدٌ ۝ وَكَفْرُ بِهِ وَاللَّهُ رَأَى وَشَاهِدٌ

تم لوگ شہر حرام یعنی رجب کے مہینہ میں قتل و قتال کو بڑی شئی خیال کرتے ہو حالانکہ محمد ﷺ جو ارشاد فرماتے ہیں اس سے روکنا اور ان کے ساتھ کفر کرنا اس سے کہیں بڑھ کر ہے کاش کوئی سمجھ دار ذرا خیال کرے اور اللہ خوب دیکھنے والا اور مشاہدہ کرنے والا ہے۔

وَإِخْرَاجِكُمْ مِنْ مَسْجِدِ اللَّهِ أَهْلَهُ ۝ لِئَلَّا يُرَى فِي الْبَيْتِ لِلَّهِ سَاجِدٌ
اور تمہارا اللہ کے گھر سے اللہ والوں کو نکالنا تاکہ اللہ کو سجدہ کرنے والا کوئی نظر نہ آئے یہ بھی شہر حرام میں قتال کرنے سے کہیں بڑھ کر ہے۔

فَانَا وَإِنْ عَيْرْتُمُونَا بِقَتْلِهِ ۝ وَأَرْجَفَ بِالْإِسْلَامِ بَاغٌ وَحَاسِدٌ
سَقِينَا مِنْ ابْنِ الْحَضْرَمِيِّ رِمَاحَنَا ۝ بِنَخْلَةٍ لَمَّا أَوْقَدَ الْحَرْبَ وَأَقْدَ
دَمَا وَإِبْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَثْمَانَ بَيْنَنَا ۝ يَنَازِعُهُ غَلٌّ مِنَ الْقَيْدِ عَانِدٌ

تم اگرچہ ہم کو اس قتل پر عار دلاؤ اور حاسد لوگ اسلام کے متعلق کتنی ہی جھوٹی خبریں اڑائیں لیکن ہم کو پروا نہیں بے شک ہم نے عمرو بن الحضرمی کے خون سے مقام نخلہ میں اپنے نیزوں کو سیراب کیا جبکہ واقد بن عبداللہ نے لڑائی کی آگ بھڑکائی اور عثمان بن عبداللہ ہمارے مابین اسیر تھا جس کو طوق و سلاسل اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔ وَالْعَانِدُ الْمَائِلُ یعنی یمیل فی میلہ ویجذبہ (سیرۃ بن ہشام ص ۹ ج ۲ و سن الصحابہ ص ۳۰۳ ج ۱)

غزوة بدر کبریٰ

ن۔ عظمیٰ۔ ن۔ ثانیہ

رَمَضَانَ الْمُبَارَكِ ۲ھ

یہ غزوة غزواتِ اسلام میں سب سے بڑا غزوة ہے اس لئے کہ اسلام کی عزت و شوکت کی ابتداء اور علیٰ ہذا کفر اور شرک کی ذلت و رسوائی کی ابتدا بھی اسی غزوة سے ہوئی۔

اور اللہ جل جلالہ کی رحمت سے اسلام کو بلا ظاہری اور مادی اسباب کے محض غیب سے قوت حاصل ہوئی اور کفر و شرک کے سر پر ایسی کاری ضرب لگی کہ کفر کے دماغ کی ہڈی چور چور ہو گئی میدانِ بدر جس کا شاہد عدل اب تک موجود ہے اور اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے اس دن کو قرآن کریم میں یَوْمَ الْفُرْقَانِ فرمایا یعنی حق اور باطل میں فرق اور امتیاز کا دن بلکہ یہ مہینہ ہی فرقان تھا یعنی رمضان المبارک تھا جس میں حق جل و علا نے قرآن مجید اور فرقان حمید کو نازل فرما کر حق اور باطل، ہدایت اور ضلالت کا فرق واضح فرمایا۔ اور پھر اسی مہینہ میں روزے فرض فرمائے تاکہ مجہین و مخلصین۔ عاشقین و ولہین کا امتحان فرمائے کہ کون اس کا محبت صادق ہے کہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک اس کی محبت میں سخت سے سخت گرمی میں شدائد کو برداشت کرتا ہے اور کون محبت کاذب ہے۔ کہ اپنے پیٹ اور جبرٹوں کا زر خرید غلام ہے غرض یہ کہ یہ مہینہ ہی فرقان کا ہے کہ اس میں مختلف حیثیات اور متعدد جہات سے مخلص اور غیر مخلص کا فرق ظاہر اور نمایاں ہو جاتا ہے۔

آغازِ قصہ

شروع رمضان میں رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر ملی کہ ابوسفیان قریش کے قافلہ تجارت کو شام سے مکہ واپس لا رہا ہے جو مال و اسباب سے بھرا ہوا ہے۔ آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے اس کی خبر دی اور فرمایا یہ قریش کا کاروان تجارت ہے جو مال و اسباب سے بھرا ہوا ہے تم اس کی طرف خروج کرو۔ عجب نہیں کہ حق جل و علا تم کو وہ قافلہ عنیمت میں عطا فرمائے۔

۱۔ بدر ایک گاؤں کا نام ہے کہ جو مدینہ منورہ سے چار منزل اور اٹھائیس فرسخ یعنی تقریباً اسی میل کے فاصلہ پر ہے بدر بن تلخد بن نصر بن کنانہ یا بدر بن الحارث کی طرف منسوب ہے، جو اس کا بانی تھا اور بعض کہتے ہیں کہ بدر ایک کنویں کا نام ہے کنویں ہی کے نام سے بستی مشہور ہو گئی (زر قالی ص ۴۰ ج ۱)

غیر کا استعمال کیا۔ اور اس طرح فرمایا افسی غزوة تبوک غیر انی تخلفت عن غزوة بدر اور دونوں کو ایک حرف استثناء کے ساتھ مستثنیٰ نہ کیا۔ کیونکہ دونوں تخلف ایک نوع اور ایک قسم کے نہ تھے۔ غزوة تبوک کا تخلف مذموم تھا تبوک سے تخلف کرنے والوں پر بارگاہ خداوندی سے عتاب نازل ہوا اور غزوة بدر کا تخلف مذموم نہ تھا چنانچہ جو شخص غزوة بدر میں شریک نہیں ہوا اس پر کوئی عتاب نہیں۔ اس لئے غزوة بدر کے تخلف کو حرف غیر کے ساتھ ذکر فرمایا تاکہ غزوة بدر کے تخلف کا غزوة تبوک کے تخلف سے مغایر اور مباین ہونا معلوم ہو جائے۔ فافہم ذلک فانه دقیق ولطیف!

ابن سعد فرماتے ہیں کہ یہ وہی قافلہ تھا جس کے لئے آپ نے غزوة ذی العشرہ میں دو سو مہاجرین کو ہمراہ لے کر خروج فرمایا تھا اب یہ قافلہ شام سے واپس آ رہا تھا چونکہ آپ کا خروج فقط قافلہ کی غرض سے تھا اس لئے عجلت میں بہت تھوڑے آدمی آپ کے ہمراہ ہو سکے اور یہ سفر چونکہ جہاد و قتال کے لئے نہ تھا اس لئے نہ جانے والوں پر کسی قسم کا عتاب اور کسی قسم کی ملامت نہیں کی گئی۔

روائی: ۱۲ رمضان المبارک کو رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ تین سو تیرہ یا چودہ یا پندرہ آدمی آپ کے ہمراہ تھے بے سرو سامانی کا یہ عالم تھا کہ اتنی جماعت میں صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے ایک گھوڑا حضرت زبیر بن عوام کا اور ایک حضرت مقداد کا تھا۔ اور ایک ایک اونٹ تین تین آدمیوں میں مشترک تھا۔ نوبت نوبت سوار ہوتے تھے۔ ابولبابہ اور علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک تھے جب رسول اللہ ﷺ کے پیادہ چلنے کی نوبت آتی تو ابولبابہ اور علی عرض کرتے یا رسول اللہ آپ سوار ہو جائیں ہم آپ کے بدلہ میں پیادہ چل لیں گے۔ آپ یہ ارشاد فرماتے تم چلنے میں مجھ سے زیادہ قوی نہیں اور میں تم سے زیادہ خدا کے اجر سے بے نیاز نہیں۔

بیرابی عنہ پر پہنچ کر (جو مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے) تمام جماعت کا معاینہ فرمایا جو کم عمر تھے ان کو واپس فرما دیا مقام رحاء میں پہنچ کر ابولبابہ بن عبدالممنذ رکوع مدینہ کا حاکم مقرر فرما کر واپس کیا۔

فتح الباری ج ۷، ص ۲۲۳ ۲ تین سو تیرہ کا قول مسند احمد و بزار اور معجم طبرانی میں عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے اور چودہ کا قول معجم طبرانی میں ابو ایوب انصاری سے اور پندرہ کا قول بیہقی میں باسناد حسن عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے منقول ہے۔ فتح الباری ص ۲۲۷ ج ۷ باب عدة اصحاب بدر۔

اس لشکر میں تین علم تھے ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں اور دوسرا مصعب بن عمیر اور تیسرا کسی انصاری کے ہاتھ میں تھا۔

جب مقام صفراء کے قریب پہنچے تو بسبس بن عمرو جہنی اور عدی بن ابی الزغباء جہنی کو قافلہ ابی سفیان کے تجسس کے لئے آگے روانہ کیا۔ اور ادھر صمضم غفاری ابوسفیان کا پیام لے کر مکہ پہنچا کہ تمہارا قافلہ معرض خطر میں ہے دوڑو اور جلد از جلد اس کی خبر لو۔

اس خبر کا پہنچنا تھا کہ تمام مکہ میں بل چل پڑ گئی اس لئے کہ قریش کا کوئی مرد اور عورت ایسا نہ رہا تھا کہ جس نے اپنی پوری پونجی اور سرمایہ اس میں شریک نہ کر دیا ہو، اس لئے اس خبر کے سنتے ہی تمام مکہ میں جوش پھیل گیا۔ اور ایک ۲ ہزار آدمی پورے ساز و سامان کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ ابو جہل سردار لشکر تھا۔

قریش نہایت کروفر اور سامان عیش و طرب کے ساتھ گانے بجانے والی عورتوں اور طلبوں اور بچیوں کو ساتھ لے کر اکڑتے ہوئے اور اترتے ہوئے روانہ ہوئے۔ کما قال تعالیٰ

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطْرًا وَّ رِئَاءَ النَّاسِ ۱

۱۔ مسلمانو تم ان کافروں کی طرح مت ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اترتے ہوئے اور اپنی قوت و شوکت کو دکھلاتے ہوئے نکلے تھے۔

تقریباً تمام سرداران قریش شریک لشکر ہوئے صرف ابولہب کسی وجہ سے نہ جا سکا اور اپنے بجائے ابو جہل کے بھائی عاص بن ہشام کو روانہ کیا۔

عاص بن ہشام کے ذمہ ابولہب کے چار ہزار درہم قرض تھے اور مفلس ہو جانے کی وجہ سے ادا کرنے کی استطاعت نہ رہی تھی اس لئے قرض کے دباؤ میں ابولہب کے ہوش بند میں جانا قبول کیا۔

۱۔ الطبقات الکبریٰ ابن سعد ج ۲ ص ۶۔ ۲۔ تاریخ اسلام ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن عباس، ابن عمر، ابن عدنان ابن مسعود اور موسیٰ بن عقبہ اور ابن ماجہ کی معاذی میں ہے کہ سارے نواسے تھے، وہوں روایتوں میں وہی تجارت نہیں لڑنے والے تو سارے نواسے تھے اور باقیہ پچاس خدمت کار تھے۔ ۳۔ الزرقانی ص ۱۴۰ ج ۱۔ ۴۔ انساب، آج ص ۴۴۔ الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۶۔

اور اسی طرح امیہ بن خلف ناخلف نے بھی اوّل اوّل بدر میں جانے سے انکار کیا لیکن ابو جہل کے جبر اور اصرار سے ساتھ ہو لیا۔

امیہ کے انکار کا سبب یہ تھا کہ سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ جاہلیت سے امیہ کے دوست تھے۔ امیہ جب بغرض تجارت شام جاتا تو راستہ میں مدینہ میں سعد بن معاذ کے پاس اترتا اور سعد بن معاذ جب مکہ جاتے تو امیہ کے پاس اترتے آنحضرت ﷺ کے ہجرت مدینہ کے بعد ایک مرتبہ سعد بن معاذ عمرہ کرنے کے لئے مکہ آئے اور حسب دستور امیہ کے پاس ٹھہرے اور امیہ سے یہ کہا کہ طواف کرنے کے لئے مجھے ایسے وقت لے چلو کہ حرم لوگوں سے خالی ہو یعنی ہجوم نہ ہو۔ امیہ دوپہر کے وقت سعد بن معاذ کو لے کر نکلا۔ طواف کر رہے تھے کہ ابو جہل سامنے سے آگیا اور یہ کہنے لگا اے ابو صفوان (یہ امیہ کی کنیت ہے) یہ تمہارے ساتھ کون شخص ہے۔ امیہ نے کہا سعد ہے ابو جہل نے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ شخص اطمینان سے طواف کر رہا ہے تم ایسے بے دینوں کو ٹھکانہ دیتے ہو اور ان کی اعانت اور امداد کرتے ہو، اے سعد خدا کی قسم اگر یہ ابو صفوان یعنی امیہ تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو تم یہاں سے صحیح و سالم واپس نہیں جاسکتے تھے۔ سعد نے بلند آواز سے کہا اگر تو مجھے طواف سے روکے گا تو خدا کی قسم میں مدینہ سے تیرا شام کا راستہ بند کر دوں گا۔ امیہ نے سعد سے کہا کہ تم ابو الحکم (یعنی ابو جہل) پر اپنی آواز نہ بلند کرو۔ یہ اس وادی کا سردار ہے۔ سعد نے ترش روئی سے کہا کہ اے امیہ بس رہنے دے خدا کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے تو حضور پر نور کے اصحاب اور احباب کے ہاتھ سے قتل ہوگا امیہ نے کہا کہ کیا میں مکہ میں مارا جاؤں گا۔ سعد نے کہا یہ مجھے معلوم نہیں کہ تو کہاں اور کس جگہ مارا جائے گا۔ یہ سن کر امیہ گھبرا گیا اور بہت ڈر گیا اور جا کر اپنی بیوی ام صفوان سے اس کا تذکرہ کیا اور ایک روایت میں ہے کہ امیہ نے یہ کہا واللہ مایکذب محمد فکادان یحدث، خدا کی قسم محمد کبھی غلط نہیں کہتے۔ اور قریب تھا کہ خوف و ہراس کی وجہ سے امیہ کا پیشاب اور بیخاں خطا ہو جائے۔ (فتح الباری ص ۲۲۰ ج ۷) اور امیہ پر اس درجہ خوف و ہراس غالب ہوا کہ یہ ارادہ کر لیا کہ کبھی مکہ سے باہر نہ نکلوں گا چنانچہ جب ابو جہل نے لوگوں سے بدر کی طرف

نکلنے کو کہا تو امیہ کو مکہ سے نکلنا بہت گراں تھا اس کو اپنی جان کا ڈر تھا۔ ابو جہل، امیہ کے پاس آیا اور چلنے کے لئے اصرار کیا۔ ابو جہل نے جب یہ دیکھا کہ امیہ چلنے پر تیار نہیں تو یہ کہا کہ آپ سردار ہیں اگر آپ نہیں نکلیں گے تو آپ کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی نہیں نکلیں گے غرض ابو جہل امیہ کو چمٹا رہا اور برابر اصرار کرتا رہا۔ بالآخر یہ کہا کہ اے ابو صفوان تیرے لئے نہایت عمدہ اور تیز رو گھوڑا خریدوں گا (تاکہ جہاں خطرہ محسوس کرو فوراً اس پر بیٹھ کر واپس آ جاؤ) امیہ جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ اور گھر میں جا کر اپنی بیوی سے کہا کہ میرے سفر کا سامان تیار کر دو۔ بیوی نے کہا کہ اے ابو صفوان تم کو اپنے بیٹری بھائی کا قول یاد نہیں رہا امیہ نے کہا میرا ارادہ تھوڑی دُور تک جانے کا ہے پھر واپس آ جاؤں گا پس امیہ اسی ارادہ سے روانہ ہوا اور جس منزل میں اترتا اپنا اونٹ ساتھ باندھتا۔ مگر قضاء و قدر نے بھاگنے کا موقع نہیں دیا۔ بدر پہنچا اور میدان قتال میں صحابہ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ (بخاری شریف۔ غزوہ بدر) غرض یہ کہ امیہ کو اپنے قتل کا یقین تھا ابو جہل کی زبردستی سے ساتھ ہوا ابو جہل خود بھی تباہ ہوا اور دوسروں کو بھی تباہ کیا۔ احلوا قومہم دار البوار جہنم یصلونہا وبئس القرار۔

قریش کی روانگی کی اطلاع اور صحابہ سے مشورہ اور

حضرات صحابہ کرام کی جان نثارانہ تقریریں

روحاء سے چل کر جب آپ مقام صفراء پر پہنچے تو سب سے پہلے اور عدی نے آ کر آپ کو قریش کی روانگی کی اطلاع دی، اس وقت آپ نے مہاجرین اور انصار کو مشورہ کے لئے جمع فرمایا اور قریش کی اس شان سے روانگی کی خبر دی ابو بکر رضی اللہ عنہ سنتے ہی فوراً کھڑے ہو گئے اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہار جان نثاری فرمایا اور بس وپشم آپ کے اشارے کو قبول کیا اور دل و جان سے اطاعت کیلئے کمر بستہ ہو گئے اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہار جان نثاری فرمایا۔

حضرت مقداد بن سوری رضی اللہ عنہ کی جان نثارانہ تقریر

بعد ازاں مقداد بن سوری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا:

امض لما امرک اللہ (تعالیٰ) یا رسول اللہ جس چیز کا اللہ نے آپ کو حکم دیا
نحن معک واللہ لانقول ہے اس کو انجام دیجئے ہم سب آپ کے
کما قالت بنو اسرائیل ساتھ ہیں خدا کی قسم ہم بنی اسرائیل کی
لموسی اذهب انت وربک طرح یہ ہرگز نہ کہیں گے کہ اے موسیٰ تم اور
فقاتلا اناھنا قاعدون ولكن تمھارا رب جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔
اذھب انت وربک فقاتلا انا ہم بنی اسرائیل کے خلاف یہ کہیں گے کہ
معکم مقاتلون۔ آپ اور آپ کا پروردگار جہاد و قتال
کریں ہم بھی آپ کے ساتھ جہاد و قتال
کریں گے۔

یہ ابن اسحاق کی روایت کے الفاظ ہیں اور بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:-

ولکنا نقاتل عن یمینک وعن ہم آپ کے دائیں اور بائیں آگے اور
شمالک و بین یدیک و خلفک پیچھے سے لڑیں گے۔

راوی حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس وقت دیکھا کہ
رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور فرط مسرت سے چمک اٹھا (بخاری شریف ص ۵۶۴، غزوہ بدر)
ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقداد کے لئے
دعائے خیر فرمائی۔

ابو ایوب انصاری فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو قافلہ ابی
سفیان کی خبر دی اور فرمایا کہ اگر تم اس کی طرف خروج کرو تو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو غنیمت عطا

محمد بن اسحاق کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مقداد نے یہ تقریر مقام صفراء میں فرمائی اور صحیح بخاری اور نسائی
کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدر کے دن یہ تقریر کی (فتح الباری ص ۲۲۳ ج ۷) دونوں روایتوں میں کوئی مناقات
نہیں اول حضرت مقداد نے یہ تقریر صفراء میں آپ کے جواب میں کی اور بعد ازاں مختلف مقامات پر بطور (استلذ از
یعنی لذت حاصل کرنے کے لئے) ان جان نثارانہ اور مخلصانہ کلمات کو بار بار دہراتے رہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم ۱۲۔

۲ زرقانی ج ۱، ص ۳۱۲ سیرۃ ابن ہشام ج ۲، ص ۱۲۔

فرمائے ہم نے عرض کیا بہتر ہے اور روانہ ہو گئے جب ایک دو دن کا راستہ طے کر چکے تب آپ نے ہم کو مکہ سے قریش کے روانہ ہونے کی خبر دی اور جہاد و قتال کے لئے تیار ہو جانے کا ارشاد فرمایا۔ بعض لوگوں نے کچھ تامل کیا (کیونکہ گھر سے اس ارادہ سے نہ چلے تھے) حضرت مقداد کھڑے ہوئے اور اظہار جان نثاری فرمایا کاش ہم سب ایسا ہی کہتے جیسا مقداد نے کہا۔ (رواہ ابن ابی حاتم) یعنی کاش ابتداء ہم سب ایسا ہی کہتے اس لئے کہ بعد میں پھر سب نے یہی کہا دلوں میں سب کے وہی تھا جو حضرت مقداد فرما رہے تھے چنانچہ مسند احمد میں باسناد حسن مروی ہے:-

قال اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم لا نقول كما قالت بنو اسرائيل ولكن انطلق انت وربك فقاتلا انا معكم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اصحاب نے متفقہ طور پر یہ کہا۔ یا رسول اللہ ہم بنی اسرائیل کی طرح نہ کہیں گے ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں۔

باوجود اس شافی اور کافی جواب کے آپ نے تیسری بار پھر یہی ارشاد فرمایا۔

اشيروا على ايها الناس

سر دار انصار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ۔ نبی اکرم افرح العرب والعجم ﷺ کے اس بلوغ اشارہ اور دقیق نکتہ کو سمجھ گئے اور فوراً عرض کیا۔ یا رسول اللہ شاید روئے سخن انصار کی طرف ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی جان نثارانہ تقریر

اس پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

يا رسول الله قد امنابك
وصدقناك وشهدنا ان
ما جئت به هو الحق

یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور اس امر کی گواہی دی کہ جو آپ کو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے اور

اچونکہ انصار نے آپ سے صرف بیعت عقبہ میں اس کا عہد کیا تھا کہ جو دشمن آپ پر حملہ آور ہوگا۔ اس وقت ہم آپ کے حامی اور مددگار ہوں گے۔ مدینہ سے باہر جا کر آپ کے ساتھ جنگ کرنے کا وعدہ نہ تھا اس لئے آپ بار بار انصار کی طرف دیکھتے تھے۔ سعد بن معاذ نے آپ کے اس اشارہ کو سمجھ کر جواب دیا اور خوب جواب دیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه آئین ۱۲۔ البدایہ والنہایہ ص ۲۶۲ ج ۳ راجع عیون الاثر ص ۲۳ ج ۱

واعطیناک علی ذالک عھودا
 وموائیق علی السمع
 والطاعة ولعلک یا رسول اللہ
 خرجت لا مرفا حدث اللہ
 غیرہ فامض لما شئت وصل
 حبال من شئت واقطع حبال
 من شئت وسالم من شئت
 وعاد من شئت وخذ من
 اموالنا ماشئت واعطنا ما
 شئت وما احدث منا کان
 احب الینا مما ترک وما
 امرت به من امرنا فامرنا تبع
 لا یرک لئن سرت حتی تاتی
 برك الغماد لنسیرن معک
 فوالذی بعثک بالحق
 لو استعرضت بنا هذا البحر
 لخضناه وما تخلف منا رجل
 واحد وما نکره ان نلقى عدونا
 انا لصبر عند الحرب صدق
 عند اللقاء ولعل اللہ یریک
 منا ما تقر به عینک فسر بنا
 علی بركة اللہ (زرقاتی ص ۲۱۳
 ج ۱)

اطاعت اور جان نثاری کے بارے میں ہم
 آپ کو پختہ عہد و میثاق دے چکے ہیں۔
 یا رسول اللہ آپ مدینہ سے کسی اور ارادہ
 سے نکلے تھے اور اللہ تعالیٰ نے دوسری
 صورت پیدا فرمادی جو منشاء مبارک ہو اس
 پر چلیے اور جس سے چاہیں تعلقات قائم
 فرمائیں اور جس سے چاہیں تعلق قطع
 کریں اور جس سے چاہیں صلح کریں اور
 جس سے چاہیں دشمنی کریں مجہم ہر حال
 میں آپ کے ساتھ ہیں ہمارے مال میں
 سے جس قدر چاہیں لیں اور جس قدر
 چاہیں ہم کو عطا فرمائیں اور مال کا جو
 حصہ آپ لیں گے وہ اس حصہ سے زیادہ
 محبوب اور پسندیدہ ہوگا کہ جو آپ ہمارے
 پاس چھوڑ دیں گے اور اگر آپ ہم کو برک
 الغماد جانے کا حکم دیں گے تو بالضرور ہم
 آپ کے ساتھ جائیں گے قسم ہے اس
 ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دیکر بھیجا
 ہے اگر آپ ہم کو سمندر میں کود پڑنے کا حکم
 دیں گے تو ہم اسی وقت سمندر میں کود پڑیں
 گے اور ہم میں کا ایک شخص بھی پیچھے نہ رہے
 گا ہم دشمنوں سے مقابلہ کرنے کو مکروہ

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہمارے اموال اصل میں آپ کی ملک ہیں۔ اگر ہمارے مال میں سے ہمارے لئے
 آپ کچھ چھوڑیں گے تو گویا وہ آپ کا عطیہ ہوگا۔ ۱۲ منہ عفا عنہ۔

نہیں سمجھتے البتہ تحقیق ہم لڑائی کے وقت بڑے صابر اور مقابلہ کے سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کو وہ چیز دکھائے گا جس کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی پس اللہ کے نام پر ہم کو لے کر چلیے۔

تنبیہ: بعض روایات میں سعد بن معاذ کے بجائے سعد بن عبادہ کا ذکر آیا ہے مگر یہ صحیح نہیں راوی کا وہم ہے اس لئے کہ سعد بن عبادہ بالاتفاق بدر میں حاضر نہیں ہوئے تفصیل کیلئے زرقانی کی مراجعت کی جائے۔ ۱۲

رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے یہ جان نثارانہ جوابات سن کر مسرور ہوئے اور فرمایا اللہ کے نام پر چلو اور تم کو بشارت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ابو جہل یا ابو سفیان کی دو جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت پر ضرور فتح و نصرت عطا کروں گا۔ اور مجھ کو قوم کفار کے پچھاڑے جانے کی جگہیں دکھلا دی گئی ہیں کہ فلاں شخص فلاں جگہ اور فلاں شخص فلاں جگہ پچھاڑا جائے گا۔

وقال تعالیٰ:

اور اس وقت کو یاد کرو کہ جب اللہ تم سے یہ وعدہ کرتا تھا کہ کافروں کی دو جماعتوں میں سے ایک جماعت تم کو دے گا اور تم یہ پسند کرتے ہو کہ غیر ذی شوائب جماعت تم کو ملے اور اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ حق کو اپنے آیات سے ثابت کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ حق کا حق ہونا اور باطل باطل ہونا ظاہر طور پر واضح ہو جائے

وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۱

عاتکہ بنت عبدالمطلب کا خواب

ادھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کو یہ خبر دی کہ مجھ کو قوم کی پچھاڑے جانے کی جگہیں دکھلائی گئیں اور ادھر مدہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب نے

۱ سورہ انفال آیت ۱۰

ضمضم غفاری کے مکہ پہنچنے سے پہلے یہ خواب دیکھا کہ ایک شتر سوار آیا اور اناطح میں اونٹ بٹھا کر باواز بلند یہ پکار رہا ہے۔

الا انفر وایا آل غدر اے اہل غدر اپنے مقتل اور پھڑنے کی جگہ
لمصارعکم فی ثلاث کی طرف تین دن میں نکل جاؤ۔

لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے، پھر وہ اپنا اونٹ لئے ہوئے مسجد حرام میں گیا اور پھر یہی آواز دی اس کے بعد جبل ابی قیس پر چڑھا اور اوپر سے پتھر کی ایک چٹان پھینکی جب وہ چٹان پہاڑ کے دامن میں پہنچی تو چور چور ہو گئی اور مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ رہا کہ جس میں اس کا کوئی ٹکڑا جا کر نہ گرا ہو۔

عاتکہ نے یہ خواب اپنے بھائی حضرت عباس سے ذکر کیا اور کہا اے بھائی خدا کی قسم آج میں نے یہ خواب دیکھا ہے اور اندیشہ ہے کہ تیری قوم پر کوئی بلا اور مصیبت آنے والی ہے دیکھو اس خواب کو کسی سے بیان نہ کرنا عباس گھر سے باہر نکلے اور اپنے دوست ولید بن عتبہ سے اس خواب کا ذکر کیا اور یہ تاکید کی کہ اس خواب کا کسی اور سے ذکر نہ کرنا مگر ولید نے اپنے باپ عتبہ سے اس خواب کا لفظ بلفظ تذکرہ کر دیا اسی طرح بات تمام مکہ میں پھیل گئی۔ دوسرے تیسرے روز حضرت عباس مسجد حرام میں گئے تو دیکھا کہ ابو جہل ایک مجمع کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے ابو جہل نے حضرت عباس کو دیکھتے ہی یہ کہا کہ اے ابو الفضل تمہارے مرد تو نبوت کے مدعی تھے ہی اب تمہاری عورتیں بھی نبوت کا دعویٰ کرنے لگیں میں نے دریافت کیا۔ کیا بات ہے، ابو جہل نے عاتکہ کے خواب کا ذکر کیا، اسی اثناء میں ضمضم غفاری۔ ابو سفیان کا پیام لے کر اس شان سے مکہ میں پہنچا کہ پیرا، ان چاک ہے اور اونٹ کی ناک کٹی ہوئی ہے اور یہ پکارتا آرہا ہے کہ اے گروہ قریش اپنے کاروان کی خبر لو اور جلد از جلد ابو سفیان کے قافلہ کی مدد کو پہنچو۔

یہ خبر سنتے ہی قریش پورے ساز و سامان کے ساتھ مکہ سے نکل کھڑے ہوئے اور بدر میں پہنچ کر خواب کی تعبیر بحالت بیداری آنکھوں سے دیکھ لی۔ ۲۔ وقال البیہقی رواہ الطبرانی

۱۔ چونکہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول سے غدر کیا تھا، اس لئے عالم رویا میں ان کو آل غدر کہا گیا اور عجب نہیں کہ غدر سے شیطان مراد لیا گیا ہو اور چونکہ مشرکین شیطان کے تابع تھے اس لئے ان کو آل غدر کہا گیا ہو واللہ اعلم۔

۲۔ مستدرک للحاکم ج: ۳، ص: ۱۹، مجمع الزوائد ج: ۶، ص: ۷۱۔

مرسلہ و فیہ ابن لہیعۃ و فیہ ضعف و حدیثہ حسن۔ مجمع الزوائد۔ موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں ہے کہ صمضم غفاری جب مکہ آیا تو قریش کو عاتکہ کے خواب سے ڈر پیدا ہو گیا۔
 ف۔ عاتکہ بنت عبدالمطلب کے اسلام میں اختلاف ہے ابن سعد فرماتے ہیں کہ عاتکہ مسلمان ہوئیں اور مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ۱۲۔ (اصابہ ترجمہ عاتکہ بنت عبدالمطلب) ۲۔

جہیم بن الصلت کا خواب

غرض یہ کہ قریش پورے ساز و سامان کے ساتھ گاتے بجاتے روانہ ہوئے جب مقام جحفہ میں پہنچے تو جہیم بن صلت نے یہ خواب دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے اور ایک اونٹ اس کے ہمراہ ہے۔ وہ آکر کھڑا ہوا اور یہ کہتا ہے قتل ہوا عتبہ بن ربیعہ اور شیمہ بن ربیعہ اور ابو الحکم بن ہشام یعنی ابو جہل۔ اور امیہ بن خلف اور فلاں فلاں۔ بعد ازاں اس شخص نے اونٹ کے ایک برچھما مار کر لشکر میں چھوڑ دیا۔ لشکر میں کوئی خیمہ ایسا نہ رہا جس پر اس کے خون کے چھینٹے نہ پڑے ہوں۔ ابو جہل کو جب اس خواب کی اطلاع ہوئی تو بہت برہم ہوا اور یہ کہا کہ یہ بنی المطلب میں دوسرا بچہ پیدا ہوا ہے کل کو جب مقابلہ ہوگا تب اس کو معلوم ہو جائے گا کہ جنگ میں ہم میں سے کون قتل ہوگا۔ ۳۔

بسبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان کے قافلہ کے جاسوسی کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ جب مقام بدر پر پہنچے تو ایک ٹیلہ کے نیچے جہاں ایک پانی کا چشمہ تھا اپنے اونٹوں کو بٹھلایا اتنے میں دو عورتیں دلہانی دین جن میں سے ایک دوسری پر اپنے قرض کا تقاضہ کرتی تھی تو اس نے یہ کہا کہ کل یا پرسوں قریش کا قافلہ شام سے آنے والا ہے، اس وقت محنت و مزدوری سے جو کمائوں گی اس سے تیرا حق ادا کر دوں گی۔
 مجدی بن عمرو جہنی بھی پانی کے چشمہ پر موجود تھا اور یہ تمام گفتگو سن رہا تھا۔ جب قرضدار عورت نے قرضخواہ عورت سے یہ کہا کہ کل یا پرسوں قریش کا قافلہ آنے والا ہے۔ اس وقت قافلہ کا پچھم کامر کے تیرا حق ادا کر دوں گی تو مجدی نے یہ کہا تجا کہتی ہے اور یہ کہہ کر بیچ بچاؤ کرادیا بسبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سنتے ہی اونٹ پر سوار ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ کی اطلاع دی۔

۱۱ البدیۃ والنہدیۃ ج ۳ ص ۲۵۸ ۱۲ اصابہ ج ۳ ص ۳۵ ۱۳ البدیۃ والنہدیۃ ج ۳ ص ۲۶۵

۲۶۵۔ میون الاثرین ج ۱ ص ۲۵

بسبب رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ اور عدی رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کے چلے جانے کے بعد ابوسفیان۔ رسول اللہ ﷺ کی نقل و حرکت کی خبر لینے کی غرض سے اس مقام پر پہنچا اور مجدی بن عمرو سے دریافت کیا کہ کیا تم نے کسی کو یہاں آتے جاتے دیکھا ہے۔

مجدی نے کہا کسی کو نہیں دیکھا صرف دو سواروں کو دیکھا کہ اس ٹیلہ کے نیچے آ کر اونٹ بٹھلائے اور پانی پلایا اور مشکیزہ پانی سے بھر کر چل دیئے ابوسفیان فوراً اس مقام پر پہنچا وہاں کچھ مینگنیاں پڑی تھیں ایک مینگنی کو اٹھا کر توڑا اس میں سے ایک گٹھلی برآمد ہوئی۔

ابوسفیان نے اس گٹھلی کو دیکھ کر کہا۔ خدا کی قسم۔ یثرب (مدینہ) کے کھجور کی گٹھلی ہے فوراً وہاں سے واپس ہوا اور قافلہ کا رخ بدل دیا۔ اور ساحل کے راستہ سے قافلہ کو بچا کر صحیح سالم لے گیا اور قریش کو یہ پیام دے کر بھیجا۔ انکم انما خرجتم لثمینعوا غیرکم ورجالکم و اموالکم وقد نجاها اللہ فارجعوا۔ یعنی تم اس لئے نکلے تھے کہ قافلہ کو اور اپنے آدمیوں کو اور اپنے اموال کو بچا لو اللہ نے سب کو بچا لیا۔ لہذا تم سب مکہ واپس ہو جاؤ۔ ابو جہل نے کہا جب تک ہم بدر پہنچ کر تین دن تک کھاپی کر اور گابجا کر خوب مزے نہ اڑائیں اس وقت تک ہرگز واپس نہ ہوں گے۔

انخص بن شریق سردار بنی زہرہ نے کہا کہ اے بنی زہرہ تم فقط اپنے اموال کی حفاظت کے لئے نکلے تھے۔ سو اللہ نے تمہارے اموال بچا لئے اب ہمیں لڑنے کی ضرورت نہیں ہے وجہ ہم کو ہلاکت میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے جیسا کہ یہ شخص (ابو جہل) کہتا ہے لہذا تم واپس ہو جاؤ قبیلہ بنی زہرہ کے تمام لوگ اپنے سردار انخص بن شریق کے کہنے سے واپس ہو گئے اور بنی زہرہ میں سے کوئی شخص بھی بدر میں شریک نہیں ہوا اور دیگر بعض نے بھی یہی کہا کہ جب ہمارا قافلہ صحیح سالم بچ گیا تو اب جنگ کی کیا ضرورت رہی مگر ابو جہل نے ایک نہ سنی اور بدر کی طرف روانہ ہوا۔

اور ادھر رسول اللہ ﷺ مع اپنے اصحاب کے بدر پہنچ گئے۔ مگر قریش نے پہلے پہنچ کر پانی کے چشمہ پر قبضہ کر لیا اور مناسب موقعوں کو اپنے لئے چھانٹ لیا۔ بخلاف مسلمانوں کے کہ ان کو نہ پانی ملا اور نہ جگہ مناسب ملی۔ ریتلا میدان تھا جہاں چلنا ہی دشوار تھا۔ ریت میں

پیر دھنس دھنس جاتے تھے حق جل وعلانیے بارانِ رحمت نازل فرمائی جس سے تمام ریت جم گیا۔ اور پانی جمع کرنے کیلئے مسلمانوں نے چھوٹے چھوٹے حوض بنائے تاکہ پانی وضو اور غسل کے کام آسکے سورہ انفال میں حق تعالیٰ شانہ نے اس احسان کو ذکر فرمایا ہے

وَيُنزِلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً
لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُم
رِجْسَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى
قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۝۱۰۰

اور اللہ تعالیٰ تم پر آسمان سے پانی برسار ہا تھا
تاکہ تم کو پاک کر دے اور تم سے شیطان کی
گندگی دور کر دے اور تاکہ تمہارے دلوں کو
مضبوط کر دے اور تمہارے قدموں کو
جمادے۔

یہ پانی اگرچہ مسلمانوں نے اپنی ضرورت کے لئے جمع کیا تھا مگر نبی اکرم رحمت عالم۔
رافت مجسم نے اپنے دشمنوں اور خون کے پیاسوں کو اس سے پینے کی اجازت دی۔

جب شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی اور زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص
اور چند صحابہ کو قریش کی خبر لینے کے لئے روانہ فرمایا اتفاق سے ان کو دو غلام ہاتھ آگئے ان کو پکڑ
لائے اور دریافت کرنا شروع کیا رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے ان غلاموں نے کہا ہم
قریش کے سقہ ہیں پانی لانے کے لئے نکلے ہیں۔ ان لوگوں کو ان کے کہنے کا چہرہ یقین نہ آیا
اور یہ سمجھ کر ان کو کچھ مارا کہ شاید مار پیٹ کے خوف سے ابوسفیان کا کچھ حال بتلائیں جب ان
پر کچھ مار پڑی تو کہنے لگے کہ ہم ابوسفیان کے آدمی ہیں۔ یہ سن کر ان لوگوں نے مارنا چھوڑ دیا
رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ جب ان غلاموں نے سچ کہا تو
تم نے ان کو مارا اور جب جھوٹ کہا تو چھوڑ دیا، خدا کی قسم یہ قریش کے آدمی ہیں (یعنی
ابوسفیان کے ہمراہیوں میں سے نہیں) آپ نے فرمایا کہ قریش کہاں ہیں ان غلاموں نے
کہا واللہ اس مقلق سئلہ کے پیچھے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کتنے لوگ ہیں۔ جواب
دیا کہ بہت ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کی تعداد کتنی ہے، غلاموں نے کہا ہم کو ان کی شمار اور
تعداد معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا روزانہ کھانے کے لئے کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں۔
جواب دیا کہ ایک دن نو اور ایک دن دس آپ نے فرمایا ہزار اور نو سو کے درمیان ہیں۔

بعد ازاں آپ نے دریافت کیا کہ سرداران قریش میں سے کون کون ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ اور ابوالختر ی بن ہشام اور حکیم بن حزام اور نوفل بن خویلد اور حارث بن عامر اور طعیمہ بن عدی اور نضر بن الحارث اور زمعہ بن اسود اور ابو جہل بن ہشام اور امیہ بن خلف اور نبیہ اور منبہ پسران حجاج اور سہیل بن عمرو اور عمرو بن عبدود۔ یہ سُن کر آپ اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ فرمایا کہ مکہ نے آج اپنے تمام جگر گوشوں کو تمہاری طرف پھینک دیا ہے۔ الغرض اس طرح آپ نے قریش کا حال معلوم کیا۔

جنگ کی تیاری

جب صبح ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے لڑائی کی تیاری کی اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی رائے سے آپ کے قیام کے لئے ٹیلہ پر ایک چھپر بنایا گیا۔

ان سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ قال یا نبی اللہ الانبیاء لک عریشات کون فیہ ونعد عندک رکائبک ثم نلقى عدونا فان اعزنا اللہ واطهرنا کان ذلک ما احببنا وان کانت الاخری جلست علی رکائبک فلحقت بمن ورائنا من قومنا فقد تخلف عنک اقوام یانسی اللہ مانحن باشدلک حبا منہم ولو ظنوا انک تلقی حربا ماتخلفوا عنک یمنعک

سعد بن معاذ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی کیا آپ کے لئے ایک چھپر نہ بنا دیں جس میں آپ تشریف رکھیں اور سواریاں آپ کے قریب تیار رکھیں پھر ہم دشمن سے جا کر مقابلہ کریں پس اگر اللہ نے ہم کو عزت دی اور دشمن پر غلبہ عطا فرمایا تو ہماری عین تمنا ہے اور اگر خدا نخواستہ دوسری صورت پیش آئی تو آپ سواری پر سوار ہو کر ہماری قوم کے باقی ماندہ لوگوں سے جا ملیں اور قوم کے جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں، اے پیغمبر خدا ہم ان سے زیادہ آپ کے محب نہیں۔ اگر ان کو کسی وجہ سے اس میں بھی یہ

ایہ انتہائی اخلاص ہے کہ باوجود انتہا درجہ کے محبت اور جان نثار ہونے کے نہ زبان سے اور نہ قلب سے اس محبت کا کوئی دعویٰ ہے۔ محبتِ مخلص وہی ہے جس کی اپنے اخلاص پر بھی نظر نہ ہو۔ ۱۲ منہ عفا عنہ

اللہ بہم یناصحون ویجاہدون
معک فائنی علیہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم خیرا
ودعالہ بخیر ثم بنی لرسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عریش فکان فیہ۔

گمان ہوتا کہ آپ کو جنگ کا سامنا ہوگا۔ تو
ہرگز پیچھے نہ رہتے شاید اللہ تعالیٰ ان کے
ذریعہ آپ کی حفاظت فرماتا اور وہ نہایت
اخلاص اور خیر خواہی سے آپ کے ساتھ
جہاد کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
سعد بن معاذ کی تعریف کی اور ان کے حق
میں دعائے خیر فرمائی بعد ازاں آپ کے
لئے ایک چھپر بنایا گیا آپ اس میں رہے۔

یہ چھپر ایک ایسے بلند ٹیلہ پر بنایا گیا جس پر کھڑے ہو کر تمام میدان کارزار نظر آتا تھا
حضرت انسؓ حضرت عمرؓ سے راوی ہیں کہ جس شب کی صبح کو میدان کارزار گرم
ہو نیوالا تھا، اس شب میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم کو میدان کارزار کی طرف لے کر
چلے تاکہ اہل مکہ کی قتل گاہیں ہم کو آنکھوں سے دکھلا دیں چنانچہ آپ دست مبارک سے
اشارہ فرماتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے ہذا مصرع فلان غدا انشاء اللہ یہ
بے فلاں کی قتل گاہ صبح کو انشاء اللہ اور مقام قتل پر ہاتھ رکھ کر نام بنام اسی طرح صحابہ کو بتلاتے
رہے قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا کسی ایک نے بھی اس جگہ سے سرمو
تجاوز نہ کیا جہاں آپ نے اپنے دست مبارک سے اس کے قتل کی طرف اشارہ فرمایا
تھا۔ (رواہ مسلم)

(باب ذکر النبی ﷺ من یقتل بہدر) ۲

بعد ازاں آپ اور آپ کے یار غار رفیق جان ثار صدیق المہاجرین ابو بکر صدیق رضی
اللہ عنہ اس عریش (چھپر) میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی اور صدیق الانصار
سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھپر کے دروازہ پر تلوار لے کر کھڑے ہو گئے۔ ۳

۱۔ مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ کسی نے حضرت انسؓ سے پوچھا کیا آپ بھی بدر میں
حاضر ہوئے تھے آپ نے فرمایا میں بدر سے کہاں غائب ہو سکتا تھا اور حضرت انسؓ نے حضرت ﷺ کی خدمت میں
آپ کے ہمراہ گئے تھے۔ صفحہ ۱۳۸ ہونے کی وجہ سے قتال میں شریک نہیں ہوئے آپ کی عمر اس وقت میں تیار وہ سال
کی بھی اسی وجہ سے آپ کا بدر میں شہر نہیں کیا گیا۔ زرقانی ص ۲۳۴ ج ۱۔ ۲۔ زرقانی ج ۱ ص ۲۱۴۔ ۳۔

۴۔ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۹

۵۔ یہ چھپر مجبور کی شانوں کا تھا۔ ۱۲۔ طبقات ابن سعد

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں بدر کی شب میں کوئی شخص ہم میں سے ایسا نہ تھا جو سونہ رہا ہو سوائے آپ کی ذات بابرکات علیہ الف الف صلوات والیہ الف تحیات کہ تمام شب نماز اور دعا، گریہ و زاری میں گزاری اور اسی طرح صبح کردی (رواہ الطبرانی وابن جریر وابن خریمة وغیرہم)

طلوع فجر ہوتے ہی آپ نے یہ آواز دی الصلاة عباد اللہ۔ اے اللہ کے بندو نماز کا وقت آگیا۔ آواز کا سننا تھا کہ سب جمع ہو گئے۔ آپ نے ایک درخت کی جڑ میں کھڑے ہو کر سب کو نماز پڑھائی۔ اور نماز سے فارغ ہو کر اللہ کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی کی ترغیب دی (رواہ ابن ابی شیبہ و احمد و ابن جریر و صحیحہ منتخب کنز العمال ص ۹۸ ج ۴)

بعد ازاں آپ نے اصحاب کی صفوں کو سیدھا کیا اور کفار کی صفیں تیار تھیں ماہ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ ہے اور جمعہ کا روز ہے کہ ایک طرف سے حق کی جماعت اور دوسری طرف سے باطل کی جماعت میدانِ فرقان کی طرف بڑھی۔

رسول اللہ ﷺ نے جب قریش کی عظیم الشان جماعت کو پورے ساز و سامان کے ساتھ میدانِ کارزار کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو بارگاہِ ایزدی میں یہ عرض کیا، اے اللہ۔

اللہم ہذہ قریش قد اقبلت
بخیلائہا و فخرہا تحادک
و تکذب رسولک اللہم
فنصرک الذی وعدتہ اللہم
احنہم الغداۃ۔

یہ قریش کا گروہ ہے جو تکبر اور غرور کے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا ہے تیری مخالفت کرتا ہے اور تیرے بھیجے ہوئے پیغمبر کو جھٹلاتا ہے اے اللہ اپنی فتح و نصرت نازل فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا، اور اے اللہ ان کو ہلاک کر۔

سیرۃ ابن ہشام۔ فتح الباری، باب قول اللہ تعالیٰ اذ تستغيثون ربکم الی قوله

شدید العقاب

بعد ازاں آپ نے لشکر اسلام کو مرتب فرمایا ترتیب اور صف آرائی کے وقت دست مبارک میں ایک تیر تھا، صف میں سے سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ ذرا آگے کو نکلے ہوئے تھے

حق تعالیٰ شانہ نے یوم بدر کو یوم الفرقان فرمایا ہے یعنی حق اور باطل میں فرق اور فیصلہ کا دن اسی مناسبت سے اس ناچیز نے اس میدان کو میدانِ فرقان سے تعبیر کیا ہے کہ اسی میدان میں حق اور باطل، نور اور ظلمت کا فرق نمایاں ہوا۔ ۱۲

آپ نے بطور تلافی سواد بن غزیہ کے پیٹ پر تیر کا ایک ہلکا سا کوچہ دے کر فرمایا استویا سواد۔ اے سواد سیدھا ہو جا۔

سواد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ اوجعتنی وقد بعثک اللہ بالحق والعدل فأقذنی۔

یا رسول آپ نے مجھ کو درد مند کیا اور تحقیق اللہ نے آپ کو حق اور عدل کے ساتھ بھیجا ہے میرا بدلہ دیدتے۔

آپ نے شکم مبارک سے پیرا بن شریف کو اٹھا کر سواد سے فرمایا اپنا بدلہ لے لو۔ سواد رضی اللہ عنہ نے شکم مبارک کو گلے لگا لیا اور بوسہ دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ شاید یہ آخری ملاقات ہو آپ مسرور ہوئے اور سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ (اصابہ، ترجمہ سواد بن غزیہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

رسول اللہ ﷺ شہر اسلام کو مرتب اور اس کی صفوف کو صفوف ملائکہ کی طرح درست اور ہموار فرما کر عریش (چھپر) میں تشریف لے گئے صرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ عریش میں داخل ہوئے اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر عریش کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَسُمِّيتْ صَدِيقًا وَكُلُّ مَهَاجِرٍ
آپ کا نام صدیق رکھا گیا۔ اور ہر مہاجر
سَبَقَتْ إِلَيَّ الْإِسْلَامَ وَاللَّهُ شَهِدٌ
آپ نے اسلام کی طرف سبقت کی اور
أَنَّ اللَّهَ غَوَاهٍ۔

سِوَاكَ يُسْمَى بِاسْمِهِ غَيْرِ مَنْكَرٍ
آپ کے سوا دوسرے نام سے پارا جاتا ہے
وَكَانَتْ جَلِيسًا بِالْعَرِيشِ الْمَشْهُرِ
اور چھپر میں آپ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
ہلیم کے ہم نشین تھے

وَبِالْغَارِ إِذْ سُمِّيتَ بِالْغَارِ
صاحباً

اور غلیٰ بذا غار میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے اسی وجہ سے آپ کو یار غار کہا جاتا ہے۔

(استیعاب ابن عبد البر، ترجمہ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

قریش جب مطمئن ہوئے تو آغاز جنگ سے پہلے۔ عمر بن وہب کو حمجی کو مسلمانوں کی جماعت کا اندازہ لینے کے لئے بھیجا۔ عمر بن وہب گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں کے ارد گرد پھر کر واپس آئے اور یہ کہا کہ کم و بیش تین سو آدمی ہیں لیکن مجھ کو ذرا مہلت دو کہ یہ دیکھ آؤں کہ مسلمانوں کی مدد کے لئے اور جماعت تو کہیں کمین گاہ میں چھپی ہوئی نہیں۔ چنانچہ عمر گھوڑے پر سوار ہو کر دو دروڑ اور ایک چکر لگا کر واپس آئے اور یہ کہا کہ کوئی کمین اور مدد نہیں لیکن اے گروہ قریش میں یہ دیکھتا ہوں کہ یہ مدینہ کے اونٹ موت احمر (قتل) کو اپنے اوپر لادے ہوئے ہیں اس قوم کا سوائے ان کی تلواروں کے کوئی پناہ اور سہارا نہیں، خدا کی قسم میں یہ دیکھتا ہوں کہ ان لوگوں میں سے جب تک اپنے مقابل کو نہ مار لے گا اس وقت تک ہرگز نہ مارا جائے گا۔ پس اگر ہمارے آدمی بھی انھیں کے برابر مارے گئے تو پھر زندگی کا لطف ہی کیا رہا سوچ کر کوئی رائے قائم کر لو۔

حکیم بن حزام نے کہا بالکل درست ہے اور اٹھ کر عتبہ کے پاس گیا اور کہا اے ابوالولید آپ قریش کے سردار اور بڑے ہیں کیا آپ کو یہ پسند نہیں کہ ہمیشہ خیر اور بھلائی کے ساتھ آپ کا ذکر ہوتا رہے عتبہ نے کہا۔ کیا ہے حکیم نے کہا کہ لوگوں کو لوٹانے چلو۔ اور عمرو بن حضرمی کا خون بہا اپنے ذمہ لے لو۔ عتبہ نے کہا میں عمرو بن حضرمی کا خون بہا اور دیت کا ذمہ دار ہوں لیکن ابو جہل سے بھی مشورہ کر لو اور کھڑے ہو کر یہ خطبہ دیا۔

میدانِ کارزار میں عتبہ کی تقریر

اے گروہ قریش واللہ تم کو محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب سے جنگ کر کے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یہ سب تمہارے قرابت دار ہیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اپنے باپ اور بھائی بنی الامام اور بنی الاخوان کے قاتلوں کو دیکھتے رہو گے۔ محمد اور عرب کو چھوڑ دو، اگر عرب نے محمد (ﷺ) کو ختم کر دیا تو تمہاری مراد پوری ہوئی اور اگر اللہ نے ان کو غلبہ دیا تو وہ بھی تمہارے لئے باعثِ عزت و شرف ہوگا (کیونکہ وہ تمہاری ہی قوم کے ہیں ان کا غلبہ تمہارا غلبہ ہے) دیکھو میری نصیحت کو رد مت کرو اور مجھ کو سفیہ اور نادان نہ بناؤ۔

حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ میں ابو جہل کے پاس آیا۔ ابو جہل اس وقت زرہ پہن کر ہتھیار سجا رہا تھا۔ میں نے کہا عتبہ نے مجھ کو یہ پیام دے کر بھیجا ہے۔

ابو جہل سنتے ہی غصہ سے بھڑک اٹھا اور یہ کہا کہ عتبہ اس لئے بھی لڑائی سے جان چراتا ہے کہ اس کا بیٹا ابو حذیفہ مسلمانوں کے ساتھ رہے اس پر کوئی آنچ نہ آئے۔ خدا کی قسم ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے جب تک اللہ ہمارے اور محمد (ﷺ) کے مابین فیصلہ نہ کر دے اور عمرو بن الحضرمی کے بھائی عامر بن الحضرمی کو بلا کر یہ کہا کہ یہ تیرا حلیف، عتبہ لوگوں کو لوٹانا کر لے جانا چاہتا ہے اور تیرے بھائی کا خون تیری آنکھوں کے سامنے ہے، عامر نے سنتے ہی واعمر اور واعمر ہائے عمرو کا نعرہ لگانا شروع کیا جس سے تمام فوج میں جوش پھیل گیا۔ اور سب لڑائی کے لئے تیار ہو گئے!

(فائدہ) ابو جہل۔ عمرو بن حضرمی کے خون کا ذکر لوگوں کو محض جوش دلانے کیلئے کرتا تھا اصل مقصد جس کے لئے قریش مکہ سے نکلے تھے وہ کاروان تجارت کی حفاظت تھی جب وہ بچ نکلا تو لوگ جنگ کے لئے آمادہ نہ تھے اور قدم قدم پر واپسی کا مسئلہ زیر بحث آتا تھا لہذا کسی علامہ کا یہ گمان کرنا کہ قریش محض عمرو بن حضرمی کے خون کا بدلہ لینے کے لئے مدینہ پر حملہ کرنے کی نیت سے نکلے تھے بالکل غلط ہے، تمام روایات کے خلاف ہے۔

آغاز جنگ

ابو جہل کی طعن آمیز گفتگو کا یہ اثر ہوا کہ عتبہ بھی ہتھیار سجا کر جنگ کے لئے تیار ہو گیا اور گروہ مشرکین میں سب سے پہلے عتبہ بن ربیعہ ہی اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر میدان میں آیا۔ اور لاکار کر اپنا مبارز اور مقابل طلب کیا۔ لشکر اسلام میں سے تین شخص مقابلہ کے لئے نکلے۔ عوف اور معوذہ بن حارث اور عبد اللہ بن رواحہ۔

ازرقانی ج ۱ ص ۱۶۶۔ سیرت ابن ہشام۔ ج ۲ ص ۱۶۔ عوف اور معوذہ بن حارث کا نام عوف اور معوذہ ہے۔ عوف آج بھی صحابیہ ہیں۔ حافظ مستطی فرماتے ہیں، عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ایک خاص خصوصیت ہے جو کسی اور صحابیہ میں نہیں پائی جاتی۔ وہ یہ کہ عوف نے اول نماز حارث سے کیا حارث سے تین بیٹے ہوئے عوف اور معوذہ اور معاذ، حارث کے بعد بیہ بن یاسل سے نماز کیا جس سے چار لڑکے ہوئے، یاسل اور عاقل اور خالد اور عامر اور یہ ساتواں بیٹے تین پہلے شوہر کے اور چار دوسرے شوہر کے سب کال سے مل غزوہ بدر میں شریک تھے ایسی صحابیہ جس کے ساتواں لڑکے بدر میں شریک ہوئے ہوں صرف عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہا و انہم ہیں ج ۱۲۔ ازرقانی ص ۱۶۶۔

عتبہ نے پوچھا تم کون ہو۔ ان لوگوں نے کہا (رہط من الانصار) یعنی ہم گروہ انصار سے ہیں۔ عتبہ نے کہا مالنا بکم من حاجة یعنی ہم کو تم سے مطلب نہیں ہم تو اپنی قوم سے لڑنا چاہتے ہیں، اور ایک شخص نے لکار کر یہ آواز دی۔

يا محمد اخرج الينا اكفاءنا ﴿ اے محمد ہماری قوم میں سے ہماری جوڑ کے من قومنا۔ ہم سے لڑنے کو بھیج۔

رسول اللہ ﷺ نے انصار کو حکم دیا کہ صف قتال کی طرف واپس آجائیں اور حضرت علی اور حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن الحارث کو نام بنام مقابلہ کے لئے نکلنے کا ارشاد فرمایا۔ حسب الارشاد یہ تینوں مقابلہ کے لئے نکلے۔ چہروں پر چونکہ نقاب تھے اس لئے عتبہ نے دریافت کیا تم کون ہو عبیدہ نے کہا میں عبیدہ ہوں حمزہ نے کہا میں حمزہ ہوں علی نے کہا میں علی ہوں عتبہ نے کہا:

نعم اكفاء كرام

ہاں تم ہمارے جوڑ اور برابر کے ہو اور محترم ہو۔

ابن سعد کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

قوموا يا بنی ہاشم بحکم الذی بعث اللہ بہ نبیکم اذ جاء وابطلہم لیطفوا نور اللہ ﴿ اے بنی ہاشم اٹھو اس حق کے ساتھ جس کو اللہ نے تمہارے نبی کو دے کر بھیجا ہے یہ باطل کو لے کر اللہ کا نور بجھانے آئے ہیں۔

ذکر قتل عتبہ و شیبہ و ولید

اس کے بعد جنگ شروع ہو گئی۔ عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عتبہ کے مقابلہ میں نکلے اور حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیبہ کے اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولید کے مقابل ہوئے۔

ایہ محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ عبیدہ عتبہ کے اور حمزہ شیبہ کے مقابل ہوئے موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں اس کے برعکس ہے کہ عبیدہ شیبہ کے اور حمزہ عتبہ کے مقابل ہوئے۔ سیر کی کل روایات اس پر متفق ہیں کہ حضرت علی ولید کے مقابل تھے لیکن ابوداؤد کی ایک صحیح الاسناد روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی شیبہ کے مقابل تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم و انفعیل فی باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح الباری باب قتل ابی جہل ص ۲۲۱ ج ۷ و زرقانی ص ۴۱۷ ج ۱۔

حضرت علی اور حضرت حمزہ نے تو اپنے اپنے مقابل کا ایک ایک ہی وار میں کام تمام کر دیا۔ عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی زخمی ہوئے اور اپنے مقابل کو بھی زخمی کیا۔ بالآخر عقبہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تلوار کا ایسا وار کیا جس سے حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیر کٹ گئے حضرت علی اور حمزہ اپنے اپنے مقابل سے فارغ ہو کر حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امداد کو اپنے اور عقبہ کا کام تمام کیا۔ اور عبیدہ کو اٹھا کر آپ کی خدمت میں لے آئے، عبیدہ کی پنڈلی کی ہڈی سے خون جاری تھا۔ عبیدہ نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ کیا میں شہید ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس پر عبیدہ نے کہا کاش اگر ابوطالب زندہ ہوتے تو یقین کرتے کہ ان کے اس شعر کے ہم زیادہ مستحق ہیں۔

وَنَسِيلُهُمْ حَتَّى نَصْرَعَ حَوْلَهُ
 ! وَنَذْهَلُ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ
 ہم محمد ﷺ کو اس وقت دشمنوں کے حوالہ کر سکتے ہیں کہ جب ہم سب ان سے پہلے تل کر دیئے جائیں اور اپنے بیٹوں اور بیویوں سے بے خبر ہو جائیں اور اس کے بعد یہ شعر پڑھے:

فَانْ يَّقْطَعُوْا رَجُلِيْ فَاِنِّيْ مُسْلِمٌ ! اُرْجِيْ بِهٖ عَيْشًا مِّنَ اللّٰهِ عَالِيَا
 اگر کافروں نے میرا پیر کاٹ دیا تو کوئی مضائقہ نہیں اس کے صلہ میں اللہ عزوجل سے بہت ہی بلند عیش کا امیدوار ہوں یعنی پیر قطع ہو جانے سے یہ حیات فانیہ قطع ہوگی۔ مگر اس کے بدلہ میں ایسی حیات ملے گی جو کبھی منقطع نہ ہوگی۔

وَالْبَسْنِي الرَّحْمَنُ مِنْ فَضْلِ مَنِّيْ ! لِبَاسًا مِّنَ الْاِسْلَامِ غَطِّي الْمَسَاوِيَا
 اور کیوں نہ امید کروں خداوند مہربان ہی نے محض اپنی مہربانی سے جھٹلو اسلام کا لباس پہنایا جس نے تمام برائیوں کو ڈھانک لیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ جس جسم پر اسلام اور تقویٰ کا لباس نہ ہو تو وہ عریاں اور برہنہ ہے۔ عالم شہادت والے اگرچہ اس عریانی کا احساس نہ کر سکیں لیکن عالم غیب کے رب نے اسے اس برہنگی کو ضرور محسوس کرتے ہوں گے۔ حافظ ابن عبدالبہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شرف باسلام ہوئے تو یہ شعر کہا:

ایک روایت میں ہے کہ جب صحابہ نے یہ حالت دیکھی تو عبیدہ و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے روئے ہوئے عبیدہ نے اپنا رخسار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر رکھ کر یہ کہا کہ یا رسول اللہ ابوطالب زندہ ہوتے اور ہم دیکھتے تو وہ جان لیتے کہ ہم ان سے زیادہ اس شعر کے مستحق ہیں اس کے بعد وفات پائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اشھد انک شہید میں تراہی دیتا ہوں کہ تو شہید ہے۔ (رواہ الشافعی) ابتدایہ و النہیۃ ص ۲۷۲

الْحَمْدُ لِلَّهِ إِذْ لَمْ يَأْتِنِي أَجَلِي
حَتَّى اِكْتَسَيْتُ بَيْنَ الْإِسْلَامِ
سِرْبًا لَا

یہ شعر بھی اسی کا مؤید ہے اگر اندیشہ طوالت نہ ہوتا۔ تو کتاب و سنت سے کچھ اور شواہد ذکر کرتا۔ حضرات اہل علم ادنیٰ توجہ سے معلوم کر سکتے ہیں۔

فائدہ: عتبہ اور شیبہ۔ اصل میں جنگ سے اس لئے جان چراتے تھے کہ اول تو عاتکہ اور پھر جہیم بن صلت کے خواب کیوجہ سے پریشان تھے اور پھر یہ کہ مکہ سے چلتے وقت یہ ماجرا پیش آیا کہ عداس رضی اللہ عنہ نے (جو عتبہ اور شیبہ کے غلام تھے اور نصرانیت سے تائب ہو کر طائف کی واپسی میں حضور کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہو چکے تھے) جب عتبہ اور شیبہ بدر کے لئے روانہ ہونے لگے تو جاتے وقت عداس نے عتبہ اور شیبہ کے پیر پکڑے اور یہ کہا:

بابی وامی انتما واللہ انہ
لرسول اللہ وما تساقان الا
الی مصارعکما۔
میرے ماں باپ تم پر خدا کی قسم وہ
یعنی محمد بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں۔ اور
نہیں ہانکے جارہے ہو تم مگر اپنے اپنے
مقتل (قتل گاہ) کی طرف

اور رو پڑے۔ عاص بن شیبہ نے حضرت عداس کو روتے ہوئے دیکھ کر رونے کا سبب دریافت کیا تو عداس نے کہا کہ میں اپنے ان آقاؤں کی وجہ سے روتا ہوں کہ دونوں اللہ کے رسول سے قتال اور جنگ کے لئے جارہے ہیں، عاص نے کہا۔ کیا واقعی وہ اللہ کے رسول ہیں۔ عداس کانپ اٹھے اور یہ کہا:

ای واللہ انہ لرسول اللہ الی
الناس کافۃ (اصابہ ترجمہ)
عداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ہاں خدا کی قسم تحقیق وہ اللہ کے رسول ہیں
جو تمام لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

عداس کا یہ کلام عتبہ اور شیبہ کے دل میں اتر چکا تھا کہ یہ سب لوگ مارے جائیں گے اس لئے عتبہ اور شیبہ جنگ سے جان چراتے تھے، فقط ابو جہل کے طعن کی وجہ سے عتبہ اور شیبہ نے سبقت کی، ابو جہل بار بار عتبہ اور شیبہ کو بزدلی اور نامردی کا طعنہ دیتا تھا۔ اس لئے سب سے پہلے یہ دونوں جنگ کی طرف بڑھے تاکہ اپنے سے بزدلی اور نامردی کے طعنہ کو

دور کریں ابواسید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن یہ ارشاد فرمایا اپنے تیروں کو وقت کے لئے بچا رکھنا۔ جب کافر تم پر هجوم کر دیں اور قریب آجائیں اس وقت تیر مارنا (بخاری شریف غزوہ بدر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ خداوندی میں دعاء فتح

عتبہ اور شیبہ کے قتل کے بعد میدان کارزار گرم ہو گیا آں حضرت ﷺ چھتر سے برآمد ہوئے اور صحابہ کی صفوف کو ہموار کیا۔ اور پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لیے ہوئے عریش (چھتر) میں واپس تشریف لے گئے اور سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار لے کر چھتر کے دروازے پر کھڑے ہو گئے حضور پر نور نے جب اپنے اصحاب اور احباب کی قلت اور بے سروسامانی کو اور اعداء کی کثرت اور قوت کو دیکھا تو نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور دعاء میں مشغول ہو گئے اور یہ دعاء مانگتے تھے۔

اللَّهُمَّ انى انشد عهدك
ووعدك اللهم ان شئت لم
تعبد۔
اے اللہ میں تیرے عہد اور وعدہ کی وفا کی
درخواست کرتا ہوں اے اللہ اگر تو چاہے تو
تیری پرستش نہ ہو۔

آنحضرت ﷺ پر خشوع و خضوع کی ایک خاص کیفیت طاری تھی۔ بارگاہ خداوندی میں کبھی سر بسجود تضرع و ابتهال فرماتے اور کبھی سائلانہ اور فقیرانہ ہاتھ پھیلا پھیلا کر فتح و نصرت کی دعائیں مانگتے تھے۔ بحویت کا یہ عالم تھا کہ دوش مبارک سے ردا، لہر گر پڑتی تھی

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ میں نے بدر کے دن یہی قتال کیا اور آپ کی طرف آیا دیکھا کہ آپ سر بسجود ہیں اور یاساحیٰ یاقیوم کہتے جاتے ہیں میں لوٹ آیا اور قتال میں مصروف ہو گیا اور کچھ دیر بعد پھر آپ کی طرف آیا پھر اسی حال میں پایا تین مرتبہ اسی حال میں پایا چوتھی بار اللہ نے آپ کو فتح دی۔ (رواہ النسائی والحاکم فتح الباری۔ باب قول اللہ تعالیٰ اذ تستغيثون ربکم،) صحیح مسلم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے مجھ سے بیان کیا کہ جب بدر کا دن ہوا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ مشرکین منہ ایک ہزار

ہیں اور آپ کے اصحاب تین سو سے کچھ زیادہ ہیں تو آپ عریش (چھتر) میں تشریف لے گئے اور مستقبل قبلہ ہو کر بارگاہ خداوندی میں دُعاء کے لئے ہاتھ پھیلائے

اللَّهُمَّ أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي
اللَّهُمَّ إِنْ تَهْلِكْ بِهَذِهِ الْعَصَابَةِ
مَنْ أَهْلَ الْإِسْلَامِ لَا تَعْبُدْفِي
الْأَرْضِ -

اے اللہ تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا فرما۔ اے اللہ اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر زمین میں تیری پرستش نہ ہوگی۔

اس لئے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور یہ اُمتِ آخری اُمت ہے اگر خدا نخواستہ آپ اور آپ کے صحابہ ہلاک ہو گئے تو پھر زمین پر کوئی اللہ کی عبادت کرنے والا نہ رہے گا، نیز اس دُعاء سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فتح و نصرت کی دُعاء فقط مسلمانوں کی جان بچانے کے لئے نہ تھی بلکہ اس لئے کہ زمین پر اللہ جل جلالہ کی عبادت اور بندگی باقی رہے ایسا نہ ہو کہ زمین اللہ کی عبادت سے خالی رہ جائے۔

دیر تک ہاتھ پھیلائے ہوئے یہی دُعا فرماتے رہے کہ اے اللہ اگر یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر زمین پر تیری پرستش نہ ہوگی۔ اسی حالت میں چادر مبارک دوش مبارک سے گر پڑی۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چادر اٹھا کر دوش مبارک پر ڈال دی اور پیچھے سے آکر آپ کی کمر سے چمٹ گئے، یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ ابو بکر نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور عرض کیا:

حَسْبُكَ فَقَدْ أَحْضَحْتَ عَلِيَّ
رَبِّكَ

بس کافی ہے تحقیق آپ نے اپنے اللہ کے حضور میں بہت الحاج آہ وزاری کی۔

رسول اللہ ﷺ کی نظر حق جل و علا کی عظمت و جلال اور شان استغناء و بے نیازی پر تھی کما قال تعالیٰ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ۔ وقال تعالیٰ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ إِنْ يَشَاءُ يُدْهِبْكُمْ اس لئے چشمہائے مبارک سے گریہ وزاری کے چشمے جاری اور رواں تھے۔ لیکن ابو بکر کو آپ کی اس بے تابانہ اور مضطربانہ الحاج وزاری سے یقین آگیا کہ آپ کی دُعا مستجاب اور مقبول ہوئی، کما قال تعالیٰ:-

اَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ
وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ
خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ط ل

آیا وہ ذات کہ جو مضطر اور بیقرار کی دعا کو قبول کرتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کرتا ہے اور تم کو زمین میں صاحب تصرف بناتا ہے

غرض یہ کہ صدیق اکبر مقام رجا میں تھے اور آنحضرت ﷺ مقام خوف میں تھے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

شبہ یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ کی طرف سے فتح اور نصرت کا وعدہ تھا تو حضور پر نور کیوں اس درجہ مضطرب تھے۔

جواب

یہ ہے کہ حق جل شانہ کی طرف سے حق کی فتح و نصرت کا وعدہ مجمل تھا کوئی زمان و مکان اور کوئی واقعہ اور محل معین نہ تھا اور آنحضرت ﷺ کی نظر حق جل و علا کی شان بے نیازی پر تھی کہ وہ مالک مطلق ہے جو چاہے سو کرے۔ مقام ربوبیت کا ادب یہی ہے کہ باوجود وعدہ برحق کے اُس سے ڈرتا رہے اور یہ سمجھتا رہے کہ کوئی شئی کسی حال میں اس پر واجب نہیں بندہ کا کام مانگنے کا ہے وہ جو کچھ عطا فرمائے وہ اس کا فضل اور انعام ہے اور اگر وعدہ نصرت کا وقت معین بھی ہو تو اس میں یہ احتمال ہے کہ ممکن ہے کہ اس وعدہ کا وقوع اور تحقیق ایسے مخفی اسباب و شرائط پر معلق ہو جن سے اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت اور مصلحت کی بنا پر اپنے پیغمبروں کو بھی آگاہ نہ کیا ہو کما قال تعالیٰ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ط اللہ تعالیٰ پر یہ امر واجب نہیں کہ کسی واقعہ اور کسی وعدہ کے اسباب و شروط سے انبیاء کرام کو آگاہ کرے بسا اوقات حکمت بالغہ کا اقتضاء یہ ہوتا ہے کہ اصل حقیقت سر ملتوم رہے تاکہ بندہ کی فکر سے اللہ کی عظمت اور ہیبت اور شان لا ابالی او جہل نہ ہو جائے۔

اس لئے حضرات انبیاء کرام کا اس طرح کی والہانہ اور مضطربانہ دعا مانگنا۔ اس لئے انہیں ہوتا کہ ان کو وعدہ خداوندی پر وثوق نہیں ہوتا بلکہ خداوند ذوالجلال والابالی کا خوف ان پر غالب ہوتا ہے۔ (ماخوذ از مدارج النبوة)

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

سورة النمل آية ۶۲۔

کفاک مناشدتك ربك فانه
سینجزلك ما وعدك

بِسْمِ اللّٰهِ سے آپ کا یہ سوال کافی ہے تحقیق
وہ اپنے وعدہ کو ضرور پورا فرمائے گا۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَبَ
لَكُمْ اِنِّي مُمِدُّكُمْ بِالْفَيْ مِّنَ
الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفَيْنِ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ
اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ
ج وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
ط اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيْمٌ ۝ ۱

یاد کرو اس وقت کو کہ جب تم اللہ سے فریاد
کر رہے تھے پس اللہ نے تمہاری دعا قبول
کی کہ میں تمہاری ایک ہزار فرشتوں سے
مدد کروں گا جو یکے بعد دیگرے آنے والے
ہوں گے اور نہیں بنایا اللہ نے اس امداد کو
مگر محض تمہاری بشارت اور خوشخبری کے
لئے اور اس لئے کہ تمہارے دل مطمئن

ہو جائیں اور حقیقت میں مدد نہیں مگر اللہ کی جانب سے بے شک اللہ غالب اور

حکمت والا ہے۔

صحیح بخاری کی روایت میں ہے، آپ اس وقت عریش (چھتر) سے باہر تشریف لائے
اور زبان مبارک پر یہ آیت تھی۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ -
۱

عنقریب کافروں کی یہ جماعت شکست
کھائے گی اور پشت پھیر کر بھاگے گی۔

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ دعا مانگتے مانگتے آپ پر نیند طاری ہو گئی، تھوڑی دیر بعد
آپ بیدار ہوئے اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔

ابشريا ابابكر اتاك نصر الله
هذا جبريل اخذ بعنان فرسه
يقوده على ثناياه الغبار ۳

اے ابو بکر تجھ کو بشارت ہو تیرے پاس اللہ
کی مدد آگئی۔ یہ جبریل امین گھوڑے کی
باگ پکڑے ہوئے ہیں دانتوں پر ان کے
غبار ہے۔

۱۔ سورۃ انفال، آیت: ۱۰ ۲۔ سورۃ القمر، آیت: ۳۵ ۳۔ فتح الباری ج: ۷۔ ص: ۲۳۲۔ عیون الاثر۔ ج: ۱۔ ص: ۳۵۵

اہل اسلام کی امداد کے لئے آسمان سے فرشتوں کا نزول

اول حق تعالیٰ نے ایک ہزار اور پھر تین ہزار اور پھر پانچ ہزار فرشتے مسلمانوں کی امداد کے لئے اتارے۔

نکتہ: چونکہ اس جنگ میں کفار و مشرکین کے امداد کے لئے ابلیس لعین اپنا لشکر لے کر حاضر ہوا اس لئے حق جل و علا نے مسلمانوں کی امداد کے لئے جبریل و میکائیل و اسرافیل کی سرکردگی میں آسمان سے اپنے فرشتوں کا لشکر نازل فرمایا چونکہ شیطان خود سراقہ بن مالک کی شکل میں اور اس کے لشکر کے لوگ بنی مدج کے مردوں کی شکل میں ظاہر ہوئے (جیسا کہ دلائل بہتھی اور دلائل ابی نعیم میں ابن عباس رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے مروی ہے)۔

اسی وجہ سے فرشتے بھی مردوں ہی کی شکل میں نمودار ہوئے جیسا کہ علامہ سہلی اور امام قرطبی نے تصریح کی ہے۔

اور جن حضرات کی امداد اور اعانت کے لئے، آسمان سے فرشتے اترے وہ حضرات اگرچہ صورتہ انسان تھے مگر معنی فرشتے تھے اور بلاشبہ اس کا مصداق تھے۔

نقش آدم لیک معنی جبریل رستہ از جملہ ہواؤ قال وقیل

ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ (جو صحابہ بدرین میں سے ہیں) فرماتے ہیں کہ بدر کے دن فرشتے زرد رنگ کے عماموں میں اترے شملے مونڈھوں کے درمیان چھوڑے ہوئے تھے۔ (رواہ ابن جریر باسناد حسن) اور ایسا ہی ابن ابی حاتم نے زبیر بن عوام سے روایت کیا ہے اور زبیر رضی اللہ عنہ خود بھی بدر کے دن زرد عمامہ باندھے ہوئے تھے۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کے عماموں کا رنگ سیاہ تھا اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ سفید تھا۔

حافظ سیوطی فرماتے ہیں کہ صحیح روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عماموں کا رنگ زرد تھا سیاہ اور سفید رنگ کے بارے میں جس قدر بھی روایتیں ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔

نکتہ: عجب نہیں کہ فرشتوں کے عماموں کا رنگ زرد۔ مسلمانوں کے فرحت و مسرت کے لئے رکھا گیا ہو اس لئے کہ زرد رنگ کو دیکھ کر فرحت و مسرت ہوتی ہے کما قال تعالیٰ:

صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسْرٌ ۝ دیکھنے والوں کو فرحت اور مسرت بخشتا ہے
النَّاظِرِينَ ۝

الحاصل حق جل شانہ نے مسلمانوں کی امداد کے لئے فرشتوں کا لشکر آسمان سے نازل فرمایا۔ اول تو ملائکہ کا فقط نزول ہی موجب خیر و برکت تھا۔ جیسے غزوة حنین میں فقط ملائکہ کا نزول ہی فتح کا باعث ہوا۔ کما سیاتی انشاء اللہ تعالیٰ

دوسرا انعام حق تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ مسلمانوں کو روحانی طور پر تقویت پہنچائیں۔ کما قال تعالیٰ۔

اذِیُوحِیْ رَبُّكَ اِلَی الْمَلَائِکَةِ ۝ اس وقت کو یاد کرو کہ جب اللہ تعالیٰ
اِنِّیْ مَعَكُمْ فَبِئْسَ الَّذِیْنَ ۝ فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ
اٰمَنُوْا۔ ہوں پس تم اہل ایمان کو ثبات اور
استقامت میں قوت پہنچاؤ۔

جس طرح حق تعالیٰ نے شیطان کو دلوں میں وسوسے ڈالنے کی قدرت دی ہے اسی طرح ملائکہ مکر میں کو دلوں میں نیک باتوں کے القاء کی قدرت عطا فرمائی ہے جس کو لہمہ اور الہام کہتے ہیں۔ سو فرشتوں نے مسلمانوں کے دلوں میں خداوند ذوالجلال سے سرکشی کرنے والوں کے مقابلہ میں سرفروشی اور جانبازی کا القاء کیا کہ تم اللہ اور اس کے رسول سے بغاوت کرنے والوں کے مقابلہ میں ثابت قدم رہو نِعْمَ الْمَوْلٰی اور نِعْمَ النَّصِیْر تمہارا حامی اور مددگار ہے اور اس کے فرشتوں کا لشکر تمہاری پشت پناہی کے لئے حاضر ہے۔ پھر کیا فکر اور کیا غم ہے اور فتح و شکست کا مدار دلوں کی قوت اور ضعف پر ہے اس طرح مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کر دیا۔

تیسرا انعام حق تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ فرشتوں کو مسلمانوں کے دشمنوں سے جہاد اور قتال کا حکم دیا۔

چوتھا انعام یہ فرمایا کہ فرشتوں کو ان کا معین اور مددگار بنایا، اصل جہاد کرنے والے صحابہ تھے، فرشتے ان کے تابع تھے، جیسا کہ مدکم کا لفظ اس طرف اشارہ کرتا ہے۔

پانچوں انعام یہ فرمایا کہ کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈالا کما قال تعالیٰ
سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ۔

فرشتوں کو طریقہ جہاد و قتال کی تعلیم

فرشتوں کو چونکہ آدمیوں کے قتل کا طریقہ معلوم نہ تھا اس لئے حق تعالیٰ شانہ نے ان کو قتل کا طریقہ بتلایا۔

فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا ۖ اے فرشتو! پس مارو کافروں کی گردنوں پر
مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ۔ ۱ اور کات دو ان کے ہر پور کو۔

ربیع بن انس سے مروی ہے کہ بدر کے دن فرشتوں کے مقتولین انسانوں کے مقتولین سے علیحدہ طور پر پہچانے جاتے تھے۔ مقتولین ملائکہ کے گردنوں اور پوروں پر آگ کے سیاہ نشان تھے۔ (فتح الباری باب شہود الملائکہ بدر)

صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مسلمان مرد ایک مشرک کے پیچھے دوڑا اوپر سے ایک کوڑے اور سوار کی آواز سنائی دی کہ اے عین و ما کے بڑھے۔ اس کے بعد جو اس مشرک پر نظر پڑی تو دیکھتے کیا ہیں کہ وہ مشرک زمین پر چیت پڑا ہوا ہے۔ اس کی ناک اور چہرہ کوڑے کی ضرب سے پھٹ کر نیلا ہو گیا ہے۔

انصاری نے آکر یہ تمام واقعہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا آپ نے سن کر فرمایا تو نے سچ کہا۔ یہ تیسرے آسمان کی امداد تھی۔ ۲

صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے لئے یہ ارشاد فرمایا:

۱ سورۃ انفال، آیہ ۱۲
۲ حین و حضرت جبرئیل کے حضور۔ ۳ ماہنامہ ہے۔ ۴ ازرقانی ص ۲۱۶ ج ۱ فتح الباری ج ۱ ص ۲۳۲۔

یہاں جبرئیل آخذا برأس فرسہ یہ ہیں جبرئیل جو اپنے گھوڑے کی لگام
 علیہ اداة الحرب۔
 (بخاری شریف باب شہود الملائکہ بدار۔) آراستہ ہیں۔

سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بدر کے دن ہم نے یہ دیکھا کہ ہم میں کا
 کوئی شخص جب مشرک کی طرف اشارہ کرتا ہے تو قبل اس کے کہ تلوار اس تک پہنچے اس کا سر
 کٹ کر زمین پر گر جاتا ہے، حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اور ان کے
 تلمیذ بیہقی نے اور نیز ابو نعیم نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔

سہیل بن سعد راوی ہیں کہ ابو اسید نے مجھ سے یہ کہا کہ اے بھتیجے اگر میں اور تو بدر میں
 ہوتے تو میں تجھ کو وہ گھائی دکھلاتا جہاں سے فرشتے ہماری امداد کے لئے براہ ہوئے تھے
 جس میں کوئی شک اور شبہ نہیں (رواہ الطبرانی و فیہ سلامۃ بن روح وثقہ ابن حبان وضعفہ غیرہ
 لغفلۃ فیہ۔)

الحاصل جنگ بدر میں مسلمانوں کی امداد کے لئے آسمان سے فرشتوں کا نازل ہونا اور
 پھر مسلمانوں کے ساتھ ہو کر ان کا جہاد و قتال کرنا۔ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے صراحتاً
 ثابت ہے جس میں کسی کے انکار اور شبہ کی گنجائش نہیں۔

فرشتوں کا گھوڑوں پر سوار ہونا یہ بھی متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے بعض روایات
 میں ہے کہ ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ملائکہ نے سوائے بدر کے اور کسی اور موقع پر
 قتال نہیں کیا۔ ہاں مسلمانوں کی فقط تائید اور تقویت اور تکثیر جماعت اور سکینت و طمانیت
 کیلئے فرشتوں کا نازل ہونا دوسرے مواقع میں بھی ثابت ہوا ہے۔ مثلاً غزوة حنین میں ملائکہ
 کا نزول سورہ توبہ میں مذکور ہے، کما قال تعالیٰ:

وَأَنْزَلَ جُنُودَ أَلَمٍ تَرَوُهَا۔ اور ایسے لشکر اتارے جن کو تم نہیں دیکھتے
 تھے۔

مگر بخاری اور مسلم کی ایک حدیث میں غزوہ احد میں بھی جبریل و میکائیل کا قتال کرنا مذکور ہے لیکن وہ قتال تمام مسلمانوں کی طرف سے نہ تھا۔ صرف ذات بابرکات علیہ افضل الصلوٰات والتحیات کی حمایت و حفاظت کے لئے تھا۔

نکتہ: چونکہ یہ عالم۔ عالم اسباب ہے، اس لئے حق جل وعلانیٰ عالم اسباب کی رعایت سے۔ فرشتوں کو لشکر کی صورت میں مسلمانوں کی امداد کے لئے نازل فرمایا ورنہ ایک ہی فرشتہ سب کے لئے کافی تھا۔ اصل فاعل تو اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر اس عالم میں اس کی قدرت کا ظہور اسباب اور وسائط کے ذریعہ سے ہوتا ہے اس لئے عالم اسباب کے طریقے کے مطابق فرشتوں کا ایک لشکر مسلمانوں کی مدد کے لئے بھیجا۔

رسول اللہ ﷺ عریش سے باہر تشریف لائے اور جہاد و قتال کی ترغیب دی اور فرمایا کہ قسم اُس ذات پاک کی کہ جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے آج جو شخص صبر و تحمل اخلاص اور صدق نیت کے ساتھ اللہ کے دشمنوں سے سینہ سپر ہو کر جہاد کرے گا اور پھر اللہ کی راہ میں مارا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ضرور جنت میں داخل فرمائے گا۔

عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اس وقت کچھ کھجوریں تھیں جن کے کھانے میں مشغول تھے۔ یکا یک جب یہ کلمات طیبات ان کے کان میں پہنچے تو سنتے ہی بول اٹھے۔

بخ بخ انما بینی و بین ان ادخل
الجنة الا ان یقتلنی هؤلاء
واہ۔ واہ میرے اور جنت کے مابین فاصلہ
ہی کیا رہ گیا مگر صرف اتنا کہ یہ جھلو قتل
کر ڈالیں۔

اور کھجوریں ہاتھ سے پھینک دیں اور تلوار لے کر جہاد شروع کیا اور کرنا شروع کیا یہاں تک کہ شہید ہوئے، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
عوف بن حارث نے عرض کیا۔

الطہارۃ: ۲۲۵۔ فتح الباری، ج ۷، ص ۲۳۳۔ ۳۔ ابن ہشام۔ ج ۲، ص ۱۸۔ طبقات ابن سعد ج ۲، ص ۱۶۔ ۴۔ باپ کا نام حارث اور ماں کا نام عفرات ہے یعنی معاذ اور وہ ذاکر بھائی۔ ۱۲۔

یا رسول اللہ ما یضحک الربُّ ۱ یارسول اللہ پروردگار کو بندہ کی کیا چیز ہنساتی
من عبدہ ۱ ہے۔ یعنی خوش کرتی ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ بندہ کا برہنہ ہو کر خدا کے دشمن کے خون سے اپنے ہاتھ کو
رنگ دینا۔

عوف رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے یہ سنتے ہی زرہ اتار کر پھینک دی اور تلوار لے کر قتال شروع کیا
یہاں تک کہ شہید ہو گئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ابو جہل کی دعا اور لوگوں کو جنگ کے لئے جوش لانا

عتبہ اور شیبہ اور ولید کے قتل ہو جانے کے بعد۔ ابو جہل نے لوگوں کو یہ کہہ کر ہمت اور
جرات دلائی اور جنگ پر آمادہ کیا۔

اے لوگو۔ عتبہ اور شیبہ اور ولید کے قتل ہونے سے گھبراؤ نہیں ان لوگوں نے عجلت سے
کام لیا قسم ہے لات اور عزیٰ کی ہم اس وقت تک ہرگز واپس نہ ہوں گے جب تک ہم ان کو
رسیوں میں نہ باندھ لیں گے۔

اور اس کے بعد ابو جہل نے اللہ سے یہ دعا مانگی۔ اے اللہ ہم میں سے جو قرابتوں کا قطع
کرنے والا اور غیر معروف امور کا مرتکب ہو اس کو ہلاک فرما۔ اور ہم میں سے جو تیرے
نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو آج اس کو فتح اور نصرت دے۔

اس پر اللہ جل جلالہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَ رُؤْمُ الْفَتْحِ ۱ اگرتم فتح طلب کرتے تھے تو دیکھ لو تمہارے
وَأِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ط وَإِنْ ۱ سامنے فتح آگئی اب اگر آئندہ کو باز آگئے تو

یعنی جس امر سے بندہ کو خداوند ذوالجلال کی انتہائی رضامندی حاصل ہو۔ جس مقام پر خوشنودی کے ساتھ بشارت
و کرامت مسرت و محبت کا اظہار مقصود ہو وہاں بجائے رضا کے ضحک کا استعمال ہوتا ہے تاکہ انتہائی خوشنودی اور انتہائی
رضامندی اور غایت محبت پر دلالت کرے اس لئے کہ آقا سب اوقات اپنے خادم سے راضی ہوتا ہے۔

مگر اس کا اظہار نہیں کرتا ضحک کا لفظ خوشنودی اور اس کے اظہار دونوں پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ طلحہ بن براء
رضی اللہ عنہ کے حق میں حدیث میں آیا ہے۔

اللَّهُمَّ الْقَى طَلْحَةَ يَضْحَكُ الْيَكُ وَتَضْحَكُ ۱ اے اللہ طلحہ سے اس حال میں ملاقات فرما کہ وہ تجھ کو
دیکھ کر نئے اور تو اس کو دیکھ کر نئے۔

یعنی ایسی ملاقات فرما کہ جو انتہائی رضامندی اور انتہائی محبت کو ظاہر کرتی ہو۔ ضحک خداوندی کے یہ معنی ہیں خوب
سمجھ لو (روض الانف ص ۶۹ ج ۲)

تَعُوذُوا نَعُدْجَ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ
فِيئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ وَأَنَّ
اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

تمہارے لئے بہتر ہے اور تمہاری جماعت
ذرہ برابر تمہارے کام نہ آئیگی اگرچہ وہ
جماعت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔ اور تحقیق
اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

(اخرجہ ابن اسحاق والحاکم وصحیحہ والبیہقی عن عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر خصائص کبریٰ
ص ۳۰۳ ج ۱ ازاد المعاد ص ۸۹ ج ۲ وقال ابن کثیر۔ اخرجہ الامام احمد والنسائی ورواہ الحاکم ثم قال
صحیح علی شرط الشيخین ولم یخرجاہ۔ البدلیہ والنہلیہ ص ۲۸۲ ج ۳)

دلائل بیہقی اور دلائل ابی نعیم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو جہل کی دعاء
کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا۔ اے پروردگار
اے (خداخواستہ) یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر زمین میں کبھی تیری پرستش نہ ہوگی۔ ایک طرف
ابو جہل دعا مانگ رہا تھا اور دوسری طرف آنحضرت ﷺ مشغول دعا تھے اس کے بعد
فریقین میں گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی۔ اس وقت اس حضرت ﷺ عیش (چہرے)
سے باہر تشریف لائے اور صحابہ کو جہاد و قتال کی ترغیب دی اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص خدا کی
راہ میں مارا جائے گا، حق تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

بعد ازاں آنحضرت ﷺ نے جب نیل امین کے اشارت سے ایک مشت خاک
لے کر مشرق میں کے چہروں پر پھینک ماری اور صحابہ کو حکم دیا کہ کافروں پر حملہ کرو مشرق میں
کوئی بھی ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ اور ناک اور منہ میں یہ مٹی نہ پھینکی ہو۔

خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس مشت خاک میں کیا تاثیر تھی کہ اس کے پھینکنے ہی دشمن بھاگ
اٹھے، اسی بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ
اللَّهَ رَمَى ۝

اور نہیں پھینکی وہ مشت خاک آپ نے جس
وقت کہ آپ نے پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی۔

۱۹۔ سورة الفخال، آیت ۱۹۔ ۲۰۔ زرقانی۔ ج ۱ ص ۲۲۰۔ تاریخ ابن الاثیر ج ۲ ص ۲۰۰۔ ۲۱۔ مشت خاک کے
پھینکنے کا واقعہ بطور اہل میں حکیم ابن حزام اور عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے جو فاطمی فرماتے ہیں۔ حکیم ابن حزام کی
روایت کی سند حسن ہے اور ابن عباس کے روایت کے رجال۔ بخاری کے رجال ہیں۔ مجمع الزوائد ص ۸۲ ج ۱
۲۰۔ سورة الفخال، آیت ۲۰۔

یعنی ظاہراً اگرچہ آپ نے ایک مٹھی خاک کی پھینکی لیکن ایک ہزار لشکر جزا کے ہر فرد کی آنکھ اور ناک میں اُس مُشتِ خاک کے ریزوں کا پہنچانا آپ کا کام نہ تھا بلکہ یہ اللہ کا کام اور اس کی قدرت کا ایک کرشمہ تھا۔

جب جنگ کی شدت ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ شاہت الوجوہ (یہ چہرے خراب ہوئے) پڑھ کر ایک مٹھی سنگریزے قریش کی طرف پھینکے اور صحابہ کو حملہ کا حکم دیا۔ ایک لمحہ کی مہلت اور ایک لحظہ کا وقفہ نہ گزرا کہ اعداء اللہ کے چہروں پر حسی اور معنوی ذلت کا غبار چھا گیا اور آنکھیں ملنے لگے۔ ادھر مسلمانوں نے دھاوا بول دیا۔ ابن شہاب زہری اور عروہ بن الزبیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مُشتِ خاک کی عجب شان بنائی ہر شخص سرنگوں اور حیران تھا کہ کہاں اور کدھر جائے۔

مُشتِ خاک کا پھینکنا تھا کہ کفار کا تمام لشکر سراسیمہ ہو گیا اور بڑے بڑے بہادر اور جانباز قتل اور قید ہونے لگے اور مسلمان، خدا کے دشمنوں کے قتل کرنے اور گرفتار کرنے میں مشغول ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ عریش میں تشریف فرما تھے اور سعد بن معاذ دروازہ پر تلوار لے کر ذاتِ قدسی صفات اور ملکی سمات علیہ افضل الصلوات والتحيات کی حفاظت کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ صحابہ قریش کو گرفتار کرنے میں مشغول ہیں۔ اور سعد بن معاذ کے چہرہ پر ناگواری کے آثار اس درجہ نمایاں ہیں، کہ گویا کرہتہ اور ناگواری کوئی محسوس شئی ہے جو سعد کے چہرہ میں رکھی ہوئی نظر آتی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے سعد غالباً تجھ کو قریش کا گرفتار کرنا۔ ناگوار ہے۔ سعد نے عرض کیا۔

اجل والله يا رسول الله ۱ ہاں۔ خدا کی قسم یا رسول اللہ یہ پہلا حادثہ
كانت اول وقعة اوقعها الله ۲ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اہل شرک پر نازل
تعالیٰ باهل الشرك فكان ۳ فرمایا میرے نزدیک خدا کے ساتھ شرک
الاثخان في القتل احب الي ۴ کرنے والوں کا قتل اور خونریزی ان کے

۱۔ یہ ترجمہ کلمہ فاکا ہے اس لئے کہ روایات میں یہ الفاظ آئے ہیں:-

فولوا امد برين اور فانهم مو اور کلمہ فاکا باجماع ائمہ نحو۔ تعقیب بلا مہلت کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم ۱۲

من استبقاء الرجال۔ زندہ چھوڑنے سے کہیں زیادہ محبوب ہے۔
(سیرۃ ابن ہشام ص ۱۸ ج ۲)

جن کے قلوب حق جل و علا کی توحید و تفرید سے لبریز ہو چکے ہوں ان کے دلوں میں خدا کے ساتھ شرک کرنے والوں کے لئے کہاں گنجائش ہو سکتی ہے۔
نیز مخلوق باخلاق اللہ کا اقتضاء بھی یہی ہے کہ شرک کو معاف نہ کیا جائے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا۔
تحقیق اللہ تعالیٰ شرک معاف نہیں کرتا البتہ جو گناہ شرک سے کم درجہ کا ہو اس کو معاف کر دیتا ہے جس کے لئے چاہے اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے اس نے بڑے ہی جرم کا ارتکاب کیا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پیشتر ہی یہ ارشاد فرمایا تھا کہ کچھ لوگ بنی ہاشم اور دیگر قبائل کے رضاء اور رغبت سے نہیں بلکہ قریش کے محض جبر اور اکراہ سے آئیں ہیں۔ ان کو قتل نہ کیا جائے۔ ہمیں ان سے قتل و قتال کی ضرورت نہیں لہذا تم میں سے جو شخص ابوالبختری بن ہشام اور عباس بن عبدالمطلب کو پائے تو قتل نہ کرے اس لئے صحابہ بجائے قتل کے ان لوگوں کی گرفتاری کے درپے رہے۔

چنانچہ مجذربن زیاد انصاری نے جب ابوالبختری کو دیکھا تو کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو تیرے قتل سے منع کیا ہے۔

ابوالبختری ۲ کے ساتھ ایک رفیق تھا جو منہ سے اس کے ساتھ آیا تھا جس کا نام بحدادہ بن ملخہ تھا۔ ابوالبختری نے کہا میرا رفیق بھی مجذربن زیاد تھا۔ ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم ہم تیرے رفیق کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتے، رسول اللہ ﷺ نے ہم کو صرف تیرے بابت حکم دیا ہے ابوالبختری نے کہا خدا کی قسم یہ مجھ سے ممکن نہیں کہ میں اپنے ساتھی کو چھوڑ دوں۔ کل کو منہ کی

۱۔ سورۃ نساء، آیہ ۲۸۔
۲۔ ابویہ ابوالبختری اگرچہ مشرف باسلام نہ ہوئے لیکن منہ میں آپ سے حامی اور مددگار رہے۔ آنحضرت ﷺ کو ابوالبختری کی طرف سے کبھی کوئی ناگواری پیش نہیں آئی۔ اور مقابلہ اور نظامانہ صحیفہ کے اقتضائے میں پیش قدمی کی ۱۲ آیہ ۱۵ ج ۲ البدریہ والنہایہ ص ۲۸۵ ج ۲

عورتیں مجھ کو یہ طعنہ دیں گی کہ فقط اپنی جان بچانے کے لئے اپنے رفیق کو چھوڑ دیا۔ اور یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ کے لئے آگے بڑھا۔

لَنْ يُسْلِمَ ابْنُ حُرَّةَ زَمِيلَهُ | حتى يموت اویری سبیلہ

ایک شریف زادہ اپنے رفیق کی اعانت اور دستگیری سے کبھی دستکش نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ مر جائے یا اپنا راستہ دیکھے۔

ابوالبختری کا مقابلہ پر آنا تھا کہ مجذربرضی اللہ عنہ کی تلوار نے کام تمام کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

والذی بعثک بالحق لقد جھدت ان یستاسر فأتیک بہ فابی الا ان یقاتلنی ققاتلته فقتلته

قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا البتہ تحقیق میں نے پوری کوشش کی کہ ابوالبختری قید ہو جائے اور میں اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں لیکن وہ نہ مانا یہاں تک مقاتلہ اور مقابلہ کیا تو میں نے اس کو قتل کر دیا۔

امیہ بن خلف اور اس کے بیٹے کا قتل

امیہ بن خلف رسول اللہ ﷺ کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھا جس وقت جنگ بدر کا کوئی وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اس وقت سعد بن معاذ کی زبانی مکہ ہی میں اپنے قتل کی پیشین گوئی سن چکا تھا۔ اس لئے بدر کے موقع پر جنگ میں شریک ہونے سے جان چراتا ابو جہل نے یہ کہہ کر

أَدْرِ كُوا عَيْرَ كُمْ | اپنے تجارتی قافلہ کی خبر لو (یعنی قافلہ ابی سفیان کی)

لوگوں کو جنگ کے لئے آمادہ کیا امیہ نے پہلو تہی کی۔ ابو جہل نے کہا اے ابو صفوان

آپ اس وادی کے سردار ہیں، آپ کی پہلو تہی کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی پہلو تہی کریں گے۔ ابو جہل برابر اصرار کرتا رہا۔ اُمیہ جب مجبور ہو گیا تو یہ کہا کہ خدا کی قسم میں ایک نہایت عمدہ بہادر تیز رو اونٹ خریدوں گا تاکہ جب موقع ملے تو راستہ ہی سے واپس آ جاؤں اور اپنی بیوی اُم صفوان سے جا کر کہا کہ سفر کا سامان تیار کر دے۔ ام صفوان نے کہا کیا تم کو اپنے بیٹری بھائی کا قول (کہ تم محمد ﷺ کے اصحاب کے ہاتھ سے مارے جاؤ گے) یاد نہیں رہا۔ اُمیہ نے کہا کیوں نہیں، خوب یاد ہے میرا ارادہ جانے کا نہیں تھوڑی دور تک ساتھ جاتا ہوں اور پھر موقع پا کر واپس ہو جاؤں گا، اسی طرح تمام منزلیں طے کرتا ہوا بدر تک پہنچ گیا۔ (بخاری شریف باب من یقتل بدر۔ ۱)

جب بدر کے میدان میں آیا تو بلال رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی جن کو اُمیہ مکہ میں گرم پتھروں پر لٹایا کرتا تھا۔ بلال نے اُمیہ کو دیکھتے ہی انصار کو لگا کر۔

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، زمانہ جاہلیت سے اُمیہ کے دوست تھے، وہ یہ چاہتے تھے کہ اُمیہ قتل نہ ہو بلکہ گرفتار اور اسیر ہو جائے (شاید اللہ تعالیٰ اس بہانہ سے اس کو ہدایت نصیب فرمائے اور ہمیشہ کے عذاب سے نجات پائے)

عبدالرحمن بن عوف رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کے ہاتھ میں کچھ زر ہیں تمہیں جو کافروں سے چھینی تھیں۔ ان کو تو زمین پر ڈال دیا اور اُمیہ اور اس کے بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ بلال نے دیکھ کر آواز دی پکڑو کفر کے سردار اُمیہ کو نہ بچوں میں اگر اُمیہ بچ جائے۔ انصار یہ آواز سنتے ہی دوڑے۔ حضرت عبدالرحمن نے اُمیہ کے بیٹے کو آگے کر دیا انصار نے اس کو قتل کر دیا اور اُمیہ کی طرف دوڑے عبدالرحمن رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ اُمیہ کے اوپر لیٹ گئے مگر انصار نے اسی حالت میں پیروں کے نیچے سے تلواریں چلا کر اُمیہ کو قتل کیا جس سے عبدالرحمن کے پیر پر زخم آیا اور مدتوں تک اس زخم کا نشان باقی رہا۔

عبدالرحمن بن عوف فرمایا کرتے تھے خدا بلال پر رحم فرمائے میری زر ہیں بھی گئیں اور میرے قیدی بھی ہاتھ سے گئے (صحیح بخاری کتاب الوکالۃ)

ابو جہل عدو اللہ۔ فرعونِ امتِ رسول اللہ کا قتل

عبدالرحمن بن عوف فرماتے ہیں کہ میں بدر کے دن صف میں کھڑا تھا اچانک نظر جو پڑی تو دیکھتا کیا ہوں کہ میرے دائیں بائیں انصار میں کے دونو جوان ہیں۔ اس لئے مجھ کو اندیشہ ہوا (کہ لوگ آکر جھکودو لڑکوں کے درمیان کھڑا دیکھ کر نہ آگھیریں)

اسی خیال میں تھا کہ ایک نے آہستہ سے کہا اے چچا جھکود ابو جہل دکھاؤ کہ کونسا ہے میں نے کہا اے میرے بیٹے ابو جہل کو دیکھ کر کیا کرو گے اس نو جوان نے کہا میں نے اللہ سے یہ عہد کیا ہے کہ اگر ابو جہل کو دیکھ پاؤں تو اس کو قتل کر ڈالوں، یا خود مارا جاؤں اس لئے کہ مجھ کو خبر ملی ہے کہ ابو جہل رسول اللہ ﷺ کو سب و شتم کرتا ہے۔ قسم ہے اس ذابچہ پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر اس کو دیکھ پاؤں تو میرا سایہ اس کے سایہ سے جدا نہ ہوگا یہاں تک کہ ہم میں سے جس کی موت پہلے مقدر ہو چکی ہے نہ مر جائے۔

اُن کی یہ گفتگو سن کر دل سے یہ آغزو جاتی رہی کہ کاش میں بجائے دو لڑکوں کے دو مردوں کے مابین ہوتا میں نے اشارہ سے ابو جہل کو بتایا سنتے ہی۔ شکرے اور باز کی طرح ابو جہل پر دوڑے اور اس کا کام تمام کیا۔ (بخاری شریف کتاب الجہاد باب من لم یتخمس الاسلاب، و بخاری شریف جلد دوم باب غزوة بدر)

یہ دونو جوان عفراء کے بیٹے امعاذ اور معوذ تھے۔

عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن ابی بکر بن حزم۔ معاذ بن عمرو بن الجموح سے راوی ہیں کہ میں ابو جہل کی تاک میں تھا۔ جب موقع پڑا تو اس زور سے تلوار کا وار کیا کہ ابو جہل کی ٹانگ کٹ گئی۔

ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے (جو فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے) باپ کی حمایت میں

صحیح بخاری کی روایت جو غزوة بدر کے بیان میں مذکور ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اور معوذ عفراء کے بیٹے ابو جہل کے قاتل تھے لیکن کتاب الجہاد کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن الجموح تھے۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ عفراء کے بیٹوں کے ساتھ معاذ بن عمرو بن الجموح بھی شریک قتل تھے بلکہ معاذ بن عمرو بن الجموح ہی نے قتل میں زیادہ حصہ لیا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے سلب معاذ بن عمرو بن الجموح ہی کو دلویا۔

(کذافی فتح الباری ص ۲۳۰ ج ۷ غزوة بدر فتح الباری ص ۶۶ من لم یتخمس الاسلاب و زرقانی ص ۲۲۸ ج ۱)

معاذ کے شانہ پر اس زور سے تلوار ماری کہ ہاتھ کٹ گیا لیکن تسمہ لگا رہا ہاتھ بیکار ہو کر لٹک گیا مگر سبحان اللہ معاذ شام تک اسی حالت میں لڑتے رہے۔ جب ہاتھ کے لٹکنے سے تکلیف زیادہ ہونے لگی تو ہاتھ کو قدم کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا کہ وہ تسمہ علیحدہ ہو گیا۔ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے۔ مگر معوذ بن عفراء ابو جہل سے فارغ ہو کر لڑائی میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ جام شہادت نوش فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

فتح کے بعد ابو جہل کی لاش کی تلاش

ابو جہل اگرچہ زخمی خوب ہو چکا تھا لیکن زندگی کی رمت ابھی کچھ باقی تھی۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن فرمایا کہ ہے کوئی کہ ابو جہل کی خبر لائے۔ عبد اللہ بن مسعود رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے جا کر لاشوں میں تلاش کیا، دیکھا کہ ابھی اس میں کچھ رمت باقی ہے۔

یہ بخاری کی روایت ہے۔ ابن اسحاق اور حاکم کی روایت میں ہے کہ ابن مسعود رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے ابو جہل کی گردن پر پیر رکھ کر یہ کہا۔

اخزاک اللہ یا عدو اللہ
ذلیل اور رسوا کیا تجھکو اللہ نے اے اللہ کے
دشمن۔

اور بعد ازاں اُس کا سر کاٹا اور رسول اللہ ﷺ کے قدموں پر لاکر ڈال دیا اور یہ عرض کیا:
ہذا راس عدو اللہ ابی جہل! یہ سر ہے اللہ کے دشمن ابو جہل کا۔
آپ ﷺ نے فرمایا:

اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ۔
قسم ہے اُس خدا کی جس کے سوا کوئی خدا
نہیں کیا یہ ابو جہل ہی کا سر ہے۔

میں نے عرض کیا:

نعم واللہ الذی لا الہ غیرہ
ہاں قسم ہے اُس خدا کی جس کے سوا کوئی
معبود نہیں یہ ابو جہل ہی کا سر ہے۔

ابو جہل کا سر کاٹا اور رسول اللہ ﷺ کے قدموں پر لاکر ڈال دیا اور یہ عرض کیا: ہذا راس عدو اللہ ابی جہل! یہ سر ہے اللہ کے دشمن ابو جہل کا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نعم واللہ الذی لا الہ غیرہ۔ ہاں قسم ہے اُس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ ابو جہل ہی کا سر ہے۔

آپ نے اللہ کا شکر کیا اور تین مرتبہ زبان مبارک سے یہ فرمایا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي اعز الاسلام ﴿ حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے اسلام
وَأَهْلَهُ ۱﴾ کو اور اسلام والوں کو عزت بخشی۔

بعض روایات میں ہے کہ آپ نے سجدہ شکر بھی ادا فرمایا (عمدة القاری باب قتل ابی جہل)

اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے (اس شکر یہ میں) ایک دو گانہ پڑھا۔ (رواہ

ابن ماجہ عن عبد اللہ بن ابی اوفی رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ) ۲۔

ایک روایت میں عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ میں ابو جہل کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ

گیا ابو جہل نے آنکھیں کھولیں اور کہا اے بکریوں کے چرانے والے البتہ تو بہت اونچے

مقام پر چڑھ بیٹھا ہے۔ میں نے کہا۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي مَكَّنِي مِنْ ﴿ حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ کو یہ
ذَلِكَ ۱﴾ قدرت دی۔

پھر کہا کس کو فتح اور غلبہ نصیب ہوا میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو، پھر کہا تیرا کیا

ارادہ ہے میں نے کہا تیرا سر قلم کرنے کا۔ کہا کہ اچھا یہ میری تلوار ہے اس سے میرا سر کاٹنا یہ

بہت تیز ہے تیری مراد اور مدعا کو جلد پورا کرے گی اور دیکھو میرا سر شانوں کے پاس سے کاٹنا

تا کہ دیکھنے والوں کی نظروں میں مہیب (بیتناک) معلوم ہو۔

اور جب محمد (ﷺ) کی طرف واپس ہو تو میرا یہ پیام پہنچا دینا کہ میرے دل میں بہ

نسبت گزشتہ کے آج کے دن تمہاری عداوت اور بغض کہیں زیادہ ہے ابن مسعود فرماتے ہیں

کہ بعد ازاں میں نے اس کا سر قلم کیا اور لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا

یا رسول اللہ یہ اللہ کے دشمن ابو جہل کا سر ہے اور اس کا پیام پہنچایا۔ آپ نے اللہ اکبر کہا۔ اور فرمایا

کہ یہ میرا اور میری امت کا فرعون تھا جس کا شر اور فتنہ موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کے شر اور فتنہ

سے کہیں بڑھ کر تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے فرعون نے مرتے وقت تو ایمان کا کلمہ پڑھا مگر اس

امت کے فرعون نے مرتے وقت بھی کفر اور تکبر ہی کے کلمات کہے اور ابو جہل کی تلوار ابن

مسعود رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کو عطا فرمائی۔ (کذافی شرح السیر الکبیر الامام السرخسی ج ۷ ص ۲)

یعنی جس طرح نبی اکرم ﷺ فضائل و کمالات میں تمام انبیاء و مرسلین (صلوات اللہ علیہم اجمعین) سے افضل و برتر تھے۔ اسی طرح آپ کی امت کافر عوں تمام اُمم کے فراعنہ سے کفر اور شقاوت میں بڑھ کر تھا کہ مرتے وقت بھی اُس کی آنکھ نہ کھلی اور سکرات موت نے بھی اس کے کفر اور تکبر کو متزلزل نہ کیا بلکہ کفر اور تکبر میں اور اضافہ ہو گیا۔ (اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلک آمین)

(نکتہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس رات رسول اللہ ﷺ نے جنات کی طرف جانے کا قصد فرمایا تو یہ ارشاد فرمایا:

لیقیم معی من لم یکن فی قلبہ
مشقال ذرۃ من کبر فقام ابن
مسعود فحملہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مع نفسه
(بنیہ شرح البدایۃ للکافی فی المعنی ص ۲۸۶ ج ۱) اپنے ہمراہ لے گئے۔

عجب نہیں کہ ابو جہل کے آخری قتل کی سعادت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس لئے حاصل ہوئی ہو کہ یہ اللہ کے خاص بندے تھے جن کا قلب تکبر اور غرور کے شوائب سے پاک اور منزہ تھا اور ابو جہل غرور مجسم اور سرِ پاپا تکبر تھا جس کے قلب میں جزا تجزی کے مقدار بھی تواضع کا نام و نشان نہ تھا۔

اس لئے ابو جہل کا قتل حق جل و علا نے ایسے مبارک اور مسعود شخص کے ہاتھ سے مقدر فرمایا کہ جو اللہ کا ایسا خاص بندہ ہو کہ جس کے قلب میں ذرہ برابر بھی غرور اور تکبر نہ ہو، واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم رضی اللہ تعالیٰ عن عبد اللہ بن مسعود وارضاه و جزاہ عن الاسلام ما سبہ و یرضاه آمین

(فائدہ)۔ ابو جہل ۲ کا اصلی لقب ابو الحکم تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو جہل کا لقب

۱۔ شاید اسی وجہ سے عبد سہی باور تا بعین میں جب بلا کسی قید اور نسبت سے عبد مند بولا جاتا تھا تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اذ نے جانتے تھے۔ ان میں عبدیت ہی ایک خاص شاخصی تھی۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۔ ابو جہل میں لفظ ابو مضاف ہے اور جہل مضاف الیہ اور کفرہ ہے جس میں کسی قسم کی بعین نہیں اس لئے اس کی تشریح جہل مطلق سے نظر سے کرینی لینی ۱۲۔

عطا فرمایا۔ (فتح الباری باب ذکر النبی ﷺ من یقتل بدر) یعنی جہل مطلق کا باپ اور مرہی جب تک زندہ رہا اس وقت تک برابر اس سے ہر قسم کی جہالت کا تو والد اور تناسل ہوتا رہا۔

عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہما کی لڑتے لڑتے تلوار ٹوٹ گئی، آپ نے ایک چھڑی مرحمت فرمائی جو عکاشہ کے ہاتھ میں جاتے ہی تیغ براں بن گئی اسی سے قتال کیا یہاں تک کہ اللہ نے فتح دی۔ اس تلوار کا نام ”عمون“ تھا۔ ہر غزوہ میں یہ تلوار ساتھ رہتی۔ ۲

عبیدہ بن سعید بن العاص۔ بدر کے دن غرق آہن تھا سوائے آنکھوں کے کوئی شئی دکھلائی نہیں دیتی تھی۔ حضرت زبیر نے تاک کر اس کی آنکھ میں ایسا نیزہ مارا کہ پار ہو گیا۔ اور وہ فوز اہی مر گیا۔ حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے اوپر پیر رکھ کر پوری قوت کے ساتھ نیزہ کھینچا تب نکلا لیکن اس کے کنارے ٹیڑھے ہو گئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے بطور یادگار اس نیزہ کو حضرت زبیر سے مانگ لیا۔ آپ کی وفات کے بعد ابو بکر کے پاس رہا، پھر حضرت عمر اور پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی اور پھر عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے پاس رہا۔

معرکہ بدر میں حضرت زبیر کے زخم آئے ایک زخم شانہ پر اس قدر گہرا آیا کہ عروہ بن زبیر بچپن میں اس زخم میں انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ عبد الملک بن مروان نے عروہ بن الزبیر سے کہا تم زبیر کی تلوار پہچانتے ہو۔

ایک مرتبہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ستر ہزار آدمی میری امت کے جنت میں بلا حساب و کتاب داخل ہوں گے چہرے ان کے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے عکاشہ رضی اللہ عنہ سنتے ہی کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ سے دعا فرمائیے کہ اللہ مجھ کو انھیں لوگوں میں سے بنائے آپ نے فرمایا تو انھیں میں سے ہے، اس پر انصار میں کا ایک اور شخص کھڑا ہوا اور اس نے بھی یہی درخواست کی آپ نے ارشاد فرمایا۔ عکاشہ سبقت لے گیا۔ (بخاری شریف)

مقصود نفی نہ تھی کہ تو ان ستر ہزار میں سے نہیں بلکہ سوالات کے سلسلہ کو ختم کرتا تھا، فافہم ذلک واستقم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب طلحہ بن خویلد اسدی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور صدیق اکبر نے خالد بن الولید کو اس فتنہ کے استیصال کے لئے روانہ فرمایا اس میں حضرت عکاشہ بھی شریک تھے کے طلحہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے

عروہ نے کہا۔ ہاں۔ عبد الملک نے کہا کس طرح۔ عروہ نے کہا۔ اس میں بدر کے دن
دندانے پڑ گئے تھے عبد الملک نے کہا سچ کہتے ہو۔ اور تائید کے لئے یہ مصرع پڑھا:
بھن فلول من قراع الکتائب۔ ان تلواروں میں دندانے ہیں بڑے بڑے
(صحیح بخاری غزوہ بدر) لشکروں کے مارنے سے۔

اسیرانِ بدر

بھم اللہ فتح مبین پر لڑائی کا خاتمہ ہوا قریش کے ستر آدمی قتل اور ستر گرفتار اور اسیر
ہوئے مقتولین کی لاشوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے بدر کے کنویں میں ڈالنے کا حکم دیا
مگر امیہ بن خلف کہ اس کی لاش اس قدر پھول گئی تھی کہ جب زرہ نکالنے کا ارادہ کیا تو اس کی
لاش کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اس لئے وہیں مٹی میں دبا دی گئی۔
جب عقبہ بن ربیعہ کی لاش کنویں میں ڈالی جانے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ
عقبہ کے بیٹے ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر حزن اور ملال کے آثار ہیں۔ آپ نے فرمایا
اے ابو حذیفہ کیا باپ کی اس حالت کو دیکھ کر تیرے دل میں کچھ خیال نر رہا ہے۔ ابو حذیفہ
نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا کی قسم کوئی خیال نہیں، صرف اتنی بات ہے کہ میرا باپ صاحب
رانے اور حلیم اور بردبار اور صاحب فضل تھا، اس لئے امید تھی کہ یہ ہم و فرست اسلام کی طرف
رہنمائی کرے گی لیکن جب اس کو کفر پر مرتے دیکھا تو رنج ہوا رسول اللہ ﷺ نے ابو
حذیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

مقتولین بدر کی لاشوں کا کنویں میں ڈلوانا

انس بن مالک ابو طلحہ سے راوی ہے کہ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ نے چوبیس

ایسی کہ صحیح بخاری میں براہ بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اور یہی
صحیح ہے اس لئے کہ اس پر تمام اہل سیر کا اتفاق ہے کہ جب غزوہ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے تو اس وقت حق تعالیٰ
نے مسلمانوں کی تسلی کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔ اولما اصابکم مصیبة قد اصابتم مثلہا (سجۃ الباری ص
۲۳۸ ج ۱ باب من فضل من شہد بدر کے ایک باب بعد۔ فائیم۔ ۲۳۲ ج ۱ اس ۲۳۲۔ ۳ مقتول تو
ستر ہوئے تھے لیکن اس کنویں میں صرف چوبیس ہی لاشیں ڈالی گئیں باقی مقتول کی اور جسد چھوڑ دینے سے (صحیح الباری ص
۲۳۲ ج ۱ باب من فضل من شہد بدر)۔

سرداران قریش کی لاشوں کے متعلق ایک نہایت خبیثہ ناپاک اور گندہ کنویں میں ڈالنے کا حکم دیا، کنویں میں جو ڈالے گئے وہ سردار کفار تھے اور باقی مقتولین کسی اور جگہ ڈلوادئے گئے۔

اور آپ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جب آپ کسی قوم پر غلبہ اور فتح پاتے تو تین شب وہاں قیام فرماتے۔ اسی عادت کے مطابق جب تیسرا روز ہوا تو آپ نے سواری پر زین کسے کا حکم دیا حسب الحکم پھر آپ چلے اور صحابہ آپ کے پیچھے چلتے تھے۔ صحابہ کو یہ خیال تھا کہ شاید کسی ضرورت کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں، یہاں تک کہ آپ اُس کنویں کے کنارے پر جا کھڑے ہوئے اور نام بنام فلاں بن فلاں کہہ کر آواز دی اور یا عتبہ اور یا شیبہ اور یا امیہ اور یا ابا جہل اس طرح نام لے کر پکارا اور یہ فرمایا تم کو یہ لہجہ نہ معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے تحقیق جس چیز کا ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا ہم نے اُس کو حق پایا کیا تم نے بھی اپنے رب کے وعدہ کو حق پایا۔

یہ بخاری کی روایت ہے۔ ابنِ اسحاق کی روایت میں اس قدر اور اضافہ ہے، اے گڑھے والو تم اپنے نبی کے حق میں بہت بُرا قبیلہ تھے۔ تم نے مجھ کو جھٹلایا اور لوگوں نے میری تصدیق کی تم نے مجھ کو نکالا۔ اور لوگوں نے ٹھکانہ دیا۔ تم نے مجھ سے قتال کیا اور لوگوں نے میری مدد کی۔ امین کو تم نے خائن بتلایا۔ اور صادق کو کاذب کہا۔ اللہ تم کو ہری جزادے بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ بے جان لاشوں سے کلام فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میرے کلام کو تم ان سے زیادہ نہیں سنتے مگر وہ جواب نہیں دے سکتے۔
حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک طویل قصیدہ میں فرماتے ہیں:

ینادیہم رسول اللہ لما
قد فناہم کباکب فی القلب

ایمان طہارۃ ہے اور کفر نجاست ہے۔ لقولہ تعالیٰ۔ انما المشرکون نجس۔ اہل شرک کی لاشوں کے لئے ایسا ہی کنواں مناسب تھا۔ کفر کی جنابت، ایمان ہی کے غسل سے زائل ہو سکتی ہے۔ کفر عالم غیب میں حدث اکبر ہے۔ اور ایمان طہارت کبریٰ بمنزلہ غسل کے ہے اور کفر کے تمام شعبے یعنی معاصی اور ذنوب بمنزلہ حدث اصغر کے ہیں اور ایمان کے تمام شعبے یعنی طاعات طہارت صغریٰ بمنزلہ وضو کے ہیں۔ فافہم ۱۲ مقصل بحت انشاء اللہ العزیز حجۃ الوداع کے بیان میں آئے گی۔ (واللہ الموفق وہو المستعان) ۲ زرقانی، ج: ۱، ص: ۲۳۳۔ البدلیۃ والنہلیۃ۔ ج: ۳، ص: ۲۹۲

جب ہم نے ان کی جماعتوں کو کنویں میں پھینک دیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو آواز دی

الم تجدوا کلامی کان حقا ! و امر اللہ یاخذ بالقلوب

کیا تم نے میری بات کو حق نہیں پایا اور اللہ تعالیٰ دلوں کا مالک ہے۔

فما نطقوا ولو نطقوا لقالوا ! صدقت و کنت ذارأی مصیب

پس کوئی جواب نہیں دیا اور اگر بالفرض جواب دیتے تو یہی کہتے کہ آپ نے سچ کہا اور

آپ ہی کی رائے صائب اور درست تھی۔

(فائدہ) ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الجملہ میت بھی سنتا ہے جمہور صحابہ

و تابعین کا یہی مسلک ہے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سماع موتی کی منکر نہیں۔ تفصیل کے لئے

کتب حدیث کی مراجعت کی جائے اور مدارج النبوة کی بھی مراجعت کریں۔

فتح کی بشارت کے لئے مدینہ منورہ کا صدر روانہ کرنا

بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے اس فتح مبین کی بشارت اور خوشخبری سنانے کے لئے

مدینہ منورہ کا صدر روانہ فرمائے اہل عالیہ کی طرف عبداللہ بن رواحہ کو اہل سافلہ کی طرف زید

بن حارثہ کو روانہ فرمایا۔

اسامۃ بن زید فرماتے ہیں کہ یہ بشارت اس وقت ہمارے کانوں میں پہنچی جس وقت

کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحب زادی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو مٹی دے رہے تھے۔ ان کی تیمارداری کے لئے حضور پر نور عثمان

غنی کو مدینہ چھوڑ آئے تھے اسی وجہ سے حضرت عثمان بدر میں شریک نہ ہو سکے، مگر چونکہ یہ

تخلف حضور پر نور کے حکم سے تھا اس لئے حضرت عثمان حدنا بدر میں شاریے کے میں نے

دیکھا کہ زید بن حارثہ کو لوگ گھیرے ہوئے ہیں اور زید متصل پر کھڑے ہوئے یہ جہ رتبہ

ہیں مارا گیا عقبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ابو جہل بن ہشام اور زمعہ بن الاسود اور

ابو البختری بن ہشام اور امیہ بن خلف اور نبیہ اور منبہ پس ان حجاج۔

میں نے کہا اے باپ کیا یہ خبر سچ ہے زید نے کہا۔ ہاں خدا کی قسم بالکل حق ہے۔

زید بن حارثہ اور عبد اللہ بن رواحہ کو مدینہ منورہ روانہ فرمانے کے بعد آپ روانہ ہوئے اور اسیرانِ بدر کا قافلہ آپ کے ہمراہ تھا۔ مالِ غنیمت عبد اللہ بن کعب انصاری کے سپرد فرمایا۔ جب آپ مقامِ روحاء میں پہنچے تو آپ کو کچھ مسلمان ملے جنہوں نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو اس فتحِ مبین کی مبارک بادی۔ اس پر سلمۃ بن سلامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کس چیز کی مبارک بادی دیتے ہو خدا کی قسم بڑھیوں سے پالا پڑا۔ رسی میں بندھے ہوئے اونٹوں کی طرح ان کو ذبح کر کے ڈال دیا۔

(یعنی ہم نے کوئی بڑا کام ہی نہیں کہا جس پر ہم مبارک باد کے مستحق ہوں)
رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرائے اور یہ فرمایا یہی تو مکہ کے سادات اور اشراف تھے۔

مالِ غنیمت کی تقسیم

فتح کے بعد آں حضرت ﷺ نے بدر میں تین روز قیام فرمایا۔ تین روز قیام کے بعد مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوئے اور مالِ غنیمت عبد اللہ بن کعب کے سپرد فرمایا اور مقامِ صفراء میں پہنچ کر مالِ غنیمت کو تقسیم فرمایا۔ ہنوز مالِ غنیمت کی تقسیم کی نوبت نہیں آئی تھی کہ اصحابِ بدر میں مالِ غنیمت کی تقسیم میں مختلف رائے ہو گئے جو ان یہ کہتے تھے کہ مالِ غنیمت ہمارا حق ہے کہ ہم نے کافروں کو قتل کیا۔ بوڑھے چونکہ جھنڈوں کے نیچے رہے اور قتل و قتال میں زیادہ حصہ نہیں لیا، وہ یہ کہتے تھے کہ ہم کو بھی مالِ غنیمت میں شریک کیا جائے اس لئے کہ جو کچھ فتح ہوا وہ ہماری ہی پشت پناہی سے فتح ہوا، اگر خدا نخواستہ تم کو شکست ہوتی تو ہماری ہی پناہ لیتے اور ایک جماعت کہ جو نبی کریم ﷺ کی حفاظت کر رہی تھی وہ اپنے کو اس مال کا مستحق سمجھتی تھی۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی، یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ۔ ط آپ سے مالِ غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ مالِ غنیمت اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا ہے۔ یعنی مالِ غنیمت کے مالک حق تعالیٰ ہیں اور رسول اللہ، اللہ کے نائب ہیں جس طرح مناسب سمجھیں تقسیم کر دیں مقامِ صفراء میں پہنچ کر آپ نے یہ تمام مال مسلمانوں میں برابر تقسیم کر دیا۔

علاوہ ازیں مالِ غنیمت میں سے اُن آٹھ آدمیوں کو بھی حصہ دیا، کہ جو آپ کے حکم سے یا اجازت سے بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے۔

(۱)۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کو آنحضرت ﷺ ان کی بی بی رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی علالت کی وجہ سے مدینہ میں چھوڑ گئے تھے۔

(۲)۔ طلحہ بن عبید اللہ۔

(۳)۔ سعید بن زید، ان دونوں صاحبوں کو مدینہ سے ابوسفیان کے قافلہ کی خبر لینے کے لئے روانہ کیا تھا۔

(۴)۔ ابولہبہ ان کو آنحضرت ﷺ مدینہ ہی میں بغرض انتظام چھوڑ گئے تھے۔

(۵)۔ عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کو عالیہ میں چھوڑ گئے تھے۔

(۶)۔ حارث بن حاطب اُن کو کسی وجہ سے بنی عمرو بن عوف کی طرف واپس لوٹا دیا تھا۔

(۷)۔ حارث بن الصمۃ۔

(۸)۔ خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ۔ یہ اصحاب اگرچہ معرکہ بدر میں شریک نہیں ہوئے لیکن آنحضرت ﷺ نے ان کو بدر کی غنیمت میں سے حصہ دیا اور بدرین میں شامل فرمایا اللہ عالم ہے۔

فائدہ:- جاننا چاہیے کہ یہ آیت یعنی یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ دَرَبَارَهٗ تَقْسِيمِ غَنَائِمٍ مَّجْمَل ہے اور وَاَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ الْآیۃ مفصل ہے جس میں مالِ غنیمت کی تقسیم کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ ابو عبید اس طرف گئے ہیں کہ غنائم بدر میں سے خمس نہیں نکالا گیا مگر امام بخاری اور امام ابن جریر وغیرہ اس طرف گئے ہیں کہ غنائم بدر میں سے خمس نکالا گیا تھا جیسا کہ صحیحین میں حضرت علی سے ان اوٹنیوں کے بارے میں کہ جن کے کوہانوں کو حضرت حمزہ نے کاٹ ڈالا تھا یہ منقول ہے کہ ان میں سے ایک اوٹنی وہ تھی کہ جو بدر کے خمس میں سے ان کو ملی تھی حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہی قول صحیح اور راجح ہے۔

اور اسی مقام صفراء میں پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں میں سے نضر بن حارث کے قتل کا

حکم دیا۔ اور صفراء سے چل کر جب مقام عرق الظبہ میں پہنچے تو عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم دیا۔ اور اسی جگہ اس کی گردن ماری گئی۔

نصر بن حارث کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اور عقبہ بن ابی معیط کو عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور باقی قیدیوں کو لے کر حضور مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔

فائدہ:- نصر اور عقبہ رسول اللہ ﷺ کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھے بد زبان اور دریدہ دہن تھے قول اور فعل سے آپ کی تذلیل اور توہین سب و شتم میں استہزاء اور تمسخر میں، ہاتھ اور زبان سے ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا تھا۔ اس لئے خاص طور پر تمام قیدیوں سے صرف ان دو کی گردن مارنے کا حکم دیا اسی عقبہ بن ابی معیط نے جبکہ آپ بارگاہ خداوندی میں سر بسجود تھے۔ آپ کی پشت مبارک پر اونٹ کی اوجھ لا کر رکھی تھی اور آپ کا گلا گھونٹا تھا، دلائل ابی نعیم میں باسناد صحیح ابن عباس رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ اس نے نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور پر تھوکا تھا۔ الغرض ذاتِ قدسی صفت (علیہ الف الف صلوات والی الف تحیات) کا استہزاء اور تمسخر تو اس کی غذا ہی تھی۔

نبی اللہ کا مقابلہ اور مقاتلہ۔ محاربہ اور مجادلہ اگرچہ جرمِ عظیم اور خسرانِ مبین ہے لیکن اللہ کے نبی کی شان میں گستاخانہ کلمات زبان سے نکالنا سب و شتم کرنا۔ اس کے ساتھ استہزاء و تمسخر کرنا یہ جرم، محاربہ اور مقاتلہ کے جرم سے کہیں زیادہ شدید اور سخت ہے، کیونکہ یہ منصب نبوت کی توہین ہے۔ انشاء اللہ العزیز اس مسئلہ پر مفصل کلام پھر کسی موقع پر کریں گے۔ حضرات اہل علم اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ قدس اللہ سرہ کی کتاب الصارم المسلمون علی شاتم الرسول ۳، کی مراجعت فرمائیں جو اس موضوع پر نہایت جامع کتاب ہے۔

الغرض نبی اکرم ﷺ منزل بمنزل ٹھہرتے ہوئے اور قیدیوں کا قافلہ ہمراہ لئے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے۔

۱۔ ازرقانی ج ۱، ص ۴۴۹
۲۔ الخصائص الکبریٰ ج ۱، ص ۴۰۷
۳۔ یہ کتاب دائرة المعارف حیدرآباد دکن میں طبع ہوئی ہے، کتاب کا حجم ۶۰۰ صفحہ ہے۔ ۱۲

اسیران بدر کی مسلمانوں میں تقسیم اور ان کے ساتھ سلوک اور احسان کا حکم

مدینہ منورہ پہنچ کر، قیدیوں کو صحابہ میں تقسیم فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا۔

استوصوا بالاسارى خیرا ! قیدیوں کے ساتھ بھلائی اور سلوک کرو
(رواہ الطبرانی فی الکبیر وقال الحافظ لیسثمی اسنادہ حسن)

چنانچہ صحابہ کا یہ حال تھا کہ جن کے پاس قیدی تھے وہ اول کھانا قیدیوں کو کھلاتے اور بعد میں خود کھاتے اور اگر نہ پچتا تو خود کھجور پر اکتفا کرتے۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے یمنی بھائی ابو عزیز بن عمیر بھی قیدیوں میں تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں انصار کے جس گھر میں تھا ان کا یہ حال تھا کہ صبح و شام جو تھوڑی بہت روٹی پلٹی وہ تو مجھ کو کھلا دیتے اور خود کھجور کھاتے۔ میں شرماتا اور ہم چند اسمہ ار کرتا کہ روٹی آپ کھائیں لیکن نہ مانتے اور یہ کہتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو قیدیوں کے ساتھ سلوک کا حکم دیا ہے قال لیسثمی رواہ الطبرانی فی الصغیر والکبیر واسنادہ حسن (مجمع الزوائد ص ۸۶ ج ۶)

اسیران بدر کی بابت مشورہ

مدینہ منورہ پہنچ جانے کے چند روز بعد آپ نے صحابہ سے اسیران بدر کے بارہ میں مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسیران بدر کے بارہ میں صحابہ سے مشورہ طلب کیا کہ اس بارہ میں رائے دیں۔ اور ابتداء از خود یہ ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ أَمَّاكُمْ مِنْهُمْ ! تحقیق اللہ نے تم کو ان پر قدرت دی ہے

حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ مناسبت یہ ہے کہ سب کی گردن اڑا دی جائے رحمت عالم رافت مجسم ﷺ نے اس رائے کو پسند نہ فرمایا اور دوبارہ یہ ارشاد فرمایا

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ قَدْ امْكَنَكُمْ ۖ اے لوگو تحقیق اللہ نے تم کو ان پر قدرت
وَأَنَّمَاهُمْ إِخْوَانَكُمْ بِالْأَمْسِ ۖ دی ہے اور کل یہ تمہارے بھائی تھے۔

حضرت عمر نے پھر وہی عرض کیا۔ آپ نے پھر وہی ارشاد فرمایا کہ اللہ نے تم کو ان پر
قدرت دی ہے اور کل یہ تمہارے بھائی تھے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول
اللہ میری رائے یہ ہے کہ یہ لوگ فدیہ لے کر چھوڑ دیئے جائیں (مسند احمد) وقال ابوشامہ رواہ
احمد عن شیخہ علی بن عاصم بن صہیب وہو کثیر الخطاء لارجع اذا قیل لہ الصواب وبقیۃ رجال احمد
رجال الصحیح ۲۔

صحیح مسلم میں ابن عباس رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول
اللہ ہر شخص اپنے عزیز کو قتل کرے علی کو حکم دیں کہ وہ اپنے بھائی عقیل کی گردن مارے اور مجھ کو
اجازت دیں کہ میں اپنے فلاں عزیز کی گردن ماروں اس لئے کہ یہ لوگ کفر کے پیشوا اور
سردار ہیں۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ لوگ آپ ہی کی قوم کے ہیں میری

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے ابتداء ہی اِنَّ اللّٰهَ اَمْكَنَكُمْ مِنْهُمْ کہہ کر عفو اور رحم کی طرف اشارہ فرمایا تھا لیکن حضرت عمر نے
جب قتل کا مشورہ دیا تو دوبارہ مزید تاکید کے ساتھ عفو اور رحم کی تلقین فرمائی کہ قدرت کے بعد عفو خاص کر اپنے بھائیوں
سے مکارم اخلاق سے ہے، کلمہ یا کلام عرب میں ندائے بعید کے لئے مستعمل ہوتا ہے یعنی اے وہ لوگو جو عفو سے بعید
ہیں ان کو چاہیے کہ عفو اور رحم سے قریب ہو جائیں ۱۲۔ اور یا اللہ میں کلمہ یا کے استعمال کے یہ معنی ہیں کہ اے اللہ ہم
گناہگار اپنی نالائقی اور بد کرداری کی وجہ سے تیرنی رحمت سے دور جا پڑے ہیں۔ ہم دور افتادگان رحمت سے اپنی رحمت
قریب فرما حق جل و علا بندوں کے ساتھ رگ جان سے زیادہ قریب ہے لیکن باوجود اس قرب کے اس کے لئے صرف
یا کا استعمال کرنا ندائے بعید کے لئے وضع ہوا ہے وہ اسی معنی کر ہے جو ہم نے بیان کئے۔ فافہم ۱۲

۲۔ مجمع الزوائد۔ ج: ۶، ص: ۸۷
۳۔ عبد اللہ بن مسعود کی روایت میں ہے کہ عبد اللہ بن رواحہ نے
آگ میں جلانے کا مشورہ دیا اور حضرت عمر نے یہ عرض کیا۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ كَذَّبوكَ وَاخْرَجوكَ وَقَاتَلوكَ
يا رسول اللہ ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا آپ کو مکہ سے
نکالا اور آپ سے قتال کیا پس ان کی گردنیں مارنے کا
حکم دیجئے۔

ترمذی ص ۱۲۲ ج ۲ کتاب التفسیر ص ۲۰۴ ج ۱ کتاب الجہاد باب ما جاء فی المشورۃ مستدرک ص ۲۱۰ ج ۳

یہ روایت مسند احمد جامع ترمذی اور مستدرک وغیرہ میں مذکور ہے، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن اور حاکم نے
اس کو صحیح بتلایا ہے۔ درمنثور ص ۲۰۱ ج ۳ (تنبیہ) مشورہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی شریک تھے، جیسا کہ صحیح مسلم کی
روایت میں ہے مگر کسی روایت میں حضرت علی کا کوئی جواب منقول نہیں واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۱۲ زرقاتی ص ۳۳۱ ج ۱

رائے میں ان کو فدیہ لے کر آزاد فرمادیں عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی ہدایت دے اور پھر یہی لوگ کافروں کے مقابلے میں ہمارے معین اور مددگار ہوں۔ آں حضرت ﷺ نے اسی رائے کو پسند فرمایا۔ (صحیح مسلم باب الامداد بالملائکۃ فی غزوة بدر و اباحتہ الغنائم)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر اور عمر کی رائے سن کر یہ ارشاد فرمایا اے عمر تیری شان حضرت نوح اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی سی ہے جنہوں نے اپنی اپنی قوم کے حق میں یہ دعا کی۔ نوح علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی:

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَيَّ الْأَرْضَ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ط إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا۔ ۱

اے پروردگار مت چھوڑ زمین پر کافروں میں سے کسی بسنے والے کو تو اگر ان کو چھوڑ دے گا تو یہ لوگ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور نہیں جنیں گے الابد کار اور کفر کرنے والے کو۔

اور موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا مانگی۔

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَيَّ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَيَّ قُلُوبَهُمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّى يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ۔ ۲

اے ہمارے پروردگار مٹا دے ان کے مالوں کو اور مہر کر دے ان کے دلوں پر کہ نہ ایمان لائیں یہاں تک کہ دردناک عذاب کو دیکھیں۔

اور اے ابو بکر تیری شان حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی سی ہے جنہوں نے یہ دعا مانگی۔ ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی۔

فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

پس جس نے میری پیروی کی وہ مجھ سے وابستہ ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو آپ بڑے کثیر المغفرت

اور کثیر الرحمت ہیں اور اس کو ایمان کی توفیق دے سکتے ہیں۔

اور عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن یہ فرمائیں گے۔

اِنَّ تَعَذِّبُهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ
تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ
الْحَكِيْمُ ط

اے اللہ اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ آپ
کے بندے ہیں آپ ان کے مالک ہیں
اور اگر آپ ان کی مغفرت فرمائیں تو آپ
بڑے غالب اور حکمت والے ہیں جس
مجرم کو چاہیں معاف کریں اور آپ کی
معافی حکمت سے خالی نہیں ہو سکتی۔

آپ کی شان رحمۃ للعالمین نے ابو بکر کی رائے کو پسند کیا اور قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ
دینے کا حکم دیا۔

حاکم فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، حافظ ذہبی نے بھی تلخیص میں اس حدیث کو
صحیح فرمایا ہے۔ (مستدرک ص ۲۱ ج ۳)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عبد اللہ بن عمر اور ابو ہریرہ اور ابو ایوب انصاری
سے بھی مروی ہے۔ آپ صحابہ سے مشورہ فرمایا رہے تھے کہ وحی نازل ہوئی کہ آپ صحابہ
کو قتل اور فدیہ کا اختیار دے دیں جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ راوی ہیں کہ جبریل امین نبی
کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اسیران بدر
کے بارے میں آپ اپنے اصحاب کو اختیار دیں چاہیں قتل کریں اور چاہیں فدیہ لیکر آزاد
کر دیں مگر شرط یہ ہے کہ سال آئندہ تم میں سے اتنے ہی قتل کئے جائیں گے۔ صحابہ نے
کفار سے فدیہ لینے اور سال آئندہ اپنے قتل ہونے کو اختیار کیا۔ (رواہ الترمذی والنسائی وابن
حبان والحاکم باسناد صحیح عن علیؑ) ۲

مصطفیٰ عبدالرزاق اور مصطفیٰ ابن ابی شیبہ میں ابو عبیدہ سے مرسل روایت ہے کہ
جبریل امین نے رسول اللہ ﷺ سے آکر یہ عرض کیا کہ آپ کے رب نے اسیران بدر کے
بارے میں آپ کو اختیار دیا ہے، آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ
آج ہم ان سے ان کو فدیہ لے کر آزاد کر دیں تاکہ ہم کو ان کے مقابلے میں اس سے ایک
گو نہ قوت حاصل ہو اور سال آئندہ حق تعالیٰ جس کو چاہیں شہادت کی عزت و کرامت سے

سرفراز فرمائیں۔ ابن سعد کی روایت میں ہے کہ سال آئندہ ہم میں سے ستر آدمی جنت میں داخل ہوں۔

فدیہ لینے پر عتاب الہی کا نزول

الحاصل رسول اللہ ﷺ نے صدیق اکبر کی رائے کو پسند فرمایا اور فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا حکم دیا اور دیگر اکابر صحابہ کی فدیہ لینے کی رائے اس لئے لی تھی کہ شاید یہی لوگ آئندہ چل کر مسلمان ہو جائیں اور اسلام کے معین و مددگار بنیں اور فدیہ سے فی الحال جو مال حاصل ہو وہ جہاد میں مدد دے اور دینی کاموں میں اس سے سہارا لگے اور ممکن ہے کہ فدیہ کا مشورہ دینے والوں میں کچھ افراد ایسے بھی ہوں کہ جن کا زیادہ مقصود حصول مال و منال ہو جس کا منشاء حُب دنیا ہے اگرچہ وہ دنیائے حلال ہی ہو یعنی مال غنیمت۔ اس پر بارگاہِ خداوندی سے عتاب ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی:-

<p>کسی نبی کے لئے یہ لائق نہیں کہ اس کے پاس قیدی آئیں یہاں تک کہ ان کو قتل کرے اور زمین میں خوب ان کا خون بہائے تم دنیا کا مال و منال چاہتے ہو اور اللہ آخرت کی مصلحت چاہتا ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کا نوشتہ مقدر نہ ہو چکا ہوتا تو اس چیز کے بارے میں جو تم نے لی ہے ضرور تم کو بڑا عذاب پہنچتا۔</p>	<p>مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ط تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ط وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ - لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ - ۳</p>
---	---

اس خطاب سرِ اِپا عتاب کے اصل مخاطب وہی لوگ ہیں جنہوں نے زیادہ تر مالی فائدہ اور دنیاوی مصلحت کو پیش نظر رکھ کر فدیہ کا مشورہ دیا تھا جیسا کہ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا سے مترشح ہوتا ہے۔ باقی جن حضرات نے محض دینی اور اخروی مصلحت کی بناء پر فدیہ کا مشورہ دیا تھا وہ فی الحقیقت اس عتاب میں داخل نہیں اور حضور پر نور نے محض صلہ رحمی اور

رحمدلی کی بناء پر فدیہ کی رائے کو پسند فرمایا اور تا کہ دوسروں کو مالی فائدہ پہنچ جائے اور دوسروں کو مالی نفع پہنچانے کا تصور جو دو کرم ہے اور غایت درجہ محمود ہے اور اپنے لئے مالی فائدے کو ملحوظ رکھنا یہ ناپسندیدہ ہے آیت میں عتاب ان لوگوں پر ہے جن کی زیادہ نظر مالی فائدہ پر تھی۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صدیق اکبر عتاب ربانی سن کر رو پڑے، حضرت عمر فرماتے ہیں میں نے رونے کا سبب دریافت کیا، آپ نے فرمایا:

ابکی للذی عرض علی
اصحابک من اخذہم الفداء
لقد عرض علی عذاب بہم
ادنی من ہذہ الشجرۃ۔
تیرے ساتھیوں پر فدیہ لینے کی وجہ سے من
جانب اللہ جو عذاب پیش کیا گیا اس کی وجہ
سے روتا ہوں میرے سامنے ان کا عذاب
اس درخت کے قریب پیش کیا گیا۔
(صحیح مسلم ص ۹۳ ج ۲)

(فائدہ) عذاب فقط دکھلایا گیا، اتارا نہیں گیا۔ مقصود فقط تنبیہ تھی۔ بعد ازاں آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر اس وقت عذاب آتا تو سوائے عمر کے کوئی نہ بچتا، اور ایک روایت میں ہے کہ اور سوائے سعد بن معاذ کے۔

چونکہ سعد بن معاذ کی بھی یہی رائے تھی کہ قتل کئے جائیں اس لئے حضرت عمر کے ساتھ ان کو مستثنیٰ کیا گیا۔ عبداللہ بن رواحہ اگرچہ فدیہ کے مخالف تھے مگر ان کا خیال یہ تھا کہ ان سب کو آگ میں جلا دیا جائے جس کو شریعت پسند نہیں کرتی اس لئے عبداللہ بن رواحہ کا ذکر نہیں کیا گیا چونکہ اس غزوے سے احقاق حق اور ابطال باطل اور کافروں کی جڑ کاٹنی مقصود تھی۔ لہذا قال تعالیٰ:

وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ
بِكَيْمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ
لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ
وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝ ۷
اور اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ حق کو اپنے وعدوں
سے ثابت کرے اور کافروں کی بیخ کنی
کرے تاکہ علانیہ طور پر حق کا حق ہونا اور
باطل کا باطل ہونا واضح ہو جائے اگرچہ
مجرمین کونا گوار ہو۔

اسی لئے اس غزوہ میں من جانب اللہ خاص طور پر مسلمانوں کو قتل مشرکین کا حکم دیا گیا تھا کما قال تعالیٰ:

فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا
مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ۔ ۱

کافروں کی گردنوں پر مارو اور ان کے
ہر پور کو کاٹ ڈالو۔

اور دوسری آیت میں ارشاد فرماتے ہیں:

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا
فَضْرِبْ رِقَابَهُمْ فَإِذَا
أَسْخَنُوا مِنْهُمْ فَشُدُّوا الْوَتَانَ
فَإِذَا مَنَّآ بَعْدُ وَإِنَّا فِدَاءٌ حَتَّى
تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۝ ۲

پس جب کافروں سے جنگ کرو تو ان کی
گردنیں مارو یہاں تک کہ جب ان کا
خون خوب بہا چکو تو پھر ان کو قید کرو اور قید
کرنے کے بعد یا تو ان پر احسان کرو یا ان
سے فدیہ لے لو اور یہ حکم اس وقت تک ہے
کہ جب لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جب تک اعداء اللہ کی اس درجہ خونریزی نہ ہو جائے
کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے اور حق کی ہیبت و دبدبہ قائم نہ ہو جائے اس وقت تک فدیہ
لینا جائز نہیں۔

ہاں اسلام کی عظمت و ہیبت دبدبہ اور شوکت قائم ہو جانے کے بعد اگر فدیہ لے کر آزاد
کر دیں تو مضائقہ نہیں۔

اس موقع پر منشاء خداوندی یہ تھا کہ خونریزی کی جائے تاکہ دلوں میں اسلام کی ہیبت اور
شوکت بیٹھ جائے اور کفر کی جڑ کاٹ جائے اور آئندہ کے لئے کفر اسلام کے مقابلہ میں نہ
اٹھاسکے۔

مسلمانوں نے چونکہ اعداء اللہ کی کافی خونریزی سے قبل فدیہ لیا اس لئے بارگاہ
خداوندی سے عتاب آیا۔ ۳

یہ وقت ترحم کا نہ تھا بلکہ شدت اور سختی کا تھا و قال ابو الطیب

۱۔ سورۃ انفال، آیت ۱۲۔ ۲۔ سورۃ محمد، آیت ۴۔ ۳۔ احکام القرآن للبخاری، ج ۳، ص ۲۔

وضع السندی فی موضع | مَضْرُکُ وضع السیف فی
السیف بالععلی | موضع السندی
بخشش اور کرم کو تلوار کی جگہ رکھنا ایسا ہی مضر ہے جیسا کہ تلوار کو رحم اور کرم کی جگہ رکھنا
مضر ہے۔

دنیا کی کوئی حکومت بدون قتل اور خونریزی کے قوی اور مستحکم نہیں ہو سکتی

لن یسلم الشرف الرفیع من | حتی یراق علی جوانبہ الدم
الاذی

یعنی شرف رفیع۔ ایذاء سے محفوظ نہیں رہ سکتا جب تک کہ اس کے اطراف جوانب میں
خون نہ بہا دیا جائے۔

اسلام تو فقط مجرمین کے قتل کا حکم دیتا ہے لیکن جن حکومتوں کو تہذیب اور تمدن کا دعویٰ
ہے وہ اپنا دبدبہ قائم کرنے کے خیال میں مجرم اور غیر مجرم کا کوئی فرق نہیں کرتیں۔ بلا کسی
استثناء کے قتل عام کا حکم دے ڈالتی ہیں، جس میں بے قصور عورتیں اور بچے سب ہی شامل
ہوتے ہیں اور اس مہذب لشکر سے جو حیاء سوز افعال ظہور میں آتے ہیں وہ دنیا سے مخفی نہیں،
مشین گنوں اور توپوں اور ہوائی جہازوں سے بمباری کر کے نہایت بے رحمی اور بے دردی
کے ساتھ تمام شہر کو چند منٹ میں نذر آتش کر دیا جاتا ہے۔

بجہ اللہ اسلام اس قساوت اور بے رحمی اور سنگدلی سے بالکل پاک اور منزہ ہے اسلام
نے جہاد میں جاتے وقت اپنے پیروؤں کو بچوں، عورتوں، بوڑھوں، راہبوں کے قتل کی سختی
سے ممانعت کی ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

شبہ یہ ہے کہ منجانب اللہ فدیہ اور قتل دونوں کا اختیار دے دیا گیا تھا تو پھر فدیہ لینے پر
کیوں عتاب آیا۔ علامہ طیبی طیب اللہ ثراہ وجعل الجنة مثواہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ یہ
اختیار فقط ظاہری اور صوری تھا۔ لیکن معنوی اور حقیقی لحاظ سے وہ اختیار (یعنی امتحان تھا کہ

دیکھیں اعداء اللہ کے قتل کو اختیار کرتے ہیں یا سامان دنیا کو) جیسا کہ ازواج مطہرات نے جب آنحضرت ﷺ پر مزید نان و نفقہ کا تقاضہ کیا تو یہ آیت اتری

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأَسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۚ وَإِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالذَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

اے نبی آپ اپنی عورتوں سے یہ کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو جوڑا دے کر مناسب طرح سے رخصت کر دوں اور اگر اللہ اور اس کے رسول اور دارِ آخرت کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے عالمِ آخرت میں تم میں سے جو نیکو کار ہیں ان کے لئے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت میں ظاہر ہے اگرچہ ازواج مطہرات کو اختیار دیا گیا کہ خواہ دنیا اور اس کی زینت کو اختیار کریں اور خواہ اللہ اور اس کے رسول اور دارِ آخرت کو اختیار کریں لیکن حقیقت میں یہ اختیار نہیں تھا بلکہ اختیار یعنی امتحان اور آزمائش تھی۔

اور جیسا کہ ہاروت ماروت کا تعلیم سحر کے لئے بابل میں اتارنا محض فتنہ اور امتحان و ابتلاء اور آزمائش کے لئے تھا۔ جادو کے سیکھنے اور نہ سیکھنے کا اختیار دینا مقصود نہ تھا۔

اور جیسا کہ شبِ معراج میں آپ کے سامنے شراب اور دودھ کے دو برتن پیش کئے گئے اور آپ نے دودھ کو اختیار کیا اس پر جبریل نے فرمایا کہ اگر آپ شراب کو اختیار فرمائے تو آپ کی امت گمراہی میں پڑ جاتی۔

خلاصہ کلام: یہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے جو فد یہ مشورہ دیا وہ محض دینی اور اخروی مصلحت کی بناء پر تھا اور بعض نے زیادہ تر مالی فائدہ و پیش نظر رہ کر فد یہ لینے کا مشورہ دیا اس لئے یہ آیت عتاب نازل ہوئی اور اس عتاب کے اصل مخاطب وہی لوگ ہیں کہ جن کو زیادہ تر مالی فائدہ و پیش نظر تھا جیسا کہ تُرِيدُونَ غَرَضَ الدُّنْيَا لفظ سے مترشح ہوتا ہے اور مطلب عتاب کا یہ ہے کہ تم اللہ کے رسول کے اصحاب ہو، دنیا کے

فانی مال و متاع اور حقیر اسباب پر کیوں نظر کرتے ہو۔ اے اصحابِ رسول تم جیسے سابقین اور مقررین کی شانِ جلیل اور منصبِ عالی کے ہرگز ہرگز مناسب نہیں کہ دنیا حلال (مالِ فدیہ و غنیمت) پر نظر کرو باقی حضور پر نور نے جو فدیہ کی رائے کو پسند فرمایا اس کا منشاء محض صلہ رحمی اور رحمِ دلی تھا معاذ اللہ معاذ اللہ۔ حضور پر نور اور صدیق اکبر کے سامنے ذرہ برابر بھی مالی فائدہ پیش نظر نہ تھا، اس لئے وہ اس عتاب میں داخل نہیں بارگاہ رسالت میں تو پوری دنیا ہی کا وجود و عدم برابر تھا وہاں فدیہ کے در، ہم معدودہ پر کیا نظر ہوتی۔

فائدہ جلیلہ :- اس آیت سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ حضراتِ انبیاء کرام بھی کبھی اجتہاد فرماتے ہیں۔ اور کبھی اس اجتہاد میں خطا بھی ہو جاتی ہے لیکن حق جل شانہ اپنے نبی کو کبھی اس خطا پر قائم نہیں رہنے دیتے بلکہ بذریعہ وحی اس پر متنبہ فرما دیتے ہیں لیکن انبیاء کرام کے اجتہاد اور مجتہدین کے اجتہاد میں زمین و آسمان کا فرق ہے وہ یہ کہ نزولِ وحی کے بعد نبی کے اجتہاد پر عمل ساقط نہیں ہو جاتا اس لئے کہ حضور پر نور نے جو اجتہاد سے فدیہ لینے کا حکم دیا تھا وہ آیت کے نزول کے بعد بھی باقی رہا اور اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا گیا اور آنحضرت ﷺ نے قتل کی طرف رجوع نہیں فرمایا بلکہ اسی فدیہ پر قائم رہے بخلاف مجتہد کے کہ اگر اس کو اجتہاد کے بعد یہ ظاہر ہو کہ میرا یہ اجتہاد فلاں نص کے خلاف ہے تو اس پر اجتہاد سابق سے رجوع لازم ہے جاننا چاہئے کہ نبی اور رسول کا اجتہاد وحی خفی ہوتا ہے لقولہ تعالیٰ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ اگر حق جل شانہ نبی کے اجتہاد پر سکوت فرمائیں تو وہ اجتہاد۔ وحی خفی کے درجہ میں آ جاتا ہے اور اس کا وہی حکم ہوتا ہے کہ جو وحی جلی کا حکم ہوتا ہے اور نبی کے اجتہاد کے خلاف اگر کوئی وحی نازل ہو جاتی ہے تو یہ وحی جلی اس وحی (یعنی اجتہاد نبوی) کے لئے ناسخ بن جاتی ہے جیسے ایک آیت دوسری آیت کے لئے اور ایک حدیث دوسری حدیث کے لئے ناسخ ہوتی ہے، اسی طرح حق تعالیٰ کی نص اور وحی جلی، وحی خفی (یعنی اجتہاد نبوی) کی ناسخ ہوتی ہے اور نسخ کی حکمتیں اللہ ہی کو معلوم ہیں، اللہ کے نبی نے غیر منصوص امر میں جو اجتہاد کیا وہ بھی حق تعالیٰ ہی کے غیبی اشارہ سے تھا لقولہ تعالیٰ إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ط آپ نے جو رائے اور مشورہ دیا وہ بھی اللہ کی ارادہ اور اشارہ سے تھا۔ اور بعد میں جو

اس کے خلاف حکم نازل ہوا وہ بھی اللہ ہی کا حکم ہے اور ایک حکم دوسرے حکم کے لئے ناسخ ہے۔ وَاللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَيُحْكُمُ مَا يُرِيدُ۔ نبی سے اجتہاد میں کوئی خطا واقع ہو تو اللہ تعالیٰ ہی بذریعہ وحی اس پر تنبیہ کر سکتے ہیں۔ معاذ اللہ کسی انسان کی یہ مجال نہیں کہ وہ نبی اور رسول کے کسی اجتہاد پر تنقید اور تبصرہ کر سکے اللہ تعالیٰ کے سکوت اور تقریر کے بعد نبی کے اجتہاد پر تنقید اور تبصرہ کرنا ایسا ہی کفر ہے جیسا کہ وحی جلی پر تبصرہ اور تنقید کرنا کفر ہے مومن کی شان تو یہ ہے۔

زبان تازہ کردن باقرار تو ! نینگلختن علت ازکار تو

یہ مقام نبوت اور بارگاہ رسالت ہے، کہ جہاں ہوائے نفسانی کا کوسوں اور منزلوں بھی گزر نہیں ایسے مقام میں گرفتاران ہوس کا دم مارنا کمالِ اہلبی و نادانی ہے

نہ ہر جائے مرکب تو اں تاختن ! کہ جاہا سپر بایہ انداختن

مسئلہ کی تفصیل اگر درکار ہو تو حضرات اہل علم شرح تحریر الاصول اور شرح مسلم الثبوت بحر العلوم کی مراجعت کریں۔

نیز جاننا چاہئے کہ حضرات انبیاء کی خطا اجتہادی کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ حضرات انبیاء غلطی سے حق کو چھوڑ کر باطل کا ارتکاب کر بیٹھے ہیں بلکہ ان کی خطا کے معنی یہ ہیں کہ کسی وقت بھول چوک سے اولیٰ اور افضل کے خلاف ادنیٰ کر بیٹھتے ہیں اور بجائے عزیمت کے رخصت پر عمل کر گزرتے ہیں جیسے داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام بہ ایک کا اجتہاد ہوائے نفسانی سے پاک اور منزہ تھا اور ہر اجتہاد وحی خفی اور وحی باطنی تھا مگر وحی جلی نے قیاس سلیمانی کو قیاس داؤدی سے اولیٰ اور افضل قرار دیا۔ وحی جلی نے جو قیاس سلیمانی کی تقسیم کی اس کا یہ مطلب نہیں کہ قیاس داؤدی غلط تھا بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ اللہ کے نزدیک قیاس سلیمانی بہ نسبت قیاس داؤدی کے زیادہ احسن اور اقرب الیٰ مصالح الختمین تھا۔

معاذ اللہ ان دو قیاسوں میں وہ نسبت نہ تھی جو حق اور باطل میں ہوتی ہے بلکہ وہ نسبت تھی جو کامل اور اکمل اور افضل اور عالی اور اعلیٰ میں ہوتی ہے یا عزیمت اور رخصت میں ہوتی ہے اور فقہاء حنفیہ نے جو قیاس جلی اور قیاس استھمان کی تقسیم فرمائی ہے، اس کا ایک

ماخذ یہی قیاس داؤدی اور قیاس سلیمانی ہے، اس ناچیز نے حضرات انبیاء کی خطا اجتہادی کے جو معنی بیان کئے ہیں وہ خیالی اور حاشیہ خیالی سے سمجھے ہیں حضرات مدرسین اصل کی مراجعت فرمائیں۔ یہ ناچیز تو ترجمان محض ہے۔

مقدار فدیہ

فدیہ کی مقدار علی حسب الحیثیت ایک ہزار درہم سے چار ہزار درہم تک تھی اور جو لوگ نادار تھے اور فدیہ نہیں ادا کر سکتے تھے وہ بلا کسی معاوضہ اور فدیہ کے آزاد کر دیئے گئے۔

اور جو لوگ ان میں سے لکھنا جانتے تھے ان سے یہ شرط ٹھہری کہ دس دس بچوں کو لکھنا سکھا دیں اور آزاد ہو جائیں یہی ان کا فدیہ ہے، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسی طرح لکھنا سیکھا (طبقات ابن سعد ص ۱۳ ج ۲ قسم اول سیرۃ ابن ہشام راجع، زرقانی ص ۲۲۲ ج ۱)۔

اسیران بدر میں۔ ابو عزرہ عمرو بن عبداللہ بن عثمان میں بھی فدیہ کی استطاعت نہ تھی اس لئے آپ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ میں نادار اور عیال دار ہوں مجھ پر احسان فرمائیے آپ نے احسان فرمایا اور بلا فدیہ لئے رہا کر دیا۔ مگر یہ شرط فرمائی کہ ہمارے مقابلے میں کسی کی مدد نہ کرنا۔ ابو عزرہ نے اس شرط کو منظور کیا اور آپ کی شان میں کچھ مدحیہ اشعار بھی کہے لیکن اسلام نہیں لائے۔ جنگ احد میں بحالت کفر قتل ہوئے اور اسی طرح مطلب بن حطب اور صفی بن ابی رفاعہ بلا فدیہ رہا کئے گئے۔

جس وقت مکہ میں قریش کی ہزیمت اور شکست کی خبر پہنچی تو تمام شہر میں تہلکہ پڑ گیا سب سے پہلے مکہ میں عیسمان خزاعی پہنچا لوگوں نے کہا بتلاؤ کیا خبر ہے کہا مارا گیا، عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ابو الحکم بن ہشام (یعنی ابو جہل) اور امیہ بن خلف اور زمعہ بن اسود اور نبیہ اور منبہ پسران حجاج اور فلاں فلاں سرداران قریش۔ صفوان بن امیہ اس وقت خطیم میں بیٹھا ہوا تھا سن کر یہ کہا کہ سمجھ میں نہیں آتا۔ شاید یہ شخص دیوانہ ہو گیا۔ ہے بطور امتحان ذرا اس سے دریافت تو کرو کہ صفوان بن امیہ کہاں ہے عیسمان نے کہا یہی تو صفوان بن امیہ ہے جو خطیم میں بیٹھا ہوا ہے میں نے اپنی آنکھوں سے اس کے باپ اور بھائی کو قتل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابورافع نے بیان کیا کہ عباس کے گھرانے میں اسلام داخل ہو چکا تھا لیکن ہم لوگ اپنے اسلام کو چھپاتے تھے۔

جب قریش جنگ بدر کے لئے روانہ ہوئے تو ہم خبروں کے منتظر رہتے تھے، حیسمان خزاعی نے آکر جب قریش کی شکست کی خبر سنائی تو ہم رسول اللہ ﷺ کے غلبہ کو سن کر اپنے دل میں بے حد خوش ہوئے میں اس وقت زمزم کی سائبان کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اور میری زوجہ ام فضل بھی وہیں تھیں اتنے میں ابولہب بھی آ گیا۔

لوگوں نے ابوسفیان بن حارث کو سامنے سے آتے دیکھ کر ابولہب سے کہا یہ ابوسفیان ہیں بدر سے واپس آئے ہیں۔ ابولہب نے ابوسفیان کو بلا کر اپنے پاس بٹھلایا اور بدر کا حال دریافت کیا۔ ابوسفیان نے کہا:

واللہ ماہو الا ان لقینا القوم
فمنحنہم اکتافنا یضعون
السلاح منا حیث شاؤا و
یاسروننا کیف شاؤا و ایم اللہ
مع ذلک مالمت الناس لقینا
رجالا بیضا بیض علی خیل
بلق بین السماء والارض واللہ
ماتلیق شیئا ولا یقوم لہا شیء

خدا کی قسم کوئی خبر نہیں مگر یہ کہ ایک قوم سے
ہم مقابل ہوئے اور اپنے موٹے ہتھیاروں
کے حوالہ کئے جس طرح چاہتے تھے وہ ہم
میں ہتھیار چلاتے تھے اور جس طرح
چاہتے تھے قید کرتے تھے اور اس وجہ سے
میں لوگوں کو ملامت نہیں کرتا خدا کی قسم
سفید مرد بلیق گھوڑوں پر سوار آسمان اور
زمین کے درمیان معلق۔ ہمارے مقابل

تھے خدا کی قسم وہ کسی چیز کو باقی نہیں چھوڑتے تھے اور کوئی چیز ان کے
سامنے نہیں ٹھہرتی۔

قال ابورافع قلت واللہ تلک
الملائکة

ابورافع کہتے ہیں میں نے کہا خدا کی قسم یہ
فرشتے تھے۔

ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم الجاشمی رسول اللہ ﷺ کے ابن عم اور رضاعی بھائی ہیں آپ ﷺ نے
علیہ السلام کے دودھ پلایا ہے فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ انہیں سے بارہ بیٹے تھے علیہ السلام نے انہیں سے
یہ ارشاد فرمایا۔ ابوسفیان بن حارث سید خدیج بن ابی طالب رضاعی بھائی ابوسفیان بن حارث جو اہل بیت کے سردار ہیں انہیں
قصہ انشاء اللہ تعالیٰ فتح مکہ سے بیان میں آئے گا۔ ۱۲ اصحاب میں ۱۰ افراد ابوسفیان بن حارث باب ۱۲

یہ سنتے ہی ابولہب اس قدر مشتعل ہوا کہ زور سے میرے ایک طمانچہ رسید کیا اور اٹھا کر زمین پر پٹک دیا اور مارنے کے لئے میرے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور میں کمزور بدن کا تھا۔ ام فضل اٹھیں اور ایک ستون اٹھا کر ابولہب کے سر پر اس زور سے مارا کہ سر زخمی ہو گیا اور یہ کہا کہ اس کا آقا (عباسؓ) موجود نہ تھا اس لئے تو نے اس کو کمزور سمجھا۔

ابولہب پر ایک ہفتہ نہ گزرا کہ ایک طاعونی پھوڑے میں مبتلا ہوا اور مر گیا۔ لاش اس قدر متعفن ہو گئی تھی کہ کوئی قریب بھی نہیں جاسکتا تھا۔

تین دن کے بعد بیٹوں نے محض عار کے خیال سے ایک گڑھا کھدوا کر لاشوں سے لاش کو دبوادیا۔ (وقال ایشمی رواہ الطبرانی والبنرارونی اسنادہ حسین بن عبید اللہ وثقہ ابو حاتم وغیرہ وضعفہ جماعۃ وبقیۃ رجالہ ثقات)۔ ۲۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب اس مقام سے گزرتیں جہاں ابولہب اس طرح سے مرا تھا تو کپڑے سے منہ ڈھانک لیتی تھیں۔ ۳۔
جیسا کہ نبی اکرم ﷺ جب دیار شموذ پر سے گزرے تو چہرہ انور کو کپڑے سے چھپالیا اور سواری کو تیز کر دیا۔ اشارہ اس طرف تھا کہ مواقع عذاب پر جب گزر ہو تو ایسا ہی کرنا چاہئے۔ ام المؤمنین نے اسی سنت پر عمل فرمایا۔ ۴۔

قریش کو جب اپنے خویش اور اقارب کے قتل کا حال معلوم ہوا تو نوحہ وزاری شروع ہو گئی ایک ماہ تک اسی طرح گریہ وزاری کرتے رہے بعد ازاں یہ منادی کر دای گئی کہ کوئی شخص گریہ وزاری نہ کرے محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کو جب خبر پہنچنے لگی تو بہت خوش ہوں گے اور نہ کوئی اپنے قیدیوں کا فدیہ دے کہیں محمد (ﷺ) فدیہ کی مقدار نہ بڑھادیں۔ ۵۔
لیکن باوجود اس اعلان اور منادی کے مطلب بن ابی وداعہ چار ہزار درہم لے کر قریش سے پوشیدہ شب کو مدینہ روانہ ہوا، مدینہ پہنچ کر اپنے باپ ابو وداعہ کا فدیہ ادا کیا اور باپ کو چھڑا کر مکہ لے آیا۔ اس کے بعد سلسلہ پڑ گیا اور لوگوں نے اپنے اپنے قیدیوں کو فدیہ بھیج بھیج کر چھڑانا شروع کر دیا۔ (ابن ہشام ص ۲۷ ج ۲)۔

۱۔ قال العلامة السيوطي اخرج ابن اسحق وابن سعد وابن جرير والحاكم والبيهقي وابو نعيم ۱۲ خصائص كبرى ص ۲۰۷ ج ۱
۲۔ مجمع الزوائد ج ۶، ص ۸۹۔ ۳۔ البدلية والنهلية ج ۳، ص ۳۰۹۔ ۴۔ زرقاني ج ۱، ص ۲۵۳
۵۔ زرقاني ج ۱، ص ۲۵۳

انھیں قیدیوں میں سہیل بن عمرو بھی تھے۔ نہایت زیرک اور فصیح اللسان تھے، مجموعوں میں آپ کی مذمت کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ اجازت دیجئے کہ سہیل کے نیچے کے دودانت اکھاڑ ڈالوں تاکہ اس قابل ہی نہ رہے کہ کسی موقع پر آپ کے خلاف زبان ہلا سکے، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ان کو چھوڑ دو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان سے کوئی خوشی دکھلائے (رواہ البیہقی فی الدلائل۔ اصابہ ترجمہ سہیل بن عمرو) چنانچہ صلح حدیبیہ انھیں کی سعی سے ہوئی جس کو اللہ نے فتح مبین فرمایا اور فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے۔

ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت عمر کے جواب میں یہ فرمایا۔ لا امثلُ بہ فی مثل اللہ ہی وان کنت نبیاً۔ میں کسی کا مثلہ نہیں کرتا۔ مبادا کہیں خدا تعالیٰ میرا مثلہ نہ کرے اگرچہ میں نبی ہوں۔

انھیں قیدیوں میں ابوسفیان بن حرب کا بیٹا عمرو بھی تھا۔ جب ابوسفیان سے کہا گیا کہ اپنے بیٹے عمرو کو فدیہ دے کر چھڑا لو تو ابوسفیان نے یہ جواب دیا کہ ایسے ممکن ہے کہ میرا آدمی بھی مارا جائے اور فدیہ بھی دوں۔ میرا ایک بیٹا حنظلہ تو قتل ہو گیا اور دوسرے عمرو کا فدیہ دوں جب تک چاہیں قید رکھیں اسی اثناء میں سعد بن نعمان انصاری مدینہ سے مکہ عمرہ کرنے کے لئے آئے ابوسفیان نے ان کو اپنے بیٹے کے معاوضہ میں پکڑ لیا۔

انصار کی درخواست پر آپ نے عمرو بن ابی سفیان کو دے کر سعد کو چھڑا لیا۔ انھیں قیدیوں میں رسول اللہ ﷺ کے داماد ابو العاص بن ربیع بھی تھے آنحضرت کی صاحبزادی حضرت زینب جو حضرت خدیجہ الکبریٰ کے اکلین سے تھیں آپ کی زوجیت میں تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ ابو العاص کی خالہ تھیں ان کو بمنزلہ اولاد کے سمجھتی تھیں۔ خود حضرت خدیجہ نے آپ سے کہہ کر بعثت سے قبل زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد ابو العاص سے کیا تھا، ابو العاص مالدار اور امانت دار بڑے تاجر تھے، بعثت کے بعد حضرت خدیجہ اور آپ کی کل صاحبزادیاں ایمان لائیں مگر ابو العاص شرک پر قائم رہے۔

قریش نے ابوالعاص پر بہت زور دیا کہ ابولہب کے بیٹوں کی طرح تم بھی محمد (ﷺ) کی بیٹی کو طلاق دے دو جہاں چاہو گے وہاں تمہارا نکاح کر دیں گے لیکن ابوالعاص نے صاف انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ زنیب جیسی شریف عورت کے مقابلے میں دنیا کی کسی عورت کو پسند نہیں کرتا۔

جب قریش جنگ بدر کے لئے روانہ ہوئے تو ابوالعاص بھی ان کے ہمراہ تھے منجملہ اور لوگوں کے آپ بھی گرفتار ہوئے اہل مکہ نے جب اپنے اپنے قیدیوں کا فدیہ روانہ کیا تو حضرت زنیب نے اپنے شوہر ابوالعاص کے فدیہ میں اپنا وہ ہار بھیجا جو حضرت خدیجہ نے شادی کے وقت ان کو دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ اس ہار کو دیکھ کر آب دیدہ ہو گئے اور صحابہ سے فرمایا اگر مناسب سمجھو تو اس ہار کو واپس کر دو اور اس قیدی کو چھوڑ دو۔

اسی وقت تسلیم اور انقیاد کی گردنیں خم ہو گئیں قیدی بھی رہا کر دیا گیا اور ہار بھی واپس ہو گیا مگر رسول اللہ ﷺ نے ابوالعاص سے یہ وعدہ لے لیا کہ مکہ پہنچ کر زنیب کو مدینہ بھیج دیں۔ ابوالعاص نے مکہ پہنچ کر زنیب کو مدینہ جانے کی اجازت دے دی اور اپنے بھائی کنانہ بن ربیع کے ہمراہ روانہ کیا۔

کنانہ نے عین دوپہر کے وقت حضرت زنیب کو اونٹ پر سوار کرایا اور ہاتھ میں تیرکمان لی۔ اور روانہ ہوئے آپ کی صاحبزادی کا علی الاعلان مکہ سے روانہ ہونا قریش کو بہت شاق معلوم ہوا چنانچہ ابوسفیان وغیرہ نے ذی طوی میں آ کر اونٹ کو روک لیا۔ اور یہ کہا کہ ہم کو محمد (ﷺ) کی بیٹی کو روکنے کی ضرورت نہیں لیکن اس طرح علانیہ طور پر لے جانے میں ہماری ذلت ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اس وقت تو مکہ واپس چلو اور رات کے وقت لے کر روانہ ہو جاؤ۔ کنانہ نے اس کو منظور کیا۔ ابوسفیان سے پہلے ہبتار بن اسود نے (جو بعد میں چل کر مسلمان ہوئے) جا کر اونٹ روکا اور حضرت زنیب کو ڈرایا۔ خوف سے حمل ساقط ہو گیا۔ اس وقت کنانہ نے تیرکمان سنبھالی اور یہ کہا کہ جو شخص اونٹ کے قریب بھی آئے گا تیروں سے اس کے جسم کو چھلنی کر دوں گا۔

الغرض کنانہ مکہ واپس آ گئے اور دو تین راتیں گزرنے پر شب کو روانہ ہوئے۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ اور ایک انصاری کو حکم دیا کہ تم جا کر مقام بطن یا نج میں ٹھہرو جب زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا آجائیں تو ان کو اپنے ہمراہ لے آنا۔ یہ لوگ بطن یا نج پہنچے اور ادھر سے کنانہ بن ربیع آتے ہوئے ملے۔ کنانہ وہیں سے واپس ہو گئے اور زید بن حارثہ مع اپنے رفیق کے صاحب زادی کو لے کر مدینہ روانہ ہوئے جنگ بدر کے ایک ماہ بعد مدینہ پہنچیں۔

صاحب زادی آپ کے پاس رہنے لگیں اور ابوالعاص مکہ میں مقیم رہے۔ فتح مکہ سے قبل ابوالعاص بغرض تجارت شام کی طرف روانہ ہوئے۔ چونکہ اہل مکہ کو آپ کی امانت و دیانت پر اعتماد تھا اس لئے اور لوگوں کا سرمایہ بھی شریک تجارت تھا۔ شام سے واپسی میں مسلمانوں کا ایک دستہ مل گیا اس نے تمام مال و متاع ضبط کر لیا۔ اور ابوالعاص چھپ کر مدینہ حضرت زینب کے پاس آ پہنچے۔

رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کے لئے تشریف لائے تو حضرت زینب نے عورتوں کے چبوترے سے آواز دی، اے لوگو میں نے ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اور ارشاد فرمایا:

اے لوگو کیا تم نے بھی سنا ہے جو میں نے سنا
لوگوں نے کہا۔ ہاں آپ نے فرمایا تم نے
اس ذات پاک کی کہ محمد بن جان اس سے
باتھ میں ہے، جہاں اس کا مطلق علم نہیں جو اور
جس وقت تم نے سنا وہی میں نے سنا، تحقیق
خوب سمجھ لو کہ مسلمانوں میں ہا اولیٰ نے
اولیٰ اور متہ سے کلمہ بھی پناہ دے سکتا ہے۔

ایہا الناس هل سمعتم
ما سمعت قالوا نعم قال اماو
الذی نفسی بیدہ ما علمت
بشیء من ذلك حتی سمعت
ما سمعتم انه یجیر علی
المسلمین ادناہم

اور یہ فرمایا کہ صاحب زادی کے پاس تشریف لے گئے اور یہ فرمایا کہ اب بٹی اس کا
اکرام کرنا مگر خلوت نہ کرنے پائے کیونکہ تو اس کے لئے حلال نہیں یعنی تو مسلمان ہے اور وہ
مشرک اور کافر۔ اور اہل سر یہ سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم کو اس شخص (یعنی ابوالعاص) کا تعلق ہم

سے معلوم ہے اگر مناسب سمجھو تو ان کا مال واپس کر دو ورنہ وہ اللہ کا عطیہ ہے جو اللہ نے تم کو عطا فرمایا ہے۔ اور تم ہی اس کے مستحق ہو۔

سُننے ہی صحابہ نے کل مال واپس کر دیا، کوئی ڈول لاتا تھا اور کوئی رسی، کوئی لوٹا اور کوئی چمڑے کا ٹکڑا۔ غرض یہ کہ کل مال ذرہ ذرہ کر کے واپس کر دیا۔

ابوالعاص کل مال لے کر مکہ روانہ ہوئے اور جس جس کا حصہ تھا اس کو پورا کیا۔ جب شرکاء کے حصے دے چکے تو یہ فرمایا:

بامعشر قریش هل بقي ل احد
منكم عندى مال ياخذة قالوا
لا فجزاك الله خيرا فقد
وجدناك وفيا كريما قال فانا
اشهدان لا اله الا الله وان
محمد ا عبده ورسوله واليه
مامنعنى من الاسلام عنده
الاتخوف ان اكل اموالكم
فلما اذاها الله اليكم وفرغت
منها اسلمت۔

اے گروہ قریش کیا کسی کا کچھ مال میرے ذمہ باقی رہ گیا ہے جو اس نے وصول نہ کر لیا ہو۔ قریش نے کہا نہیں۔ پس اللہ تجھ کو جزائے خیر دے تحقیق ہم نے تجھ کو وفادار اور شریف پایا۔ کہا پس میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں میں اب تک فقط اس لئے مسلمان نہیں ہوا کہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ میں نے مال کھانے کی خاطر ایسا کیا ہے جب اللہ نے تمہارا مال تم تک پہنچا دیا اور میں اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو گیا تب مسلمان ہوا۔

بعد ازاں ابوالعاص رضی اللہ عنہ مکہ سے مدینہ چلے آئے رسول اللہ ﷺ نے پھر حضرت زینب کو آپ کی زوجیت میں دے دیا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح اول کافی سمجھا گیا کوئی جدید نکاح نہیں ہوا اور بعض روایات میں اس کی تصریح ہے کہ جدید نکاح ہوا اور فقہاء کے نزدیک یہی روایت صحیح

ہے اس لئے کہ اگر پہلا نکاح کافی ہوتا تو آپ صاحبزادی سے یہ نہ فرماتے کہ تو اس کے لئے حلال نہیں۔

انھیں قیدیوں میں رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس بھی تھے، جن کو کعب بن عمرو ابوالیسر نے گرفتار کیا تھا حضرت عباس قوی اور جسم تھی ابوالیسر نحیف الجسم اور ضعیف القوی اور قصیر القامت تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوالیسر تو نے عباس کو کیسے گرفتار کیا۔

ابوالیسر نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک شخص نے میری امداد کی کہ جس کو میں نے کبھی نہ اس سے پہلے دیکھا نہ بعد میں اور اس کی بیعت ایسی اور ایسی تھی آپ نے فرمایا:

لقد اعانک علیہ ملک کریم ! تحقیق ایک محترم فرشتے نے تیری امداد کی۔

یہ روایت مسند احمد اور طبقات ابن سعد وغیرہ میں ابن عباس سے مروی ہے اور دلائل بیہقی اور دلائل ابی نعیم میں حضرت علی سے مروی ہے، علاوہ ازیں اور بھی مختلف طرق سے یہ روایت مروی ہے۔ اور معجم طبرانی میں خود ابوالیسر سے اور مسند احمد میں براء بن عازب سے مروی ہے۔ فتح الباری باب شہود الملائکۃ بہدر کے ایک باب بعد حافظ ہشتمی فرماتے ہیں، رواہ احمد و ابن زور و رجال احمد رجال اتح غیر حارثہ بن مسرہب و ہواثقہ (مجمع الزوائد باب غزوة بدر)۔ حضرت عباس کی بندش ذرا سخت تھی رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت عباس کی کراہ سنی تو نینداڑنی انصار کو جب اس کا علم ہوا تو آپ کی گروہ کھول دی اور مزید برآں یہ درخواست کی کہ اگر حضور اجازت دیں تو ہم اپنے بھانجے عتاس کا فدیہ چھوڑ دیں، آپ نے یہ جواب دیا۔

واللہ لاتدرن منہ درہما ! خدا کی قسم اس سے ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔

حضرت عباس سے جب فدیہ کا مطالبہ کیا گیا تو اپنی ناداری کا عذر کیا آپ نے فرمایا لچھا وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور تمھاری بیوی ام الفضل نے مل کر دین کیا تھا۔

النصائح الکبریٰ ج ۱ ص ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ انصار نے حضرت عباس کو بھانجا اس لئے کہا کہ حضرت عباس کی بیوی۔ عبدالمطلب کی والدہ انصار میں کی تھیں فتح الباری ص ۲۵۸ ج ۱ اور بھانجا کہنے میں اس طرف اشارہ تھا کہ اس پر فدیہ چھوڑنے کا احسان ہماری گردن پر ہے نہ کہ آپ کی ذات بابرکات پر اس لئے کہ یہ فدیہ ہم اپنا بھانجا ہونے کی حیثیت سے چھوڑتے ہیں آپ کے چچا ہونے کی حیثیت سے نہیں، یہ حضرات انصار کا سلیقہ اور حسن ادب تھا رضی اللہ عنہم۔

حضرت عباس سنتے ہی حیران رہ گئے اور عرض کیا بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں میرے اور اُمّ فضل کے سوا کسی کو بھی اس کا علم نہ تھا۔ حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شرط مسلم پر صحیح ہے۔ (مستدرک ترجمۃ العباس رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ) دلائل ابی نعیم میں باسناد حسن ابن عباس رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس پر سواوقیہ اور عقیل بن ابی طالب پر اسی اوقیہ فدیہ لگایا۔ (تمام قیدیوں میں سب سے زائد فدیہ حضرت عباس کا تھا)

حضرت عباس نے عرض کیا کہ کیا آپ نے قرابت کی وجہ سے میرا فدیہ اس قدر زائد تجویز کیا ہے (یعنی قرابت کا اقتضاء تو یہ تھا کہ آپ میرے فدیہ میں تخفیف فرماتے۔ لیکن بجائے تخفیف کے آپ نے میرے فدیہ کی مقدار سب سے زائد کر دی) اُس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي
أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ إِنْ يَعْلَمِ
اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ
خَيْرًا مِّمَّا أَخَذَ مِنْكُمْ وَ
يَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۳

اے نبی آپ ان قیدیوں سے کہہ دیجئے جو
آپ کے قبضہ میں ہیں کہ (تم اس فدیہ پر
کچھ افسوس نہ کرو) اگر اللہ تعالیٰ تمہارے
دلوں میں کچھ بھلائی دیکھے گا یعنی دل سے
اسلام لے آئیں گے تو جو تم سے لیا گیا ہے
اُس سے کہیں زائد اور بہتر تم کو عطا فرما
دے گا اور تمہاری مغفرت بھی فرمائے گا
اور اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

حضرت عباس بعد میں فرمایا کرتے تھے کاش مجھ سے اس وقت اضعاف مضاعفہ فدیہ

لے لیا جاتا۔ ۳

حق جل وعلانیے جتنا مجھ سے لیا اس سے بہتر اور زائد جھکو دے دیا۔ سواوقیہ کے بدلہ
میں سو غلام عطا فرمائے جو سب کے سب تاجر ہیں یہ وعدہ حق تعالیٰ نے دنیا ہی میں پورا فرما
دیا۔ دوسرا وعدہ مغفرت کا تھا اس کا میں امیدوار ہوں۔ ۴

۳ فتح الباری۔ ج: ۷، ص: ۲۴۸۔

۴ سورۃ انفال، آیہ: ۷۰۔

۵ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔

۶ درمنثور۔ ج: ۳، ص: ۲۰۴۔

یہ ناچیز کہتا ہے (غفر اللہ لہ) انشاء اللہ تعالیٰ یہ دوسرا وعدہ بھی ضرور پورا ہوگا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخَلِّفُ الْمِيعَادَ۔ اور کلمہ انشاء اللہ تبرکاً کہتا ہوں نہ کہ تعلیقاً۔

اسیرانِ بدر میں نوفل بن حارث بھی تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اُن سے فدیہ دینے کو کہا تو یہ جواب دیا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں جو فدیہ میں دے سکوں۔ آپ نے فرمایا وہ نیزے کہاں ہیں جو تم جدہ میں چھوڑ آئے ہو نوفل نے کہا بخدا اللہ کے بعد میرے سوا کسی کو بھی اُن کا علم نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ نوفل رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے وہ نیزے فدیہ میں دیئے جن کہ تعداد ایک ہزار تھی۔ آپ نے حضرت عباس اور نوفل رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کے درمیان رشتہ مواخات قائم فرمایا اور زمانہ جاہلیت میں بھی دونوں آپس میں دوست تھے اور تجارت میں شریک رہتے تھے۔ (مستدرک، ترجمہ نوفل بن حارث رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ)۔

عمیر بن وہب حمی سلام کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھا مکہ کے زمانہ قیام میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو ایذا میں پہنچائی تھیں قیدیوں میں اس کا بیٹا وہب بن عمیر بھی تھا۔

ایک دن عمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ صفوان نے مقتولین بدر کا تذکرہ کر کے کہا کہ اب زندگی کا مزہ نہیں رہا۔ عمیر نے کہا ہاں خدا کی قسم۔ سردارانِ قریش کے قتل ہو جانے کے بعد حقیقت میں زندگی کا مزہ ہی جاتا رہا۔ اگر میرے ذمہ قرض اور بچوں کا فکر نہ ہوتا تو ابھی جا کر محمد (ﷺ) کو قتل آتا۔ صفوان بہت خوش ہوا۔ اور کہا تیرا قرض اور اہل و عیال کی خبر گیری سب میرے ذمہ ہے اور اسی وقت صفوان نے تلوار سے قتل کرانی اور زہر میں بچھا کر عمیر کو دی عمیر مدینہ پہنچا اور مسجد نبوی کے دروازہ پر اونٹ ٹھہرایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمیر کو دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ یہ کسی ناپاک ارادہ سے آیا ہے، اسی وقت حضرت عمر نے اُس کی تلوار کا پرتلہ پڑ لیا اور کہتے ہوئے آپ کے سامنے اٹھ آیا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اسے چھوڑ دو اور میرے پوچھا کہ کیوں آئے ہو۔ عمیر نے کہا اپنے قیدی کو چھڑانے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا سچ کہو یا اس لئے آئے ہو، سچ بتاؤ کہ تم نے اور صفوان نے حطیم میں بیٹھ کر کیا مشورہ کیا تھا عمیر نے جواب

کر کہا میں نے کیا مشورہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے میرے قتل کا ذمہ لیا تھا، اس شرط پر کہ صفوان تیرے اہل و عیال کی خبر گیری کرے اور تیرا قرض ادا کرے عمیر نے کہا:

اشهد انک رسول اللہ۔ ان ہذا
الحدیث کان بینی و بین
صفوان فی الحجر لم یطلع
علیہ احد غیرى و غیرہ
فاخبرک بہ فآمنت باللہ
ورسولہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اس واقعہ کا سوائے میرے اور صفوان کے کسی کو علم نہ تھا۔ پس اللہ ہی نے آپ کو اس کی خبر دی پس ایمان لایا میں اللہ اور اس کے رسول پر۔

یہ روایت مجھ طبرانی میں انس بن مالک رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے سند صحیح کے ساتھ مروی ہے اور دلائل بیہقی اور دلائل ابی نعیم میں مرسل مذکور ہے۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ عمیر نے یہ کہا:

واللہ انی لاعلم ما آتاک بہ الا
اللہ فالحمد لله الذی ہدانی
للاسلام وساقنی ہذا المساق
ثم تشہد

قسم ہے اللہ کی میں یقین کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی نے آپ کو اس واقعہ کی اطلاع نہیں کی پس شکر ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ کو اسلام کی ہدایت دی اور مجھ کو یہاں کھینچ کر لایا اور اُس کے بعد کلمہ شہادت پڑھا۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا اپنے بھائی کو دین کی باتیں سمجھاؤ اور قرآن پڑھاؤ اور اس کے قیدی کو چھوڑ دو اسی وقت قیدی عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ کر دیا گیا۔

عمیر رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اللہ کے نور کے بجھانے کی بہت کوشش کی اور جن لوگوں نے اللہ عزوجل کے دین کو قبول کیا، ان کو طرح طرح سے ستایا۔ اب مجھ کو اجازت دیجئے کہ مکہ جا کر اللہ اور اُس کے رسول کی طرف لوگوں کو بلاؤں اور اسلام

کی دعوت دوں شاید اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے اور اللہ کے دشمنوں کو ستاؤں جیسا کہ اس سے قبل اللہ کے دوستوں کو ستایا آپ نے اجازت دی۔

عمیر مدینہ سے روانہ ہوئے اور صفوان بن امیہ لوگوں سے یہ کہتا پھرتا تھا۔ اے لوگو چند روز میں میں تم کو ایسی بشارت سناؤں گا جو تم کو بدر کا صدمہ بھلا دے گی اور ہر وارد و صادر سے عمیر کی خبریں دریافت کرتا رہتا تھا یہاں تک کہ عمیر کے اسلام لانے کی خبر پہنچی۔ صفوان یہ خبر سنتے ہی آگ بگولہ ہو گیا۔ اور قسم کھائی کہ خدا کی قسم عمیر سے بات بھی نہ کروں گا اور نہ اسے کبھی کوئی نفع پہنچاؤں گا۔ عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ پہنچے اور دعوتِ اسلام میں مصروف ہو گئے بہت سے لوگ آپ کی وجہ سے مسلمان ہو گئے اور جو لوگ اسلام کے دشمن تھے ان کو خوب ستایا۔

صلاة العید

بدر سے مراجعت کے بعد سوال کی کیم کو آپ نے عید کی نماز ادا فرمائی۔ یہ پہلی عید الفطر تھی۔ (زرقاتی جلد اول۔ ص: ۴۵۴)

فضائلِ بدرین

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں (مفصل قصہ انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں آئے گا) حضرت عمر سے مخاطب ہو کر فرمایا:

لعل اللہ اطلع الی اهل بدر
فقال اعملوا ما شئتم فقد
وجب لكم الجنة

(بخاری شریف باب فضل من شہد بدر)

معاذ اللہ۔ اعملوا ما شئتم (جو چاہے کرو) سے اہل بدر کو گناہوں کی اجازت دینا مقصود نہیں بلکہ ان کے صدق اور اخلاص کو ظاہر کرنا مقصود ہے کہ بارگاہِ خداوندی میں اہل بدر کی مخلصانہ جانبازی اور مہمانانہ اور الوہانہ سرفروشی مسلم ہو چکی ہے۔ مرتے دم تک ان لوگوں کا

قدمِ جادہٗ محبت و وفا سے لہمی ڈمگانے والا نہیں ان کے قلوب اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور اطاعت سے لبریز ہیں۔ معصیت اور نافرمانی کی ان کے دلوں میں کہیں گنجائش نہیں اگر بمقتضائے بشریت کسی وقت کوئی معصیت صادر ہو جائے گی تو فوراً توبہ اور استغفار کی طرف رجوع کریں گے بہر حال اہل بدر جو کچھ بھی کریں جنت ان کے لئے واجب ہے اطاعت کریں گے تب جنت واجب ہے اور اگر بالفرض بمقتضائے بشریت معصیت کر بیٹھیں گے تو فوراً توبہ اور استغفار اور تضرع اور ابہتال کریں گے جس سے ان کے لئے جنت اور مغفرت واجب ہو جائے گی بلکہ عجب نہیں کہ اور درجے بلند ہو جائیں جیسا کہ آدم علیہ السلام کے توبہ سے اور درجے بلند ہوئے۔ (تفصیل کے لئے مدارج السالکین کی مراجعت کریں)

بارگاہِ خداوندی سے اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ کا خطاب انھیں حضرات کو ہو سکتا ہے جن کے قلوب حق جل و علا کی محبت و عظمت، خوف اور خشیت رغبت اور ہیبت سے لبریز ہوں اور ایسے ہی جنت کی بشارت ان لوگوں کو دی جاتی ہے جن کو ہر وقت اپنے نفس سے نفاق کا اندیشہ رہتا ہو۔ (ہذا توضیح ما قالہ الحافظ ابن قیم فی شرح ہذا الحدیث فی کتاب الفوائد ص ۱۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَنْ يَدْخُلَ النَّارَ أَحَدٌ شَهِدَ ۖ جَوْشَخَصٍ بَدْرٍ مِثْلَ حَاضِرٍ هُوَ أَوْ هَرَّكَزِ جَهَنَّمَ مِثْلَ نَهْ بَدْرٍ۔
جائے گا۔

یہ حدیث مسند احمد میں ہے مسند اس کی شرط مسلم پر ہے۔ (فتح الباری باب فضل من شہد بدر۔) رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سوال کیا کہ آپ اہل بدر کو کیا سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا سب سے افضل اور بہتر۔ جبرئیل نے کہا اسی طرح دو فرشتے جو بدر میں حاضر ہوئے سب فرشتوں سے افضل اور بہتر ہیں۔ (صحیح بخاری باب شہود الملائکۃ بدر)

تعداد بدریین

حضرات بدریین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تعداد میں روایتیں مختلف ہیں مشہور تو یہ ہے کہ تین سو تیرہ تھے۔

اشتباہ اور اختلاف کی وجہ سے محدثین کے اقوال مختلف ہیں حافظ ابن سید الناس نے عیون الاثر میں سب کو جمع کر دیا اور تین سو تریسٹھ نام شمار کرائے تاکہ کسی قول کی بنا پر بھی کوئی نام رہنے نہ پائے۔ احتیاطاً سب کو ذکر کر دیا۔ یہ مطلب نہیں کہ بدرین کی تعداد تین سو تریسٹھ ہے۔ مسند احمد اور مسند بزار اور معجم طبرانی میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اہل بدر تین سو تیرہ تھے۔

ابو ایوب انصاری رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بدر کے لئے روانہ ہوئے تو کچھ دُور چل کر اصحاب کو شمار کرنے کا حکم دیا۔ جب شمار کئے گئے تو تین سو چودہ تھے آپ نے ارشاد فرمایا پھر شمار کرو۔ دوبارہ شمار کر ہی رہے تھے کہ دُور سے دُبلے اُونٹ پر ایک شخص سوار آتا ہوا نظر آیا۔ اُس کو شامل کر کے تین سو پندرہ ہوئے۔ (رواہ الطبرانی وابیہقی)

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بدر کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو تین سو پندرہ آدمی آپ کے ہمراہ تھے (رواہ ابیہقی و اسنادہ حسن)

یہ تین روایتیں ہیں لیکن حقیقت میں سب متفق اور متحد ہیں اس لئے کہ اگر اُس آخری شخص اور نبی اکرم ﷺ کو بھی شمار کیا جائے تو تین سو پندرہ تھے اور اگر اُس آخری شخص اور آپ کی ذات بابرکات علیہ افضل الصلوٰت والتحيات کو اصحاب کے ساتھ شمار نہ کیا جائے تو پھر تعداد تین سو تیرہ ہے اس سفر میں کچھ صغیر السن یعنی کم عمر بچے بھی آپ کے ہمراہ تھے جیسے براء بن عازب۔ عبداللہ بن عمر۔ اُس بن مالک۔ جابر بن عبداللہ۔ مگر ان کو قتال کی اجازت نہ تھی۔

اگر ان کم سن بچوں کو بھی بدرین میں شمار کر لیا جائے تو پھر تعداد تین سو انیس ہو جاتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عمر سے مروی ہے کہ اہل بدر تین سو انیس تھے۔

براء بن عازب رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے مروی ہے کہ بدر کے دن میں اور ابن عمرؓ نے گئے، اُس روز مہاجرین ساٹھ سے کچھ اوپر تھے اور انصار دو سو چالیس تے پتہ زائد تھے۔ (بخاری شریف)

براء بن عازب فرماتے ہیں ہم یہ کہا کرتے تھے کہ اصحاب بدر تین سو دس سے پچھ زیادہ تھے جتنے طاوت کے ساتھ تھے جنہوں نے نہر کو پار کیا۔ اور خدائی قسم نہر سے وہی لوگ پار ہوئے جو بڑے بچے مؤمن اور مخلص تھے۔ (بخاری شریف)

یہ تمام تفصیل فتح الباری باب عدۃ اصحاب بدر میں مذکور ہے۔
علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی امداد کے لئے ستر جن بھی حاضر ہوئے تھے۔ آھ

آٹھ آدمی ایسے تھے کہ جو اس غزوہ میں کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے لیکن اہل بدر میں شمار کئے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت میں سے ان کو حصہ عطا فرمایا:
(۱)۔ عثمان بن عفان رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ ان کو رسول اللہ ﷺ حضرت رقیہ کی علالت کی وجہ سے مدینہ چھوڑ گئے تھے۔

(۲)، (۳)۔ طلحہ اور سعید بن زید۔ ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ نے قریش کے قافلہ کے تجسس کے لئے بھیجا تھا۔

(۴)۔ ابولبابہ انصاری رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کو روحاء سے مدینہ پر اپنا قائم مقام بنا کر واپس فرمایا۔

(۵)۔ عاصم بن عدی رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کو عوالی مدینہ پر مقرر فرمایا۔

(۶)۔ حارث بن حاطب بن عمرو بن عوف کی طرف سے آپ کو کوئی خبر پہنچی تھی، اس لئے آپ نے حارث بن حاطب کو بنی عمرو کی طرف واپس بھیجا۔

(۷)۔ حارث بن صمہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ ان کو رسول اللہ ﷺ نے چوٹ آجانے کی وجہ سے مقام روحاء سے واپس فرمادیا تھا۔

(۸)۔ خوات بن جبیر رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ۔ پنڈلی میں چوٹ آجانے کی وجہ سے مقام صفراء سے واپس کر دیئے گئے تھے۔

یہ ابن سعد کا بیان ہے۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر کا بھی حصہ لگایا جو اس وقت حبشہ میں تھے اور کہا جاتا ہے کہ سعد بن مالک رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ یعنی سہل رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کے والد نے راستہ میں انتقال فرمایا۔ اور صبیح رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ مولیٰ احمہ بیماری کی وجہ سے واپس ہوئے۔

جریدہ اسماء حضرات بدر میں رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عنہم جمعین

ائمہ حدیث اور علماء سیر نے اپنی اپنی تصانیف میں اسماء بدریین کے ذکر کا خاص اہتمام

فرمایا ہے مگر حروف کبھی کے لحاظ سے سب سے پہلے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسماء بدریین کو مرتب فرمایا اور اہل بدر سے صرف چوالیس نام اپنی جامع صحیح میں ذکر فرمائے جو ان کی شرائط صحت و استناد کے مطابق تھے۔

علامہ دوانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ہم نے مشائخ حدیث سے سنا ہے کہ صحیح بخاری میں اسماء بدریین کے ذکر کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور بارہا اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

جریدہ اسماء حضرات بدریین

مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عننا معہم اجمعین

سید المہاجرین و امام البدریین و اشرف الخلائق اجمعین خاتم الانبیاء
و المرسلین سیدنا و مولینا مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ
وَ اصْحَابِهِ وَ شَرَفٍ وَ كَرَمٍ. الی یوم الدّین

(۱)۔ ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲)۔ ابو حفص عمر ابن الخطاب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ۔

(۳)۔ ابو عبد اللہ عثمان بن عفان رضی اللہ (۴)۔ ابو الحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ۔

(۵)۔ حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۶)۔ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷)۔ انس حبشی مولی رسول اللہ ﷺ (۸)۔ ابو بکر بن قریظہ فارسی مولی رسول ﷺ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۹)۔ ابو مرشد کناز بن حصین رضی اللہ تعالیٰ (۱۰)۔ مرشد بن ابی مرشد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یعنی کناز بن حصین کے بیٹے۔

(۱۱)۔ عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور (۱۲)۔ طفیل بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کے دونوں بھائی۔

(۱۳) - حصین بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۴) - مسطح عوف بن اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۵) - ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ (۱۶) - سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
تعالیٰ عنہ

(۱۷) - صبیح مولیٰ ابی العاص امیہ رضی اللہ (۱۸) - عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
تعالیٰ عنہ

(۱۹) - عکاشہ بن محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۰) - شجاع بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور
ان کے بھائی۔

(۲۱) - عقبہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۲) - یزید بن قیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۳) - ابوسنان بن محسن رضی اللہ تعالیٰ (۲۴) - سنان بن ابی سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی
عنہ یعنی عکاشہ بن محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابوسنان بن محسن کے بیٹے اور عکاشہ کے بھتیجے۔
بھائی۔

(۲۵) - محرز بن نصلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۶) - ربیعہ بن اکثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۷) - ثقف بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور (۲۸) - مالک ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ان کے دونوں بھائی۔

(۲۹) - مدج بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۰) - سوید بن مخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳۱) - عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۲) - خباب مولیٰ عتبہ بن غزوان رضی اللہ
تعالیٰ عنہ۔

(۳۳) - زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۴) - حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳۵) - سعد کلبی مولیٰ حاطب بن ابی بلتعہ (۳۶) - مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(۳۷) - سویب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۸) - عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳۹) - سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴۰) - عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اور ان کے بھائی

ایہ خباب عتبہ بن غزوان کے آزاد کردہ غلام ہیں خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سابقین اولین میں سے ہیں یہ ان
کے علاوہ ہیں فقط نام میں اشتراک ہے۔

- (۴۱)۔ مقداد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴۲)۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴۳)۔ مسعود بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴۴)۔ ذوالشمالین بن عبد عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴۵)۔ خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴۶)۔ بلال بن رباح مولیٰ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
(۴۷)۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۴۸)۔ صہیب بن سنان رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴۹)۔ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۵۰)۔ ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۵۱)۔ شماس بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۵۲)۔ ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۵۳)۔ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۵۴)۔ معتب بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۵۵)۔ زید بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۵۶)۔ مجعج مولیٰ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی۔
(۵۷)۔ عمرو بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بھائی۔
(۵۸)۔ عبد اللہ بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۵۹)۔ واقد بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۶۰)۔ خوئی بن ابی خوئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۶۱)۔ مالک بن ابی خوئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۶۲)۔ عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۶۳)۔ عامر بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۶۴)۔ عاقل بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۶۵)۔ خالد بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۶۶)۔ ایاس بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۶۷)۔ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۶۸)۔ عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بیٹے۔
(۶۹)۔ سائب بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷۰)۔ قدیمہ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷۱)۔ عبد اللہ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷۲)۔ عمر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷۳)۔ خنیس بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷۴)۔ ابوجہلہ بن ابی رخمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷۵)۔ عبد اللہ بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۷۶)۔ عبد اللہ بن سہیل بن عمرو رضی اللہ

تعالیٰ عنہ

(۷۷)۔ عمیر بن عوف مولیٰ سہیل بن عمرو (۷۸)۔ سعد بن خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۷۹)۔ ابو عبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ (۸۰)۔ عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعالیٰ عنہ۔

(۸۱)۔ سہیل بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۸۲)۔ صفوان بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بھائی۔

(۸۳)۔ عمرو بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۸۴)۔ وہب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸۵)۔ حاطب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۸۶)۔ عیاض بن ابی زہیر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ

جریدہ اسماء حضرات بدریین انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم

وعنا معہم اجمعین آمین یا رب العالمین

(۱)۔ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲)۔ عمرو بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی

سعد بن معاذ کے بھائی۔

(۳)۔ حارث بن اوس بن معاذ رضی اللہ (۴)۔ حارث بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعالیٰ عنہ یعنی سعد بن معاذ کے بھتیجے۔

(۵)۔ سعد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۶)۔ سلمۃ بن سلامۃ بن وقش رضی اللہ تعالیٰ

عنہ

۱۔ سہیل اور صفوان کے باپ کا نام وہب ہے اور ماں کا نام بیضاء ہے پسران بیضاء کے نام سے مشہور ہیں۔

۲۔ ابن ہشام فرماتے ہیں یہ تین ابن اخط نے تو نہیں ذکر کئے لیکن اور بہت سے اہل علم نے ان تین کو بھی بدریین میں

شمار کیا ہے سیرۃ ابن ہشام ص ۳۹ ج ۲ تا ص ۴۲ ج ۲

- (۷)۔ عباد بن بشر بن قش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۸)۔ سلمۃ بن ثابت بن قش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۹)۔ رافع بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۱۰)۔ حارث بن حزمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۱۱)۔ محمد بن مسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۱۲)۔ سلمۃ بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۱۳)۔ ابوالہیثم بن التیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۱۴)۔ عبید بن التیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۱۵)۔ عبداللہ بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۱۶)۔ قتادہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۱۷)۔ عبید بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۱۸)۔ نصر بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۱۹)۔ معتب بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۲۰)۔ عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۲۱)۔ مسعود بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۲۲)۔ ابو عبس بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۲۳)۔ ابو بردہ ہانی بن نيار رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۲۴)۔ عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۲۵)۔ معتب بن قشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۲۶)۔ عمرو بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۲۷)۔ سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۲۸)۔ مبشر بن عبدالمنزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۲۹)۔ رفاعۃ بن عبدالمنزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۳۰)۔ سعد بن عبید بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۳۱)۔ عویم بن ساعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۳۲)۔ رافع بن عنجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۳۳)۔ عبید بن ابی عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۳۴)۔ ثعلبۃ بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۳۵)۔ ابولبابۃ بن عبدالمنزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۳۶)۔ حارث بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۳۷)۔ حاطب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۳۸)۔ عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۳۹)۔ انیس بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۴۰)۔ معن بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۴۱)۔ ثابت بن اقرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۴۲)۔ عبداللہ بن سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۴۳)۔ زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۴۴)۔ ربیع بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۴۵)۔ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۴۶)۔ عاصم بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۴۷)۔ ابو ضیاح بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۴۸)۔ ابو حدیثہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- یعنی ابو ضیاح کے بھائی....

- (۴۹)۔ سالم بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۵۰)۔ حارث بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یعنی خوات بن جبیر بن النعمان اور عبد اللہ بن جبیر بن النعمان کے چچا۔
- (۵۱)۔ خوات بن جبیر بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۵۲)۔ منذر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۵۳)۔ ابو عقیل بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۵۴)۔ سعد بن خیشمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۵۵)۔ منذر بن قدامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۵۶)۔ مالک بن قدامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۵۷)۔ حارث بن عرفجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۵۸)۔ تمیم مولیٰ سعد بن خیشمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۵۹)۔ بھمبر بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۶۰)۔ مالک بن نمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۶۱)۔ نعمان بن عصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۶۲)۔ خارجه بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۶۳)۔ سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۶۴)۔ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۶۵)۔ خلاد بن سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۶۶)۔ بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۶۷)۔ سماک بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۶۸)۔ سبیح بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۶۹)۔ عباد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۷۰)۔ عبد اللہ بن عبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۷۱)۔ یزید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۷۲)۔ خبیب بن اساف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۷۳)۔ عبد اللہ بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۷۴)۔ حریث بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۷۵)۔ سفیان بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۷۶)۔ تمیم بن یعار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۷۷)۔ عبد اللہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۷۸)۔ زید بن المزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۷۹)۔ عبد اللہ بن عرفطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۸۰)۔ عبد اللہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۸۱)۔ عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی راس المنافقین عبد اللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے۔
- (۸۲)۔ اوس بن خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۸۳)۔ زید بن ودیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- (۸۴)۔ عقبہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

- (۸۵)۔ رفاعہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۸۶)۔ عامر بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۸۷)۔ معبد بن عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۸۸)۔ عامر بن البکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۸۹)۔ نوفل بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۹۰)۔ عبادة بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۹۱)۔ اوس بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۹۲)۔ نعمان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۹۳)۔ ثابت بن بزال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۹۴)۔ مالک بن دعثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۹۵)۔ ربیع بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۹۶)۔ ورقته بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۹۷)۔ عمرو بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۹۸)۔ مجذربن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 اور ورقہ کے بھائی ہیں یا حلیف علی اختلاف
 الاقوال
 (۹۹)۔ عباد بن خشخاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۰۰)۔ نخب بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۰۱)۔ عبد اللہ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۰۲)۔ غتبہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۰۳)۔ ابو وجانہ سماک بن خرثہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ
 (۱۰۴)۔ منذر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۰۵)۔ ابو اسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ
 (۱۰۶)۔ مالک بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۰۷)۔ عبد ربہ بن حق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۰۸)۔ کعب بن جہماز رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۰۹)۔ ضمرة بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۱۰)۔ زیاد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۱۱)۔ سبیس بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۱۲)۔ عبد اللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۱۳)۔ قراش بن صمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۱۴)۔ حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۱۵)۔ عمیر بن الحمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۱۶)۔ تمیم مولیٰ خراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۱۷)۔ عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ
 (۱۱۸)۔ معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ
 (۱۱۹)۔ معوذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ
 (۱۲۰)۔ خلاہ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ

- (۱۲۱)۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۲۲)۔ حبیب بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۲۳)۔ ثابت بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۲۴)۔ عمیر بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۲۵)۔ بشر بن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۲۶)۔ طفیل بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۲۷)۔ طفیل بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۲۸)۔ سنان بن صفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۲۹)۔ عبد اللہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۳۰)۔ عقبہ بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۳۱)۔ جبار بن صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۳۲)۔ خارجه بن حمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۳۳)۔ عبد اللہ بن حمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۳۴)۔ یزید بن الممذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۳۵)۔ معقل بن الممذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۳۶)۔ عبد اللہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۳۷)۔ ضحاک بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۳۸)۔ سعاد بن زریق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۳۹)۔ معبد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۴۰)۔ عبد اللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

دونوں بھائی ہیں

- (۱۴۱)۔ عبد اللہ بن مناف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۴۲)۔ جابر بن عبد اللہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۴۳)۔ خلید بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۴۴)۔ نعمان بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۴۵)۔ ابو الممذر یزید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۴۶)۔ سلیم بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۴۷)۔ قطبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۴۸)۔ عنترہ مولیٰ سلیم بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۴۹)۔ عیس بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۵۰)۔ ثعلبہ بن غنمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۵۱)۔ ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۵۲)۔ ہبل بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۵۳)۔ عمرو بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۵۴)۔ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۵۵)۔ قیس بن محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۵۶)۔ حارث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۵۷)۔ جبیر بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۵۸)۔ سعد بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۵۹)۔ عقبہ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (۱۶۰)۔ ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

دونوں بھائی ہیں

- (۱۶۱)۔ مسعود بن خلدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۶۲)۔ عباد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۶۳)۔ اسعد بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۶۴)۔ فاکہ بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۶۵)۔ معاذ بن ماعض رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۶۶)۔ عائذ بن ماعض رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۶۷)۔ مسعود بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۶۸)۔ رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۶۹)۔ خلاوہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۷۰)۔ عبید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۷۱)۔ زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۷۲)۔ فروقہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۷۳)۔ خالد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۷۴)۔ جبلة بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۷۵)۔ عطیہ بن نوریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۷۶)۔ خلیفہ بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۷۷)۔ عمارة بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۷۸)۔ سراقۃ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۷۹)۔ حارثہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۸۰)۔ سلیم بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۸۱)۔ سہیل بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۸۲)۔ عدی بن زغباء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۸۳)۔ مسعود بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۸۴)۔ ابو خزیمہ بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۸۵)۔ رافع بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۸۶)۔ عوف بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۸۷)۔ معاذ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۸۸)۔ معاذ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۸۹)۔ نعمان بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۹۰)۔ عامر بن مغلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۹۱)۔ عبد اللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۹۲)۔ عصیمہ الجمعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۹۳)۔ ودیعہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۹۴)۔ ابوالنمراء مولیٰ حارث بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۹۵)۔ ثعلبہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۹۶)۔ سہیل بن عقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۹۷)۔ حارث بن صمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۹۸)۔ ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۱۹۹)۔ انس بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۰۰)۔ اوس بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۰۱)۔ ابوشیخ ابی بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۰۲)۔ ابوظحیر زید بن اسہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 عنہ یعنی حسان بن ثابت کے بھائی

- (۲۰۳)۔ حارثہ بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۰۴)۔ عمرو بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۰۵)۔ سلیط بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۰۶)۔ ابوسلیط بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۰۷)۔ ثابت بن خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۰۸)۔ عامر بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۰۹)۔ محرز بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۱۰)۔ سواد بن غزیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۱۱)۔ ابوزید قیس بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۱۲)۔ ابوالاعور بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۱۳)۔ سلیم بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۱۴)۔ حرام بن ابی صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۱۵)۔ قیس بن ابی صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۱۶)۔ عبد اللہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۱۷)۔ عصیمہ اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۱۸)۔ ابوداؤد عمیر بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۱۹)۔ سراقہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۲۰)۔ قیس بن مخلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۲۱)۔ نعمان بن عبد عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۲۲)۔ حماک بن عبد عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۲۳)۔ سلیم بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۲۴)۔ جابر بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۲۵)۔ سعد بن سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۲۶)۔ کعب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۲۷)۔ بحیر بن ابی بحیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۲۸)۔ عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۲۹)۔ ملیح بن وبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۳۰)۔ عصمہ بن الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲۳۱)۔ بلال بن المعلى رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسماء ملائکہ بدر میں صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین

جنگ بدر میں فرشتوں کا آسمان سے مسلمانوں کی امداد کے لئے نازل ہونا اور پھر ان کا جہاد و قتال میں شریک ہونا آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے پہلے معلوم ہو چکا ہے لیکن روایات حدیث سے صرف فرشتوں کے نام معلوم ہو سکے ہیں جو ہدیہ ناظرین ہے۔

(۱)۔ افضل الملائکہ المکرمین امین اللہ تعالیٰ بینہ و بین الانبیاء والمرسلین سیدنا جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم رواہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

۱۔ ظاہر قرآن اور حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل امین تمام ملائکہ سے افضل ہیں و اخرج الطبرانی بسند ضعیف عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قال قال رسول اللہ ﷺ الا خبرکم بافضل الملائکہ جبرئیل۔ ۱۲ روح المعانی ص ۳۰۱ ج

(۲)۔ سیدنا میکائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام

(۳)۔ سیدنا اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام

اخرجہ احمد والہز ار ابو یعلیٰ والحاکم وصحیحہ والبیہقی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وخصائص کبریٰ ص ۲۰۱ ج ۱۔

چونکہ روایت میں اول جبرئیل کا اور پھر میکائیل کا اور پھر اسرافیل علیہم السلام کا آسمان سے نازل ہونا مذکور ہے۔ اس لئے ذکر میں بھی نزول کی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا۔

اسماء شہداء بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ

قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا
بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرَجِينِ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ
وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ الْأَخَوفُ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝۱

مکن گریہ بر گور مقتول دوست ! برو خرمی کن کہ مقبول دوست

(۱)۔ عبیدہ بن الحارث بن مطلب مہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

معرکہ بدر میں پیرکٹ گیا تھا مقام صفراء میں پہنچ کر وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ نے وہیں دفن فرمایا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے ساتھ مقام صفراء میں نزول فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم یہاں مشک کی خوشبو پاتے ہیں، آپ نے فرمایا تعجب کیا ہے، یہاں ابو معاویہ کی قبر ہے (ابو معاویہ حضرت عبیدہ بن الحارث کی کنیت ہے) (استیعاب للحافظ ابن عبد البر ص ۴۲۵ ج ۱ ترجمہ عبیدہ بن الحارث بر حاشیہ اصحابہ)۔

(۲)۔ عمیر بن ابی وقاص مہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بدر کے لئے لوگ جمع ہوئے تو میں نے بھائی

عمیر کو دیکھا کہ ادھر ادھر چھپتا پھرتا ہے میں نے کہا اے بھائی کھلو کیا ہوا کھلو اندیشہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجھ کو دیکھ پائیں اور چھوٹا سمجھ کر واپس فرمادیں اور میں جانا چاہتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ مجھ کو شہادت نصیب فرمائے جب رسول اللہ ﷺ نے لشکر کا معائنہ فرمایا تو عمیر بھی پیش کئے گئے آپ نے صغیر السن ہونے کی وجہ سے واپسی کا حکم دیا۔ عمیر یہ سن کر رو پڑے، آپ نے ان کا یہ ذوق و شوق دیکھ کر اجازت دیدی بالآخر جنگ میں شریک ہوئے اور جام شہادت نوش فرمایا عمیر رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کی عمر اس وقت سولہ سال کی تھی۔

(۳)۔ ذوالشمالین بن عبد عمرو مہاجر بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام زہری اور ابن سعد اور ابن سمعان فرماتے ہیں کہ ذوالیدین اور ذوالشمالین ایک ہی شخص کے دو نام ہیں اور جمہور محدثین کے نزدیک دو شخص ہیں ذوالشمالینؓ تو جنگ بدر میں شہید ہوئے اور ذوالیدین رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی زندہ رہے۔ ۱۲

(۴)۔ عاقل بن البکیر مہاجر بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سابقین اولین میں سے ہیں دارالم میں مشرف باسلام ہوئے پہلا نام ان کا غافل تھا رسول اللہ ﷺ نے بجائے غافل کے عاقل نام رکھا، (اصابہ ترجمہ عاقل بن بکیر)۔ مشرف باسلام ہونے سے قبل آخرت سے غافل اور بے خبر تھے۔ اسلام لانے سے عاقل اور ہوشیار بنے اس لئے ان کا یہ نام تجویز فرمایا واللہ اعلم۔ غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ عمر اس وقت چونتیس سال کی تھی۔

(۵)۔ مجع بن صالح مولیٰ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

سعید بن مسیب سے منقول ہے کہ قتال کے وقت حضرت مجع کی زبان پر یہ الفاظ تھے اَنَا مَهْجَعٌ وَاللّٰهُ رَبِّيْ اَرْجِعْ فِيْ مِجْعٍ هُوَ اَوْ رَأَيْتَ اَنْ يُّرَدَّكَ اَوْ رَأَيْتَ اَنْ يُّرَدَّكَ اَوْ رَأَيْتَ اَنْ يُّرَدَّكَ (رواہ ابن ابی شیبہ) ۳

(۶)۔ صفوان بن بیضاء مہاجر بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بدری ہونا تو ان کا مسلم ہے لیکن غزوہ بدر میں ان کا شہید ہونا مختلف فیہ ہے، ابن اسحاق

۱ الطبقات الکبریٰ۔ ج: ۲، ص: ۱۰۶۔ اصابہ ج: ۳، ص: ۳۵۔ ۲ الطبقات الکبریٰ۔ ج: ۲، ص: ۲۸۲۔

۳ کنز العمال۔ ج: ۵، ص: ۲۶۹۔

اور موسیٰ بن عقبہ اور ابن سعد کہتے ہیں غزوہ بدر میں طعیمہ بن عدی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ ابن حبان کہتے ہیں ۳۰ھ میں اور حاکم کہتے ہیں ۳۸ھ میں وفات پائی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۱۲۔ (اصابہ ترجمہ صفوان بن بیضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

(۷)۔ سعد بن خیشمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

صحابی اور صحابی کے بیٹے شہید اور شہید کے بیٹے۔ سعد غزوہ بدر میں شہید ہوئے اور باپ یعنی خیشمہ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

حضرت سعد بیعت عقبہ میں بھی شریک تھے رسول اللہ ﷺ نے بنی عمرو کا ان کو نقیب بنایا تھا۔ (اصابہ)

رسول اللہ ﷺ نے جب غیر ابی سفیان کے لئے خروج کا حکم دیا تو خیشمہ نے سعد سے کہا اے بیٹا، ہم میں سے ایک کا بچوں اور عورتوں کی حفاظت کے لئے گھر رہنا ضروری ہے۔ تم ایثار کرو اور مجھ کو رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جانے کی اجازت دو اور تم یہاں ٹھہرو۔ اس پر سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاف انکار کر دیا اور یہ عرض کیا۔

لو کان غیر الجنة اثرتک به
انی ارجوا الشهادة فی وجہی
بہذا

جنت کے سوا اگر کوئی معاملہ ہوتا تو ضرور ایثار کرتا اور آپ کو اپنے نفس پر ترجیح دیتا لیکن میں اس سفر میں اپنے شہید ہونے کی قوی امید رکھتا ہوں۔

بعد ازاں باپ اور بیٹے کے مابین قرعہ اندازی ہوئی۔ قرعہ سعد کے نام پر نکلا بیٹے باپ سے زیادہ خوش نصیب نکلے اور شادان و فرحان رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ معرکہ بدر میں عمرو بن عبدود یا طعیمہ بن عدی کے ہاتھ سے شہید ہوئے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ

(۸)۔ بشر بن حارث انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۹)۔ یزید بن حارث انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۰)۔ عمیر بن الحمام انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

بدر کے دن یہ ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! ٹھو جنت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین کی برابر ہے، عمیر نے کہا: نخِ نخ (واہ واہ) آپ نے ارشاد فرمایا اے عمیر کس چیز نے تجھ کو نخِ نخ کہنے پر آمادہ کیا عمیر نے کہا: یا رسول اللہ خدا کی قسم کچھ نہیں مگر صرف یہ اُمید کہ شاید میں بھی جنت والوں میں سے ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: فَإِنَّكَ مِنْ أَهْلِهَا پس تحقیق بلاشبہ تو اہل جنت سے ہے بعد ازاں کھجوریں نکال کر کھانا شروع کیں مگر فوراً ہی پھینک دیں اور یہ کہا کہ اگر ان کے کھانے میں مشغول ہو گیا تو پھر زندگی بڑی طویل ہے کھجوریں پھینک کر قتال میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ شہید ہو گئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ عمیر نے تلوار ہاتھ میں لی اور یہ کلمات ان کی زبان پر تھے

رَكَضًا إِلَى اللَّهِ بغير زاد
الا التقى وعمل المعاد
اللہ کی طرف بغیر توشہ ہی کے دوڑو
مگر تقویٰ اور عمل آخرت

والصبر فني الله على الجهاد

اور جہاد فی سبیل اللہ پر صبر کا توشہ ضرور ہمراہ لے لو

وكل زاد عُرْضَةُ النَفَادِ
غیر التقى والبر والرشاد
اور ہر توشہ معرض فناء میں ہے
مگر تقویٰ اور بھلائی اور رشد

کا توشہ کبھی نہ خراب ہو سکتا ہے اور نہ فنا۔

(استیعاب للحافظ ابن عبد البر ج ۲۸۲ خ ۲ حاشیہ اصابہ۔ واصابہ ص ۳۱ ج ۲ ترجمہ عمیر

بن حمام زرقانی ص ۱۴۲ ج ۱۱ البدلیۃ والنہلیۃ ص ۷۷ ج ۳)

(۱۱)۔ رافع بن معلیٰ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۲)۔ حارثہ بن سراقہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حارثہ بن سراقہ بن حارث رضی اللہ عنہما صحابی اور صحابی کے بیٹے شہید اور شہید کے بیٹے۔

بیٹے یعنی حضرت حارثہ غزوہ بدر میں شہید ہوئے اور حضرت سراقہ غزوہ حنین میں (فتح

الباری باب فضل من شہد بدرا)۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ حارثہ بدر میں شہید ہوئے

اور وہ نوجوان تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ بدر سے واپس تشریف لائے تو حارثہ کی والدہ۔

زینب بنت نضر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو خوب معلوم

ہے کہ جھکو حارثہ سے کس قدر محبت تھی، پس اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں اور اللہ سے ثواب کی امید رکھوں اور اگر دوسری صورت ہے تو پھر آپ دیکھ لیں گے کہ میں کیا کروں گی یعنی خوب گریہ وزاری کروں گی، آپ نے فرمایا کیا (دیوانی) ہو گئی۔ ایک جنت نہیں اُس کے لئے بہت سی جنتیں ہیں اور تحقیق وہ بلاشبہ جنت الفردوس میں ہے (صحیح بخاری غزوہ بدر)۔

(۱۳)۔ عوف بن حارث انصاری رضی اللہ

تعالیٰ عنہ

(۱۴)۔ معوذ بن حارث انصاری رضی اللہ یہ دونوں بھائی ہیں والدہ کا نام عنفراء ہے عوف

تعالیٰ عنہ بن حارث کی شہادت کا واقعہ گزر چکا ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جو اصحاب بدر میں شہید ہوئے حق جل و علا نے ان پر تجلی فرمائی اور اپنے دیدار پر انوار سے ان کی آنکھوں کو منور فرمایا اور کہا اے میرے بندو کیا چاہتے ہو۔

اصحاب نے عرض کیا اے پروردگار جن نعمتے جنت سے تو نے ہم کو سزا فرمایا کیا اس سے بڑھکر بھی کوئی نعمت ہے حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا بتاؤ کیا چاہتے ہو چوتھی مرتبہ اصحاب نے یہ عرض کیا اے پروردگار یہ چاہتے ہیں کہ ہماری رو جس کچھ ہمارے جسموں میں اونیادی جائیں تاکہ پھر تیری راہ میں قتل ہوں جیسے اب قتل ہوئے (رواہ الطبرانی و رجالہ ثقات) و ہذا موقوف لفظ مرفوع حکم الہی امدخل للراہ فیہ۔ و امداعلم ۱۲۔

اسماء و اسیران بدر

روایات صحیحہ سے پہلے معلوم ہو چکا کہ جنگ بدر میں مشرکوں نے مقتول ہوئے اور تارکین۔ ابن ہشام نے بروایت محمد بن اسحاق۔ اور حافظ ابن سید الناس نے عمرون ابن ابی اسحاق میں مقتولین اور قیدیوں کے نام ذکر کیئے ہیں۔ اس وقت اسماء ان بدر میں سے مشہورین کے نام ذکر کرتے ہیں اور جوان میں سے مشرف باسلام ہوائیں کے نام سے ساتھوں کی جہی تہمت پیش کی جاتی ہے۔

ازرقانی ج ۱ ص ۲۵۵

(۱)۔ عباس بن عبدالمطلب۔

رسول اللہ ﷺ کے عم محترم ہیں جو عمر میں آپ سے صرف دو سال بڑے تھے فتح مکہ سے کچھ قبل علانیہ طور پر اسلام کا اظہار فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲)۔ عقیل بن ابی طالب۔

رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی صلح حدیبیہ کے زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت عقیل حضرت جعفر سے دس سال بڑے تھے اور اسی طرح حضرت جعفر حضرت علی سے دس سال بڑے تھے اور ابوطالب کے سب سے بڑے بیٹے طالب (جن کے نام پر یہ کنیت ہے) وہ حضرت عقیل سے دس سال بڑے تھے اسلام کی دولت سے محروم رہے۔ باقی تینوں بھائی۔ عقیل۔ جعفر۔ علی مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

(۳)۔ نوفل بن حارث۔

ان کے اسلام لانے کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جس سال غزوہ خندق ہو اس سال مشرف باسلام ہوئے یعنی ۵ھ میں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴)۔ سائب بن عبید۔

(۵)۔ نعمان بن عمرو۔

(۶)۔ عمرو بن سفیان بن ابی حرب۔

(۷)۔ حارث بن ابی وحرہ۔

(۸)۔ ابوالعاص بن ربیع۔

بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسلام لانے کا واقعہ پہلے

مفصل گزر چکا ہے۔ ۱۲

(۹)۔ ابوالعاص بن نوفل۔

(۱۰)۔ ابوریثہ بن ابی عمر۔

(۱۱)۔ عمرو بن ازرق۔

(۱۲)۔ عقبہ بن عبدالحارث۔

(۱۳)۔ عدی بن الحخیر۔

(۱۴)۔ عثمان بن عبدشمس۔

(۱۵)۔ ابوثور۔

(۱۶)۔ عزیز بن عمیر عبدری۔

بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۷)۔ اسود بن عامر۔

(۱۸)۔ سائب بن ابی حبیش۔

فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فاطمہ بنت ابی حبیش مستحاضہ کے بھائی ہیں۔

(۱۹)۔ حوریت بن عباد۔

(۲۰)۔ سالم بن شداد۔

(۲۱)۔ خالد بن ہشام۔

یعنی ابو جہل بن ہشام کے بھائی بعض علماء نے ان کو مؤلفۃ القلوب میں ذکر کیا ہے۔

(۲۲)۔ امیہ بن ابی حدیفہ۔

(۲۳)۔ ولید بن ولید بن مغیرہ۔

(۲۴)۔ صفی بن ابی رفاعہ۔

(۲۵)۔ ابوالمنذر بن ابی رفاعہ۔

(۲۶)۔ ابو عطاء عبد اللہ بن ابی السائب۔

بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قرآن مکہ میں سے تھے مجاہد وغیرہ

نے آپ سے علم قرآن حاصل کیا۔

۳ اصحاب ۱۲۱۲

۴ اصحاب ۳۰۰

۵ اصحاب ۱۰۶

۶ اصحاب ۳۰۰

۷ اصحاب ۱۰۶

(۲۷)۔ مطلب بن حطب۔

بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۸)۔ خالد بن اعلم۔

(۲۹)۔ ابووداعہ سہمی۔

فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳۰)۔ سروۃ بن قیس۔

(۳۱)۔ حنظلہ بن قبیصہ۔

(۳۲)۔ حجاج بن حارث۔

علامہ سہیلی فرماتے ہیں حجاج بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہاجرین حبشہ میں سے ہیں غزوہ احد کے بعد حبشہ سے مدینہ واپس آئے لہذا اسیران بدر میں انکا ذکر کرنا مصنف کا وہم ہے۔ (روض الانف ص ۱۰۷ ج ۲)

(۳۳)۔ عبداللہ بن ابی بن خلف۔

فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جنگ جمل میں شہید ہوئے۔

(۳۴)۔ ابو عزہ عمرو بن عبداللہ۔

(۳۵)۔ فاکہ مولی امیۃ بن خلف۔

(۳۶)۔ وہب بن عمیر۔

وہب اور اس کے باپ عمیر کے اسلام لانے کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔

(۳۷)۔ ربیعہ بن دراج۔

(۳۸)۔ سہیل بن عمرو۔

بعد میں مشرف باسلام ہوئے اور شام میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور

حدیبیہ میں قریش کی طرف سے صلح کے لئے آئے۔ ۱۲

(۳۹)۔ عبد بن زمعہ۔

اُمّ المؤمنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی بعد میں مشرف باسلام

ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۰)۔ عبدالرحمن بن مشنوء۔

(۲۱)۔ طفیل بن ابی قنیع۔

(۲۲)۔ عقبہ بن عمرو۔

(۲۳)۔ قیس بن سائب مخرومی۔

بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ جاہلیت میں آپ کے شریک تجارت تھے جیسا کہ پہلے گزرا۔

(۲۴)۔ نسطاس مولیٰ امیۃ بن خلف۔

غزوہٴ احد کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (روض اللانف ص ۱۰۰ ج ۲)

اسلام کے مقابلہ میں قوم اور وطن کی حمایت

غزوہٴ بدر اسلام اور کفر کا معرکہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن کو یوم النفرقان فرمایا ہے کہ حق اور باطل میں فرق ہونے کا دن ہے۔

مدنہ میں چھ لوگ ایسے تھے کہ جو اسلام تو قبول کر چکے تھے مگر جب حضور پر نور نے مدنہ سے ہجرت فرمائی تو یہ لوگ اپنی قوم اور قبیلہ کے لحاظ سے مدنہ ہی میں رہ گئے، جب جنگ بدر کا موقع آیا تو ان میں سے چھ لوگ بدر میں قوم کفار کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے آئے اور جنگ بدر میں مارے گئے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ان الذین توفاهم الملائکۃ
ظالمی انفسہم قالوا فیم کنتم
قالوا کنا مستضعفین فی
الارض ط قالوا اللم تکن ارض
اللہ واسیعة فتھا جرؤا فیھا
فاولئک ما واهم جھنم ط وساءت
مصیرا الا المستضعفین من
الرجال والنساء والولدان لا

تشیق جن لوگوں کی فرشتوں نے انہیں
نہیں درآںحایہ وہ لوگ اپنی جانوں پر بڑے
ظلم کرنے والے تھے فرشتوں نے ان سے یہ
کہا کہ تم اس حال میں تھے ان لوگوں نے کہا
کہ ہم بیچارہ اور لاپچار تھے زمین میں اس لئے
ہجرت نہ کر سکے فرشتوں نے کہا یہ اللہ کی
زمین کشادہ نہ تھی کہ قوم اور وطن و پیوڑ پر
وہاں سے ہجرت کر جاتے پس ایسے لوگوں ہ

يَسْتَبِطِعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ
سَبِيلًا ۝ فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ
يُغْفِرَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا
رَحِيمًا ۝ (سورة نساء، آية: ۹۸)

ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت بُرا ٹھکانہ ہے مگر جو
مرد اور عورتیں اور لڑکے درحقیقت بے چارہ
اور بے بس ہیں اور ہجرت کے لئے کوئی
چارہ نہیں پاتے پس ایسے لوگوں کے متعلق
امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قصور کو معاف
کردے اور اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا
اور بخشنے والا ہے۔

صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان ناسا من المسلمین كانوا مع
المشركین يكثرون سواد
المشركین علی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یأتی
السهم فی رمی بہ فیصیب
احدهم فیقتله او یضرب فیقتل
فانزل اللہ ان الذین توفاهم
الملائكة ظالمی انفسہم الایة
(بخاری شریف ص ۶۶۱ کتاب التفسیر سورة النساء)

غزوہ بدر میں کچھ مسلمان مشرکین کی
تعداد اور جماعت بڑھانے کے لئے کفار
مکہ کے ساتھ نکلے تو میدان میں کوئی تیر
آ کر اس مسلمان کے لگتا اور اس سے وہ مارا
جاتا اور کبھی تلوار کی ضرب سے وہ مارا جاتا
پس جو مسلمان بدر میں کافروں کے ساتھ
آئے تھے اور مارے گئے ان کے بارہ میں
یہ آیت نازل ہوئی۔ ان الذین توفاهم
الملائكة. الایة۔

اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی روایت کو امام بخاری کتاب الفتن ص ۱۰۴۹ میں
دوبارہ لائے ہیں اور اس پر ترجمہ رکھا (باب من کرہ ان یکثر سواد الفتن او الظلم) یعنی اہل فتنہ
اور اہل کفر اور اہل معصیت کی تعداد بڑھانے کی کراہت، کا بیان۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس
اللہ سرہ اپنے ترجمہ قرآن میں۔ ان الذین توفاهم الملائكة ظالمی انفسہم
الخ کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں یعنی ”بترک ہجرت از دار الحرب بدار الاسلام و بتکثیر سواد
کفار و اللہ اعلم“۔ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے کافروں کی فوج میں جانا تاکہ
فقط کافروں کی تعداد زیادہ معلوم ہو یہ بھی ناجائز ہے اگرچہ مسلمانوں سے نہ لڑنے کا ارادہ ہے

۱۔ غزوہ بدر کا لفظ متن بخاری میں تو نہیں لیکن دوسری روایت میں مذکور ہے جس کو حافظ عسقلانی نے فتح الباری ص ۱۹۸
ج ۸ کتاب التفسیر میں اور پھر فتح الباری کتاب الفتن ص ۳۲ ج ۱۳ میں ذکر کیا ہے اور علاوہ۔ قسطلانی نے ارشاد الساری
ص ۹۰ ج ۷ ص ۷۷ ج ۱۰ ذکر کیا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔ ۱۲۔

اور نہ لڑے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے کافروں کی فوج میں بھرتی ہونا حرام ہے حضرات اہل علم فتح الباری ص ۱۳۲ ج ۳ وعمدة القاری ص ۵۲۵ ج ۸ اور قسطلانی کی مراجعت کریں اور مزید تفصیل اگر درکار ہو تو تفسیر قرطبی اور تفسیر درمنثور ص ۲۰۵ ج ۲ کی مراجعت کریں۔

اور حدیث میں ہے من کثر سواد قوم فہو منہم۔ یعنی جو شخص کسی قوم کی جماعت اور تعداد کو بڑھائے وہ اسی قوم سے ہے۔

غزوة بدر پر دوبارہ نظر

غزوة بدر کا بیان ختم ہوا اور اس بارے میں آیات اور صحیح اور صریح روایات ناظرین کے سامنے آگئیں جن سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ کا غزوة بدر سے مقصد قریش کے اس کاروان تجارت پر یلغار کرنا تھا کہ جو ابوسفیان کی سرکردگی میں شام سے واپس آ رہا تھا قریش مکہ کے کسی حملہ کا دفاع مقصود نہ تھا علامہ شبلی کی سیرۃ النبی میں رائے یہ ہے کہ غزوة بدر کا مقصد کاروان تجارت پر حملہ کرنا نہ تھا بلکہ آپ کو مدینہ میں یہ خبر آگئی تھی کہ قریش ایک عظیم جمعیت لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے نکلے ہیں اس لئے آنحضرت ﷺ ان کی مدافعت کے قصد سے نکلے اور بدر کا معرکہ پیش آیا۔ غزوة بدر سے آپ کا مقصود کاروان تجارت پر حملہ کرنا نہ تھا بلکہ قریش کے حملہ کا دفاع مقصود تھا۔ علامہ شبلی کا خیال ختم ہوا۔

علامہ شبلی کا یہ خیال تمام محدثین اور مفسرین کی تصریحات بلکہ تمام صحیح اور صریح روایات کے خلاف ہے۔

(۱)۔ روی ابن ابی حاتم عن
ابی ایوب قال قال لنا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ونحن بالمدينة انی اخبرت
عن غیر ابی سفیان فہل لکم
ان تخرجوا الیہا لعل اللہ
یغنمناھا قلنا نعم فخرجنا فلما
ابن ابی حاتم نے ابو ایوب انصاری سے
روایت کیا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے ہم سے مدینہ میں یہ فرمایا کہ
مجھ کو یہ خبر دی گئی ہے کہ ابوسفیان کا تجارتی
قافلہ آ رہا ہے کیا تم کو یہ مرغوب ہے کہ تم
اس تجارتی قافلہ کے لینے کے لئے خروج
کرو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس قافلہ کے

سرنا یوما اویومین قال قد
 اخبروا خبرنا فاستعدوا للقتال
 فقالوا لا والله مالنا طاقة بقتال
 القوم (ولکننا اردنا العین)
 فاعاده فقال له المقداد لا تقول
 لك كما قالت بنو اسرائیل
 الحدیث۔
 (فتح الباری ص ۲۲۳ ج ۷ و زرقانی ص ۴۱۳)

اموال کو بطور غنیمت ہم کو عطا فرمائے صحابہ
 نے عرض کیا ہاں ہم کو یہ امر مرغوب ہے اس
 کے بعد ہم روانہ ہو گئے ایک یا دو روز کی منزل
 قطع کرنے کے بعد حضور نے یہ فرمایا کہ
 کفار مکہ کو ہماری روانگی کی اطلاع مل چکی
 ہے اور وہ تیار ہو کر ہمارے مقابلہ اور مقاتلہ
 کی لئے آرہے ہیں تم بھی ان سے جہاد
 و قتال کے لئے تیار ہو جاؤ صحابہ نے عرض

کیا کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم (ظاہر اسباب میں) ہم میں یہ طاقت نہیں کہ ہم مٹھی بھر جماعت، قریش کے اس مسلح لشکر
 جرار کا مقابلہ کر سکیں، جزا میں نیست کہ ہم تو ابوسفیان کے کاروان تجارت پر حملہ کرنے کے لئے نکلے تھے یعنی ہمیں اس کا
 وہم و گمان بھی نہ تھا کہ قریش سے اس طرح مقابلہ کرنا پڑے گا تو کچھ تیار ہو کر نکلتے آپ نے اسی کلام کا اعادہ فرمایا مقد
 اور رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم بنی اسرائیل کی طرح آپ سے یہ نہیں کہیں گے اِذْهَبْ
 اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هُنَا قَاعِدُونَ کہ آپ اور آپ کا پروردگار جا کر لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں بلکہ ہم آپ کے
 دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے ہر طرف سے اور ہر طرح سے لڑیں گے۔ (ترجمہ ختم ہوا)
 (فتح الباری ص ۲۲۳ ج ۷ غزوة بدر)

(۲)۔ اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

لما سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم
 عليه وسلم بابي سفيان مقبلا
 من الشام ندب المسلمين
 اليهم وقال هذه غير قریش
 فيها اموالهم فاخرجوا اليها

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جب یہ
 سنا کہ ابوسفیان تجارتی قافلہ کے ساتھ شام
 سے واپس آرہا ہے تو آپ نے مسلمانوں
 کو اسکی طرف خروج کی دعوت دی اور یہ
 فرمایا کہ یہ قریش کا قافلہ آرہا ہے جس میں

ابن القوسین کا جملہ البدلیۃ والنہلیۃ ص ۲۶۲ ج ۳ اور تفسیر ابن کثیر ص ۲۸ ج ۲ سورہ انفال کی روایت میں مذکور ہے
 اس لئے یہ جملہ وہاں سے لیا گیا ہے ۱۲ عفا اللہ عنہ

اُن کے بے شمار اموال ہیں پس تم اس پر حملہ کرنے کے لئے نکلو شاید اللہ تعالیٰ وہ تمام اموال تم کو غنیمت میں عطا فرمائے پس کچھ لوگ آپ کے ہمراہ نکلے اور کچھ نہیں نکلے جسکی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کو اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں سے کوئی جنگ پیش آجائے گی۔ ابوسفیان کو اس کا کھٹکا لگا ہوا تھا اس لئے وہ برابر جستجو میں تھا یہاں تک کہ جب ابوسفیان کو یہ پتہ لگ گیا کہ

آنحضرت ﷺ نے اس قافلہ پر حملہ کے لئے خروج فرمایا ہے تو فوراً غم مخم غماری کو قاصد بنا کر منہ روانہ کیا اہل آخر القصۃ۔ اس لئے حافظ عسقلانی شرح بخاری میں کہتے ہیں۔

غزوہ بدر کا سبب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کی طرف خروج کی دعوت دی تاکہ اس کے ذخائر اموال پر قبضہ کریں کیونکہ اس قافلہ میں اموال بہت تھے اور آدمی مہ تھے (تمیں یا چالیس تھے) اس سے انصار کو یہ گمان بھی نہ ہوا کہ نوبت قتال کی آئے گی اس لئے بہت تھوڑے آدمی آپ کیساتھ نکلے اور لڑائی کی خاص تیاری نہیں

لعل اللہ ان ینفلکموها فان تدب الناس فحفت بعضهم وثقل بعضهم وذلك انهم لم یظنوا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلقى حربا وکان ابوسفیان قد استنفر حین دنا من الحجاز یتجسس الاخبار الحدیث

(ابوداؤد والنبیہ ص ۲۵۶ ج ۳ و تیسرا ابن کثیر ص ۲۸۸ ج ۳ سورۃ انفص و زرقانی ص ۱۱۱ ج ۱)

والسبب فی ذلك ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ندب الناس الی تلقی ابی سفیان لاخذ مامعه من اموال قریش وکان من معہ قلیلا فلم یظن اکثر الانصار انه یقع قتال فلم یجز معہ منهم الا القلیل ولم یأخذوا اعبۃ الاستعداد کما ینبغی بخلاف المشرکین فانہم خرجوا

ایمانی شرح المصابیح للذرقانی ص ۲۱۰ ج ۱

مستعدین ذابین عن اموالہم۔
 کی بخلاف مشرکین کے کہ وہ پوری تیاری
 کے ساتھ مکہ سے نکلے تاکہ اپنے اموال کی
 حفاظت اور مدافعت کریں۔

ابوسفیان کو جب یہ خبر ملی کہ حضور پر نور کا روان تجارت پر حملہ کرنے کے لئے مدینہ سے
 روانہ ہوئے ہیں تو اس نے فوراً مضمم غفاری کو پیغام دے کر مکہ روانہ کیا۔

یاعشر قریش اللطیمة
 اللطیمة اموالکم مع ابی
 سفیان قد عرض لہا محمد فی
 اصحابہ لا اری ان تدرکوا
 الغوث۔ الغوث ۲
 اے گروہ قریش دوڑو اور خبر لو اپنے اُن
 اونٹوں کی جو کپڑوں اور سامان سے لدے
 ہوئے ہیں اور خبر لو اپنے مالوں کی محمد اپنے
 اصحاب کے ساتھ اُن سے تعرض کیلئے روانہ
 ہو گئے ہیں میں گمان نہیں کرتا تم اپنے
 اموال کو صحیح و سالم پاسکو گے۔ المدد المدد
 یعنی جلد از جلد قافلہ کی مدد کو پہنچو،

ابوسفیان نے مضمم غفاری کے روانہ کرنے کے بعد نہایت احتیاط سے کام لیا، اور
 ساحل کے راستے سے قافلہ کو بچا کر نکل گیا۔ اور جب قافلہ مسلمانوں کی زد سے نکل گیا تو
 ابوسفیان نے ایک دوسرا پیغام قریش کے نام روانہ کیا وہ پیغام یہ تھا۔

قال ابن اسحاق ولما رای ابو
 سفیان انه قد احزر غیرہ ارسل
 الی قریش انکم انما خرجتم
 لتمنعوا غیرکم ورجالکم
 واموالکم فقد نجاها اللہ
 فارجعوا ۳
 محمد ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب ابوسفیان
 نے دیکھا کہ اب اپنے قافلہ کو مسلمانوں
 سے بچا کر نکال لے گیا تو قریش کی طرف
 ایک پیغام بھیجا کہ تم فقط اپنے کاروان
 تجارت اور آدمیوں اور مالوں کی حفاظت
 کیلئے نکلے تھے اللہ نے ان سب کو بچا لیا
 لہذا تم اب مکہ لوٹ جاؤ۔

ابوسفیان کا یہ پیغام قریش کو اس وقت پہنچا کہ جب قریش مقامِ حنفہ میں پہنچ چکے تھے لوگوں نے چاہا کہ لوٹ جائیں مگر ابو جہل نے قسم کھالی کہ ہم اسی شان سے بدر تک جائیں گے اور بغیر لڑے واپس نہیں گے مگر اخص بن شریق نے ابو جہل کی بات کو نہ مانا اور بنی زہرہ سے مخاطب ہو کر یہ کہا

یا بنی زہرہ قد نجی اللہ لکم
اموالکم وخلص لکم
صاحبکم مخرمة بن نوفل
وانما نفرتم لتمنعوه ومانه
فاجعلوا ابها جنبها وارجعوا
فانه لا حاجة لکم بان تخرجوا
فی غیر ضیعة لا ما یقول ہذا
قال فرجعوا فلم یشہد
ہازہری واحد۔ لے

اے بنی زہرہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مالوں کو بچالیا اور تمہارے ساتھی مخرمہ کو بھی بچالیا جزا میں نیست کہ تم تو فقط مالوں کو مسلمانوں کی دست برد سے بچانے کے لئے نکلے تھے، سو وہ بچ نکلے، لہذا تم سب لوٹ جاؤ بے ضرورت نکلنے سے کیا فائدہ اخص کے کہتے ہی تمام بنی زہرہ راستہ ہی سے لوٹ گئے اور ایک آدمی بھی بنی زہرہ میں کا بدر کے معرکہ میں شریک نہیں ہوا۔

بنو ہاشم تو اول ہی سے جنگ میں جانا نہیں چاہتے تھے، عاتکہ بنت عبدالمطلب کے خواب کی وجہ سے چلنے پر آمادہ نہ تھے۔ پھر جہیم کے خواب نے اور متردد کر دیا اور پھر جب ابوسفیان کا پیغام آ گیا کہ کاروان تجارت صحیح سالم بچ نکلا تو اور بہت سے تردد میں پڑ گئے چنانچہ طالب بن ابی طالب اور کچھ لوگ ان کے ساتھ مکہ واپس چلے گئے۔ پھر جب اخص بن شریق۔ بنی زہرہ کو لے کر واپس ہو گیا تو اور تذبذب میں پڑ گئے مگر ابو جہل کی ضد اور ہٹ دھرمی اور اس کے رعب کی وجہ سے بدر کی طرف روانہ ہوئے۔

عتبہ اور شیبہ ابتدا ہی سے چلنے پر تیار نہ تھے اور اخیر وقت تک یہ چاہتے رہے کہ مکہ واپس ہو جائیں جیسا کہ مفصل گزر چکا۔

کیا اب اس قسم کی صریح اور ناقابل تاویل روایات کے بعد بھی کسی مؤول کے لئے یہ گنجائش ہے کہ کہے کہ حضور پُر نور اور صحابہ کرام کاروان تجارت پر حملہ کرنے کے لئے نہیں

نکلے تھے بلکہ قریش کی جو جمعیت مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے نکلی تھی حضور پر نور اس کی مدافعت کیلئے بدر پر تشریف لے گئے تھے۔

آنحضرت ﷺ صحابہ کرام کو ہمراہ لے کر جب مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو آپ کا مقصد صرف قریش کا کاروان تجارت تھا ابو جہل اور اس کی جمعیت کا وہم و گمان بھی نہ تھا بلکہ نفس الامری میں کہیں اس کا وجود اور نام و نشان بھی نہ تھا۔

جیسا کہ ابو جہل اور قریش کے کہیں حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ ہم کوئی جمعیت لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوں بلکہ جب ابوسفیان کے قاصد ضمضم غفاری نے مکہ پہنچ کر یہ خبر سنائی کہ تمہارا کاروان تجارت خطرہ میں ہے مسلمان اس پر حملہ کرنا چاہتے ہیں، اس وقت مکہ میں ہلچل پڑ گئی اور قریش ابو جہل کے سرکردگی میں بڑی شان و شوکت سے زرہیں پہن کر اور پوری طرح مسلح ہو کر اپنے کاروان تجارت کو بچانے کے لئے نکلے قریش کو مقام جحہ میں پہنچ کر ابوسفیان کی طرف سے اطلاع ملی کہ قافلہ صحیح سالم بچ نکلا ہے اور حضور پر نور ﷺ کو مقام صفراء میں پہنچ کر اطلاع ملی کہ کاروان تجارت تو نکل گیا ہے اور قریش پوری تیاری کے ساتھ مسلح ہو کر آرہے ہیں چونکہ مسلمان کسی جنگ کی نیت سے نہیں نکلے تھے اس لئے آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے (جس کی پوری تفصیل پہلے گذر چکی) لہذا کسی علامہ کا یہ خیال کرنا کہ حضور پر نور نے اول سے آخر تک کسی وقت بھی تجارتی قافلہ پر حملہ کی نیت نہیں کی بلکہ ابتداء ہی سے حضور پر نور نے جو سفر شروع فرمایا وہ قریش کے اس فوجی لشکر کے مقابلہ اور دفاع کے لئے تھا جو از خود مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے اقدام کرتا ہوا چلا آرہا تھا۔ یہ خیال ایک خیال خام ہے جو اپنی ایک مزعوم درایت اور خود ساختہ اصول پر مبنی ہے جس پر تمام ذخیرہ احادیث نبویہ اور ارشادات قرآنیہ اور روایات سیرت اور واقعات تاریخیہ کو قربان کرنا چاہتے ہیں افسوس اور صد افسوس کہ جن اعداء اللہ نے اللہ کے نبی اور اس کے تابعین کو جانی اور مالی نقصان پہنچایا ہو اور ان کو ان کے گھروں سے نکالا ہو اور ان کے اموال پر ناجائز قبضے کئے ہوں اور آئندہ کے لئے بھی ان کے یہی عزائم ہوں اور ایک لمحہ کے لئے اسلام اور مسلمانوں کے مٹانے کی تدبیر سے غافل نہ ہوں سو اگر مسلمان ان کو جانی یا مالی نقصان پہنچانے کے لئے کوئی اقدام کریں تو اس کو خلاف تہذیب اور خلاف انسانیت سمجھا

جائے اور جن روایات میں کچھ تاویل چل سکے وہاں تاویل کر لی جائے اور جہاں تاویل نہ چل سکے اُن کا ذکر ہی نہ کیا جائے تاکہ اپنے خود ساختہ اصول پر زور نہ پڑے یہ شانِ علم اور امانت کے خلاف ہے قراطیس تبدونہا و تخفون کثیرا غزوہ بدر سے پہلے جس قدر مہمیں روانہ کی گئیں وہ اکثر و بیشتر قریش کے تجارتی قافلوں ہی پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کی گئیں پھر غزوہ بدر ہی میں کیوں اشکال پیش آیا۔

رہا یہ دعویٰ کہ مسلمانوں کو کافروں پر ابتداء از خود حملہ کرنا جائز نہیں جب تک کہ کفار از خود حملہ نہ کریں مطلب یہ کہ جہاد کے لئے از خود اقدام جائز نہیں بلکہ جب کافر ابتداء حملہ آور ہوں تو ان کا دفاع کیا جائے سو اس کا جواب ابتداء میں بحث جہاد میں بالتفصیل گزر چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔ کفار مکہ جو مسلمانوں کو تیرہ برس تک جانی اور مالی ہر قسم کا نقصان پہنچا چکے ہوں اور ہر قسم کے مظالم اُن پر کر چکے ہوں اور آئندہ کے لئے باقاعدہ دہمکیاں دے رہے ہوں اور مسلمانوں کی سازشوں میں سرگرداں ہوں اور اس بارے میں مراعاتیں جاری ہوں ان کے جان و مال پر مسلمانوں کے لئے از خود حملہ کرنا۔ جائز نہ ہو قتل اور نقل دونوں کے خلاف ہے۔

خلاصہ کلام

یہ کہ ان تمام روایات سے روز روشن کی طرح یہ امر واضح ہو گیا کہ حضور پر نورؐ راہِ صحابہ کرام مدینہ سے کاروان تجارت کے ارادہ سے نکلے تھے اور قریش مکہ اور ابو جہل۔ اسی کاروان تجارت کے بچانے کے لئے نکلے تھے مومن و کافر سب کا ^{مطمئن} نظر یہی کاروان تجارت تھا۔ اور ہر دو فریق یہی سمجھے ہوئے تھے علامہ جمہیں یا نہ جمہیں نیز غزوہ بدر سے پہلے جو غزوات، سرایا پیش آئے وہ اکثر و بیشتر اقدامی تھے دفاعی نہ تھے ابتداء حضور پر نورؐ کی طرف سے ہوئی۔



قتل عصماء یہودیہ

(۲۶/رمضان المبارک ۲ھ)

عصماء ایک یہودی عورت تھی جو رسول اللہ ﷺ کی بہو میں اشعار کہا کرتی تھی اور طرح طرح آپ کو ایذا پہنچاتی تھی۔ لوگوں کو آپ سے اور اسلام سے برگشتہ کرتی۔ ہنوز آپ بدر سے واپس ہوئے تھے کہ پھر اسی قسم کے اشعار کہے۔ عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کو سنتے ہی جوش آ گیا اور یہ منت مانی اگر اللہ کے فضل سے رسول اللہ ﷺ بدر سے صحیح سالم واپس آ گئے تو اس کو ضرور قتل کروں گا۔

رسول اللہ ﷺ جب بدر سے مظفر و منصور صحیح سالم تشریف لائے تو عمیر ثشب کے وقت تلوار لے کر روانہ ہوئے اور اس کے گھر میں داخل ہوئے چونکہ نابینا تھے اس لئے عصماء کو ہاتھ سے ٹولا اور بچے جو اس کے ارد گرد تھے ان کو ہٹایا اور تلوار کو سینہ پر رکھ کر اس زور سے دبایا کہ پشت سے پار ہو گئی۔

نذر پوری کر کے واپس ہوئے اور صبح کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ادا فرمائی اور واقعہ کی اطلاع دی اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھ پر اس بارے میں کچھ مواخذہ تو نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔

لا ینتطح فیہا عنزان
اس بارے میں دو بھیڑیں بھی سر نہ ٹکرائیں
گی۔

یعنی یہ ایسا فعل ہی نہیں کہ جس میں کوئی کسی قسم کا اختلاف اور نزاع کر سکے۔ انسان تو درکنار بھیڑ اور بکریاں بھی اس میں اپنے سینگ نہ ٹکرائیں گی۔

پیغمبر برحق کی شان میں گستاخی کرنے والے کا قتل کہیں قابل مواخذہ ہو سکتا ہے؟ بلکہ اعظم قربات اور افضل عبادات میں سے ہے جس میں کوئی نزاع ہی نہیں کر سکتا۔ جانور بھی اس کو حق سمجھتے ہیں۔

مصنف حماد بن سلمہ میں مذکور ہے کہ یہ عورت ایام ماہواری کے خون آلود کپڑے مسجد میں لا کر ڈالا کرتی تھی۔

الغرض رسول اللہ ﷺ عمیر کے اس فعل سے بید مسرور ہوئے اور صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اذا احببتم ان تنظروا الی رجل
نصر اللہ ورسولہ بالغیب
فانظروا الی عمیر بن عدی۔

اگر ایسے شخص کو دیکھنا چاہتے ہو جس نے
اللہ اور اس کے رسول کی غائبانہ مدد کی ہو تو
عمیر بن عدی کو دیکھ لو۔

حضرت عمر نے فرمایا اس اعمیٰ (نابینا) کو دیکھو تو سہی کہ کس طرح چھپ کر اللہ کی طاعت کیلئے روانہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کو اعمیٰ (نابینا) نہ ہو یہ تو بصیر (بینا) ہیں۔ یعنی ظاہر اگرچہ اعمیٰ (نابینا) ہیں مگر دل کے بصیر اور بینا ہیں۔ رمضان المبارک کی پانچ راتیں باقی تھیں جس وقت یہ عورت قتل کی گئی۔ تفصیل کے لئے زرقانی ص ۴۵۳ ج ۱ اور الصارم المسلول علی شاتم الرسول للحافظ ابن تیمیہ از ص ۹۴ تا ص ۱۰۳ مراجعت کریں و طبقات ابن سعد ص ۱۸ ج ۲ و عیون الاثر ص ۲۹۳ ج ۲ دیکھیں

حضرت جابر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عمیر بیمار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انطلقوا بنا الی البصیر الذی
فی بنی واقف نعوذہ۔

ہم کو اس بینا کے پاس لے چلو جو بنی واقف
میں رہتا ہے اس کی عیادت کریں۔

حافظ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

فَبَعَثَهُ عُمَيْرًا الْخَطْمِيًّا
لِقَتْلِ عَصْمَاءَ هَجَّتِ النَّبِيَّا

سئل اللہ ما یہ ۱۲

غزوة قرقرۃ اللذری

غزوة بدر سے مراجعت کے بعد شروع شوال میں سلیم اور غطفان کے اجتماع کی خبر پا کر آپ نے دو سو آدمیوں کے ساتھ خروج فرمایا۔ جب آپ چشمہ لذر پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ دشمنان اسلام پہلے ہی سے آپ کی خبر پا کر منتشر ہو چکے ہیں۔ تین روز قیام فرما کر بلا جدال و قتال واپس آ گئے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے آپ نے ایک سریہ اُن کے تعاقب میں روانہ فرمایا جو غنیمت میں پانسواونٹ لے کر واپس ہوا۔

بقیہ شوال اور ذی قعدہ آپ مدینہ میں مقیم رہے اور اسی عرصہ میں اسیران بدر فدیہ لے کر رہائے گئے۔

قتل ابی عفک یہودی

شوال ہی میں رسول اللہ ﷺ نے سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ ۲ کو ابو عفک یہودی کے قتل کے لئے روانہ فرمایا:

ابو عفک مذہباً یہودی تھا، بوڑھا تھا ایک سو بیس سال کی عمر تھی رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں شعر کہتا تھا اور لوگوں کو آپ کی عداوت پر برا بیچتے کرتا تھا۔ جب اس کی دریدہ ذہنی حد سے گذر گئی تو یہ ارشاد فرمایا:

من لی بهذا الخبیث
کون ہے جو میرے لئے (یعنی محض میری عزت و حرمت کے لئے) اس خبیث کا کام تمام کرے۔

سالم بن عمیر نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے پہلے ہی منت مانی ہوئی ہے کہ ابو عفک کو قتل کر دوں گا یا خود مر جاؤں گا۔ یہ سنتے ہی سالم تلوار لے کر روانہ ہوئے۔ گرمی کی رات تھی کہ ابو عفک غفلت کی نیند سو رہا تھا۔ پہنچتے ہی تلوار اُس کے جگر پر رکھی اور اس زور سے دبایا کہ پار ہو کر بستر تک پہنچ گئی عدو اللہ ابو عفک نے ایک چیخ ماری۔ لوگ دوڑے مگر کام تمام ہو چکا تھا۔ ۳ حافظ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فَبَعَثَهُ سَالِمًا إِلَى عَفْكَ
قتله أذى النبي وافك

۱۔ اے کذب و افتراء علی النبی ﷺ ص ۲۱۲

۱۔ ازرقانی، ج ۱، ص ۲۵۴۔ ۲۔ سالم بن عمیر بدری بھی ہیں اور بیعت عقبہ میں بھی شریک ہوئے ہیں خوف خداوندی سے بہت رونے والے تھے۔ گرمی و بکا کی خاص کیفیت آپ پر طاری رہتی تھی ۱۲۔ اصحابہ ترجمہ سالم بن عمیر ۱۲ حضرت معاویہ کے زمانہ میں انتقال فرمایا ۱۴۔ چون خدا خواہد کہ یا ماری کند۔ میل مارا جانب زاری کند ۱۴۔ الطبقات الکبریٰ ابن سعد، ج ۲، ص ۱۹۔ الصارم المسلمول لابن تیمیہ۔ ص ۱۰۳۔ عیون الاثر ص ۲۱۴ عیون الاثر ص ۳۲۴۔ ازرقانی ج ۱ ص ۲۵۵

غزوة بنی قینقاع

۱۵/ شوال یوم شنبہ ۲ھ

بنی قینقاع۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادری کے لوگ تھے نہایت شجاع اور بہادر تھے زرگری کا کام کرتے تھے۔ شوال کی پندرہ سولہ تاریخ کو بروز شنبہ رسول اللہ ﷺ ان کے بازار میں تشریف لے گئے اور سب کو جمع کر کے وعظ فرمایا:

يا معشر يهود احذرو امن الله
مثل ما نزل بقريش من النعمة
واسلموا فانكم قد عرفتم اني
نبي مرسل تجدون ذلك في
كتابكم وعهد الله اليكم

اے گروہ یہود اللہ سے ڈرو جیسے بدر میں
قریش پر خدا کا عذاب نازل ہوا کہیں اسی
طرح تم پر نازل نہوا سلام لے آؤ اس لئے
کہ تحقیق تم خوب پہنچاتے ہو کہ میں
بالیقین اللہ کا نبی اور اس کا رسول ہوں جس
کو تم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہو اور
اللہ نے تم سے اس کا عہد لیا ہے۔

یہودیہ سنتے ہی مشتعل ہو گئے اور یہ جواب دیا کہ آپ اس غزوہ میں ہرگز نہ رہنا کہ ایک
ناواقف اور ناتجربہ کار قوم یعنی قریش سے مقابلہ میں آپ غالب آگئے۔ اللہ اگر ہمت
مقابلہ ہو تو خوب معلوم ہو جائے گا کہ ہم مرد ہیں اس پر حق جمل و غلامانے یہ آیت نازل فرمائی۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا
ط فِئَةٌ تَقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَأُخْرَى كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِثْلِهِمْ
رَأَى الْعَيْنُ ط وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ
مَنْ يَشَاءُ ط إِنْ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةٌ
لِأُولِي الْأَبْصَارِ

تحقیق تمہارے نے نشانی ہے ان
جماعتوں میں کہ باہم ایک دوسرے سے
لڑتی ہیں جماعت تو خدا کی راہ میں قتال
کرتی ہیں اور دوسری جماعت کافروں کی ہے
کہ مسلمانوں کو اپنے سے وہ چند مہینے
تھیں انہوں نے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے

اپنی امداد سے قوت دیتے ہیں تحقیق اس میں عبرت ہے اہل بصیرت کے لئے۔

رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے تو بنی قینقاع اور بنی قریظہ اور بنی نضیر سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ ہم نہ آپ سے جنگ کریں گے اور نہ آپ کے دشمن کو کسی قسم کی مدد دیں گے، مگر سب سے پہلے بنی قینقاع نے عہد شکنی کی اور نہایت درشتی سے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیا اور آمادہ جنگ ہو گئے۔

یہ لوگ مضافات مدینہ میں رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں اپنے بجائے ابولبابہ بن عبدالمنزہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرما کر بنی قینقاع کی طرف خروج فرمایا۔ ان لوگوں نے قلعہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پندرہ شوال سے لے کر غزوة ذی قعدہ تک انکا محاصرہ فرمایا۔ بالآخر مجبور ہو کر سولھویں روز یہ لوگ قلعہ سے اتر آئے رسول اللہ ﷺ نے ان کی مشکلیں باندھنے کا حکم دیا۔

راس المنافقین عبد اللہ بن ابی ابن سلول کی الحاح وزاری کی وجہ سے قتل سے تو درگزر فرمایا مگر مال و اسباب لے کر جلائے وطنی کا حکم دے دیا۔ اور مالِ غنیمت لے کر مدینہ منورہ واپس ہوئے ایک خمس خود لیا اور چار خمس غانمین پر تقسیم فرمایا، بدر کے بعد یہ پہلا خمس تھا جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے لیا۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی قینقاع سے میرے حلیفانہ تعلقات تھے اُن کی اس شرارت اور بد عہدی کو دیکھ کر اُن سے تعلق قطع کر لیا اور اُن سے تبری اور بیزاری کا اعلان کیا۔

یا رسول اللہ اتبرأ الی اللہ والی
رسولہ واتولی اللہ ورسولہ
والمؤمنین وابرأ من حلف
الکفار وولا یتھم لہ

یا رسول اللہ میں آپ کے دشمنوں سے بری
اور بیزار ہو کر اللہ اور اس کے رسول کی
طرف آتا ہوں اور اللہ اور اس کے رسول
اور اہل ایمان کو اپنا دوست اور حلیف بناتا
ہوں اور کافروں کی دوستی اور عہد سے
بالکلیہ بری اور علیحدہ ہوتا ہوں۔

ف:- اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ایمان کے لئے جیسے اللہ اور اس کے رسول اور عباد مؤمنین کی محبت ضروری ہے اسی طرح اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے عداوت و نفرت، بیزاری اور براءت کا اعلان بھی ضروری ہے۔ اولاً بے تبرا نیست ممکن۔ ایسی ہی جگہ صادق ہے۔ تفصیل اگر درکار ہے تو عارف ربانی شیخ مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ کی مکتوبات کی مراجعت فرمائیں کہ ایمان کے لئے فقط تصدیق کافی نہیں جب تک کہ خدا کے دشمنوں سے تبری اور بیزاری نہ ہو۔ اور یہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ تبری عن الکفر و الکفار ایمان کی شرط لازم ہے جیسا کہ علم کلام کی کتابوں میں مذکور ہے۔

غزوة سويق

۵/ ذی الحجہ ۲ھ

بدر سے جب مشرکین کا ہزیمت خوردہ لشکر خانہ و خاسر مکہ پہنچا تو ابوسفیان بن حرب نے یہ قسم کھائی کہ جب تک مدینہ پر حملہ نہ کر لوں گا اور اس وقت تک غسل جنابت نہ کروں گا۔ چنانچہ اپنی قسم پوری کرنے کے لئے شروع ذی الحجہ میں دو سو سواروں کو ہمراہ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا مقام غریف میں پہنچ کر جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے ایک کھجور کے باغ میں گھسے وہاں دو شخص زراعت کے کام میں مصروف تھے ایک شخص انصار میں سے تھا اور دوسرا الجیر تھا ان دونوں کو قتل کیا اور کچھ درخت جلائے اور سمجھے کہ ہماری قسم پوری ہوئی اور بھاگ گئے۔

رسول اللہ ﷺ کو جب علم ہوا تو بتاریخ ۵ ذی الحجہ یوم یکشنبہ دو سو مہاجرین اور انصار لے کر ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہوئے مگر کوئی ہاتھ نہ آیا یہ لوگ پہلے ہی نکل بھاگے تھے۔ چلتے وقت بوجہ ہلکا کرنے کے لئے ستھ کے جو تھیلے ہم اولانے تھے وہ پیوز گئے تھے وہ سب مسلمانوں کو ہاتھ آئے اس لئے اس غزوة کا نام غزوة السويق ہے یعنی شہ و الاغزوة۔

عید الاضحیٰ

۹ ذی الحجۃ الحرام کو رسول اللہ ﷺ غزوة السویق سے واپس ہوئے اور ۱۰ ذی الحجۃ الحرام کو دو رکعت نماز عید ادا فرمائی۔ اور دو مینڈھے قربانی کئے اور مسلمانوں کو قربانی کا حکم دیا۔ مسلمانوں کی یہ پہلی بقر عید تھی۔

نکاح سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اسی سال ۲ رسول اللہ ﷺ نے اپنی سب سے چھوٹی صاحب زادی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمائی۔

اول حضرت ابو بکر نے اور پھر حضرت عمر نے آپ سے اس سعادت کے حصول کی خواہش ظاہر فرمائی۔ مگر آپ نے سکوت فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا میں حکم الہی کا منتظر ہوں بعد ازاں حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم نے حضرت علی کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے لئے صاحب زادی کا پیام دیں۔ حضرت علی نے اس مخلصانہ اور خیر خواہانہ مشورہ کی بناء پر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ استدعا پیش کی آپ نے ۳ حسب نزول وحی حضرت علی کے پیام کو منظور فرمایا

حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب میں نے پیام دینے کا ارادہ کیا تو دل میں یہ خیال آیا کہ واللہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں، حالانکہ شادی کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور ہونا چاہئے لیکن آپ کے احسانات اور مکارم اور آپ کے الطاف اور مہربانیوں نے ہمت دلائی اور آپ کی بارگاہ میں یہ استدعا پیش کر دی۔

آپ نے ارشاد فرمایا تمہارے پاس مہر میں دینے کے لئے کوئی چیز بھی ہے، میں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا وہ زرہ جو تم کو جنگ بدر میں ملی تھی وہ کہاں ہے۔ میں نے عرض کیا وہ تو موجود ہے آپ نے فرمایا بہتر ہے وہی زرہ فاطمہ کو مہر میں دے دینا رواہ احمد و ابن سعد و ابن اسحاق (اصابہ ترجمہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا)۔

ایضاً ص: ۵۶۰ ۲ یعنی ۲ھ میں اس میں اختلاف ہے کہ مہینہ کونسا تھا ذی الحجۃ یا محرم یا صفر واللہ اعلم ۲ ازرقانی ۳ معجم طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ فاطمہ کا علی سے نکاح کروں رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اس حدیث کے سبب ثقہ ہیں۔ ۲ ازرقانی ص ۵ ج ۲

حضرت علی نے اس زرہ کو حضرت عثمان کے ہاتھ ۴۸۰ درہم میں فروخت کیا اور وہ تمام درہم لا کر آنحضرت کے سامنے ڈال دیئے آنحضرت نے فرمایا اس میں سے خوشبو اور کپڑوں کا انتظام کر لو!

رسول اللہ ﷺ نے صاحب زادی کو جہیز میں جو سامان دیا وہ یہ تھا۔ ایک لحاف اور ایک چمڑے کا گدا جس میں بجائے روئی کے کسی درخت کی چھال بھری ہوئی تھی اور دو چکیاں اور ایک مشکیزہ اور دو مٹی کے گھڑے (رواہ احمد) کذا فی الترغیب والترہیب للمندرجی باب الترغیب فی الاذکار بعد المکتوبات و کذا فی الاصابہ ترجمہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب عروسی کا وقت آیا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا کہ کوئی مکان لے لو حضرت علی نے ایک مکان کرایہ پر لے لیا۔ اور اس میں عروسی فرمائی حضرت فاطمہ نے مشورہ دیا کہ حارثہ بن النعمان کا مکان مانگ لو۔ حضرت علی نے فرمایا مجھ کو شرم آتی ہے کسی طرح یہ خبر حضرت حارثہ کو پہنچ گئی حارثہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ خدا کی قسم جو لے لیں گے وہ اس سے کہیں زیادہ محبوب ہوگا کہ جو چھوڑ دیں گے۔ آپ نے فرمایا صدقت بَارک اللہ فیک ۳ تو نے سچ کہا اللہ تجھ میں برکت دے۔ حارثہ دوسری جگہ منتقل ہو گئے اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو اپنے مکان میں لائے اتارا۔ (الخرجا بن سعد) (اصابہ ترجمہ فاطمہ الزہراء)

غزوة غطفان

(۳)

جس کو غزوة انمار اور غزوة ذی امرا بھی کہتے ہیں

غزوة سويق سے واپسی کے بعد بقیہ ذی الحجہ آپ مدینہ منورہ ہی میں مقیم رہے۔ اس اثناء میں آپ کو یہ خبر پہنچی کہ بنی ثعلبہ اور بنی محارب (جو کہ قبیلہ غطفان کی شاخیں ہیں) نجد میں جمع ہو رہے ہیں اور ان کا ارادہ یہ ہے کہ اطراف مدینہ میں لوٹ جائیں اور مشور

۱۔ زرقانی، ج ۲، ص ۳ ۲۔ الطحا ج ۲، ص ۲۶۰ ۳۔ یعنی اللہ تعالیٰ تیری ذات و رحمت سے تیری اور خیرات کا وہیہ کا خزان اور معدن بناوے۔ یہ معنی فی ظرفیہ سے سمجھ میں آتے ہیں۔ فاطمہ زہراء علیہا السلام

غطفانی ان کا سردار تھا، ماہ محرم الحرام ۳ھ میں آپ نے غطفان پر چڑھائی کی غرض سے نجد کی طرف خروج فرمایا اور مدینہ میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور چار سو پچاس صحابہ آپ کے ہمراہ تھے غطفانی آپ کی خبر سنتے ہی پہاڑوں میں منتشر ہو گئے صرف ایک شخص بنی ثعلبہ کا ہاتھ آیا صحابہ نے پکڑ کر اس کو آپ کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی وہ اسلام لے آیا، صفر کا پورا مہینہ وہیں گزرا لیکن کوئی شخص مقابلہ پر نہ آیا بلا جہال و قتال ربیع الاول میں مدینہ واپس تشریف لائے۔

اس سفر میں یہ واقعہ پیش آیا کہ راستے میں بارش ہو گئی اور صحابہ کے کپڑے بھیک گئے آنحضرت ﷺ نے اپنے بھیکے ہوئے کپڑے ایک درخت پر سوکھنے کے لئے ڈال دیئے اور خود اس درخت کے نیچے لیٹ گئے، وہاں کے اعراب آپ کو دیکھ رہے تھے۔ اعراب نے اپنے سردار دشور سے جو ان میں بڑا بہادر تھا یہ کہا کہ محمد (ﷺ) اس درخت کے نیچے تنہا لیٹے ہوئے ہیں اور ان کے اصحاب منتشر ہیں تو جا کر ان کو قتل کر آؤ دشور نے ایک نہایت تیز تلوار لی اور برہنہ تلوار لے کر آپ کے پاس کھڑا ہو گیا اور کہا اے محمدؐ۔ بتاؤ آج تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بچائے گا۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ جبریل امین نے اُس کے سینہ میں مکہ مارا اسی وقت تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور حضور پر نور نے اس کو اٹھالیا اور دشور سے فرمایا کہ تم بتاؤ کہ اب تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا، اس نے کہا کوئی نہیں اور اسلام لے آیا اور یہ کلمہ پڑھا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ اور یہ وعدہ کیا کہ اب آپ کے مقابلہ کے لئے کوئی فوج جمع نہ کروں گا۔ آپ نے دشور کو اس کی تلوار واپس کر دی۔ دشور تھوڑی دور چلا اور واپس آیا اور یہ عرض کیا واللہ مجھ سے آپ بہتر ہیں دشور جب اپنی قوم کی طرف واپس آیا تو لوگوں نے اُس سے کہا کہ جو بات تو کہہ کر گیا تھا وہ کہاں گئی اس پر دشور نے سارا ماجرا بیان کیا اور کہا اس طرح غیب سے میرے سینہ میں ایک مکالگا جس سے میں چت گر پڑا۔ اس طرح گرنے سے میں نے پہچان لیا اور یقین کر لیا کہ وہ مکہ مارنے والا کوئی فرشتہ ہے۔ اس لئے میں نے اسلام قبول کیا اور آپ کی رسالت کی شہادت دی اور اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی اور اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُرُوا
نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ
يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ
أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۗ

اے ایمان والو اللہ کے اُس انعام کو یاد کرو
کہ جب ایک قوم نے یہ قصد کیا کہ تم پر
ہاتھ چلائیں تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے ہاتھ
روک دیئے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اسی قسم کا واقعہ اور قصہ غزوہ ذات الرقاع میں بھی مروی ہوا ہے
واقدی نے اس قصہ کو غزوہ غطفان کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ اگر یہ محفوظ ہے تو یہ دو مختلف
قصے ہیں ایک غزوہ غطفان میں پیش آیا اور ایک غزوہ ذات الرقاع میں جیسا کہ آئندہ بیان
ہوگا علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ دو قصے علیحدہ علیحدہ ہیں۔

غزوہ بخران

غزوہ غطفان سے واپسی کے بعد ماہ ربیع الاول آپ نے مدینہ میں گزارا، ربیع الثانی میں
آپ کو یہ خبر پہنچی کہ مقام بخران جو حجاز کا معدن ہے وہاں بنی سلیمین اسلام کی مخالفت پر جمع
ہو رہے ہیں آپ نے خبر پاتے ہی تین سو صحابہ کی معیت میں بخران کی طرف خروج فرمایا اور
مدینہ پر عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا۔

وہ لوگ آپ کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی منتشر ہو گئے اور بلا جہال و قتال مدینہ واپس
آگئے علماء سیر کا اس میں اختلاف ہے کہ بخران میں کتنی مدت آپ نے قیام فرمایا بعض کہتے
ہیں صرف دس شب قیام کیا اور بعض کہتے ہیں کہ ۱۶ جمادی الاولیٰ تک قیام فرمایا۔

قتل کعب بن اشرف یہودی

(۱۴ شب ربیع الاول ۲ھ)

مدینہ منورہ میں جب فتح بدر کی بشارت پہنچی تو کعب بن اشرف یہودی کو بحد صدمہ ہوا
اور یہ کہا کہ اگر یہ خبر صحیح ہے کہ مکہ کے بڑے بڑے سردار اور اشرف مارے گئے تو پھر زمین کا

۱۱۔ المائدہ آیہ ۱۱۔ ۱۲۔ الخصائص الکبریٰ۔ ج ۱، ص ۱۰۱۔ ۱۳۔ البدایہ والنہایہ۔ ج ۲، ص ۲۔ ۱۴۔ زرقانی، ج ۲، ص ۱۶

۱۵۔ اسی جہ سے اس غزوہ کو غزوہ بنی سلیمین بھی کہتے ہیں۔ ۱۶۔ زرقانی، ج ۲، ص ۲۳۔ ۱۷۔ طبقات ابن سعد۔ ج ۲، ص ۲۳۔

۱۸۔ زرقانی، ج ۱۲، ص ۱۶۔ فتح الباری۔ ج ۱، ص ۲۵۹۔

بطن (اندرون) اس کی ظہر (پشت) سے بہتر ہے، یعنی مرجانا جینے سے بہتر ہے تاکہ آنکھیں اس ذلت اور رسوائی کو نہ دیکھیں۔

لیکن جب اس خبر کی تصدیق ہوگئی تو مقتولین بدر کی تعزیت کے لئے مکہ روانہ ہوا۔ اور جو لوگ بدر میں مارے گئے ان کے مرثیے لکھے جن کو پڑھ کر خود بھی روتا تھا اور دوسروں کو بھی رلاتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں لوگوں کو جوش و دلا دلا کر آمادہ قتال کرتا تھا۔ ایک روز قریش کو حرم میں لے کر آیا سب نے بیت اللہ کا پردہ تھام کر مسلمانوں سے قتال کرنے کا حلف اٹھایا۔ بعد چندے مدینہ واپس آیا اور مسلمان عورتوں کے متعلق عشقیہ اشعار کہنے شروع کئے۔

کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ کعب ابن اشرف بڑا شاہر تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی جو میں اشعار کہا کرتا تھا اور کفار مکہ کو رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ کیلئے ہمیشہ بھڑکاتا رہتا تھا اور مسلمانوں کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو صبر اور تحمل کا حکم فرماتے رہے لیکن جب کسی شرارت سے باز نہ آیا تو آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ (رواہ ابوداؤد و الترمذی۔ فتح الباری باب قتل کعب بن الاشرف)۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ کعب بن اشرف نے آپ کو دعوت کے بہانے سے بلایا اور کچھ آدمی متعین کر دیئے کہ جب آپ تشریف لائیں تو قتل کر ڈالیں۔ آپ آکر بیٹھے ہی تھے کہ جبریل امین نے آکر آپ کو ان کے ارادہ سے مطلع کر دیا آپ فوراً وہاں سے روح الامین کے پروں کے سایہ میں باہر تشریف لے آئے اور واپسی کے بعد قتل کا حکم دیا۔

صحیح بخاری میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کعب بن اشرف کے قتل کے لئے کون تیار ہے اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت سزا ایذا پہنچائی ہے یہ سنتے ہی محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا

۱۔ زرقانی، ج ۲، ص ۹۰۔ ابن ہشام۔ ج ۲، ص ۷۱۔ ۲۔ فتح الباری، ج ۷، ص ۲۵۹۔ ۳۔ دوسری روایت ہے کہ تحقیق اس شخص نے ہم کو اپنے اشعار سے ایذا اور تکلیف دی اور مشرکین مکہ کو ہمارے مقابلہ میں قوت پہنچائی (رواہ الحاکم فی الاکلیل) فتح الباری ص ۲۵۰ ج ۷ زرقانی ص ۱۰ ج ۲

آپ اس کا قتل چاہتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں۔ محمد بن مسلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر مجھکو کچھ کہنے کی اجازت دیجئے۔ (یعنی ایسے مبہم اور تعریضی کلمات اور ذومعنی الفاظ) کہہ سکوں جن کو سن کر وہ بظاہر خوش ہو جائے آپ نے فرمایا اجازت ہے۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ایک روز کعب سے ملنے گئے اور اثناء گفتگو میں یہ کہا کہ یہ مرد یعنی (رسول اللہ ﷺ) ہم سے (فقراء و مساکین پر تقسیم کرنے کے لئے) صدقہ اور زکوٰۃ مانگتا ہے اور اس شخص نے ہم کو مشقت میں ڈال دیا ہے۔ (بے شک یہ چیز حریص اور طامع نفوس پر بہت شاق اور گراں ہے لیکن مخلصین اور صادقین کو صدقہ دل سے صدقات کا دینا اور فقراء و مساکین کی اعانت اور امداد کرنا انتہائی محبوب اور غایت درجہ لذیذ ہے بلکہ خدا کی راہ میں مال نہ خرچ کرنا ان پر شاق اور گراں ہے)۔

میں اس وقت آپ کے پاس قریش لینے کے لئے آیا ہوں کعب نے کہا ابھی کیا ہے۔ آگے چل کر دیکھنا خدا کی قسم تم ان سے اکتال جاؤ گے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا اب تو جرمانہ کے پیرو ہو چکے ہیں ان کا چھوڑنا ہم پسند نہیں کرتے انجرام کے مفکر ہیں (اور دل میں یہ تھا کہ انجرام کا راندہ اور اس کے رسول کی اور دشمنوں کی شکست یقینی اور متیقن ہے اس میں شبہ کی ذرہ برابر گنجائش نہیں) اس وقت ہم یہ چاہتے ہیں کہ پتھرا لیا جائے جو قریش کے ہیں۔ کعب نے کہا بہتر ہے مگر کوئی چیز میرے پاس رہن رکھو ان لوگوں نے کہا آپ یا چیز رہن رکھوانا چاہتے ہیں۔ کعب نے کہا اپنی عورتوں اور رہن رکھو۔ ان لوگوں نے کہا اپنی عورتوں کیسے رہن رکھ سکتے ہیں اول تو غیرت اور میت وارانہیں کرتی پھر یہ کہ آپ نہایت حسین و جمیل اور نوجوان ہیں، کعب نے کہا آپ اپنے لڑکوں اور رہن رکھو ان لوگوں نے کہا یہ ساری عمر کی عار ہے لوگ ہماری اولاد کو یہ طعنہ دیں گے کہ تم وہی ہو جو وہ یہ اور تمہیں یہ طعنہ کے معاوضہ میں رہن رکھے گئے تھے ہاں ہم اپنے ہتھیار تمہارے پاس رہن رکھتے ہیں۔

ابن مہدی بنی روایت میں ہے کہ محمد بن مسلمہ رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا پڑھی۔ بعد ان کے کہنے پر کعب بن اشرف کے رضائی بھائی ابو طالب سہان بن علامہ بن قیس اور جابر بن شریک اور ان کے بھائی بن جبر ان لوگوں سے مل کر مشورہ کیا سب نے آمادگی ظاہر کی اور سب نے یہ کہا تھا کہ ہم سب ان لوگوں کے پیر سب مل کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ وہ لوگوں کو پتھرا لیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا جو مناسب سمجھو وہ بنا میری طرف سے اجازت ہے۔ اللہ ارشاد فرماتا ہے۔ اللہ نے ان لوگوں کو پتھرا لیا ہے۔ اسے شمشیر زہدہ شامش بنو یہ غلامس الامند۔

چلتا ہے۔ ۱۲۔ ابو جبران کا لفظ ابن اسحاق کی روایت سے آیا ہے۔ ۱۳۔

عکرمہ کی ایک مرسل روایت میں ہے ان لوگوں نے یہ کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم ہتھیاروں کے کس درجہ محتاج اور ضرورت مند ہیں لیکن باایں ہمہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہتھیار آپ کے پاس رہن رکھ دیں.... آھ لیکن یہ ناممکن ہے کہ عورتوں اور بیٹوں کو رہن رکھ دیں۔ کعب نے اس کو منظور کیا اور یہ وعدہ ٹھہرایا کہ شب کو آ کر غلہ لے جائیں اور ہتھیار رہن رکھ جائیں۔ حسب وعدہ یہ لوگ رات کو پہنچے اور جا کر کعب کو آواز دی، کعب نے اپنے قلعہ سے اترنے کا ارادہ کیا۔ بیوی نے کہا اس وقت کہاں جاتے ہو کعب نے کہا۔ محمد بن مسلمہ اور میرا دودھ شریک بھائی ابونا نلہ ہے کوئی غیر نہیں تم فکر نہ کرو۔ بیوی نے کہا مجھ کو اس آواز سے خون ٹپکتا ہوا نظر آتا ہے کعب نے کہا کہ شریف آدمی اگر رات کے وقت نیزہ مارنے کے لئے بھی بلایا جائے تو اس کو ضرور جانا چاہئے۔ اس اثناء میں محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں کو یہ سمجھا دیا کہ جب کعب آئے گا تو میں اس کے بال سونگھوں گا جب دیکھو کہ میں نے اس کے بالوں کو مضبوط پکڑ لیا ہے تو فوراً اس کا سر اتار لینا، چنانچہ جب کعب نیچے آیا تو سر تا پا خوشبو سے معطر تھا۔ محمد بن مسلمہ نے کہا، آج جیسی خوشبو تو میں نے کبھی سونگھی ہی نہیں۔ کعب نے کہا میرے پاس عرب کی سب سے زیادہ حسین و جمیل اور سب سے زیادہ معطر عورت ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا کیا آپ مجھ کو اپنے معطر سر کے سونگھنے کی اجازت دیں گے، کعب نے کہا ہاں اجازت ہے۔ محمد بن مسلمہ نے آگے بڑھ کر خود بھی سر کو سونگھا اور اپنے رفقاء کو بھی سونگھایا۔ کچھ دیر کے بعد پھر محمد بن مسلمہ نے کہا کیا آپ دوبارہ اپنا سر سونگھنے کی اجازت دیں گے۔ کعب نے کہا شوق سے محمد بن مسلمہ اٹھے اور سر سونگھنے میں مشغول ہو گئے جب سر کے بال مضبوط پکڑ لئے تو ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ فوراً ہی سب نے اس کا سر قلم کیا اور آنا فنا اس کا کام تمام کیا۔

اور اخیر شب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے آپ نے دیکھتے ہی یہ ارشاد

فرمایا:

أَفْلَحَتِ الْوَجُوهُ

ان چہروں نے فلاح پائی اور کامیاب ہوئے۔

ان لوگوں نے جو اباعرض کیا:

ووجهك يا رسول الله

اور سب سے پہلے آپ کا چہرہ مبارک اے
اللہ کے رسول۔

اور بعد ازاں کعب بن اشرف کا سر آپ کے سامنے ڈال دیا۔ آپ نے الحمد للہ کہا اور

اللہ کا شکر کیا۔

جب یہود کو اس واقعہ کا علم ہوا تو یکنخت مرعوب اور خوف زدہ ہو گئے اور جب صبح ہوئی تو یہود کی ایک جماعت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا۔ کہ ہمارا سردار اس طرح مارا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ مسلمانوں کو طرح طرح سے ایذا نہیں پہنچاتا تھا اور لوگوں کو ہمارے قتال پر برا بھلا کہتا اور آمادہ کرتا تھا۔ یہود دم بخود رہ گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے اور بعد ازاں آپ نے ان سے ایک عہد نامہ لکھوایا کہ یہود میں سے آئندہ کوئی اس قسم کی حرکت نہ کرے گا (طبقات ابن سعد)

کعب ابن اشرف کے قتل کے اسباب

روایات حدیث سے کعب بن اشرف کے قتل کے جوہر اور اسباب معلوم ہو سکتے ہیں

وہ حسب ذیل ہیں:-

(۱)۔ نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں دریدہ دہنی اور سب و شتم اور کتاخانہ کلمات کا

زبان سے نکالنا۔ (۲)۔ آپ کی جگو میں اشعار کہنا۔ (۳)۔ غزلیات اور عشقیہ اشعار میں

مسلمان عورتوں کا بطور تشبیہ ذکر کرنا۔ (۴)۔ خدر اور انتفخ عہد۔ (۵)۔ لوگوں کو آپ کے

مقابلہ کے لئے ابھارنا اور اکسانا اور ان کو جنگ پر آمادہ کرنا۔ (۶)۔ دعوت کے بہانہ سے

آپ کے قتل کی سازش کرنا۔ (۷)۔ دین اسلام پر طعن کرنا۔

لیکن قتل کا سب سے قوی سبب آپ کی شان اقدس میں دریدہ دہنی اور سب و شتم اور

آپ کی جگو میں اشعار کہنا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے (اپنی کتاب انصار

المسلول علی شاتم الرسول میں ص ۷۰ تا ص ۹۱) میں اس پر مفصل کلام کیا ہے۔

زہری سے مروی ہے کہ یہ آیت

لیق الباری۔ ج ۱، ص ۲۶۲

وَلتَسْمَعَنَّ مِنَ الذِّینِ اوتوا
الکتابِ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الذِّینِ
اَشْرکُوا اذی کثیرا ط

اور البتہ سنو گے تم اہل کتاب سے اور
مشرکین سے بہت بدگوئی اور بدزبانی۔

کعب بن اشرف کے بارے میں نازل ہوئی (عیون الاثر ص ۳۰۰ ج ۱)
عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بارے میں یہ اشعار کہے۔

صرخت بہ فلم یعرض لصوتی
فعدتُ له فقال من المنادی
ویہدی در عنارہنا فخذھا
فاقبل نحونا یھوی سریعا
وفی ایماننا بیض جداذ
فعانقہ ابن مسلمة المردي
وشد بسيفه صلنا علیه
وکان اللہ سادسنا فابنا
وجاء برأسه نفر کرام
حافظ عراقی الفیہ السیر میں فرماتے ہیں:

واوفی طالعا من راس جدر
فقلت اخوک عبأد بن بشر
لشهران و فی اونصف شهر
وقال لنا لقد جئتم لامر
مجربة بها الكفار نفری
به الكفار كاللئب الهزبر
فقطره ابو عبس بن جبر
بانعم نعمة واعز نصر
هم ناهیک من صدق وبر

فبعثه محمد بن مسلمہ
جاؤ ابراسه فاقد مؤه
فی رفقہ لقتل کعب الملاء مہ
قال لهم افلحت الوجوه

اسلام حویصہ بن مسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کعب بن اشرف کے قتل کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو یہ حکم دیا کہ اس قسم کے
یہود کو جہاں کہیں پاؤ قتل کر ڈالو چنانچہ حویصہ بن مسعود کے چھوٹے بھائی حویصہ بن مسعود
نے ابن سینہ یہودی کو قتل کر ڈالا۔ (جو تجارت کرتا تھا اور خود حویصہ اور حویصہ اور دیگر اہل
مدینہ سے داد و ستد کا معاملہ رکھتا تھا۔)

۱۔ آل عمران، آیت: ۱۸۶ ۲۔ عیون الاثر، ج: ۱، ص: ۳۰۱، مستدرک ج: ۳، ص: ۳۳۵ ترجمہ محمد بن مسلمہ انصاری۔

حویصہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے اور حویصہ پہلے سے مسلمان تھے حویصہ چونکہ عمر میں بڑے تھے حویصہ کو پکڑ کر مارنا شروع کیا اور یہ کہا کہ اے اللہ کے دشمن تو نے اس کو قتل کر ڈالا خدا کی قسم اس کے مال سے کتنی چربی تیرے پیٹ میں ہے، حویصہ نے کہا:

واللہ لقد امرنی بقتله من
لو امرنی بقتلك لضربت
عنقك۔
خدا کی قسم مجھکو اس کے قتل کا ایسی ذات
نے حکم دیا ہے کہ اگر وہ ذات بابرکات
تیرے قتل کا بھی حکم دیتی تو واللہ میں تیری
بھی گردن اڑا دیتا۔

حویصہ نے کہا:

اللہ لو امرک محمد بقتلی
لقتلتنی۔
کیا خدا کی قسم اگر محمد مجھکو میرے قتل کا حکم
دے تو واقعی تو مجھکو قتل کر ڈالے گا۔

حویصہ نے کہا:

نعم واللہ لو امرنی بضرب
عنقک لضربتھا۔
ہاں خدا کی قسم اگر تیری گردن مارنے کا حکم
دیتے تو ضمیر تیری گردن مارتا۔

یعنی رسول اللہ ﷺ کے حکم کے بعد ذرہ برابر تیرے بھائی ہونے کا خیال نہ کرتا حویصہ یہ سن کر حیران رہ گئے اور بے ساختہ بول اٹھے کہ خدا کی قسم یہی دین حق ہے جو دونوں میں اس درجہ راسخ اور مستحکم اور رگ و پے میں اس طرح جاری و ساری ہے اس کے بعد حویصہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت حاضر ہوئے اور سچے دل سے اسلام قبول کیا رضی اللہ عنہ من۔

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(غزوة بعاوی الاخر سنیہ)

واقعہ بدر کے بعد قریش مدینہ مسلمانوں سے اس درجہ مہربان اور خوف زدہ ہو گئے کہ ان کے چھیڑ چھاڑ کے اندیشہ سے اپنا قدیم راستہ ہی چھوڑ دیا چنانچہ بجائے شام کے راستے سے عراق کا راستہ اختیار کیا اور رہبری کے لئے فرات بن حیان بنی نواجرت پر ہمارا لیا اور ایک قافلہ بغرض تجارت مدینہ سے مال کشی کے لئے براہ عراق روانہ ہوا جس میں ابو سفیان بن حرب

اور صفوان بن امیہ اور حویطب بن عبد العزیٰ و عبد اللہ بن ابی ربیعہ بھی تھے۔ (فتح مکہ میں یہ چاروں حضرات مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

رسول اللہ ﷺ کو جب اس قافلہ کی اطلاع ہوئی تو سو صحابہ کی جمعیت کو زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی امارت اور سرکردگی میں روانہ فرمایا۔

ان لوگوں نے پہنچ کر حملہ کیا۔ قافلہ حاصل کر لینے میں تو کامیاب ہو گئے مگر اعیان قوم اور اشراف خاندان اور قافلہ والے سب بھاگ گئے صرف فرات بن حیان عجمی کو گرفتار کر کے اپنے ہمراہ لائے جو مدینہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔ مالِ غنیمت کی کثرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کا خمس جو نکالا گیا تو اس کی تعداد بیس ہزار درہم تھی۔ تو معلوم ہوا کہ غنیمت کی مجموعی تعداد ایک لاکھ درہم تھی!

قتلِ ابی رافع

(نصف جمادی الثانیہ ۳ھ)

ابو رافع ایک بڑا مالدار یہودی تاجر تھا ابو رافع کنیت تھی عبد اللہ بن ابی الحنفیہ اس کا نام تھا۔ سلام بن ابی الحنفیہ بھی کہتے تھے۔ خیبر کے قریب ایک گڑھی میں رہتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کا سخت دشمن تھا اور طرح طرح سے آپ کو ایذا اور تکلیف پہنچاتا تھا کعب بن اشرف کا معین اور مددگار تھا، یہی شخص غزوہ احزاب میں قریش مکہ کو مسلمانوں پر چڑھا کر لایا اور بہت زیادہ ان کی مالی امداد کی اور ہمیشہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی عداوت میں روپیہ خرچ کرتا رہتا تھا۔

کعب بن اشرف کے قاتل محمد بن مسلمہ اور ان کے رفقاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم چونکہ سب قبیلہ اوس کے تھے اس لئے قبیلہ خزرج کو یہ خیال ہوا کہ قبیلہ اوس نے تو رسول اللہ ﷺ کے ایک جانی دشمن اور بارگاہ رسالت کے ایک گستاخ اور دریدہ دہن کعب بن اشرف کو قتل کر کے سعادت اور شرف حاصل کر لیا۔ لہذا ہم کو چاہئے کہ بارگاہ نبوت کے

دوسرے گستاخ اور دریدہ وہ بن ابورافع کو قتل کر کے دارین کی عزت و رفعت حاصل کریں۔ چنانچہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ابورافع کے قتل کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دی۔

اور عبداللہ بن عتیک اور مسعود بن سنان اور عبداللہ بن انیس اور ابو قتادہ حارث بن ربیع اور خزاعی بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کے قتل کے لئے روانہ فرمایا اور عبداللہ بن عتیک کو ان پر امیر بنایا اور یہ تاکید فرمائی کہ کسی بچے اور عورت کو ہرگز نہ قتل کریں۔

نصف ۳ جمادی الاخریٰ ۳ھ کو عبداللہ بن عتیک مع اپنے رفقاء کے خیبر کی طرف روانہ ہوئے (تاریخ طبری ص ۶ ج ۳) صحیح بخاری میں براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ غروب آفتاب کے بعد جب لوگ اپنے جانور چراہ گاہ سے واپس لاکھتے تھے تب یہ لوگ خیبر پہنچے، ابورافع کا قلعہ جب قریب آ گیا تو عبداللہ بن عتیک نے اپنے رفقاء سے کہا تم یہیں بیٹھو میں قلعہ کے اندر جانے کی کوئی تدبیر نکالتا ہوں، جب بالکل دروازہ کے قریب پہنچ گئے تو کپڑا ڈھانک کر اس طرح بیٹھ گئے جیسے کوئی قضا، حاجت کرتا ہو، دربان نے یہ سمجھا کہ یہ ہمارا ہی کوئی آدمی ہے یہ آواز دی کہ اے اللہ کے بندے اگر اندر آنا ہے تو جلد آ جا میں دروازہ بند کرتا ہوں میں فوراً داخل ہو گیا اور ایک طرف چھپ کر بیٹھ گیا۔

ابورافع بالاخانہ پر رہتا تھا۔ اور شب کو قصبہ کوئی ہوتی تھی جب قصبہ کوئی ختم ہوئی اور لوگ اپنے اپنے گھر واپس ہو گئے تو دربان نے دروازے بند کر کے کنبیوں کا حلقہ ایک کھوئی پر لٹکا دیا۔

جب سب سو گئے تو میں اٹھا اور کھوئی سے کنبیوں کا حلقہ اتار کر دروازہ کھولا تو ابورافع پوچھا اور جو دروازہ کھولتا تھا وہ اندر سے بند کر لیتا تھا تاکہ لوگوں کو اندر میں کی خبر نہ ہو جائے تو میں اپنا کام کر کے روں۔

ایتھ ہجری ۱۱ ج ۲۶۲
ایتھ ہجری ۱۱ ج ۲۶۳
۳ یہ نام صحابی ہا قتل ہے
ابن سعد فرماتے ہیں ابورافع کا قتل ہوا رمضان ۳ھ میں ہوا۔ انہیں بتاتے ہیں۔ ذی الحج ۳ھ میں ہوا۔ انہیں بتاتے ہیں۔
پتے ہیں کہ یہ صحابی ہیں یہ واقعہ ہوا۔ نام بخاری صحیح بخاری میں ہے۔ انہیں بتاتے ہیں۔ ابورافع وہ ہے ان کے
بعد انہوں نے ابورافع ص ۲۶۲ ج ۱۔

جب میں بالا خانہ پر پہنچا تو وہاں اندھیرا تھا اور ابورافع اپنے اہل و عیال میں سو رہا تھا۔ مجھ کو معلوم نہ تھا کہ ابورافع کہاں اور کدھر ہے میں نے آواز دی۔ اے ابورافع۔ ابورافع نے کہا کون ہے میں نے اسی جانب ڈرتے ڈرتے تلوار کا وار کیا مگر خالی گیا۔ ابورافع نے ایک چیخ ماری میں نے تھوڑی دیر بعد آواز بدل کر ہمدردانہ لہجہ میں کہا اے ابورافع یہ کیسی آواز ہے، ابورافع نے کہا، ابھی مجھ پر کسی شخص نے تلوار کا وار کیا۔ یہ سنتے ہی تلوار کا دوسرا وار کیا جس سے اس کے کاری زخم آیا۔ بعد ازاں میں نے تلوار کی دھارا اس کے پیٹ پر رکھ کر اس زور سے دبائی کہ پشت تک پہنچ گئی جس سے سمجھا کہ میں اب اس کا کام تمام کر چکا اور واپس ہو گیا اور ایک ایک دروازہ کھولتا جاتا تھا۔ جب سیڑھی سے اترنے لگا تو یہ خیال ہوا کہ زمین قریب آگئی اترنے میں گر پڑا۔ اور پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی چاندنی رات تھی۔ عمامہ کھول کر ٹانگ کو باندھا اور اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہا تم چلو اور رسول اللہ ﷺ کو بشارت سناؤ میں یہیں بیٹھا ہوں اس کی موت اور قتل کا اعلان کر آؤں گا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی اور مرغ نے بانگ دی تو خبر دینے والے نے قلعہ کی فصیل سے اُس کی موت کا اعلان کیا تب میں وہاں سے روانہ ہوا اور ساتھیوں سے آملا۔ اور کہا تیز چلو۔ اللہ نے ابورافع کو ہلاک کیا۔ وہاں سے چل کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خوش خبری سنائی اور جو واقعہ گزرا تھا وہ سب بیان کیا، آپ نے فرمایا اپنی ٹانگ پھیلاؤ۔ میں نے ٹانگ پھیلا دی آپ نے دست مبارک اس پر پھیرا ایسا معلوم ہوا گویا کہ کبھی شکایت ہی پیش نہ آئی تھی (بخاری شریف باب قتل ابی رافع۔ فتح الباری باب قتل ابی رافع۔ البدلیۃ والنہلیۃ ص ۱۳۸ ج ۴)

حافظ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قَوْمٌ مِنَ الْخَزْرَجِ كَرِهُوا	فَبَعَثَهُ لَابِنَ عَتِيكَ مَعَهُ
لِقَتْلِهِ أَعْيُنَ بِالتَّوْفِيقِ	لِخَيْبِرَ لَابِنَ أَبِي الْحَقِيقِ
اَوْثَالَتِ اَوْرَابِعِ اَوْ خَامِسَهُ	وَ اَخْتَلَفُوا فِقِيلَ ذَافِي السَّادِسَهُ

۱۔ اے تحفظ ہندہ الجماعۃ عبداللہ بن عتیک عماینوہ

غزوة اُحدا

شوال ۳ھ

قال الله تعالى. وَاذْغَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۚ

قریش مکہ جب بدر سے بے طرح شکست کھا کر مکہ واپس ہوئے تو یہ معلوم ہوا کہ وہ کاروان تجارت جس کو ابوسفیان ساحلی راستے سے بچا کر نکال لائے تھے وہ مع اصل سرمایہ اور زر منافع دارالندوہ میں بطور امانت محفوظ ہے بدر کی اس بے طرح ہزیمت اور ذلت آمیز شکست کا زخم یوں تو ہر شخص کے دل میں تھا، لیکن جن لوگوں کے باپ اور بیٹے بھائی اور بھتیجے خویش اور اقارب بدر میں مارے گئے ان کو رہ رہ کر جوش آتا تھا۔ جذبہ انتقام سے ہر شخص کا سینہ لبریز تھا۔

بالآخر ابوسفیان بن حرب ۳۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ۔ عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام۔ حویطب بن عبد العزیٰ۔ صفوان بن امیہ اور دیگر سرداران قریش ایک مجلس میں جمع ہوئے، کہ کاروان تجارت بطور امانت محفوظ ہے، اس میں سے اصل سرمایہ تو تمام شکر کا، پر بقدر حصص تقسیم کر دیا جائے اور زر منافع کلید محمد (ﷺ) سے جنگ کی تیاری میں صرف کیا جائے تاکہ ہم مسلمانوں سے اپنے باپ اور بیٹوں، خویش اور اقارب، اعیان اور اشراف کا جو بدر میں مارے گئے انتقام لیں بیک آواز سب نے نہایت طیب خاطر سے اس درخواست کو قبول کیا اور زر منافع جس کی مقدار پچاس ہزار دینار تھی وہ سب اس کام کے لئے جمع کر دیا گیا۔

اسی بارے میں حق تعالیٰ شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

۱۔ اُحدا مدینہ منورہ کے ایک مشہور پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ سے کم بیش دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور اس کو اُحدا اس لئے کہتے ہیں کہ وہ دوسرے جبال (پہاڑوں) سے متوحد یعنی منفرد اور علیحدہ ہے (البدلیۃ والتبلیۃ ص ۹ ج ۳)

۲۔ آل عمران: آیت ۱۲۱: ۳۔ جنگ بدر میں ابوسفیان کا بیٹا اظلمہ اور کلمہ کا باپ ابو جہل اور حارث بن ہشام

کا بھائی ابو جہل بن ہشام اور صفوان بن امیہ کا باپ امیہ بن ہشام تھے مگر بعد میں چل کر ابوسفیان اور عبداللہ بن ابی

ربیعہ اور عکرمہ بن ابی جہل اور حارث بن ہشام اور حویطب اور صفوان سب مسلمان ہوئے، رضی اللہ تعالیٰ

عنہم (زرقانی ص ۲۰ ج ۲)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ
أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ
اللَّهِ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ
عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ
(الانفال، ۳۶)

تحقیق کا فر اپنے مالوں کو خرچ کر رہے ہیں
تا کہ لوگوں کو خدا کے راستے سے روک دیں
پس اور بھی خرچ کریں گے اور پھر یہ سب
ان پر حسرت اور افسوس ہوں گے پھر آخر
مغلوب ہوں گے۔

قریش کا عورتوں کو ہمراہ لے چلنا

غرض یہ کہ قریش نے خوب تیاری کی اور عورتوں کو بھی ہمراہ لیا تا کہ وہ پر جز یہ اشعار سے
لڑنے والوں کی ہمت بڑھائیں اور بھاگنے والوں کو غیرت دلائیں نیز لڑتے والے عورتوں
کی بے حرمتی کے خیال سے دل کھول کر اور سپنہ ٹھوک کر لڑیں پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیں اور قبائل
میں قاصد دوڑائے کہ اس جنگ میں شریک ہو کر داد شجاعت دیں۔ اس طرح تین ہزار
آدمیوں کا لشکر جمع ہو گیا جن میں سے سات سوزرہ پوش تھے اور دو سو گھوڑے اور تین ہزار
اونٹ اور پندرہ عورتیں ہمراہ تھیں، یہ تین ہزار کا لشکر جرار نہایت کروفر سے ابوسفیان بن حرب
کی سرکردگی میں ۵ شوال ۳ھ کو مکہ سے روانہ ہوا (طبقات ابن سعد ص ۲۵ ج ۲ قسم اول
زرقانی ص ۲۰ ج ۲ تاریخ طبری ص ۹ ج ۳)

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور پر نور

کو قریش کے ارادہ سے اطلاع دینا

حضرت عباس نے یہ تمام حالات لکھ کر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک
تیز رو قاصد کے ہاتھ روانہ کئے اور قاصد کو یہ تاکید کی کہ تین دن کے اندر اندر کسی طرح آپ
کے پاس یہ خط پہنچادے۔

حضور پر نور کا صحابہ سے مشورہ

یہ خبر پاتے ہی آپ نے انس اور مونس رضی اللہ عنہما کو قریش کی خبر لینے کے لئے روانہ فرمایا۔ انھوں نے آکر یہ اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینہ کے بالکل قریب آپہنچا ہے۔ بعد ازاں حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا اندازہ کرنے کیلئے بھیجا کہ معلوم کریں فوج کی کتنی تعداد ہے، حباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر ٹھیک اندازہ اور صحیح تخمینہ سے اطلاع دی تمام شب سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مسجد نبوی کا پہرہ دیا۔ اور شہر کے اطراف و جوانب میں بھی پہرے بٹھلا دیئے گئے (طبقات ابن سعد ص ۲۵ ج ۳ قسم اول)، یہ جمعہ کی شب تھی جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو بلا کر مشورہ کیا۔ اکابر مہاجرین و انصار نے یہ مشورہ دیا کہ مدینہ ہی میں پناہ گزین ہو کر مقابلہ کیا جائے۔ لیکن جوان جو ان جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اور شوق شہادت میں بے چین اور بے تاب تھے ان کی یہ رائے ہوئی کہ مدینہ سے باہر نکل کر ان پر حملہ کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک مضبوط زرہ میں ہوں اور ایک ٹاکے سے کہ ذبح کی جا رہی ہے جس کی تعبیر یہ ہے کہ مدینہ بمنزلہ مضبوط زرہ کے ہے اور ذبح اترے اس طرف اشارہ ہے کہ میرے اصحاب میں سے چھ لوگ شہید ہوں گے لہذا میری رائے میں مدینہ ہی میں قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیا جائے اور خواب میں یہ بھی دیکھا کہ میں نے تلوار و بلا یا اس کے سامنے کا حصہ ٹوٹ کر گر گیا۔ پھر اس تلوار و بلا یا تو وہ تلوار پہلے سے زیادہ عمدہ ہو گئی۔ جس کی تعبیر یہ تھی کہ صحابہ کرام بمنزلہ تلوار کے تھے جو آپ کے دشمنوں پر وار کرتے تھے صحابہ کو جہاد میں لے جانا بمنزلہ تلوار کے بلانے کے تھا ایک مرتبہ بلا یا۔ یعنی غزوہ واحد میں تو اس کے سامنے کا حصہ ٹوٹ کر گر گیا یعنی پتہ صحابہ شہید ہو گئے، پھر اس تلوار و بلا یا کے غزوہ میں استعمال کیا تو وہ تلوار پہلے سے زیادہ عمدہ اور تیز ہو گئی اور خوب دشمنوں پر چل کر ہلاکتوں کی راہیں اس المناقین سے بھی ہوشیار اور تیز بہ کار ہونے کی وجہ سے مشورہ کیا گیا اس نے یہ جان لیا کہ جب یہ سب کے دشمنوں نے مدینہ پر حملہ کیا اور اہل مدینہ نے اندرون شہر ہی میں مقابلہ کیا تو فتح ہوئی اور جب باہر نکل کر حملہ کیا تو ناکام رہے یہ رسول اللہ ﷺ نے

ایہ خواب آپ نے اسی شب جمعہ میں دیکھا تھا۔ مافی طبقات ابن سعد ص ۲۶ ج ۲

باہر نہ نکلے خدا کی قسم جب کبھی ہم مدینہ سے باہر نکلے تو دشمنوں کے ہاتھ سے تکلیف اٹھائی اور جب کبھی ہم مدینہ میں رہے اور دشمن ہم پر چڑھ کر آیا تو دشمن نے ہمارے ہاتھ سے تکلیف اٹھائی آپ تو مدینہ کی ناکہ بندی فرمادیں دشمن اگر بالفرض مدینہ میں گھس آیا تو مرد ان کا تلوار سے مقابلہ کریں گے اور بچے اور عورتیں چھتوں سے سنگ باری کریں گی۔ اور اگر باہر سے باہر ہی ناکام واپس ہو گئے تو فہو المراد۔

مگر بعض اکابر اور نوجوانوں نے اس پر زیادہ اصرار کیا کہ مدینہ سے باہر نکل کر حملہ کیا جائے، اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم تو اس دن کے متمنی اور مشتاق ہی تھے اور خدا سے دعائیں مانگ رہے تھے خدا وہ دن لے آیا اور مسافت بھی قریب ہے حضرت حمزہ اور سعد بن عبادہ اور نعمان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر ہم نے مدینہ میں رہ کر ان کی مدافعت کی تو ہمارے دشمن ہم کو خدا کی راہ میں بزدل خیال کریں گے اور حضرت حمزہ نے یہ کہا۔

وَالَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَا
أَطْعَمَ الْيَوْمَ طَبْعًا حَتَّى
أَجَاهِدَهُمْ بِسَيْفٍ خَارِجٍ
الْمَدِينَةَ ۚ

قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی میں اس وقت تک کھانا نہ کھاؤں گا جب تک مدینہ سے باہر نکل کر دشمنوں کا اپنی تلوار سے مقابلہ نہ کر لوں۔

نعمان بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَحْرِمْنَا الْجَنَّةَ فَوَ
الَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا دَخْلَ
الْجَنَّةِ

اے اللہ کے رسول ہم کو جنت سے محروم نہ کیجئے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دیکر بھیجا ہے میں ضرور جنت میں داخل ہو کر رہوں گا۔

آپ نے فرمایا کس بنا پر نعمان نے عرض کیا۔

لَا نِيَّ إِشْهَادَانَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنْتَ
رَسُولُ اللَّهِ وَلَا أَفْرِيَوْمَ الزَّحْفِ

اس لئے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے برحق رسول ہیں اور میں لڑائی میں کبھی بھاگتا نہیں۔

اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

لانی احب اللہ ورسوله
اس وجہ سے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو
محبوب رکھتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ صَدَقْتَ تو نے سچ کہا:

رسول اللہ ﷺ نے جب دیکھا کہ جنت کے شیدائی اور شہادت کے سودائی یعنی
نوجوانوں کا اصرار تو پہلے ہی سے ہے کہ مدینہ سے باہر جا کر حملہ کیا جائے لیکن مہاجرین
وانصار میں سے بھی بعض اکابر جیسے حضرت حمزہؓ اور سعد بن عبادہؓ شوق شہادت میں بے چین
اور بے تاب ہیں اور انکی بھی یہی رائے ہے، تو آپ نے بھی یہی عزم فرمایا۔
یہ جمعہ کا دن تھا۔ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر وعظ فرمایا۔ اور جہاد و قتال کی ترغیب دی،
اور تیاری کا حکم دیا۔

یہ سنتے ہی خداوند ذوالجلال کے محبین و مخلصین، عاشقین و وابستین اور خداوند قدوس کے
لقاء کے شائقین کے جانوں میں جان آگنی اور سمجھ گئے کہ اب اس دنیا کے جیل خانہ اور اس
قفس سے ہماری رہائی کا وقت آگیا۔

خرم آن روز کنز منزل ویران بروم
راحت جان طلسم وزینے جانان بروم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیاری اور سلاح پوشی

عصر کی نماز سے فارغ ہو کر آپ حجرہ شریفہ میں تشریف لے گئے اور صاحبین (یعنی
آپ کے وہ دو ساتھی جو دنیا میں بھی آپ کے ساتھ رہے اور عالم برزخ میں بھی آپ کے
ساتھ ہیں اور میدان حشر اور حوض کوثر اور جنت میں بھی آپ کے ساتھ ہوں گے) یعنی ابو بکر
و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ بھی آپ کے ساتھ حجرہ میں گئے۔

نہوز آپ حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف نہ لائے تھے کہ سعد بن معاذ اور اسید بن زبیر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے لوگوں سے کہا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کو شہر سے باہر جانے
کرنے پر مجبور کیا حالانکہ آپ پر اللہ کی وحی اترتی رہتی ہے۔ مناسب یہ ہے کہ آپ کی رائے
اور منشاء پر چھوڑ دیا جائے۔ اتنے میں آپ دوزر ہیں تو بر تو پہن کر اور سب سے باہر تشریف

لے آئے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے غلطی سے خلاف مرضی مبارک اصرار کیا جو ہمارے لئے کسی طرح مناسب اور زیبا نہ تھا۔ آپ صرف اپنی رائے پر عمل فرمائیں آپ نے فرمایا کسی نبی کے لئے یہ جائز نہیں کہ ہتھیار لگا کر اتار دے یہاں تک کہ وہ اللہ کے دشمنوں سے جنگ کرے۔ اب اللہ کے نام پر چلو اور میں جو حکم دوں وہ کرو۔ اور سمجھ لو کہ جب تک تم صابر اور ثابت قدم رہو گے تو اللہ کی فتح اور نصرت تمہارے ہی لئے ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی اور فوج کا معاینہ

۱۱ شوال یوم جمعہ بعد نماز عصر آپ ایک ہزار جمعیت کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے آپ گھوڑے پر سوار تھے اور سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما زرہ پہنے ہوئے آپ کے آگے آگے تھے، اور سب مسلمان آپ کے دائیں اور بائیں چلتے تھے۔

یہ تمام تفصیل طبقات ابن سعد اور زرقانی میں مذکور ہے۔ مدینہ سے باہر نکل کر جب مقام شیخین^۲ پر پہنچے تو فوج کا جائزہ لیا۔ انی میں جو نو عمر اور کم سن تھے ان کو واپس فرمایا جن میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں۔

- | | |
|---------------------------------------|---|
| (۱) اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ | (۲) زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| (۳) ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ | (۴) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| (۵) اسید بن ظہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ | (۶) عربہ بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| (۷) براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ | (۸) زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ |

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں سترہ صحابی پیش کئے گئے جن کی عمر چودہ چودہ سال کی تھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نابالغ قرار دے کر واپس

۱۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم آپ کی ساتھ مخصوص نہیں ہر پیغمبر علیہ السلام کا یہی حکم ہے کہ ہتھیار لگانے کے بعد بغیر جہاد کے ہتھیار اتارنا جائز نہیں۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نفل اور مستحب شروع کر لینے سے اس کا اتمام اور پورا کرنا واجب ہوتا جاتا ہے، فافہم ۱۲ منہ عفا عنہ
 ۲۔ شیخین دو ٹیلوں کا نام ہے جو مدینہ اور احد کے مابین واقع ہیں وہاں ایک اندھا اور بوڑھا یہودی اور ایک اندھی اور بڑھیا یہودن رہا کرتے تھے، اس لئے وہ ٹیلے شیخین کے نام سے مشہور ہو گئے۔ ۱۲ طبری ج ۳۔

کر دیا جب ایک سال بعد پندرہ سال کے سن میں پیش کئے گئے تو آپ نے اجازت دی۔
(زرقانی ص ۲۵ ج ۲)

ان کمسنوں میں رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ انھوں نے یہ ہوشیاری کی کہ انگوٹھوں کے بل تن کے کھڑے ہو گئے تاکہ دراز قامت معلوم ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔ نیز ان کی نسبت یہ بھی کہا گیا کہ یہ بڑے تیر انداز ہیں۔

عمر بن عبدالعزیز نے ایک مرتبہ نافع سے یہ دریافت کیا کہ عبداللہ بن عمر کن کن غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ نافع نے کہا مجھ سے خود ابن عمر نے بیان کیا کہ جب غزوہ بدر ہوا تو اس وقت میں ۱۳ سال کا تھا اور جب غزوہ احد ہوا تو اس وقت میں ۱۴ سال کا تھا۔ غزوہ بدر میں تو میں نے جانے کا ارادہ ہی نہیں کیا لیکن غزوہ احد میں شریک ہونے کی بارگاہ نبوی میں استدعا کی لیکن آپ نے کمسنی کی وجہ سے قبول نہ فرمایا اور علی بن ابی طالب بن ثابت اور عربہ بن اوس کو بھی کمسن ہونے کی وجہ سے واپس فرمایا مگر رافع بن خدیج کو دراز قامت ہونے کی وجہ سے اجازت دے دی جب غزوہ خندق پیش آیا تو اس وقت میں ۱۵ سال کا تھا، اس وقت آپ نے مجھ کو اجازت دی اور آپ کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوا مگر بن عبدالعزیز نے اس حدیث کو سن کر فوراً کتاب کو حکم دیا کہ بہت جلد اس حدیث کو لکھ لیں۔

اس لئے کہ لوگ اپنے بیٹوں اور بھائیوں کے لئے بیت المال سے وظیفہ من و خواست کرتے ہیں۔ لہذا خوب تحقیق کر لی جائے جو فی الواقع پندرہ سال کا ہو مجاہدین اور متقاتلین کی فہرست میں اس کا نام درج کر کے بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر کیا جائے

اور جو پندرہ سال سے کم ہو اس کا نام ذریعہ بچوں کی فہرست میں لکھا جائے، (نیون الاثر ص ۲۳۳) سمرقہ بن جندب جو انہیں کے ہم سن تھے انہوں نے نہایت حسرت بھرے الفاظ میں اپنے خالی باپ مری بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ اے باپ۔ رافع کو اجازت مل گئی اور میں رہ گیا۔ حالانکہ میں ان سے زیادہ قوی ہوں رافع کو چھارہ سلتا ہوں مری بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے رافع کو اجازت دی اور میرے بیٹے کو واپس فرمایا۔ حالانکہ میرا باپ رافع کو چھارہ سلتا ہے۔

آپ نے رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت لرائی۔ سمر نے رافع کو چھارہ

دیا۔ آپ نے سمرہ کو بھی اجازت دی۔ (طبری ص ۱۲ ج ۳) بچے اور بوڑھے جوان اور ادھیڑ سب کے سب ایک ہی شراب کے مخمور اور ایک ہی نشہ کے چورتھے۔ شہید ہونے سے پہلے ہی۔ خنجر تسلیم سے شہید ہو چکے تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ۔

لشکر اسلام سے منافقین کی علیحدگی اور واپسی

جب آپ احد کے قریب پہنچے تو اس المناقین عبداللہ بن ابی جوثین سو آدمیوں کی جمعیت اپنے ہمراہ لایا تھا یہ کہہ کر واپس ہو گیا کہ آپ نے میری رائے نہیں مانی ہم بے وجہ کیوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالیں۔ یہ جنگ نہیں ہے اگر ہم اس کو جنگ سمجھتے تو تمہارا ساتھ دیتے انہی لوگوں کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی **وَلْيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا جِصَلِ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالُوا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ ادْفَعُوا ط قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَا آتَبِعَنَّكُمْ ط هُمْ لِلْكَفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ج يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ط وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ۝ (آل عمران، آیت: ۱۶۷)**

اب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ صرف سات سو صحابہ رہ گئے جن میں صرف سو آدمی زرہ پوش تھے اور سارے لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے ایک آپ کا اور ایک ابو بردہ بن نیار حارثی رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کا۔

قبیلہ خزرج میں سے بنی سلمہ نے اور قبیلہ اوس میں سے بنی حارثہ نے بھی ابن ابی کی طرح کچھ واپسی کا ارادہ کیا اور یہ دونوں قبیلے لشکر کے دونوں طرف تھے توفیق خداوندی نے ان کی دست گیری کی۔ خدا نے ان کو بچا لیا۔ اور واپس نہیں ہوئے، ان ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ **اذْهَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيَهُمَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۲**

یاد کرو اس وقت کو جب ہمت ہار دی تم میں کے دو گروہوں نے اور اللہ ان کا مددگار تھا اس لئے وہ واپسی سے محفوظ رہے اور تمام مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔

ہنوز آپ مقام شیخین ہی میں تھے کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ

عنه نے اذان دی آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور یہیں شب کو قیام فرمایا۔ اور نحمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے تمام شب لشکر کی پاسبانی کی وقتاً فوقتاً لشکر کا ایک چکر لگاتے اور واپس آ کر آپ کے خیمہ مبارکہ کا پہرہ دیتے۔

شب کے آخری حصہ میں آپ نے کوچ فرمایا جب احد کے قریب پہنچے تو صبح کی نماز کا وقت آ گیا۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان اور اقامت کہی اور آپ نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھائی۔

ترتیب فوج

نماز سے فارغ ہو کر لشکر کی جانب متوجہ ہوئے مدینہ کو سامنے اور احد کو پس پشت رکھ کر صفوں کو مرتب فرمایا۔ اور جو صفیں چند لمحہ پہلے خداوند ذوالجلال کی تعظیم و اہتمام کے لئے دست بستہ کھڑی ہوئی تھیں اب وہ اس کبیر متعال کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی اور اس کے راستہ میں جہاد و قتال کے لئے کھڑی ہو گئیں۔

صحیح بخاری میں براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ جبل احد کے پیچھے بٹھلا دیا تاکہ قریش پشت سے حملہ نہ کر سکیں اور عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا امیر مقرر فرمایا اور یہ حکم دیا کہ اگر ہم کو مشرکین پر غالب ہوتے دیکھو تب بھی یہاں سے نہ بٹنا اور اگر مشرکین کو ہم پر غالب ہوتے دیکھو تب بھی اس جگہ سے نہ سرکنا اور نہ ہماری مدد کے لئے آنا۔

زہیر کی روایت میں یہ ہے کہ اگر پرندوں کو بھی ہم کو اچلتے ہوئے دیکھو تب بھی اس جگہ سے نہ ملنا۔

مسند احمد اور معجم طبرانی وغیرہ میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تم اس جگہ کھڑے رہو اور پشت کی جانب سے ہماری حفاظت کرو۔ اگر ہم کو قتل ہوتے ہوئے بھی دیکھو تو ہماری مدد کے لئے نہ آنا اور اگر غنیمت حاصل کرتے ہوئے دیکھو تو اس میں شریک نہ ہونا۔

قریش کے لشکر کا حال

قریش کا لشکر جرار شنبہ ہی کو مدینہ پہنچ کر اُحد کے دامن میں پڑا اور ڈال چکا تھا جس کی تعداد تین ہزار تھی جن میں سات سوزرہ پوش اور دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے اور اشراف مکہ کی پندرہ عورتیں ہمراہ تھیں جو اشعار پڑھ پڑھ کر مردوں کو جوش دلاتی تھی۔ نفسانی اور شہوانی اور شیطانی لوگوں کا دھندا ایسا ہی ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ منہ جن میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں۔

- (۱)۔ ہندہ بنت عتبہ..... حکیم..... ابوسفیان کی بیوی اور حضرت معاویہ کی ماں۔
- (۲)۔ ام حکیم بنت حارث بن ہشام..... ابو جہل کے بیٹے عکرمہ کی بیوی۔
- (۳)۔ فاطمہ بنت ولید حارث بن ہشام کی بیوی (۴)۔ برزہ بنت مسعود صفوان بن امیہ کی بیوی
- (۵)۔ ریطہ بنت شیبہ عمرو بن العاص کی بیوی (۶)۔ سلافہ بنت سعد طلحہ بن ابی طلحہ نجی کی

بیوی

- (۷)۔ خناس بنت مالک مصعب بن عمیر کی (۸)۔ عمرہ بنت علقمہ

والدہ

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ سوائے خناس اور عمرہ کے یہ سب عورتیں بعد میں چل کر مشرف باسلام ہوئیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

قریش نے اپنے لشکر کے میمنہ پر خالد بن ولید کو اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو اور پیادوں پر صفوان بن امیہ کو اور کہا جاتا ہے کہ عمرو بن العاص کو اور تیر اندازوں پر عبداللہ بن ابی ربیعہ کو افسر مقرر کیا۔

مگر بعد میں چل کر قریش کے یہ پانچوں امراء لشکر مشرف باسلام ہوئے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مجاہدین سے ایک خطاب

جب فریقین کی صفیں مرتب ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ نے ایک تلوار ہاتھ میں لے کر

یہ فرمایا:۔

۱۔ زرقانی، ج: ۲، ص: ۲۶۰

من يأخذ هذا السيف بحقه
 کون ہے جو کہ اس تلوار کو اس کے حق کے
 ساتھ لے۔

یہ سن کر بہت سے ہاتھ اس سعادت کے حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھے مگر نبی اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک روک لیا اتنے میں ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ اس تلوار کا کیا حق ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا حق یہ ہے کہ اس سے خدا کے دشمنوں کو مارے یہاں تک کہ خم ہو جائے۔

یہ روایت مسند احمد اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور معجم طبرانی میں قتادہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور مسند بزار میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حافظ ابو بشر دواہبی نے اس حدیث کو کتاب السنن میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، اس میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اس تلوار کا حق یہ ہے کہ اس سے کسی مسلمان کو کبھی قتل نہ کرنا اور اس کو لے کر کبھی کسی کافر کے مقابلہ سے فرار نہ ہونا۔

ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں یعنی اس کا حق ادا کروں گا، آپ نے فوراً وہ تلوار ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرحمت فرمادی۔ غالباً آپ کو بذریعہ وحی الہی کے یہ معلوم ہوا ہوگا کہ سوائے ابو دجانہ کے کوئی اس تلوار کا حق نہ ادا کرے گا اس لئے صرف ابو دجانہ ہی کو عطا فرمائی، اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

(فائدہ) ابو دجانہ بڑے شجاع اور بہادر تھے، جنگ کے وقت ان پر (تختہ) یعنی ناز، انداز اور وجد اور سرکری خاص کیفیت ہوتی تھی، لڑائی کے وقت سر پر سرخ نمادہ باندھ دیتے تھے اور خراشاں خراشاں چلتے۔ غالباً اس لئے آنحضرت ﷺ نے یہ تلوار عطا کی جیسا کہ آئندہ ان کے جہاد و قتال سے معلوم ہوگا۔

آغاز جنگ اور مبارزین قریش کا ایک ایک کر کے قتل

قریش کی طرف سے سب سے پہلے میدان جنگ میں ابو عامر نکال جو زمانہ جاہلیت میں قبیلہ اوس کا سردار تھا اور زہد اور پارسائی کی وجہ سے راہب کے نام سے پکارا جاتا تھا، اب

مدینہ میں اسلام کا نور چمکا تو یہ شہرہ چشم اس کی تاب نہ لاسکا اور مدینہ سے مکہ چلا آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بجائے راہب کے فاسق نام تجویز فرمایا۔

اس فاسق نے مکہ آ کر قریش کو رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ کے لئے آمادہ کیا اور معرکہ احد میں خود ان کے ساتھ آیا اور یہ باور کر آیا کہ قبیلہ اوس کے لوگ جب جھکو دیکھیں گے تو محمد (ﷺ) کا ساتھ چھوڑ کر میرے ساتھ ہو جائیں گے۔

پہلا مبارز:- چنانچہ معرکہ احد میں سب سے پہلے یہی ابو عامر میدان میں آیا اور للکار کر کہا۔

یا معشر الاوس انا ابو عامر ! اے گروہ اوس میں ابو عامر ہوں۔
خدا اوس کی آنکھیں ٹھنڈی کرے جنھوں نے فوراً ہی یہ جواب دیا۔
لا انعم اللہ بک عینایا فاسق ! اے خدا کے فاسق اور نافرمان خدا کبھی
تیری آنکھ ٹھنڈی نہ کرے۔

ابو عامر یہ دندان شکن جواب سن کر خائب و خاسر واپس ہوا اور جا کر یہ کہا کہ میرے بعد میری قوم کی حالت بدل گئی۔ (زرقانی ص ۳۰ ج ۲ ابن ہشام ص ۹ ج ۲ طبری ص ۱۶ ج ۳ عیون الاثر ص ۲۳۶ البدلیۃ والنہلیۃ ص ۱۶ ج ۴)

دوسرا مبارز:- بعد ازاں مشرکین کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ میدان میں آیا اور للکار کر یہ کہا۔ اے اصحاب محمد (ﷺ) تمہارا یہ گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو تمہاری تلواروں سے جلدی جہنم میں پہنچاتا ہے اور ہماری تلواروں سے تم کو جنت میں جلد پہنچاتا ہے پس کیا تم میں سے ہے کوئی جس کو میری تلوار جلد جنت میں یا اس کی تلوار مجھ کو جلد جہنم میں پہنچائے۔

یہ سنتے ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ مقابله کے لئے نکلے اور تلوار چلائی جس سے اس کا پیراٹ گیا اور منہ کے بل گرا اور ستر کھل گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شرم کر پیچھے ہٹ گئے۔ نبی کریم علی الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا اے علی کیوں پیچھے ہٹے، آپ نے فرمایا مجھ کو اس کے ستر کھل جانے سے شرم آگئی۔

ابن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کے سر پر تلوار چلائی جس سے سر کے دو حصے ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ مسرور ہوئے اور اللہ اکبر کہا اور مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

غالباً حضرت علی کی پہلی تلوار اس کے قدم پر پڑی جس سے پیر کٹ گیا اور دوسری تلوار سر پر پڑی جس نے کھوپڑی کے دو ٹکڑے کر ڈالے۔ ابن جریر کی روایت میں پہلے وار کا ذکر ہے، اور ابن سعد کی روایت میں دوسرے وار کا، لہذا دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔

تیسرا مبارزہ: بعد ازاں عثمان بن ابی طلحہ نے علم سنبھالا اور یہ رجز پڑھتا ہوا میدان میں آیا۔
إِنَّ عَلِيَّ أَهْلَ اللّٰوَاءِ حَقًّا ان تَخْضَبَ الصَّغْدَةَ اوْتَنْدَقًا
 علمبردار کا یہ فرض ہے کہ لڑتے لڑتے اس کا نیزہ دشمن کے خون سے رنگین ہو جائے یا ٹوٹ جائے۔

حضرت حمزہ نے بڑھ کر حملہ کیا اور عثمان کے دونوں ہاتھ اور دونوں شانے صاف کر دیئے اور علم اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا، اور تھوڑی ہی دیر میں اس کا کام تمام ہوا۔

چوتھا مبارزہ: اس کے بعد ابوسفیان بن ابی طلحہ نے جھنڈا ہاتھ میں لیا۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ہی ایک تیرتاک کر اس کے حلق پر مارا جس سے اس کی زبان باہر نکل آئی آگے بڑھ کر فوراً قتل کیا۔

پانچواں مبارزہ: اس کے بعد مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ نے علم اٹھایا حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہی وار میں قتل کیا۔

چھٹا مبارزہ: اس کے بعد حارث بن طلحہ بن ابی طلحہ نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اس کو بھی عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہی وار میں قتل کیا اور بقول بعض حضرت زبیر نے اس کو قتل کیا۔

ساتواں مبارزہ: پھر کلاب بن طلحہ بن ابی طلحہ نے علم ہاتھ میں پکڑا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر قتل کیا۔

آٹھواں مبارزہ: بعد ازاں جلاس بن طلحہ بن ابی طلحہ نے جھنڈا اٹھایا۔ فوراً ہی حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قتل کیا۔

نواں مبارز:- اس کے بعد ارطاة بن عبد شریح نے جھنڈا ہاتھ میں لیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کا کام تمام کیا۔

دسواں مبارز:- شریح بن قارظ علم لے کر آگے بڑھا آنا فنا اس کا بھی کام تمام ہوا، شریح کے قاتل کا نام معلوم نہیں کہ کون تھا۔

گیارہواں مبارز:- اس کے بعد ان کا غلام جس کا نام صواب تھا وہ علم لے کر سامنے آیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص یا حضرت حمزہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک نے علی اختلاف الاقوال اس کا بھی کام تمام کیا۔

اس طرح سے قریش کے بائیس سردار مارے گئے جن کے نام علامہ ابن ہشام نے بالتفصیل ذکر کئے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتلایا ہے کہ فلاں فلاں سردار فلاں فلاں صحابی کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔

ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی بہادری

ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی تلوار عطا فرمائی تھی نہایت شجاع اور بہادر تھے۔ اول انھوں نے اپنا ایک سرخ عمامہ نکالا اور سر پر باندھا۔ اور اکڑتے ہوئے میدان میں نکلے اور یہ اشعار زبان پر تھے۔

أَنَا الَّذِي عَاهَدَنِي خَلِيلِي وَنَحْنُ بِالسَّفْحِ لَدَى النَّخِيلِ
میں وہی ہوں جس سے میرے اس دوست نے عہد لیا ہے (کہ جس کی محبت میرے
خلالِ قلب یعنی اندرونِ قلب میں سرایت کر چکی ہے یعنی محمد رسول ﷺ) نے در آنحالیکہ
ہم پہاڑ کے دامن میں نخلستان کے قریب تھے۔

ان لا اقوم الدهر في الكُئولِ اضرب بسيف الله والرسول
وہ عہد یہ ہے کہ کبھی پیچھے کی صف میں نہ کھڑا ہوں گا اور اللہ اور اس کے رسول کی تلوار
سے خدا کے دشمنوں کو مارتا رہوں گا۔

۱۔ زر قانی۔ ج ۲: ص ۳۱۔ ابن سعد ج ۲: ص ۲۸

۲۔ ابن ہشام۔ ج ۲: ص ۱۰۳، زر قانی۔ ج ۲: ص ۳۱

رسول اللہ ﷺ نے ابو دجانہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کو اکڑتے ہوئے دیکھ کر یہ فرمایا یہ چال اللہ کو سخت ناپسند ہے مگر ایسے وقت میں۔

(یعنی جبکہ محض اللہ اور اُس کے رسول کے دشمنوں کے مقابلہ میں ہو اپنے نفس کیلئے نہ ہو) ابو دجانہ غمفوں کو چیرتے چلے جاتے تھے جو سامنے آ گیا اس کی لاش زمین پر ہوتی تھی یہاں تک کہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ بالکل سامنے آ گئی ابو دجانہ نے اس پر تلوار اٹھائی مگر فوراً ہی ہاتھ روک لیا۔ کہ یہ کسی طرح زیبا نہیں کہ خاص کر رسول اللہ ﷺ کی تلوار کو ایک عورت پر چلایا جائے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب ابو دجانہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ ہندہ کے قریب پہنچے تو اس نے لوگوں کو آواز دی مگر کوئی شخص اس کی مدد کو نہ پہنچا۔ ابو دجانہ فرماتے ہیں۔ مجھ کو اس وقت یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کو ایک بے پناہ اور بے سہارا عورت پر آزماؤں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور شہادت کا ذکر

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیرانہ حملہ سے کفار سخت پریشان تھے۔ جس پر تلوار اٹھاتے اس کی لاش زمین پر نظر آتی۔

وحشی بن حرب جو جبیر بن مطعم کا حبشی غلام تھا۔ جنگ بدر میں جبیر کا چچا طعیمہ بن عدی حضرت حمزہ کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ جبیر کو اس کا بہت صدمہ تھا۔ جبیر نے وحشی سے یہ کہا کہ اگر میرے چچا کے بدلہ میں حمزہ کو قتل کر دے تو تو آزاد ہے۔ جب قریش جنگ احد کے لئے روانہ ہوئے تو وحشی بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا۔

جب احد پر فریقین کی صفیں قتال کے لئے مرتب ہو گئیں اور لڑائی شروع ہوئی تو سہان بن عبد العزیٰ ہلّ مِنْ مَبَارِزٍ (بے میرا کوئی مقابل) پکارتا ہوا میدان میں آیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھے اے سہان۔ اے عورتوں کی ختنہ کرنے والی عورت کے بچے تو اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتا ہے یہ کہہ کر اس پر تلوار کا ایک وار کیا ایک ہی وار میں اس کو فنا اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔

وحشی حضرت حمزہ کی تاک میں پتھر کے نیچے چھپا بیٹھا تھا۔ جب حضرت حمزہ ادھر سے گزرے تو وحشی نے پیچھے سے ناف پر نیزہ مارا جو پار ہو گیا۔

حضرت حمزہ چند قدم چلے مگر لڑکھڑا کر گر پڑے اور جام شہادت نوش فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔

یہ روایت صحیح بخاری کی ہے۔ مسند ابی داؤد طیالسی میں ہے وحشی کہتے ہیں کہ جب میں مکہ آیا تو آزاد ہو گیا اور قریش کے ساتھ فقط حضرت حمزہ کے قتل کے ارادہ سے آیا تھا قتل و قتال میرا مقصد نہ تھا۔

حضرت حمزہ کو قتل کر کے لشکر سے علیحدہ جا کر بیٹھ گیا اس لئے کہ میرا اور کوئی مقصد نہ تھا صرف آزاد ہونے کی خاطر حضرت حمزہ کو قتل کیا۔

فائدہ:- فتح مکہ کے بعد وفد طائف کے ساتھ وحشی بارگاہ رسالت میں مدینہ منورہ مشرف باسلام ہونے کی غرض سے حاضر ہوئے لوگوں نے ان کو دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ یہ وحشی ہے یعنی آپ کے عم محترم کا قاتل۔ آپ نے فرمایا۔

دعوہ فلاسلام رجل واحد ! اس کو چھوڑ دو۔ البتہ ایک شخص کا مسلمان احب الی من قتل الف کافر ! ہونا میرے نزدیک ہزار کافروں کے قتل سے کہیں زیادہ محبوب ہے۔

بعد ازاں آپ نے وحشی سے حضرت حمزہ کے قتل کا واقعہ دریافت کیا۔ وحشی نے نہایت نجالت و ندامت کے ساتھ محض تعمیل ارشاد کی غرض سے واقعہ عرض کیا۔ آپ نے اسلام قبول کیا اور یہ فرمایا کہ اگر ہو سکے تو میرے سامنے نہ آیا کرو اس لئے کہ تم کو دیکھ کر چچا کا صدمہ تازہ ہو جاتا ہے وحشی رضی اللہ عنہ کو چونکہ آپ کو ایذا پہنچانا مقصود نہ تھا اس لئے جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو پس پشت بیٹھتے اور اس فکر میں رہے کہ اس کا کوئی کفارہ کروں چنانچہ اس کے کفارہ میں مسیلمہ کذاب کو اسی نیزہ سے مار کر واصل جہنم کیا جس نے خاتم النبیین صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا۔

اور جس طرح حضرت حمزہ کو ناف پر نیزہ مار کر شہید کیا اس طرح مسیلمہ کذاب کو بھی

ناف ہی پر نیزہ مار کر قتل کیا۔ اس طرح ایک خیر الناس کے قتل کی ایک شر الناس (بدترین خلاق) کے قتل سے مکافات کی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ مسیلمہ کذاب کے قتل میں وحشی کے ساتھ ایک انصاری بھی شریک تھے واقدی اور اسحاق بن راہویہ اور حاکم کہتے ہیں عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی تھے اور بعض عدی بن سہل اور بعض ابودجانہ اور بعض زید بن الخطاب کا نام بتلاتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ شن بن عبداللہ تھے جیسا کہ ذیل کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے۔

ضربنا مسیلمة المفتن

الم ترانی ووحشیہم

کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ میں نے اور وحشی نے دونوں نے مل کر مسیلمہ فتنہ پرداز کو مارا ہے۔

قللت ضربت وهذا طعن

یسائلنی الناس عن قتله

لوگ مجھ سے مسیلمہ کے قتل کی بابت دریافت کرتے ہیں کہ کس نے مارا میں نے

جواب دیا کہ میں نے تلوار ماری اور وحشی نے نیزہ مارا۔

ولیس بصاحبه دون شن

فلسبت بصاحبه ڈونہ

پس حاصل یہ کہ مسیلمہ کا مستقل قاتل نہ تو میں ہوں اور نہ وحشی کو بغیر شن کی شرکت کے

مستقل قاتل کہا جاسکتا ہے۔

وحشی راوی ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا تو نے ہی حمزہ کو قتل

کیا ہے۔ میں نے عرض کیا۔

ہاں۔ اور شکر اس خدا کا جس نے حضرت

نعم والحمد لله الذی اکرمہ

حمزہ کو میرے ہاتھ شہادت کی برائت اور

بیدی ولم یھنی بیدہ۔

عزت بخشی اور مجھ کو اس کے ہاتھ سے

ذلیل نہیں کیا۔

کیونکہ اگر وحشی اس وقت حضرت حمزہ کے ہاتھ سے مارے جاتے تو بھات خرمارے جاتے

جس سے بڑھ کر وہی اہانت اور ذات نہیں۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ وحشی جا اور خدا کی راہ میں

قتال کر جیسا کہ تو خدا کے راستے سے روکنے کے لئے قتال کرتا تھا۔ رواہ الطبرانی و اسن و اسن۔

ایضاً بخاری ج ۱ ص ۲۸۵، ۲۸۶

صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸۵، ۲۸۶

حضرت حنظلہ غسین الملائکہ کی شہادت کا ذکر

ابو عامر فاسق جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، اس کے بیٹے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس معرکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔

ابوسفیان اور حضرت حنظلہ کا مقابلہ ہو گیا۔ حضرت حنظلہ نے دوڑ کر ابوسفیان پر وار کرنا چاہا لیکن پیچھے سے شداد بن اسود نے ایک وار کیا جس سے حضرت حنظلہ شہید ہوئے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ حنظلہ کو ابر کے پانی سے چاندی کے برتنوں میں غسل دے رہے ہیں۔

ان کی بیوی سے دریافت کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ حالت جنابت ہی میں جہاد کے لئے روانہ ہو گئے تھے اسی حالت میں شہید ہوئے، رواہ ابن اسحاق والحاکم وصحیحہ ورواہ ابن سعد وغیرہ (خصائص کبریٰ ص ۲۱۶ ج ۲)۔

جس روز حضرت حنظلہ شہید ہونے والے تھے، اسی شب ان کی بیوی نے یہ خواب دیکھا کہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا اور حنظلہ اس میں داخل ہوئے اور داخل ہونے کے بعد وہ دروازہ بند کر لیا گیا۔ بیوی اس خواب سے سمجھ چکی تھیں کہ حنظلہ اب اس عالم سے رخصت ہونے والے ہیں۔

لڑائی ختم ہونے کے بعد جب ان کی لاش تلاش کی گئی تو سر سے پانی ٹپکتا تھا۔ ۳

اسی وجہ سے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غسین الملائکہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ ابو عامر فاسق چونکہ رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں لڑ رہے تھے۔ اس لئے حضرت حنظلہ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے باپ کے قتل کی اجازت چاہی مگر آپ نے منع فرمایا۔ (رواہ ابن شاہین و اسنادہ حسن) (اصابہ ترجمہ حنظلہ بن ابی عامر) مسلمانوں کے ان دلیرانہ اور جان بازانہ حملوں سے قریش کے میدان جنگ سے پیر اکھڑ گئے اور ادھر ادھر منہ چھپا کر اور پُشت دکھا کر بھاگنے لگے اور عورتیں بھی پریشان اور بدحواس ہو کر پہاڑوں کی طرف بھاگنے لگیں اور مسلمان مال غنیمت کے جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔

۱۔ بیوی کا نام جمیلہ تھا، صحابیہ ہیں۔ اس السائقین عبد اللہ بن ابی کی بہن ہیں۔ ۱۲ (روض الانف و اصابہ) ۱۲

۳۔ روض الانف، ج ۲، ص ۱۳۳

۲۔ الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۱۶

مسلمان تیر اندازوں کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا اور لڑائی کا پانسہ پلٹ جانا

تیر اندازوں کی اس جماعت نے (جو کہ درہ کی حفاظت کے لئے بٹھائی گئی تھی۔ جب یہ دیکھا کہ فتح ہوگئی اور مسلمان مالِ غنیمت میں مشغول ہیں۔ یہ بھی اسی طرح بڑھے۔ ان کے امیر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت روکا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تاکید فرمائی تھی کہ تم اس جگہ سے نہ ٹلنا۔ مگر ان لوگوں نے نہ مانا اور مرکز چھوڑ کر غنیمت جمع کرنے والوں میں جا ملے۔

عبداللہ بن جبیر اور ان کے دس رفقاء کی شہادت

مرکز پر صرف عبداللہ بن جبیر اور دس آدمی رہ گئے حکمِ نبوی کے خلاف کرنا تھا کہ یکا یک فتح شکست سے بدل گئی خالد بن ولید نے جو اس وقت مشرکین کے میمنہ پر تھے۔ درہ کو خالی دیکھ کر پشت پر سے حملہ کر دیا۔ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع اپنے ہمراہیوں کے شہید ہوئے۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت

مشرکین کے اس ناگہانی اور یکبارگی حملہ سے مسلمانوں کی صفیں درجہم و برہم ہو گئیں۔ اور دشمنانِ خدا رسول اللہ ﷺ کے نزدیک آ پہنچے۔ مسلمانوں کے علمبردار مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے قریب تھے۔ انہوں نے کافروں کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ شہید ہوئے ان کے بعد آپ نے علمِ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا۔

چونکہ مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے اس لئے شیطان نے یہ افواہ اڑادی کہ نصیب دشمنانِ آپ ﷺ شہید ہو گئے۔ اس لئے تمام مسلمانوں میں سراپیمگی اور اضطراب پھیل گیا اور اس خبر وحشت اثر کے سنتے ہی سب کے سب بدحواس ہو گئے اور اس بدحواسی میں دوست و دشمن کا بھی امتیاز نہ رہا اور آپس میں ایک دوسرے پر تلوار چلانے لگی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا مسلمانوں

کے ہاتھ سے غلطی سے شہید ہو جانا

حضرت حذیفہ کے والد یمان بھی اسی کشمکش میں آگئے حضرت حذیفہ نے دور سے دیکھا کہ مسلمان میرے باپ کو مارے ڈال رہے ہیں۔ پکار کر کہا اے اللہ کے بندو یہ میرا باپ ہے مگر اس ہنگامہ میں کون سنتا تھا بالآخر حضرت یمان شہید ہو گئے مسلمانوں کو جب اس کا علم ہوا کہ یہ حذیفہ کے باپ تھے تو بہت نادم ہوئے اور کہا خدا کی قسم ہم نے پہنچانا نہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ
اللہ تمہیں معاف کرے وہ سب سے زیادہ
مہربان ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے دیت دینے کا ارادہ فرمایا مگر حضرت حذیفہ نے قبول نہیں کیا۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کے دل میں حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور قدر بڑھ گئی۔

خالد بن ولید کے ناگہانی حملہ سے لشکر اسلام کا اضطراب اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت قدرتی

خالد بن ولید کے اس یکبارگی اور ناگہانی حملہ سے ان کے بڑے دلیروں کے پاؤں اکھڑ گئے مگر نبی اکرم ﷺ کے پائے ثبات اور قدم استقامت پر وہ برابر تزلزل نہیں آیا اور کیسے آسکتا تھا اللہ کا نبی اور اس کا رسول معاذ اللہ بزورِ شمشیر، پہاڑ ٹل جائیں مگر انبیاء اللہ علیہم الف الف صلوات اللہ۔ اپنی جگہ سے نہیں ہٹتے۔ پیغمبر کی تنہا شجاعت، کل عالم کی شجاعت سے کہیں زیادہ وزنی اور بھاری ہوتی ہے۔

چنانچہ دلائل بیہمتی میں مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

۱۔ طبری، ج: ۳، ص: ۲۶۔ فتح الباری ج: ۷، ص: ۲۸۹۔ زرقانی ج: ۲، ص: ۳۲۔ ابن ہشام ج: ۲، ص: ۸۷

قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا آپ کا قدم مبارک ایک باشت بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا اور بلاشبہ آپ دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے صحابہ کی ایک جماعت کبھی آپ کے پاس آتی تھی اور کبھی جاتی تھی اور بسا اوقات میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ بہ نفس نفیس خود کھڑے ہوئے تیر اندازی اور سنگ باری فرما رہے ہیں یہاں تک کہ دشمن آپ سے ہٹ گئے۔

فوالذی بعثہ بالحق مازالت قدمہ شبرا واحد اوانہ لقی وجہ العدو ویفیء الیہ طائفۃ من اصحابہ مرۃ وتفترق مرۃ فریما رایتہ قائما یرمی عن قوسہ ویرمی بالحجر حتی انحاز واعنہ۔ (زرقانی ص ۳۳۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظین

ابن سعد فرماتے ہیں کہ اس باپچل اور اضطراب میں چودہ اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، سات مہاجرین میں سے ورسات انصار میں سے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

اسماء مہاجرین	اسماء انصار
(۱) ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۱) ابو جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲) عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۲) حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳) عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۳) عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۴) حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۵) طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۵) انیس بن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۶) زبیر بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۶) سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷) ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۷) اسید بن خنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مہاجرین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام اس لئے نہیں لکھا گیا ہے کہ اس وقت تک وہ نہ تھے۔

عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے علم حضرت علی کو عطا فرما دیا تھا وہ مصروف جہاد و قتال تھے۔

یہ چودہ اصحاب آپ کے ساتھ تھے لیکن کبھی کبھی کسی ضرورت کی وجہ سے بعض حضرات کہیں چلے بھی جاتے تھے مگر جلد ہی واپس ہو جاتے تھے۔ اس لئے کبھی آپ کے ساتھ بارہ آدمی رہے۔

(جیسا کہ صحیح بخاری میں براء بن عازب سے مروی ہے)

اور کبھی سات (جیسا کہ صحیح مسلم میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے)

اختلاف اوقات اور اختلاف حالات کی وجہ سے حاضرین بارگاہ رسالت کے عدو میں روایتیں مختلف ہیں ہر ایک راوی کا بیان اپنے اپنے وقت کے لحاظ سے بجا اور درست ہے کسی وقت بارہ اور کسی وقت گیارہ اور کسی وقت سات آدمی آپ کے ساتھ رہے۔ بحمد اللہ سب روایتیں متفق ہیں۔ کوئی تعارض نہیں۔

تفصیل کے لئے فتح الباری ص ۲۷۷ ج ۷ اور زرقانی ص ۲۵ ج ۲ کی مراجعت فرمائیں۔

قریش کا حضور پر نور پرنا گہانی ہجوم اور صحابہ کرام کی جان نثاری

صحیح مسلم میں حضرت انس سے مروی ہے کہ جب قریش کا آپ پر ہجوم ہوا تو یہ ارشاد فرمایا کون ہے کہ جو ان کو مجھ سے ہٹائے اور جنت میں میرا رفیق بنے۔ انصار میں کے سات آدمی اس وقت آپ کے پاس تھے۔ ساتوں انصاری باری باری لڑ کر شہید ہو گئے۔ (صحیح مسلم ص ۱۰۷ ج ۲ غزوة احد و رواہ احمد کما فی البدلیۃ والنہلیۃ ص ۲۶ ج ۴)۔

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا۔

من رجل یشری لنانفسه
کون مرد ہے کہ جو ہمارے لئے اپنی جان
فروخت کرے۔

یہ سنتے ہی زیاد بن سکن اور پانچ انصار کھڑے ہو گئے اور یکے بعد دیگرے ہر ایک نے

جان نثاری اور جانبازی کے جوہر دکھلائے یہاں تک شہید ہوئے اور اپنی جان کو فروخت کر کے جنت مول لے لی۔

زیاد بن سلکن کی شہادت

زیاد کو یہ شرف حاصل ہوا کہ جب زخم کھا کر گرے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ان کو میرے قریب لاؤ۔

لوگوں نے ان کو آپ کے قریب کر دیا۔ انھوں نے اپنا رخسار آپ کے قدم مبارک پر رکھ دیا اور اسی حالت میں جان اللہ کے حوالے کی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ (ابن ہشام ص ۸۴۹ ج ۲)

عتبہ بن ابی وقاص کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص نے موقع پا کر رسول اللہ ﷺ پر ایک پتھر پھینکا جس سے نیچے کا دندان مبارک شہید اور نیچے کا لب زخمی ہوا۔ سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میں جس قدر اپنے بھائی عتبہ کے قتل کا حریص اور خواہشمند رہا۔ اتنا کسی کے قتل کا کبھی حریص اور خواہشمند نہیں ہوا۔ (رواہ ابن اسحاق)

عبداللہ بن قمیہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ

عبداللہ بن قمیہ نے جو قریش کا مشہور پہلوان تھا آپ پر اس زور سے حملہ کیا کہ رخسار مبارک زخمی ہوا اور خود کے دو حلقے رخسار مبارک میں گھس گئے اور عبداللہ بن شہاب بن زبیر نے پتھر مار کر پیشانی مبارک کو زخمی کیا۔ چہرہ انور پر جب خون بہنے لگا تو ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے تمام خون چوس کر چہرہ انور کو صاف کر دیا، آپ نے فرمایا لن تمسک النار۔ تجھ کو جہنم کی آگ ہرگز نہ لگے گی۔

۱۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۲۸۱
۲۔ عبداللہ بن شہاب زہری جنگ احد میں انکار کے ساتھ آئے مگر بعد میں شرف باسلام ہوئے اور مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ زرقانی ص ۳۸ ج ۲

معجم طبرانی میں ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ابن قمیہ نے آپ کو زخمی کرنے کے بعد یہ کہا:

خذھا وانا ابن قمیہ

لو اس کو اور میں ابن قمیہ ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

اقمک اللہ

اللہ تعالیٰ تجھ کو ذلیل اور خوار ہلاک اور برباد

کرے۔

چند روز نہ گزرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط کیا جس نے اپنے سینگوں سے ابن قمیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کا حضور پر نور کو سہارا دینا

جسم مبارک پر چونکہ دو آہنی زرہوں کا بھی بوجھ تھا اس لئے آنحضرت ﷺ ایک گڑھے میں گر گئے جس کو ابو عامر فاسق نے مسلمانوں کے لئے بنایا تھا۔ حضرت علی نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور حضرت طلحہ نے کمر تھام کر سہارا دیا تب آپ کھڑے ہوئے۔

اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص زمین پر چلتے پھرتے زندہ شہید کو دیکھنا چاہے وہ طلحہ کو دیکھ لے عائشہ صدیقہ بنت صدیق اپنے باپ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ چہرہ انور میں زرہ کی جو دو کڑیاں چبھ گئی تھیں۔ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اپنے دانتوں سے پکڑ کر کھینچا جس میں ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو دانت شہید ہوئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) یوم القیامۃ آمین) سند اس روایت کی صحیح ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جب پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ فرمایا تو ضعف اور نقاہت اور دو زرہوں کے اقل کی وجہ سے مجبور ہوئے اس وقت حضرت طلحہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے آپ ان پر اپنے پیر رکھ کر اوپر چڑھے اور حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے سنا۔

اوجب طلحة

طلحہ نے اپنے لئے جنت واجب کر لی۔

(رواہ ابن اسحاق)

قیس بن ابی حازم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ کا وہ ہاتھ دیکھا جس سے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو احد کے دن بچایا تھا۔ وہ بالکل شل تھا (رواہ البخاری)

حاکم نے اکیل میں روایت کیا ہے کہ اس روز حضرت طلحہ کے پینتیس یا انتالیس زخم آئے۔ ابو داؤد طیالسی میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب غزوة احد ذکر کرتے تو یہ فرماتے:

كان ذلك اليوم كله لطلحة ! یہ دن تو سارا طلحہ کے لئے رہا۔

حضرت جابر سے مروی ہے کہ دشمنوں کے وار روکتے روکتے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی انگلیاں کٹ گئیں تو بے اختیار زبان سے نکلا حسن آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

لو قلت بسم الله لرفعتك
الملائكة والناس ينظرون
اليك حتى تلج بك في
جو السماء

اگر تو بجائے حسن کے بسم اللہ کہتا تو فرشتے تجھے اٹھا کر لے جاتے اور لوگ سمجھتے ہوئے ہوتے یہاں تک کہ تیرا وہوہ سما میں لے کر حسن جاتے۔ اس حدیث و اسانی اور تہذیبی نے نہایت عمدہ اور احسن کی سند سے روایت کیا ہے۔

(رواہ اتسانی و البیہقی بسند جید) ۱

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ تم نے احد کے دن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم پر ستے زیادہ زخم دیکھے۔ (رواہ ابو داؤد طیالسی) ۲

الباری ص ۶۶ ج ۱ مناقب طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملائی باپ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آپ سے روایت کرتے ہوئے بڑے تیر انداز تھے اس روز دو یا تین ماٹیں توڑا میں جو تیس ترش کے دوے اوپر سے گزرتا نبی کریم ﷺ اس سے یہ فرماتے کہ یہ ترش ابو طلحہ کے لئے ڈال جا اور رسول اللہ ﷺ جب نظر اٹھا کر لوگوں کو دیکھنا چاہتے تو ابو طلحہ یہ عرض کرتے۔

۱۔ فتح الباری، ج ۸ ص ۲۸۸۔ ۲۔ زرقانی ج ۲ ص ۳۹

بابی انت وامی لا تشرف | میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ نظر
 یصبرک سهم من سهام القوم | نہ اٹھائیں نصیب دشمنان کوئی تیر نہ
 نحری دون نحرک | آگے۔ میرا سینہ آپ کے سینے کے لئے
 (بخاری شریف ص ۵۸۱) سپر ہے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے تیر انداز تھے، اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش کے تمام تیر نکال کر ان کے سامنے ڈال دیئے اور فرمایا:

ارم فداک ابی واہی | تیر چلا تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہو۔
 حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے سوائے سعد بن ابی وقاص کے کسی اور کے لئے
 رسول اللہ ﷺ کو فداک ابی وامی کہتے نہیں سنا۔ (بخاری شریف ص ۵۸۱)

خاکم راوی ہیں کہ اُحد کے دن حضرت سعد نے ایک ہزار تیر چلائے (زرقاتی ص ۴۲ ج ۲)

ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری

ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲ سپر بن کر آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور پشت
 دشمنوں کی جانب کرنی۔ تیر پر تیر چلے آ رہے ہیں۔ اور ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پشت ان
 کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔ مگر اس اندیشہ سے کہ آپ کو کوئی تیر نہ لگ جائے حس و حرکت نہیں
 کرتے تھے۔ (رواہ ابن اسحاق) ۳

(تنبیہ) جس طرح حضور خاتم النبیین تھے، کمالات نبوت آپ پر ختم تھے، اسی طرح
 آپ پر محبوبیت ختم تھی اور صحابہ کرام پر عشق ختم تھا خدا کی قسم، اس فدائیت کے سامنے لیلیٰ
 و مجنون کی داستانیں مسب گرد ہیں۔

حضور پر نور کا مشرکین پر اظہارِ افسوس

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ اپنے چہرہ انور سے
 خون پونچھتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے وہ قوم کیسے فلاح پاسکتی ہے۔ جس نے اپنے پیغمبر کا
 چہرہ خون آلود کیا اور وہ ان کو ان کے پروردگار کی طرف بلاتا ہے (رواہ احمد والترمذی والنسائی)

۱۔ یعنی اُحد کے دن سوائے حضرت سعد کے کسی اور کے لئے نہیں سنا، ورنہ غزوہ نبی قریظہ میں حضرت زبیر کے لئے

فداک ابی وامی کہنا صحیح بخاری باب مناقب زبیر میں مذکور ہے (فتح الباری ص ۶۶ ج ۷ مناقب سعد بن ابی وقاص)

۲۔ حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ ابودجانہ عسلیہ کذاب کے قتل میں شریک تھے اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ

۳۔ زرقاتی، ج ۲، ص ۴۳

تعالیٰ عنہ ۱۱۲ استیعاب۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض سردارانِ قریش کے حق میں بددعا کرنا اور آیت کا نزول

صحیح بخاری میں حضرت سالم سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام کے حق میں بددعا فرمائی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ
أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ
فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ط ل

اس امر میں آپ کی کوئی اختیار نہیں یہاں
تک کہ خدا مہربانی فرمائے یا ان کو توبہ کی
توفیق دے یا ان کو عذاب دے کیونکہ وہ
بڑے ظالم ہیں۔

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ تینوں فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے غالباً اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے ان کے حق میں بددعا کرنے سے منع کیا اور یہ آیت شریفہ نازل فرمائی۔
(فتح الباری ص ۲۸۱ ج ۷)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں گویا رسول اللہ ﷺ میری نظروں کے سامنے ہیں، پیشانی مبارک سے خون پونچھتے جاتے ہیں اور یہ فرماتے جاتے ہیں۔

رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ
لَا يَعْلَمُونَ

اے پروردگار میری قوم کی مغفرت فرما وہ
جاننے نہیں۔

(صحیح مسلم غزوة احد ص ۱۰۸ ج ۲)

بمقتضائے شفقت و رأفت فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ فرمایا یعنی جاننے نہیں بے خبر ہیں اور
یہ نہیں فرمایا فَإِنَّهُمْ لَيَجْهَلُونَ یعنی یہ جاہل ہیں۔

آیات بینات کا مشاہدہ کر لینے کے بعد اگرچہ جاہل اور لاعلمی عذر نہیں ہو سکتی لیکن رحمت
عالم اور رأفت مجسم نبی اکرم ﷺ نے کمال شفقت اور رعایت رحمت سے بارگاہ ارحم الراحمین
اور اجداد الابدین اور اکرم الاکرمین میں بصورتِ لاعلمی ان کی طرف سے معذرت و شاید

رحمت خداوندی ان کو ورطہ کفر و شرک سے نکال کر ایمان و اسلام کے دارالامان اور دارالسلام میں لا داخل کرے اور اخلاص و احسان کی رقیق مختوم پلا کر اپنے محبت کے نشہ میں ایسا چور کر دے کہ دنیائے دوں کی دنائت و حقارت اور عالم آخرت کی عزت و رفعت محسوس اور مشاہد ہو جائے اور کفر اور معصیت کے جیل خانہ سے نکل کر ہمیشہ کے لئے ایمان و اسلام اخلاص و احسان کے حرمِ آمین میں آ کر مقیم ہو جائیں کہ پھر ابدالآباد تک کبھی اس سے خارج نہ ہوں۔

ف:- جب تک کافر کا خاتمہ کفر پر نہ ہو جائے اس وقت تک کافر کے لئے دعائے مغفرت بایں معنی درست ہے کہ حق تعالیٰ اس کو کفر اور شرک سے توبہ اور ایمان کی ہدایت دے تاکہ وہ خداوند ذوالجلال کے عفو اور مغفرت کا مورد اور محل بن سکے۔ ہاں جب کسی کا خاتمہ کفر اور شرک پر ہو جائے تب اس کے لئے دعائے مغفرت جائز نہیں مگر اقال تعالیٰ۔

پینمبر کے لئے اور اہل ایمان کے لئے یہ روایتیں کہ مشرکین کے لئے دعاء مغفرت کریں اگرچہ وہ ان کے اہل قرابت ہی کیوں نہ ہوں بعد اس کے کہ یہ ظاہر ہو چکا کہ یہ دوزخی ہیں یعنی کافر ہیں۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أَوْلَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ مَّا بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۗ

لڑائی میں قتادہ بن النعمان کی آنکھ کی پتلی کا باہر نکل جانا اور حضور

پرنور کا اس کو اپنی جگہ رکھ دینا اور اس کا پہلے سے بہتر ہو جانا

قتادہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ اُحد کے دن آپ کے چہرہ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اپنا چہرہ دشمنوں کے مقابل کر دیا، تاکہ دشمنوں کے تیر میرے چہرے پر پڑیں، اور آپ کا چہرہ انور محفوظ رہے۔ دشمنوں کا آخری تیر میری آنکھ پر ایسا لگا کہ آنکھ کا ڈھیلہ باہر نکل پڑا جس کو میں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ دیکھ کر آب دیدہ ہو گئے اور میرے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ جس طرح قتادہ نے تیرے نبی کے چہرہ کی حفاظت فرمائی اس طرح تو اس کے چہرہ کو محفوظ

رکھ اور اس آنکھ کو دوسری آنکھ سے بھی زیادہ خوبصورت اور تیز نظر بنا اور آنکھ کو اسی جگہ رکھ دیا۔ اسی وقت آنکھ بالکل صحیح اور سالم بلکہ پہلے سے بہتر اور تیز ہو گئی۔

(رواہ الطبرانی و ابو نعیم والدارقطنی بخوہ)۔

ایک روایت میں ہے کہ قنادہ اپنی آنکھ کی پتلی کو ہاتھ میں لئے ہوئے حضور پر نور کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا اگر تو صبر کرے تو تیرے لئے جنت ہے اور اگر چاہے تو اسی جگہ رکھ کر تیرے لئے دعا کروں قنادہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میری ایک بیوی ہے جس سے مجھ کو بہت محبت ہے مجھکو یہ اندیشہ ہے کہ اگر بے آنکھ رہ گیا تو کہیں وہ میری بیوی مجھ سے نفرت نہ کرنے لگے۔ آپ نے دست مبارک سے آنکھ اس کی جگہ پر رکھی اور یہ دعا فرمائی۔ اللھم اعطہ جمالا، اے اللہ ان کو حسن و جمال عطا فرما۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی غلط خبر کا مشہور ہونا

جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ نصیب دشمنان رسول اللہ ﷺ قتل ہو گئے، تو بعض مسلمان ہمت ہار کر بیٹھ گئے اور یہ بولے کہ رسول اللہ ﷺ تو شہید ہو گئے اب لڑ کر کیا کریں۔ تو انس بن مالک کے چچا حضرت انس بن نضر نے کہا اے لوگو! اگر محمد قتل ہو گئے تو محمد کا رب تو قتل نہیں ہو گیا۔ جس چیز پر آپ نے جہاد و قتال کیا اسی پر تم بھی جہاد و قتال کرو اور اسی پر مرجاؤ رسول اللہ ﷺ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ یہ کہہ کر دشمنوں کی فوج میں کھس گئے اور مقابلہ کیا، یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (رواہ ابن اسحاق و الطبرانی، زرقانی ص ۳۲ ج ۲)

حضرت انس بن نضر کی شہادت کا واقعہ

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ میرے چچا انس بن نضر و نضرہ بدر میں شریک نہ ہونے کا بہت رنج تھا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے نکلے۔ یہ رسول اللہ انیسویں کہ میں شریکین کے ساتھ اسلام کے پہلے ہی جہاد و قتال میں شریک نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ جھلو آئندہ کسی جہاد میں شریک ہونے کی توفیق دے تو اللہ کیلئے تاک میں اس دن راہ

میں کیسی جدوجہد اور کیسی جانبازی اور سرفروشی دکھاتا ہوں۔ جب معرکہ اُحد میں کچھ لوگ شکست کھا کر بھاگے تو انس بن نصر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ میں تیری بارگاہ میں اس فعل سے معافی چاہتا ہوں جو ان مسلمانوں نے کیا کہ جو میدان سے ذرا پیچھے ہٹے اور اس سے بری اور بیزار ہوں کہ جو مشرکین نے کیا اور تلوار لے کر آگے بڑھے سامنے سے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ آگئے ان کو دیکھ کر انس بن نصر نے کہا:

ابن یاسعدانی اجدریح الجنة | اے سعد کہاں جا رہے ہو تحقیق میں تو احد
دون احد اے | کے نیچے جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔

یہ الفاظ کتاب المغازی کی روایت میں ہیں اور کتاب الجہاد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

یاسعد بن معاذ الجنة ورب | اے سعد یہ ہے جنت۔ قسم ہے نظر کے
النصرانی اجدریحہادون احد | پروردگار کی تحقیق میں جنت کی خوشبو احد
کے نیچے پارہا ہوں۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ بعض مرتبہ اپنے خاص بندوں کو روحانی طور نہیں بلکہ حسی طور پر دنیا ہی میں جنت کی خوشبو سونگھ دیتے ہیں جس طرح وہ حضرات حاسہ شامہ سے گلاب اور چنبیلی کی خوشبو سونگھتے ہیں اسی طرح وہ دنیا میں کبھی کبھی اللہ کے فضل سے جنت کی خوشبو سونگھتے ہیں جس کی مہک پانسومیل تک پہنچتی ہے عجب نہیں کہ حضرت انس بن نصر نے حسی طور پر جنت کی خوشبو محسوس فرمائی ہو۔ (کذافی حادی الارواح الی بلاد الافراح ص ۲۵۰ ج ۱)

جو لوگ نشہ دنیا میں مخمور اور آخرت کے مزکوم ۳ ہیں ان کا انکار قابل اعتبار نہیں ایسے لوگ ”ازحواس اولیاء بریگانہ اند“ کے مصداق ہیں۔ زُکام والے کا گلاب اور چنبیلی کی خوشبو کونہ

۱۔ کلمہ یا۔ کلام عرب میں ندائے بعید کے لئے آتا ہے عجب نہیں کہ حضرت انس کی یاسعد سے یہ مراد ہو کہ اے سعد تو اس سعادت سے کہاں دور پڑا ہوا ہے اور علی ہذا السن سے مکان محسوس مراد نہ ہو بلکہ مکان بمعنی الرتبہ مراد ہو۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۱۲
۲۔ نصر حضرت انس کے باپ کا نام ہے نصر کے اصل معنی پر رونق اور تروتازہ کے ہیں شاید حضرت انس نے نصرۃ النعیم جنت کی رونق اور تروتازگی کو دیکھ کر رب نصر کی قسم کھائی ہو واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۳
۳۔ مزکوم وہ کہ جس کو زکام ہو گیا ہو۔ ۱۴

محسوس کرنا صحیح الدماغ اور صحیح الحواس پر (جس کی قوت شاتمہ میلوں ہی سے پھولوں کی خوشبو سونگھتی ہو) کیسے تجت ہو سکتا ہے۔

الغرض حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واہا لریح الجنة اجده دون احد (واہ واہ۔ جنت کی خوشبو احد کے پاس پارہا ہوں) یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے اور دشمنوں کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ شہید ہوئے جسم پر تیر اور تلوار کے اسی سے زیادہ زخم پائے گئے اور یہ آیت ان کے بارہ میں نازل ہوئی۔

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رَجَالٌ صَدَقُوا
مَا عَاهَدُوا وَاللَّهُ عَلَيْهِ
مسلمانوں میں سے بعض ایسے مرد ہیں کہ
انہوں نے اللہ سے جو عہد باندھا تھا اس کو
سچ کر دکھایا۔

صدق جان دادن بود میں سابقوا از نبی برخواں رجاں صدقوا
امام بخاری نے اس حدیث کو جامع صحیح میں تین جگہ ذکر فرمایا ہے، کتاب الجہاد ص ۳۹۲
ج ۱ کتاب المغازی ص ۵۷۹ میں مفصلاً اور کتاب التفسیر ص ۷۰۵ میں مختصراً۔

بقول عارف رومی۔ انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا۔

وقت آں آمد کہ من عریاں شوم جسم بگزارم سراسر جاں شوم
بوئے جاناں سوئے جانم می رسد بوئے یارمہر بانم می رسد

مسلمانوں کی پریشانی اور بے چینی کا زیادہ سبب ذات بابرکات علیہ الف الف صلوات
والف الف تحیات کا نظروں سے اوجھل ہو جانا تھا۔ سب سے پہلے کعب بن مالک رضی اللہ
عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا۔ آپ خود پہنے ہوئے تھے، چہرہ انور مستور تھا، کعب کہتے
ہیں میں نے خود میں سے آپ کی چمکتی ہوئی آنکھیں دیکھ کر آپ کو پہچانا۔ اسی وقت میں نے
باواز بلند پکار کر کہا اے مسلمانو بشارت ہو تمہیں۔ یہ ہیں رسول اللہ ﷺ آپ نے دست
مبارک سے اشارہ فرمایا خاموش رہو اگرچہ آپ نے دوبارہ کہنے سے منع فرمایا لیکن دل اور سر
کے کان سب کے اسی طرف لگے ہوئے تھے اس لئے کعب کی ایک ہی آواز سنتے ہی پروانہ
وار آپ کے گرد آ کر جمع ہو گئے، کعب فرماتے ہیں کہ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے اپنی زرہ

مجھ کو پہنادی اور میری زرہ آپ نے پہن لی۔ دشمنوں نے رسول اللہ ﷺ کے خیال سے مجھ پر تیر برسوں کے شروع سے زیادہ زخم آئے (رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات)

جب کچھ مسلمان آپ کے پاس جمع ہو گئے تو پہاڑ کی گھاٹی کی طرف چلے۔ ابو بکر اور عمر اور علی اور طلحہ اور حارث بن صممہ وغیرہ آپ کے ہمراہ تھے، جب پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ فرمایا تو ضعف اور نقاہت اور دوزرہوں کے بوجھ کی وجہ سے چڑھ نہ سکے اس لئے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نیچے بیٹھ گئے ان پر پیر رکھ کر آپ اوپر چڑھے۔

ابی بن خلف کا قتل

اتنے میں ابی بن خلف گھوڑا دوڑاتا ہوا آ پہنچا جس کو دانہ کھلا کر اس امید پر موٹا کیا تھا کہ اس پر سوار ہو کر محمد (ﷺ) کو قتل کروں گا۔

آپ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اسی وقت فرمادیا تھا کہ انشاء اللہ میں ہی اس کو قتل کروں گا۔

جب وہ آپ کی طرف بڑھا تو صحابہ نے اجازت چاہی کہ ہم اس کا کام تمام کریں آپ نے فرمایا قریب آنے دو جب قریب آ گیا تو حارث بن صممہ رضی اللہ عنہ سے نیزہ لے کر اس کی گردن میں ایک کوچہ دیا جس سے وہ بلبلا اٹھا اور چلاتا ہوا واپس ہوا کہ خدا کی قسم مجھ کو محمد نے مار ڈالا۔

لوگوں نے کہا یہ تو ایک معمولی گھروٹ ہے کوئی کاری زخم نہیں اس سے تو اس قدر چلا رہا ہے ابی نے کہا تم کو معلوم نہیں کہ محمد (ﷺ) نے مکہ ہی میں کہا تھا کہ میں ہی تجھ کو قتل کروں گا۔ اس گھروٹ کی تکلیف میرا ہی دل جانتا ہے خدا کی قسم اگر یہ گھروٹ حجاز کے تمام باشندوں پر تقسیم کر دی جائے تو سب کی ہلاکت کے لئے کافی ہے اسی طرح بلبلا تارہا مقام سرف میں پہنچ کر مر گیا۔

حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کو دھونا

جب آپ گھائی پر پہنچے تو لڑائی ختم ہو چکی تھی وہاں جا کر بیٹھ گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پانی لائے اور چہرہ انور سے خون کو دھویا اور کچھ پانی سر پر ڈالا۔ بعد ازاں آپ نے وضو کی اور بیٹھ کر ظہر کی نماز پڑھائی۔ صحابہ نے بھی بیٹھ کر ہی اقتداء کی۔

قریش کا مسلمانوں کی لاشوں کو مثلہ کرنا

اور مشرکین نے مسلمانوں کی لاشوں کا مثلہ کرنا شروع کیا یعنی ناک اور کان کاٹنے، پیٹ چاک کیا اور اعضاء تناسل قطع کئے۔ عورتیں بھی مردوں کے ساتھ اس کام میں شریک رہیں۔ ہندو نے جس کا باپ عتبہ جنگ بدر میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اس نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مثلہ کیا پیٹ اور سینہ چاک کر کے جگر نکالا اور چھپایا لیکن حلق سے نہ اتر سکا اس لئے اس کو اگل دیا اور اس خوشی میں وحشی کو اپنا زیوراتا کر دیا۔ اور جن مسلمانوں کے ناک اور کان کاٹے گئے تھے ان کا بار بنا کر گلے میں ڈالا۔

ابوسفیان کا آوازہ اور حضرت عمر کا جواب

قریش نے جب واپسی کا ارادہ کیا تو ابوسفیان نے پہاڑ پر چڑھ کر یہ پکارا۔ افسی القوم محمد کیا تم لوگوں میں محمد زندہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کوئی جواب نہ دے اس طرح ابو سفیان نے تین بار آواز دی مگر جواب نہ ملا۔ بعد ازاں یہ آواز دی افسی القوم ابن ابی قحافہ کیا تم لوگوں میں ابن ابی قحافہ (یعنی ابو بکر صدیق) زندہ ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

یہ اقتداء میں بھی کرتے تھے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ کو پانچ حصے تقسیم کر کے دیا۔ وہیں جب سے وہاں سے وہیں سے یہ تمام شیون ہو گیا اور ہزاروں حصے تقسیم ہوئے۔ پانچ حصے تقسیم ہوئے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض فرمایا۔ پانچ حصے تقسیم ہوئے۔ آپ کا خون تقسیم ہے۔

سبحانہ و تعالیٰ ۱۲

جواب نہ دے، اس سوال کو بھی تین بار کہہ کر خاموش ہو گیا اور پھر یہ آواز دی افسی القوم ابن الخطاب کیا تم میں عمر بن خطاب زندہ ہیں اس فقرہ کو بھی تین مرتبہ دہرایا مگر جب کوئی جواب نہ آیا تو اپنے رفقاء سے خوش ہو کر یہ کہا ماہو لاء فقد قتلوا فلو كانوا احياء لاجابوا بہر حال یہ سب قتل ہو گئے اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاب نہ لاسکے اور چلا کر کہا:

كذبت والله يا عدو الله ابقى
الله عليك ما يحزنك
اے اللہ کے دشمن خدا کی قسم تو نے بالکل غلط کہا تیرے رنج و غم کا سامان اللہ نے ابھی باقی رکھ چھوڑا ہے۔

بعد ازاں ابوسفیان نے (وطن اور قوم کے ایک بت کا نعرہ لگایا) اور یہ کہا:

أَعْلُ هُبَلُ أَعْلُ هُبَلُ
اے ہبل تو بلند ہو اے ہبل تیرا دین بلند ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر سے فرمایا کہ اس کے جواب میں یہ کہو۔

الله اعلى واجل
اللہ ہی سب سے اعلیٰ اور ارفع اور بزرگ اور برتر ہے۔

پھر ابوسفیان نے یہ کہا

ان لنا العزى ولا عزى لكم
ہمارے پاس عزی تمہارے پاس عزی نہیں۔ یعنی ہم کو عزت حاصل ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر سے فرمایا یہ جواب دو۔

الله مولنا ولا مولى لكم
تمہارا والی نہیں فینعم المولى ونعم النصير یعنی عزت صرف اللہ سبحانہ سے تعلق میں ہے عزی کے تعلق میں عزت نہیں بلکہ ذلت ہے۔
ابوسفیان نے کہا۔

يوم بيوم بدر والحرب سجال
یہ دن بدر کے دن کا جواب ہے لہذا ہم اور تم

کتاب الجہاد کی روایت میں اعلیٰ ہبل اعلیٰ ہبل دو مرتبہ آیا ہے اور کتاب المغاری کی روایت میں صرف ایک مرتبہ مذکور

برابر ہو گئے اور لڑائی ڈولوں کے مانند ہے کبھی اوپر اور کبھی نیچے۔

یہ صحیح بخاری کی روایت ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے یہ جواب دیا:
 لا سواء قتلانا فی الجنة ﴿ ہم اور تم برابر نہیں ہمارے مقتولین جنت
 وقتلاکم فی النارہ ﴿ میں ہیں اور تمہارے مقتولین جہنم میں۔

ابوسفیان کا یہ قول الحرب سجال چونکہ حق تھا اس لئے اس کا جواب نہیں دیا گیا۔
 اور حق تعالیٰ شانہ کا یہ ارشاد تلك الايام نداولها بين الناس۔
 اس کا مؤید ہے۔

بعد ازاں ابوسفیان نے حضرت عمر کو آواز دی۔

هَلُمَّ اِلَى يَاعَمْرُ ﴿ اے عمر میرے قریب آؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر کو حکم دیا کہ جاؤ اور دیکھو کیا کہتا ہے حضرت عمر اس کے
 پاس گئے ابوسفیان نے کہا۔

انشدك الله يا عمر اقتلنا ﴿ اے عمر تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں سچ بتاؤ کہ ہم
 محمدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے محمد ﷺ کو قتل کیا۔
 حضرت عمر نے فرمایا۔

اللهم لا وانه ليسمع كلامك ﴿ خدا کی قسم ہرگز نہیں اور البتہ تحقیق وہ تیرے
 الان۔ ﴿ کلام کو اس وقت سن رہے ہیں۔

ابوسفیان نے کہا۔

انت عندی اصدق من ابن قمية وابر۔ ﴿ تم میرے نزدیک ابن قمیہ سے زیادہ سچے
 اور نیک ہو۔

بعد ازاں ابوسفیان نے کہا۔

انه قد كان فرقتلاکم مثل والله مارضیت ولا نهیت ولا امرت ﴿ ہمارے آدمیوں کے ہاتھ سے تمہارے
 مقتولین کا مثلہ ہوا۔ خدا کی قسم میں اس فعل

سے نہ راضی ہوں اور نہ ناراض، نہ میں نے منع کیا اور نہ میں نے حکم دیا۔

اور چلتے وقت لکار کر یہ کہا۔

موعد کم بدر للعام القابل ! سال آئندہ بدر پر تم سے لڑائی کا وعدہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو یہ حکم دیا کہ کہہ دیں۔

نعم ہو بیننا وبينك موعد ! ہاں ہمارا اور تمہارا یہ وعدہ ہے انشاء اللہ۔
(تاریخ طبری ص ۳۳ ج ۳، ابن ہشام ص ۸۹ ج ۲)

انشاء اللہ !
مشرکین کی واپسی کے بعد مسلمانوں کی عورتیں خبر لینے اور حال معلوم کرنے کی غرض سے مدینہ سے نکلیں سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آ کر دیکھا کہ چہرہ انور سے خون جاری ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سپر میں پانی بھر کر لائے حضرت فاطمہ دھوتی جاتی تھیں لیکن خون کسی طرح نہیں تھمتا تھا، جب دیکھا کہ خون بڑھتا ہی جاتا ہے تو ایک چٹائی کا ٹکڑا لے کر جلایا اور اس کی راکھ زخم میں بھری تب خون بند ہوا۔ (رواہ البخاری والطبرانی عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ۲

فوائد

(۱)۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیماری میں دوا کرنا جائز ہے۔

(۲)۔ نیز علاج کرنا توکل کے منافی نہیں۔

(۳)۔ نیز حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی امراض جسمانیہ اور تکالیف بدنیہ لاحق ہوتی ہیں تاکہ ان کے درجات بلند ہوں اور ان کے قہرین ان حضرات کو دیکھ کر صبر اور کھلم رضاء و تسلیم کا سبق حاصل کریں۔ نیز ان عوارض بشریہ اور لوازم انسانیت کو دیکھ کر سمجھ لیں یہ حضرات اللہ جل جلالہ کے پاک اور مخلص بندے ہیں، معاذ اللہ خدا نہیں۔ ان حضرات کے معجزات اور آیات بینات کونبوت کے براہین اور دلائل سمجھیں۔ نصاریٰ حیاریٰ کی طرح فتنہ میں مبتلا ہو کر ان کو خدا نہ سمجھ بیٹھیں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ

۱۔ ان شاء اللہ کالفظ علامہ زرقاتی نے نقل کیا ہے طبری اور ابن ہشام کی روایت میں نہیں ۱۲۔ (زرقاتی ص ۲۸ ج ۲)

۲۔ زرقاتی۔ ج ۲، ص ۳۹

وَأَشْهَدَانِ مَحَمَّدًا عَبْدًا عَبْدَهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ
وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا ط

(۴)۔ نیز اس واقعہ سے یہ امر بھی خوب واضح ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد ابو بکر اور پھر عمر کا درجہ تھا اور یہ ترتیب اس درجہ واضح اور روشن تھی کہ کفار بھی یہی سمجھتے تھے کہ آپ کے بعد ابو بکر صدیق اور پھر عمر فاروق کا مقام ہے، غرض یہ کہ شیخین (ابو بکر و عمر) کی ترتیب افضلیت کا مسئلہ کفار کو بھی معلوم تھا مشاہدہ سے کفار نے یہ سمجھا کہ بارگاہِ نبوت میں اول مقام ابو بکر کا ہے اور پھر عمر کا اور یہ دونوں حضور پر نور کے وزیر یا تدبیر ہیں۔

سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا ذکر

قریش کی روانگی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ڈھونڈو کہ کہاں ہیں اور یہ ارشاد فرمایا۔

ان رأیتہ فاقراءہ منی السلام
وقل لہ یقول لک رسول اللہ
کیف تجدک
اگر دیکھ پاؤ تو میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ
رسول اللہ یہ دریافت فرماتے ہیں کہ تم اس
وقت اپنے کو کیسا پاتے ہیں۔

زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ڈھونڈا ہوا سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا۔ ابھی حیات کی کچھ رقی باقی تھی جسم پر تیر اور تلوار کے ستہ زخم تھے میں نے رسول اللہ ﷺ کا پیام پہنچایا سعد بن ربیع نے یہ جواب دیا۔

علی رسول اللہ السلام
وعلیک السلام قل لہ یا
رسول اللہ اجدانی اجدریح
الجنتہ وقل لقومی الانصار لا
رسول اللہ پر بھی سلام اور تم پر بھی سلام
رسول اللہ سے یہ پیام پہنچا دینا یا رسول
اس وقت میں جنت کی خوشبو سونہر رہا ہوں
اور میری قوم انصار سے یہ ہدینا کہ اگر

۱۔ زرقانی۔ ج ۲، ص ۲۹۔ ۲۔ یہ عامی روایت ہے زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔
۳۔ ابی بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا اور اقدی کی روایت میں ہے کہ محمد بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
بھیجا۔ عجب نہیں کہ کئی بعد دیگرے قبیلوں کو بھیجا ہو یا وقت واحد ہی میں قبیلوں کو بھیجا ہو، ابو عبد اللہ زرقانی ص ۲۹ ج ۲

اللہ ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچی در
آنحالیکہ تم میں سے ایک آنکھ بھی دیکھنے
والی موجود ہو یعنی تم میں سے کوئی ایک بھی
زندہ ہو تو سمجھ لینا کہ اللہ کے یہاں تمہارا
کوئی عذر مقبول نہ ہوگا۔ یہ کہہ کر روح پرواز
کر گئی رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی اللہ عنہ۔

عذر لکم عند اللہ ان ینزل
الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ
والہ وسلم شفر لبطرف قال
وفاضت نفسہ رحمہ اللہ۔

حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور حافظ ذہبی نے بھی تلخیص میں اس کو صحیح
فرمایا ہے

ایک دوسری روایت میں ہے کہ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زید بن ثابت سے یہ کہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دینا کہ اس
وقت میں مر رہا ہوں اور سلام کے بعد یہ
کہہ دینا کہ سعد یہ کہتا تھا جزاک اللہ وعن
جميع الاممہ خیرا اے اللہ کے رسول
اللہ آپ کو ہماری اور تمام امت کی طرف
سے جزائے خیر دے کہ ہم کو حق کا راستہ
بتایا۔

اخبر رسول اللہ صلے اللہ
علیہ والہ وسلم انی فی
الاسوات واقراء السلام وقل
لہ یقول جزاک اللہ عنا وعن
جميع الاممہ خیرا۔
(متدرک ص ۲۰۱ ج ۳ ترجمہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ)

ابن عبدالبر کی روایت میں ابی بن کعب سے مروی ہے کہ میں واپس آیا اور رسول
اللہ ﷺ کو سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر دی آپ نے سن کر یہ ارشاد فرمایا:

اللہ اس پر رحم فرمائے۔ اللہ اور اس کے
رسول کا خیر خواہ اور وفادار رہا زندگی میں بھی
اور مرتے وقت بھی۔

رحمہ اللہ نصح للہ ولرسولہ
حیا ومیتا۔ (استیعاب للحافظ
ابن عبدالبر ص ۲۳۵ ج ۲ حاشیہ
اصابہ)

۱۔ ایک روایت میں ہے وفیکم عین طرف۔ زرقانی ص ۲۹ ج ۲

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کی تلاش

رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں نکلے۔ بطن وادی میں
مثلاً کئے ہوئے پائے گئے ناک اور کان کٹے ہوئے ہیں شکم اور سینہ چاک تھا اس جگر خراش
اور دل آزار منظر کو دیکھ کر بے اختیار دل بھر آیا اور یہ فرمایا تم پر اللہ کی رحمت ہو جہاں تک مجھ کو
معلوم ہے، البتہ تم بڑے مخیر اور صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ اگر صفیہ کے حزن اور ملال رنج
اور غم کا ڈرنہ ہوتا تو میں تم کو اسی طرح چھوڑ دیتا کہ درند اور پرند تم کو کھاتے اور پھر قیامت کے
دن انھیں کے شکم سے اُٹھتے اور اسی جگہ کھڑے کھڑے یہ فرمایا کہ خدا کی قسم اگر خدا نے مجھ کو
کافروں پر غلبہ عطا فرمایا تیرے بدلہ ستر کافروں کا مُثلہ کروں گا۔ آپ اس جگہ سے ابھی بٹے
نہ تھے کہ یہ آیت شریفہ نازل ہو گئی۔

اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا کہ تم کو
تکلیف پہنچائی گئی تھی اور اگر تم صبر کرو تو
البتہ وہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے
اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا محض اللہ
کی امداد اور توفیق سے ہے اور نہ آپ ان پر
غمگین ہوں اور نہ ان کے مکر سے تنگدل
ہوں تحقیق اللہ تعالیٰ صبر کاروں اور نیلوں کا
روں کے ساتھ ہے۔

وَأَنْ عَاقِبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا
عَوَّقْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ
خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ وَأَصْبِرْ
وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ
عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا
يَمْكُرُونَ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا
وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ط ل

آپ نے صبر فرمایا اور قسم کا کفارہ دیا اور اپنا ارادہ منسوخ کیا۔

حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت حمزہ کو دیکھا تو رو
پڑے اور بجلی بندھ گئی اور یہ فرمایا:

۱۔ سورۃ النحل، آیت ۱۲۶ ۲۔ مستدرک ج ۳، ص ۱۹۷، ج ۱، ص ۱۹۹، قال العلامة: "تقنی۔ بعد الحدیث
رواہ الحاكم والبیہقی والہیثمی والخطیب والی وقال الحافظ فی التلخیص: "فی ضعف الحدیث ۵۱ زرقانی ج ۲ قول لمن قال انہ قد بعد
ما ذکر الحدیث طرقاً قاعدیة وہذہ طرق یقوی بعضہا بعضاً الحدیث الباری ص ۲۸۲ ج ۱۔"

سید الشهداء عند اللہ یوم القیامۃ حمزہ

قیامت کے دن اللہ کے نزدیک تمام شہیدوں کے سردار حمزہ ہوں گے۔

حاکم فرماتے ہیں ہذا حدیث صحیح الاسناد۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور حافظ ذہبی نے بھی اس کو صحیح بتایا ہے۔

معجم طبرانی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سید الشهداء حمزہ بن عبدالمطلب تمام شہیدوں کے سردار ہیں۔

اسی وجہ سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سید الشهداء کے لقب سے مشہور ہوئے۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر

اسی غزوہ میں عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید ہوئے معجم طبرانی اور دلائل ابی نعیم میں سند جید کے ساتھ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ احد کے دن جنگ شروع ہونے سے پہلے عبداللہ بن جحش نے مجھ کو ایک طرف بلا کر تنہائی میں یہ کہا اور ہم دونوں کہیں علیحدہ بیٹھ کر دعائیں مانگیں اور ایک دوسرے کی دعا پرائیں کہے۔

سعد فرماتے ہیں ہم دونوں کسی گوشہ میں سب سے علیحدہ ایک طرف جا کر بیٹھ گئے اول میں نے دعائیں مانگی کہ اے اللہ آج ایسے دشمن سے مقابلہ ہو جو نہایت شجاع اور دلیر اور نہایت غضبناک ہو کچھ دیر تک میں اس کا مقابلہ کروں اور وہ میرا مقابلہ کرے پھر اس کے بعد اے اللہ جھکو اس پر فتح نصیب فرما، یہاں تک میں اس کو قتل کروں اور اس کا سامان چھینوں۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے آمین کہی اور اس کے بعد عبداللہ بن جحش نے یہ دعا مانگی۔ اے اللہ آج ایسے دشمن سے مقابلہ ہو کہ جو بڑا ہی سخت اور زور آور اور غضبناک ہو محض تیرے لئے اس سے قتال کروں اور وہ مجھ سے قتال کرے بالآخر وہ مجھ کو قتل کرے اور میری ناک اور کان کاٹے اور اے پروردگار جب تجھ سے ملوں اور تو دریا یافت فرمائے۔ اے عبداللہ،

۱۔ صحیح بخاری کے متداول نسخوں میں باب قتل حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہے لیکن نسخی کے نسخہ میں قتل حمزہ سید الشهداء ہے۔ غالباً امام بخاری نے ترجمہ الباب میں اس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ۱۲۔ فتح الباری۔ ج۔ ۱۔

یہ تیرے ناک اور کان کہاں کٹے تو میں عرض کروں اے اللہ تیری اور تیرے پیغمبر کی راہ میں اور تو اس وقت یہ فرمائے، ”سچ کہا“ سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ ان کی دعا میری دعا سے کہیں بہتر تھی۔ شام کو دیکھا کہ ان کے ناک اور کان کٹے ہوئے ہیں۔

سعد فرماتے ہیں اللہ نے میری دعا قبول فرمائی میں نے بھی ایک بڑے سخت کافر کو قتل کیا اور اس کا سامان چھینا۔

سعید بن مسیب راوی ہیں کہ عبد اللہ بن جحش رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے یہ دعا مانگی۔

اللَّهُمَّ اِنِّى اَقْسَمُ عَلَيْكَ اَنْ
الْقِى الْعَدُوَّ وَغَدًا فَيَقْتُلُونِى ثُمَّ
يَبْقُرُوْا بَطْنِى وَيَجْدَعُوْا اَنْفِى
وَاذْنِى ثُمَّ تَسَالْنِى بِهٖ ذٰلِكَ
فَاَقُوْلُ فَيْكُ۔

اے اللہ میں تجھ کو قسم دیتا ہوں کہ میں
تیرے دشمنوں کا مقابلہ کروں اور پھر وہ مجھ
کو قتل کریں اور میرا شکم چاک کریں اور
میرے ناک اور کان کاٹیں اور پھر تو مجھ سے
دریافت فرمائے یہ کیوں ہوا تو میں عرض
کروں محض تیری وجہ سے۔

سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ اللہ سے امید کرتا ہوں کہ جس طرح حق تعالیٰ نے اس
خاص شان سے شہادت کے بارے میں ان کی دعا قبول فرمائی۔ اسی طرح اللہ نے ان کی
دوسری دعا بھی ضرور قبول فرمائی ہوگی۔ یعنی شہید ہونے کے بعد ان سے یہ سوال فرمایا وہاں
اور انہوں نے یہ جواب عرض کیا ہوگا۔ حاکم فرماتے ہیں اسے یہ حدیث مرسل نہ ہوتی تو شرط
شیخین پر صحیح ہوتی۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔ ”مرسل صحیح“ (مستدرک ص ۲۰۰ ج ۲)

اسی وجہ سے حضرت عبد اللہ بن جحش رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ (یعنی وہ شخص جس سے
ناک اور کان اللہ کی راہ میں کاٹے گئے) کے لقب سے مشہور ہوئے۔

خدواند ذوالجلال کے کھین و مخلصین عشاق اور اولین کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ خدا کی راہ
میں جان دینا اپنی انتہائی سعادت سمجھتے ہیں، بمقابلہ حیات، موت ان کو زیادہ لذت اور خوشنوا
معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ موت کو محبوب حقیقی (یعنی حق تعالیٰ شانہ) کی لقاء کا ذریعہ اور
جہنم دنیا سے رہا ہو کر گلستانِ بہشت اور بوستانِ بہشت میں پہنچ جانے کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔

تلخ نبود پیش ایشان مرگِ تن
تلخ کے باشد کسے راکش برند
چوں روند از چاہ زندان درچمن
از میاں زہر ماران سوئے قلم

ف: حق جل و علانے جب انسان کو خلیفہ بنانے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں نے عرض کیا۔

أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا
وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ
بِحَمْدِكَ وَتُقَدِّسُ لَكَ۔^۱

کیا آپ اس شخص کو زمین میں خلیفہ بنانا
چاہتے ہیں کہ جو زمین میں فساد اور
خونریزی کرے حالانکہ ہم سب ہر لمحہ اور
ہر لفظ تیری ستائش کے ساتھ تسبیح و تقدیس
کرتے رہتے ہیں۔

انسان میں دو قوتیں ہوتی ہیں ایک قوت شہویہ جس سے زنا وغیرہ صادر ہوتا ہے جس کو ملائکہ نے مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا سے تعبیر کیا۔ اور دوسری قوت غصبیہ جس سے قتل اور ضرب اور خونریزی ظہور میں آتی ہے جس کو ملائکہ نے وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ سے تعبیر کیا۔

ملائکہ نے انسان کے یہ نقائص ذکر کئے لیکن یہ خیال نہ کیا یہی قوت شہویہ جب اس کا رُخ اللہ کی طرف پھیر دیا جائے گا تو اس سے وہ ثمرات اور نتائج ظاہر ہوں گے کہ فرشتے بھی عیش عیش کرنے لگیں گے یعنی غلبہ عشق خداوندی اور اس کی محبت کا جوش اور ولولہ اور علیٰ ہذا جب قوت غصبیہ کو کارخانہ خداوندگی میں صرف کیا جاتا ہے تو اس سے بھی عجیب و غریب نتائج و ثمرات ظہور میں آتے ہیں جسے فرشتے دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں یعنی خداوند ذوالجلال کی راہ میں جان بازی اور سرفروشی اور اس کے دشمنوں سے جہاد و قتال۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

فرشتے بے شک لیل و نہار خداوند کردگار کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں مگر اس کی راہ میں والہانہ اور عاشقانہ جان بازی اور سرفروشی کا ولولہ ان میں نہیں وہ اس دولت و نعمت سے محروم ہیں اور پھر یہ کہ اُس محبوب حقیقی کے لئے جان دے دینا اور اُس کی راہ میں شہید ہونا یہ وہ نعمت ہے کہ جس کا فرشتوں میں امکان بھی نہیں۔ انسان میں اگرچہ فرشتوں کی طرح عصمت نہیں

۱۔ سورۃ البقرۃ۔ آیتہ: ۳۰۔

لیکن گناہ کے بعد انسان کی مضطربانہ ندامت و شرمساری اور بے تابانہ گریہ و زاری اس کو اس درجہ بلند اور رفیع بنا دیتی ہے کہ فرشتے نیچے رہ جاتے ہیں۔

مرکب توبہ عجائب مرکب است برفلک تازد بیک لحظہ زبست
چوں برارند از پشیمانی انیں عرش لرزد از انین المذنبین

اسی وجہ سے اہل سنت و الجماعت کا اجماع ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین ملائکہ مقررین سے افضل اور برتر ہیں اور صحابہ اور تابعین اور صدیقین اور شہداء اور صالحین بقیہ ملائکہ سموات و ارضین سے اشرف ہیں (کذافی البحر الرائق ص ۳۳۳ ج ۱ وان شئت زیادة تفصیل فارجم الیہ) اور مؤمنات صالحات حور عین سے افضل ہیں کذافی الیواقیت و الجواہر ۱۲۔

عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا ذکر

حضرت جابر کے والد ماجد عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری رضی اللہ عنہ بھی اسی معرکہ میں شہید ہوئے۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میرے باپ جنگ احد میں شہید ہوئے اور کافروں نے ان کا منہ کیا۔ جب ان کی لاش رسول اللہ ﷺ کے سامنے لاکر رکھی گئی تو میں نے باپ کے منہ سے کپڑا اٹھا کر دیکھنا چاہا تو صحابہ نے منع کیا۔ میں نے دوبارہ منہ دیکھنا چاہا تو صحابہ نے پھر منع کیا لیکن رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی۔

میری پھوپھی فاطمہ بنت عمرو جب بہت رونے لگیں تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا روتی کیوں ہے۔ اس پر تو فرشتے برابر سایہ کئے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا جنازہ اٹھایا گیا۔ (بخاری شریف ۱)

یعنی یہ مقام رنج و حسرت کا نہیں بلکہ فرحت و مسرت کا ہے کہ فرشتے تیرے بھائی پر سایہ کئے ہوئے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھ کر یہ

۱۔ یہ حدیث صحیح بخاری کے متعدد ابواب میں مذکور ہے مثلاً کتاب الجنائز ص ۱۶۶، ص ۲۰۲، کتاب الجواہر ص ۳۹۵ و کتاب المغازی ص ۵۸۴

فرمایا اے جابر تجھ کو کیا ہوا میں تجھ کو شکستہ خاطر پاتا ہوں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے باپ اس غزوہ میں شہید ہوئے اور آل و عیال اور قرض کا بار چھوڑ گئے۔ آپ نے فرمایا کیا میں تجھ کو ایک خوش خبری نہ سناؤں میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیوں نہیں ضرور سنائیے۔ آپ نے فرمایا کسی شخص سے بھی اللہ نے کلام نہیں فرمایا مگر پس پردہ لیکن اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو زندہ کیا اور بالمشافہہ اور بالمواجہہ اس سے کلام کیا اور یہ کہا کہ اے میرے بندے اپنی کوئی تمنا میرے سامنے پیش کر تو تیرے باپ نے یہ عرض کیا اے پروردگار تمنا یہ ہے کہ پھر زندہ ہوں اور تیری راہ میں پھر دوبارہ مارا جاؤں حق تعالیٰ نے فرمایا یہ تو نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ یہ مقدر ہو چکا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ واپسی نہیں (ترمذی شریف کتاب التفسیر سورہ آل عمران ۱) عبد اللہ بن عمرو بن حرام کہتے ہیں کہ اہل بیت میں نے مبشر بن عبد الممنذر کو خواب میں دیکھا کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اے عبد اللہ تم بھی عنقریب ہمارے ہی پاس آنے والے ہو۔ میں نے کہا تم کہاں ہو۔ کہا۔ جنت میں جہاں چاہتے ہیں سیر و تفریح کرتے ہیں میں نے کہا کیا تو بھر میں قتل نہیں ہوا۔ تھا۔ مبشر نے کہا۔ ہاں لیکن پھر زندہ کر دیا گیا۔

عبد اللہ کہتے ہیں یہ خواب میں نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا آپ نے فرمایا اے ابو جابر اس کی تعبیر شہادت ہے۔ ۱

عمر و بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا ذکر

اسی غزوہ میں عبد اللہ بن عمرو بن حرام کے بہنوئی عمر و بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید ہوئے۔ ان کی شہادت کا واقعہ بھی عجیب ہے، عمر و بن الجموح رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں لنگ تھی اور لنگ بھی معمولی نہ تھی بلکہ شدید تھی۔ چار بیٹے جو ہر غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہتے تھے، اُحد میں جاتے وقت ان سے کہا کہ میں تمہارے ساتھ جہاد میں چلتا ہوں۔ بیٹوں نے کہا آپ معذور ہیں، اللہ نے آپ کو رخصت دی ہے۔ آپ یہیں رہیں مگر یہ عزیمت کے شیدائی کب رخصت پر عمل کرنے والے تھے۔ شوق شہادت میں اس

۱۔ حافظ عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں رواہ الترمذی وحسنہ والحاکم وصحیحہ۔ فتح الباری ص ۲۵ ج ۶ باب منی المجاہدان

۲۔ زاد المعاد۔ ج ۲، ص ۹۶۔ فتح الباری ج ۳، ص ۱۷۲۔

درجہ بے تاب اور بے چین ہوئے کہ اسی حالت میں لنگڑاتے ہوئے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے بیٹے مجھ کو آپ کے ساتھ جانے سے روکتے ہیں۔
وَاللَّهِ اَنِّى لَا رَجْوَانَ خدا کی قسم تحقیق میں اُمید واثق رکھتا ہوں
اَطَابِعَرَجْتِيَه هَذِه فِى الْجَنَّةِ۔ کہ اسی لنگ کے ساتھ جنت کی زمین کو جا کر روندوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا اللہ نے تم کو معذور کہا ہے۔ تم پر جہاد فرض نہیں اور بیٹوں کی طرف مخاطب ہو کر یہ ارشاد فرمایا کہ کیا حرج ہے اگر تم ان کو نہ روکو۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کو شہادت نصیب فرمائے چنانچہ وہ جہاد کے لئے نکلے اور شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 اور مدینہ سے چلتے وقت مستقبلِ قبلہ ہو کر یہ دعا مانگی۔

اللَّهُم ارزقنى الشهادة ولا تردنى الى اهلى۔ اے اللہ مجھ کو شہادت نصیب فرما اور گھر والوں کی طرف واپس نہ کر۔

اسی غزوہ میں ان کے بیٹے خلد بن الجموح بھی شہید ہوئے، عمرو بن الجموح کی بیوی ہندہ بنت عمرو بن حرام نے (جو کہ عبد اللہ بن عمرو بن حرام کی بہن اور حضرت جابر کی چھوٹی بہن) یہ ارادہ کیا کہ تینوں یعنی اپنے بھائی عبد اللہ بن عمرو بن حرام اور اپنے بیٹے خلد بن عمرو بن الجموح اور اپنے شوہر عمرو بن الجموح کو ایک اونٹ پر سوار کر کے مدینہ لے جائیں اور وہیں جا کر تینوں کو دفن کریں مگر جب مدینہ کا قصد کرتی ہیں تو اونٹ بیٹھ جاتا ہے اور جب احد کا رخ کرتی ہیں تو تیز چلنے لگتا ہے۔

ہندہ نے آ کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا آپ نے فرمایا عمرو بن الجموح نے مدینہ سے چلتے وقت کچھ کہا تھا۔ ہندہ نے ان کی وہ دعا ذکر کی جو انہوں نے چلتے وقت کی تھی آپ نے فرمایا، اسی وجہ سے اونٹ نہیں چلتا اور یہ فرمایا:

والذى نفسى بيده ان منكم من لواقسم على الله لا يره منهم عمرو بن الحموح ولقد قسم بے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ تم میں بعض ایت بھی ہیں اگر اللہ پر قسم جانی نہیں تو اللہ ان کی

رأيتہ يطأ بعرجتہ فی الجنة۔ قسم کو ضرور پورا کرے ان میں سے عمرو بن الجموح بھی ہیں البتہ تحقیق میں نے ان کو

اسی لنگ کے ساتھ جنت میں چلتا ہوا دیکھا ہے۔

(استیعاب ترجمہ عمرو بن الجموح ص ۵۰ ج ۲ حاشیہ اصابہ)

عبداللہ بن عمرو بن حرام اور عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہما اُحد کے قریب دونوں ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے۔

حضرت خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا ذکر

خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (جن کے بیٹے سعد غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شہید ہو چکے تھے) بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ افسوس مجھ سے غزوہ بدر رہ گیا۔ جس کی شرکت کا میں بڑا ہی حویص اور مشتاق تھا۔ یہاں تک کہ اس سعادت کے حاصل کرنے میں بیٹے سے قرعہ امدازی کی مگر یہ سعادت میرے بیٹے سعد کی قسمت میں تھی قرعہ اس کے نام کا نکلا اور شہادت اس کو نصیب ہوئی اور میں رہ گیا۔

آج شب میں نے اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا ہے نہایت حسین و جمیل شکل میں ہے جنت کے باغات اور نہروں میں سیر و تفریح کرتا پھرتا ہے اور مجھ سے یہ کہتا ہے اے باپ تم بھی یہیں آ جاؤ دونوں مل کر جنت میں ساتھ رہیں گے میرے پروردگار نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ میں نے بالکل حق پایا۔

یا رسول اللہ اس وقت سے اپنے بیٹے کی مرافقت کا مشتاق ہوں۔ بوڑھا ہو گیا اور ہڈیوں کمزور ہو گئیں اب تمنا یہ ہے کہ کسی طرح اپنے رب سے جا ملوں۔ یا رسول اللہ، اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھ کو شہادت اور جنت میں سعد کی مرافقت نصیب فرمائے، رسول اللہ ﷺ نے خثیمہ کے لئے دعا فرمائی۔ اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور خثیمہ معرکہ اُحد میں شہید ہوئے۔

۲۔ جس کا مفصل قصہ

ایزرتانی۔ ج ۲، ص ۵۰۔ روض الانف ۷ ج ۲، ص ۱۳۹۔ عیون الاثر، ص ۲۲۷

۳۔ زاد المعاد، ج ۲۵، ص ۹۶

۴۔ بیہر کے بیان میں گزر چکا ہے۔

انشاء اللہ تم انشاء اللہ امید واثق ہے کہ حضرت خثیمہ اپنے بیٹے سعد سے جا ملے ہوں گے
رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حضرت اَصِرِّم رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کی شہادت کا ذکر

عمر بن ثابت، جو اَصِرِّم کے لقب سے مشہور تھے۔ ہمیشہ اسلام سے منحرف رہے
جب اُحد کا دن ہوا تو اسلام دل میں اتر آیا اور تلوار لے کر میدان میں پہنچے اور کافروں سے
خوب قتال کیا یہاں تک کہ زخمی ہو کر گر پڑے لوگوں نے جب دیکھا کہ اصیرم ہیں تو بہت
تعجب ہوا اور پوچھا کہ اے عمرو تیرے لئے اس لڑائی کا کیا داعی ہوا۔ اسلام کی رغبت یا قومی
غیرت و حمیت اَصِرِّم رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے جواب دیا۔

بلکہ اسلام کی رغبت داعی ہوئی میں ایمان	بلی رغبة فی الاسلام فامنت
لایا اللہ اور اس کے رسول پر اور مسلمان ہوا	بالله ورسوله فاسلمت واخذت
اور تلوار لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے	سیفی وقاتلت مع رسول الله
ساتھ آپ کے دشمنوں سے قتال کیا یہاں	صلی الله عليه وسلم حتی
تک کہ مجھ کو یہ زخم پہنچے۔	اصابنی ما اصابنی۔

یہ کلام ختم کیا اور خود بھی ختم ہو گئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انه لمن اهل الجنة ! البتہ تحقیق وہ اہل جنت سے ہے۔

(رواہ ابن اسحاق و ابن ماجہ)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے بتلاؤ وہ کون شخص ہے کہ جو جنت میں پہنچ گیا۔
اور ایک نماز بھی نہیں پڑھی۔ وہ یہی صحابی ہیں۔ (اصابہ ترجمہ عمر بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

مدینہ منورہ کے مردوں اور عورتوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی خیریت اور سلامتی معلوم کرنے کے لئے ہجوم

جنگ کے متعلق مدینہ میں چونکہ ہشتناک خبریں پہنچ چکی تھیں۔ اس لئے مدینہ کے مرد

اور عورت بچے اور بوڑھے اپنے عزیزوں سے زیادہ آپ کو سلامت و عافیت کے ساتھ دیکھنے کے متمنی اور مشتاق تھے۔

چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ واپسی میں رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک انصاری عورت پر ہوا جس کا شوہر اور بھائی اور باپ اس معرکہ میں شہید ہوئے جب اس عورت کو اس کے شوہر اور برادر اور پدر کے شہادت کی خبر سنائی گئی تو یہ کہا کہ پہلے یہ بتاؤ رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں۔ لوگوں نے کہا بجز اللہ خیریت سے ہیں۔ اس خاتون نے کہا مجھکو چہرہ انور دکھلا دو آنکھوں سے دیکھ کر پورا اطمینان ہوگا۔ لوگوں نے اشارہ سے بتلایا، کہ حضور یہ ہیں۔ جب اس خاتون نے جمال نبوی کو دیکھ لیا تو یہ کہا۔ کل مصیبتہ بعدک جمل ہر مصیبت آپ کے بعد بالکل بیچ اور بے حقیقت ہے۔ (ابن ہشام ص ۱۲ ج ۱)

معرکہ کارزار میں عین پریشانی کی حالت

میں محبتیں با اخلص پر حق تعالیٰ

کا ایک خاص انعام یعنی ان پر غنودگی طاری کر دی گئی

جب کسی شیطان نے یہ خبر اڑادی کہ آنحضرت ﷺ شہید ہو گئے تو بعض مسلمان بمقتضائے بشریت یہ خبر سن کر پریشان ہو گئے اور اسی پریشانی اور حیرانی کے حالت میں کچھ دیر کے لئے ان کے قدم میدان جنگ سے ہٹ گئے اور اس معرکہ میں جن کے لئے شہادت کی سعادت مقدر تھی وہ شہید ہو گئے اور جن کے لئے ہٹنا مقدر تھا وہ ہٹ گئے اور جو میدان قتال میں باقی رہ گئے تھے ان میں سے جو مؤمنین مخلصین اور اہل یقین اور اصحاب توکل تھے ان پر حق تعالیٰ کی طرف سے ایک غنودگی طاری کر دی گئی، یہ لوگ کھڑے کھڑے اُونگھنے لگے جن میں حضرت ابو طلحہ بھی تھے۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کئی مرتبہ تلوار میرے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گری تلوار میرے ہاتھ سے گر جاتی تھی اور میں اس کو اٹھا لیتا تھا یہ ایک حسی اثر تھا، اس باطنی سکون کا جو حق تعالیٰ نے اس موقع پر اہل ایقان کو عطا فرمایا جس سے کافروں کا خوف و ہراس دل سے یکنخت دور ہو گیا۔ اور منافقین کا گروہ جو اس وقت

شریک جنگ تھا اس وقت سخت اضطراب میں تھا اس کو صرف اپنی جان بچانے کی فکر تھی، ان کھینٹوں کو نیند نہ آئی اس بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ
الْغَمِّ أَمْنًا نُعَاسًا يَغْشَىٰ طَائِفَةً
مِّنْكُمْ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ
أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ
الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ط الْآيَات

پھر اللہ تعالیٰ نے اس غم کے بعد تم پر ایک
امن اور سکون کی کیفیت نازل فرمائی یعنی تم
میں سے ایک جماعت پر اونگھ طاری کر دی
جو ان کو گھیر رہی تھی اور ایک دوسری
جماعت ایسی تھی کہ جس کو اپنی جان کی فکر
پڑی ہوئی تھی اور خدا تعالیٰ کے ساتھ
جاہلیت کی طرح بدگمانی میں مبتلا تھی۔

حافظ ابن کثیر ۲ فرماتے ہیں کہ جس جماعت پر نیند طاری کی گئی وہ جماعت ان اہل ایمان کی تھی کہ جو یقین اور ثبات اور استقامت اور توکل صادق کے ساتھ موصوف تھے اور ان کو یہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی ضرورت دکرے گا اور اپنے رسول سے جو وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا کرے گا۔

اور دوسرا گروہ جسے اپنی جانوں کی فکر پڑی ہوئی تھی اور اسی فکر میں ان کی نیند غالب تھی، وہ منافقین کا گروہ تھا ان کو صرف اپنی جان کا غم تھا اطمینان اور امن کی نیند سے محروم تھے۔

جنگ میں کچھ عورتوں کی شرکت اور اس کا حکم

اس غزوہ میں مسلمانوں کی چند عورتوں نے بھی شرکت کی صحیح بخاری میں حضرت انس سے مروی ہے کہ احد کے دن میں نے حضرت عائشہ اور اپنی والدہ ام سلمہ کو دیکھا کہ پانی پیئے پڑھائے ہوئے پانی کی مشک بھر بھر کر پشت پر رکھ کر لاتی ہیں اور لوگوں کو پانی پلائی ہیں جب مشک خالی ہو جاتی ہے تو پھر بھر کر لاتی ہیں۔

۱۵۴۰۔ اہل مہارت۔ انعام یہ ہیں ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمْنًا
نُعَاسًا يَغْشَىٰ طَائِفَةً مِّنْكُمْ۔ یعنی اہل ایمان، یقین، ثبات، اتقان، صدق، اطمینان، امن، جان اللہ تعالیٰ سے
سنتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ابو سعید خدری کی والدہ ام سلیطہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا بھی احد کے دن ہمارے لئے مشک میں پانی بھر بھر کر لاتی تھیں۔

صحیح بخاری میں ربیع بنت معوذ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا سے مروی ہے کہ ہم غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جاتی تھیں کہ لوگوں کو پانی پلا میں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کریں اور مقتولین کو اٹھا کر لائیں خالد بن ذکوان کی روایت میں اس قدر اور اضافہ ہے۔ (دلائل قتال) (ربیع کہتی ہیں مگر ہم قتال اور لڑائی میں شریک نہیں ہوتے تھے) یہ تینوں روایتیں صحیح بخاری کی کتاب الجہاد میں مذکور ہیں تفصیل کے لئے فتح الباری از ص ۵۷ ج ۶ تا ص ۶۰ ج ۶ کی مراجعت فرمائیں۔ سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا علی النساء جہاد کیا عورتوں پر بھی جہاد ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا نعم جہاد لا قتال فیہ الحج والعمرة ہاں ان پر ایسا جہاد ہے جس میں لڑنا نہیں۔ یعنی حج اور عمرہ (فتح الباری کتاب الحج باب حج النساء) صحیح بخاری کی کتاب العیدین میں ام عطیہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا سے مروی ہے کہ ہم غزوات میں مریضوں کی خبر گیری اور زخمیوں کے علاج کی غرض سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔

ان عورتوں نے فقط لوگوں کو پانی پلایا اور مریضوں اور زخمیوں کی خبر گیری کی لیکن قتال نہیں کیا مگر ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب دیکھا کہ ابن قمیہ رسول اللہ ﷺ پر حملہ کر رہا ہے تو انھوں نے اس حالت میں آگے بڑھ کر مقابلہ کیا۔ مونڈھے پر ایک گہرا زخم آیا۔ ام عمارہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا فرماتی ہیں میں نے بڑھ کر ابن قمیہ پر وار کیا مگر عدو اللہ (اللہ کا دشمن) دوزرہ پہنے ہوئے تھا۔

اس غزوہ میں صرف ایک ام عمارہ شریک جہاد و قتال ہوئیں۔ اس کے علاوہ تمام غزوات میں سوائے ایک دو عورت کے اور عورتوں کا شریک جہاد و قتال ہونا کہیں ذخیرہ حدیث سے ثابت نہیں اور نہ کسی حدیث سے رسول اللہ ﷺ کا عورتوں کو جہاد کی ترغیب دینا ثابت ہے۔

۱۔ البدایہ والنہایہ: ج ۳: ص ۳۳۰۔ ابن ہشام۔ ج ۲: ص ۸۲

اس لئے تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ عورتوں پر جہاد فرض نہیں الا یہ کہ کفار ہجوم کر آئیں اور ضرورت عورتوں کی شرکت پر بھی مجبور کرے۔

عورتوں کا فطری ضعف اور ان کی طبعی ناتوانی خود اس کی دلیل ہے کہ ان پر جہاد و قتال کو لازم کرنا ان کی فطرت اور جبلت کے خلاف ہے۔ قال تعالیٰ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَىٰ وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ لِعَيْنِي الضُّعْفِ اور ناتواں، مریض اور غیر مستطیع لوگوں پر جہاد فرض نہیں۔

رسول اللہ ﷺ ہر جہاد میں یہ تاکید فرماتے ہیں کہ کسی عورت کو قتل نہ کرنا۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک عورت کو مقتول دیکھا (جو غلطی سے قتل ہو گئی تھی) فرمایا ما کانت ہذہ لقتالی یہ تو قتال کے قابل نہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا سے مروی ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم جہاد کو سب سے افضل اور بہتر عمل سمجھتے ہیں، کیا ہم عورتیں اس میں شریک نہ ہو سکتی ہیں آپ نے فرمایا نہیں تمہارا جہاد توجح مبرور ہے۔

اصل حکم عورتوں کے لئے یہ ہے۔ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ۔ اپنے گھروں میں ٹھہرو، بابہ نہ نکلو (دیکھو شرح سیر کبیر ص ۹۲ ج ۱)

اسی لئے نبی کریم ﷺ نے عورتوں کا نماز کی جماعت میں حاضر ہونا بھی پسند نہیں فرمایا اور عطر اور خوشبو لگا کر یا عمدہ کپڑے پہن کر مسجد میں آنے کی صریح ممانعت فرمائی۔ اور بجائے صحن خانہ کے دارالان میں اور اس سے بڑھ کر کوٹھری میں عورت کا نماز پڑھنا افضل قرار دیا۔ لہذا جب شریعت مطہرہ صفت نماز میں عورتوں کی حاضری پسند نہیں کرتی تو صنف جہاد و قتال میں بلا ضرورت ان کی حاضری کیسے پسند کر سکتی ہے۔

اس لئے حضرات فقہاء نور اللہ مرقدہم نے یہ فتویٰ دیا کہ نماز کی جماعت اور جہاد میں عورتوں کا حاضر ہونا پسند ہے مگر مجاہدین کی اعانت اور امداد اور مریشوں اور زخمیوں کی خبر گیری کی غرض سے صرف ان عورتوں کا حاضر ہونا جائز ہے کہ جن کی حاضری باعث فتنہ نہ ہو۔ یعنی بوڑھی ہوں۔ بشرطیکہ شوہر یا ذی رحم محرم ان کے ہمراہ ہو جیسا کہ حدیث میں ہے کہ کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ بغیر شوہر یا بغیر ذی رحم محرم کے ہمراہ لے جے وغیرہ کسی شہر کا

کوئی سفر کر سکے، اسی وجہ سے بعض فقہاء کا یہ قول ہے کہ جس عورت پر ذی ثروت اور صاحب استطاعت ہونے کی وجہ سے حج فرض ہو اور شوہر اور نہ ذی رحم محرم رکھتی ہو تو اس پر نکاح واجب ہے کہ نکاح کر کے شوہر کے ہمراہ حج کو جائے تاکہ بغیر محرم کے سفر نہ ہو۔

مسجد میں نماز کے لئے عورتوں کی حاضری اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ ان کی حاضری موجب فتنہ نہ ہو ورنہ ناجائز اور حرام ہے۔

اسی طرح اسپتالوں میں عورتوں کا غیر مردوں کی تیمارداری کرنا بھی بلاشبہ حرام ہے، اے میرے دوستو موجودہ تہذیب پر نظر مت کرو۔ موجودہ تہذیب کی بنیاد اور عمارت اور تمام فرش نفسانی شہوتوں اور شیطانی لذتوں پر مبنی ہے اور حضرات انبیاء کرام کی شریعتیں عفت اور عصمت پاک دامنی پر مبنی ہیں جس کو خداوند تعالیٰ نے عقل دی ہے وہ عفت اور شہوت کے فرق کو سمجھے گا اور جو نفس و شیطان کا غلام بنا ہوا ہے اس سے خطاب ہی فضول ہے ایسے بے عقل کے نزدیک نکاح اور زنا میں بھی فرق نہیں۔ اللہ اکبر کیا وقت آ گیا کہ جب شریعت مقدسہ عفت اور عصمت کی طرف دعوت دیتی ہے تو یہ بندگان شہوت اس پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔

شہداءِ احد کی تجہیز و تکفین

اس غزوہ میں ستر صحابہ شہید ہوئے جن میں اکثر انصار تھے۔ بے سرو سامانی کا یہ عالم تھا، کہ کفن کی چادر بھی پوری نہ تھی۔ چنانچہ مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا کہ کفن کی چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ سر اگڑھا نکا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں ڈھکے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا بالآخر یہ ارشاد فرمایا کہ سر ڈھانک دو اور پیروں پر اذخر (ایک گھانس ہوتا ہے) ڈال دو۔ (صحیح بخاری غزوہ احد)

اور یہی واقعہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا جیسا کہ معجم طبرانی میں ابو اسید سے اور مستدرک حاکم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ طبرانی کی سند کے سب راوی ثقہ ہیں۔

اور بعض کے لئے یہ بھی میسر نہ آیا۔ دو دو آدمیوں کو ایک ہی چادر میں کفن دیا گیا۔ اور دو دو اور تین تین کو ملا کر ایک قبر میں دفن کیا گیا۔ دفن کے وقت یہ دریافت فرماتے کہ ان میں

۱۔ تین تین کا لفظ صحیح بخاری کی روایت میں نہیں بلکہ سنن کی روایت ہے جس کی امام ترمذی نے تصحیح کی ہے۔ (فتح الباری ص ۱۶۹ ج ۳ کتاب الجنائز)

سے زیادہ قرآن کس کو یاد ہے۔ جس کی طرف اشارہ کیا جاتا اسی کو قبلہ رخ لحد میں آگے رکھتے اور یہ ارشاد فرماتے۔

اناشہید علیٰ ہؤلاء یوم
القیامۃ
قیامت کے دن میں ان لوگوں کے حق میں
شہادت دوں گا۔

اور یہ حکم دیا کہ اس طرح بلا غسل دیئے خون آلود دفن کر دیں (صحیح بخاری کتاب الجنائز)

صحیح بخاری میں جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہداء احد کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی۔ لیکن کل علماء سیر اس پر متفق ہیں کہ آپ نے شہداء احد کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ اور متعدد روایات حدیث بھی اسی کی مؤید اور مساعد ہیں۔ حافظ علماء الدین مغلطائی نے اپنی سیرت میں اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ باقی تفصیل کے لئے کتب حدیث کی مراجعت کی جائے۔

بعض لوگوں نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے عزیز شہیدوں کو مدینہ لے جا کر دفن کریں لیکن رسول اللہ ﷺ نے منع فرما دیا اور یہ حکم دیا کہ جہاں شہید ہوئے وہیں دفن کئے جائیں (ابن ہشام ص ۹۱ ج ۲)

شہید قوم

احد کے دن قرمان نامی ایک شخص نے بڑی جان بازی اور سرفروشی دھمائی اور تب اس نے سات یا آٹھ مشرکوں کو قتل کیا اور آخر میں خود زخمی ہو گیا جب اس کو اٹھا کر لے آئے تو بعض صحابہ نے اس سے یہ کہا۔

۱۔ چنانچہ حافظ موصوف عنوان ذیل کے تحت (اسلامی شہداء میں غیر غسل) یہ فرماتے ہیں، سنی علی نزہۃ
والشہداء میں غیر غسل وہذا الجماع الاما شہد بہ بعض التابعین قال استوی لم یرہ و منہ علی اللہ علیہ و علیہ السلام علی شہید فی شہ
میں مغازیہ الافی ہذہ۔ و فی نظر لہذا لہ العسائی من انہ سلی علی امر ابی فی غزوة اخری۔ (یہ تہ فغانی ص ۵۰)

واللہ لقد ابلیت الیوم یا قزمان
فابشر
خدا کی قسم آج کے دن اے قزمان تو نے بڑا
کار نمایاں کیا جھکو مبارک ہو۔

قزمان نے جواب دیا:

اذا ابشرفو اللہ ان قاتلت
الاعن احساب قومی ولولا
ذلک ما قاتلت
تم مجھے کسی چیز کی بشارت اور مبارک باد
دیتے ہو۔ خدا کی قسم میں نے اللہ اور اس
کے رسول کے لئے قتال نہیں کیا بلکہ صرف
اپنی قوم کے خیال اور ان کے بچانے کی
غرض سے قتال کیا۔

اس کے بعد جب زخموں کی تکلیف زیادہ ہوئی تو خودکشی کر لی۔ یہ قصہ تفصیل کے
ساتھ بحوالہ بخاری و فتح الباری بحث جہاد میں گزر چکا ہے۔

فائدہ:- یہ شخص دراصل منافق تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جو اس نے کار نمایاں
کئے تو محض قوم اور وطن کی ہمدردی میں کئے حتیٰ کہ اسی میں وہ مارا گیا اس بنا پر نبی کریم ﷺ
نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص اہل نار میں سے ہے خدا کے نزدیک شہید وہ ہے کہ جو اعلیٰ کلمۃ اللہ
کے لئے جہاد کرے اور جو شخص قوم اور وطن کے لئے لڑ کر جان دیدے اس زمانہ کے محاورہ
کے مطابق وہ شہید قوم کہلا سکتا ہے مگر اسلام میں وہ شہید نہیں اسی قزمان کا مفصل واقعہ شروع
ہی میں اسی عنوان ”جہاد کی حقیقت“ کے ذیل میں گزر چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

تنبیہ:- قال ابن کثیر وقد ورد مثل قصۃ ہذانی غزوة خیبر کما سیأتی انشاء اللہ تعالیٰ
(البدلیۃ والنہالیۃ ص ۳۶ ج ۴۔)

اسرار و حکم

حق جل و علا نے غزوة احد کے بیان واذ غدوت من اهلك تبوی المؤمنین
مقاعد لقتال سے ساٹھ آیتیں نازل فرمائیں جن میں سے بعض آیات میں مسلمانوں کی

البدلیۃ والنہالیۃ - ج: ۴، ص: ۳۶۔

ہزیمت و شکست کے اسباب اور علل اسرار اور حکم کی طرف اشارہ فرمایا جو مختصر توضیح کے ساتھ ہدیہ ناظرین ہیں۔

(۱) تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے پیغمبر کا حکم نہ ماننے اور ہمت ہار دینے اور آپس میں جھگڑنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذَا
تَحْسُونَهُمْ بِإِذْنِهِ حَتَّى إِذَا
فَسَلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأُمْرِ
وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ
مَّا تُحِبُّونَ مِّنْكُمْ مَّن يُرِيدُ
الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ
ثُمَّ صَرَفَكُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ
عَفَا عَنْكُمْ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى
الْمُؤْمِنِينَ

اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچ
کر دکھایا جبکہ تم اللہ کے حکم سے کافروں کو
قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جب تم کچھ
بزدلی کرنے لگے اور آپس میں جھگڑنے
لگے اور حکم عدویٰ کی بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ
نے تمہاری محبوب چیز یعنی فتح و نصرت تم کو
دکھادی بعض تم میں سے دنیا چاہتے تھے اور
بعض خالص آخرت کے طلب گار تھے پھر
اللہ تعالیٰ نے تم کو ان سے پیسہ دیا یعنی

شکست دی تاکہ تمہارا امتحان کرے اور تمہاری اس اغزش کو اللہ تعالیٰ نے
معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔

(۲) اور تاکہ پتے اور کچے اور جھوٹے اور سچے کا امتیاز ہو جائے اور مخلص اور منافق،
صادق اور کاذب کا اخلاص اور نفاق، صدق اور کذب ایسا واضح اور روشن ہو جائے کہ کسی قسم کا
اشتباہ باقی نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ کے علم میں اگرچہ پہلے ہی سے مخلص اور منافق ممتاز تھے۔ لیکن سنت الہیہ
اس طرح جاری ہے کہ محض علم الہی کی بنا پر جزاء اور سزا نہیں دی جاتی جو شکی علم الہی میں
مستور ہے جب تک وہ محسوس اور مشاہد نہ ہو جائے اس وقت تک اس پر ثواب اور عقاب
مرتب نہیں ہوتا۔

در محبت ہر کہ او دعوے کند صد ہزاراں امتحاں بروے تند

۱۔ آل عمران آیہ ۱۵۲۔

گر بود صادق کشد بارِ جفا و ربود کاذب گریزد از بلا
عاشقان را در دل بسیاری باید کشید جو یار و غصہ اغیاری باید کشید
(۳) اورتا کہ اپنے خاص محبین و مخلصین اور شایقین لقاء خداوندی کو شہادت فی سبیل
اللہ کی نعمت کبریٰ اور منت عظمیٰ سے سرفراز فرمائیں جس کے وہ پہلے سے مشتاق تھے اور بدر
میں فدیہ اسی امید پر لیا تھا کہ آئندہ سال ہم میں کے ستر آدمی خدا کی راہ میں شہادت حاصل
کریں گے جیسا کہ گزرا اور اس نعمت اور دولت سے حق تعالیٰ اپنے دوستوں ہی کو نوازتا ہے
ظالموں اور فاسقوں کو یہ نعمت نہیں دی جاتی قال تعالیٰ

وَلْيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ۔ ۱
اورتا کہ اللہ تعالیٰ مومنین اور مخلصین کو
ممتاز کر دے اور تم میں سے بعض کو شہید
بنائے اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں سے
محبت نہیں رکھتے۔

(۴)۔ اورتا کہ مسلمان اس شہادت اور ہزیمت کی بدولت گناہوں سے پاک اور
صاف ہو جائیں اور جو خطائیں ان سے صادر ہوئی ہیں وہ اس شہادت کی برکت سے معاف
ہو جائیں۔

(۵) اورتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو مٹا دے اس لئے کہ جب خدا کے دوستوں اور
محبین و مخلصین کی اس طرح خونریزی ہوتی ہے تو غیرت حق جوش میں آجاتی ہے اور خدا کے
دوستوں کا خون عجب رنگ لے کر آتا ہے جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ جن دشمنانِ خدا نے
دوستانِ خدا کی خونریزی کی تھی وہ عجیب طرح سے تباہ اور برباد ہوتے ہیں۔

دیدي کہ خون ناحق پروانہ شمع را چندان اماں نداد کہ شب را سحر کند

کما قال تعالیٰ

وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيُمَحِّقَ الْكَافِرِينَ۔ ۲
اورتا کہ اللہ تعالیٰ مومنین کا میل کچیل
صاف کر دے اور کافروں کو مٹا دے۔

(۶) اور تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کی سنت یہ ہے کہ دنوں کو پھیرتے رہتے ہیں کبھی دوستوں کو فتح و نصرت سے سرفراز کرتے ہیں اور کبھی دشمنوں کو غلبہ دیتے ہیں۔

وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ
النَّاسِ ۗ

اور ان دنوں کو ہم لوگوں میں باری باری
پھیرتے رہتے ہیں۔

مگر انجام کار غلبہ دوستوں کا رہتا ہے۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ اس لئے کہ اگر ہمیشہ اہل ایمان کو فتح ہوتی رہے تو بہت سے لوگ محض نفاق سے اسلام کے حلقہ میں شامل ہوں تو مؤمن اور منافق کا امتیاز نہ رہے۔ اور یہ نہ معلوم ہو کہ ان میں سے خاص اللہ کا بندہ کون ہے اور کون ان میں سے عبدالدینار و الدرہم ہے۔

اور اگر ہمیشہ اہل ایمان کو شکست ہوتی رہے تو بعثت کا مقصد (یعنی اعلاء کلمۃ اللہ) حاصل نہ ہو اس لئے حکمت الہیہ اس کو مقتضی ہوتی کہ کبھی فتح و نصرت ہو اور کبھی شکست اور ہزیمت، تاکہ ہرے اور تھوٹے کا امتحان ہوتا رہے۔ قال تعالیٰ:-

مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ
عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ
الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۗ

اللہ تعالیٰ مؤمنین کو اس حالت پر نہیں
چھوڑنا چاہتا یہاں تک کہ جدا کر دے
ناپاک کو پاک سے اور انجام کار غلبہ اور فتح
حق کو ہو۔

(۷)۔ نیز اگر ہمیشہ دوستوں کو فتح ہوتی رہے اور ہم معرکہ میں ظفر اور کا میابی ان دن ہمراہ رہے تو اندیشہ یہ ہے کہ ہمیں دوستوں کے پاک و حرافہ انھوں نے طغیان اور دشمنی وغیرہ و اعجاب میں مبتلا نہ ہو جائیں اس لئے مناسب ہوا کہ کبھی راحت اور آرام ہو اور کبھی تکلیف اور ایلام کبھی سختی اور کبھی نرمی، کبھی قبض اور کبھی بسط۔

۱۰۰۔ ایضاً آیت ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ اس زمانہ آیت ۹۰۔ ۹۱۔ ۱۰۲۔ انھیں ایشہ بعد از انبیاء بالتیق یہاں ہوا اور
بہر الصدق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد ہے: جب یہ مرض یا ایسا کہ آپ کا ہوتا ہے اور انہیں بدترین و مجرب سے
نہیں حرافہ مانتے تو یہ ارشاد فرمایا۔ اری ان لا تدنسہم الدنیا میں یہ چاہتا ہوں یہ دنیا ان حضرات و مددگاروں
نہ کرے، غالباً یہ روایت حلیہ الامامیہ میں یا کسی اور کتاب میں ہے لیکن اس وقت ہوا کہ یہ انھیں آ رہا ہے اللہ اعلم۔

چونکہ قبضے آیت اے راہرو
چونکہ قبض آمد تو دروے بسط میں
آن صلاح تست آیس دل مشو
تازہ باش وچیں میفلن بزجین
(۸)۔ اور تاکہ شکست کھا کر شکستہ خاطر ہوں اور بارگاہ خداوندی میں تشخّص اور تضرع عجز
اور تمسکن و مذاں اور انکسار کے ساتھ رجوع ہوں۔ اس وقت حق جل و علا کی طرف سے
عزت اور سر بلندی نصیب ہو اس لئے کہ عزت و نصرت کا خلعت ذلت اور انکساری کے بعد
عطا ہوتا ہے کما قال تعالیٰ۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ
أَذِلَّةٌ ۚ

اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے بدر میں تمہاری مدد
کی در آنحالیکہ تم بے سر و سامان تھے۔

وقال تعالیٰ

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ
كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا ۚ

اور جنگ حنین میں جب تمہاری کثرت
نے تم کو خود پسندی میں ڈالا تو وہ کثرت
تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی۔

حق جل شانہ جب اپنے کسی خاص بندے کو عزت یا فتح اور نصرت دینا چاہتے ہیں تو
اول اس کو ذلت اور خاکساری عجز اور انکساری میں مبتلا کرتے ہیں۔ تاکہ نفس کا تنقیہ
ہو جائے اور اعجاب اور خود پسندی کا فاسد مادہ یکنخت خارج ہو جائے اس طرح ذلت کے
بعد عزت اور ہزیمت اور شکست کے بعد فتح و نصرت اور فنا کے بعد بقاء عطا فرماتے ہیں۔
عارف رومی فرماتے ہیں:

بس زیادتها درون نقصہاست
مردہ شوتا مخرج الحی الصمد
آن کسے راکہ چنیں شاہے گشد
نیم جان بستان دو صد جان دہد
مرشہیداں راحیات اندر فناست
زندہ زیں مردہ بیرون آورد
سوئے تحت و بہترین جاہے گشد
آنچہ در ہمت نیاید آل دہد

(۹)۔ اور تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ بدون مجاہدہ عظیم اور بغیر ریاضت تامہ کے مراتب
اور درجات عالیہ کا دل میں خیال باندھ لینا مناسب نہیں۔ کما قال تعالیٰ

﴿ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ
وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا
مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ - ۱ ﴾

کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین اور صابریں کا امتحان نہیں لیا۔

(۱۰)۔ اور تا کہ تمہارے پاک نفوس دنیا کی طرف میلان سے بالکل پاک اور منزہ ہو جائیں اور آئندہ سے کبھی بھی دنیا کے حلال (یعنی مالِ غنیمت) کے حصول کا خیال بھی دل میں نہ آنے پائے کہ ہمارے رسول کے حکم کے خلاف مالِ غنیمت کو دیکھ کر پہاڑ سے نیچے کیوں اترے ہم نے اس وقت تمہاری اس فتح کو شکست سے اس لئے بدلا ہے کہ تمہارے قلوب آئندہ کے لئے دنیا کے حلال (یعنی مالِ غنیمت) کی طرف میلان سے بھی پاک اور منزہ ہو جائیں اور دنیا کے دلوں کا وجود اور عدم تمہاری نظر میں برابر ہو جائے، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمِّ لَكَيْلًا
تَحْزَنُوا عَلَى مَفَاتِكُمْ وَلَا مَا
أَصَابَكُمْ وَاللَّهُ خَبِيرٌ
بِمَا تَعْمَلُونَ ط ۱ ﴾

پس اللہ تعالیٰ نے تم کو اس مالِ غنیمت کی طرف مائل ہونے کی پاداش میں غم دیا تاکہ آئندہ کو تمہاری یہ حالت ہو جائے کہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس پر

غمگین نہ ہو اور نہ کسی مصیبت کے پہنچنے سے تم پریشان ہو اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

یعنی اس وقتی ہزیمت اور شکست میں ہماری ایک حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ تم زبرد اور صبر کے اس اعلیٰ ترین مقام پر پہنچ جاؤ کہ جہاں دنیا کا وجود اور عدم نظروں میں برابر ہو جائے جیسا کہ حق جل شانہ کا دوسری جگہ ارشاد ہے۔

﴿ مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي
الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي
كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نُّبْرَأَهَا - إِنَّ

نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں یا تمہارے نفسوں میں مگر وہ پہلے ہی سے لوح محفوظ میں مقدر ہوتی ہے اور تحقیق یہ امر اللہ

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرٌ - لٰكِنَّا لَا
تَأْسُوْا عَلٰى مَآفَاتِكُمْ وَلَا
تَفْرَحُوْا بِمَا آتَاكُمْ وَاللّٰهُ لَا
يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ - ۱
کے نزدیک بالکل آسان ہے۔ اور
مصائب کے نازل کرنے میں اللہ کی
حکمت یہ ہے کہ تم صبر میں اس درجہ کامل
ہو جاؤ کہ اگر دنیا کی کوئی چیز تم سے فوت
ہو جائے تو اس پر غمگین نہ ہو

کر اور دنیا کی جو چیز اللہ تم کو عطا کرے تو تم اس دنیا کی چیز کو دیکھ کر خوش نہ ہو
کر اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔

دنیا کے آنے سے دل کا خوش نہ ہونا اور دنیا کے جانے سے دل کا رنجیدہ نہ ہونا یہ زہد اور
صبر کا اعلیٰ ترین مقام ہے حق جل شانہ نے ان آیات میں اشارہ فرما دیا کہ معرکہ احد میں
صحابہ کو جو یہ غم دیا گیا کہ فتح کو شکست سے بدل دیا۔ اس میں اللہ کی ایک حکمت یہ ہے کہ
آئندہ سے صحابہ کے دل میں دنیا کے فوت ہونے کا کوئی غم نہ ہو کرے اور دنیا کا وجود اور عدم
ان کی نظروں میں برابر ہو جائے اور ہر حال میں قضاء الہی پر راضی اور خوش رہنا۔ منافقین اور
جہلاء کی طرح خداوند ذوالجلال سے بدگمان نہ ہوں کہ اس وقت خدا تعالیٰ نے ہماری مدد
کیوں نہ فرمائی محبت مخلص کی شان تو یہ ہونی چاہیے

زندہ کنی عطاءے . تو ور بکشی فدائے تو
جان شدہ بتلائے تو ہرچہ کنی رضائے تو
ما پروریم دشمن ویامی کشیم دوست جرات کسے کہ جرح کند در قضائے ما

(۱۱)۔ نیز یہ واقعہ آپ کی وفات کا پیش خیمہ تھا جس سے یہ بتلانا مقصود تھا کہ اگرچہ اس
وقت تم میں سے بعض لوگوں کے بمقتضائے بشریت رسول اللہ ﷺ کے قتل کی خبر سن کر
پاؤں اکھڑ گئے چونکہ اس کا منشا معاذ اللہ بزدلی اور نفاق نہ تھا بلکہ غایت ایمان و اخلاص اور
انتہائی محبت و تعلق تھا کہ اس وحشت اثر خبر کی دل تاب نہ لاسکے اور اس درجہ پریشان ہو گئے
کہ میدان سے پاؤں اکھڑ گئے اس لئے فرمایا:-

وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ
عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔ ۱

حق تعالیٰ شانہ نے تمہارا یہ قصور معاف
فرمایا اور اللہ تعالیٰ تو ایمانداروں پر بڑا ہی
فضل فرمانے والا ہے۔

لیکن آئندہ کے لئے ہوشیار اور خبردار ہو جاؤ کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے دین
اور آپ کی سنت اور آپ کے جاوہ استقامت سے نہ پھر جانا آپ کی وفات کے بعد کچھ
لوگ دین سے پھر جائیں گے جس سے فتنہ ارتداد کی طرف اشارہ تھا اور مقصود تنبیہ ہے کہ
آپ ہی کے طریق پر زندہ رہنا اور آپ ہی کے طریق پر مرنا۔ محمد (ﷺ) اگر وفات
پا جائیں یا قتل ہو جائیں تو ان کا خدا تو زندہ ہے اور یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ
خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ
مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى
أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى
عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا
وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ۔ ۲

اور نہیں ہیں محمد مگر ایک رسول ہی تو ہیں جن
سے پہلے بہت سے رسول گزر گئے پس اگر
آپ کا وصال ہو جائے یا آپ شہید
ہو جائیں تو کیا تم دین اسلام سے پھر جاؤ
گے اور جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل واپس
ہو جائے تو وہ ہرگز ہرگز اللہ کا کوئی نقصان
نہیں کرے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر
گزاروں کو انعام دے گا۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد یمن کا قبیلہ ہمدان جب مرتد ہونے لگا تو
عبداللہ بن مالک ارجبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلہ ہمدان کو جمع کر کے یہ خطبہ دیا۔

يَا مَعْشَرَ هَمْدَانَ انْكُمْ لَمْ
تَعْبُدُوا مُحَمَّدًا عَلَيْهِ السَّلَامُ
إِنَّمَا عِبَدْتُمْ رَبَّ مُحَمَّدٍ (عَلَيْهِ
السَّلَامُ) وَهُوَ الْحَيُّ الَّذِي
لَا يَمُوتُ غَيْرَ انْكُمْ اطَّعْتُمْ

اے گروہ ہمدان تم محمد رسول اللہ ﷺ کی
عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ رب محمد صلی اللہ
عالیہ وسلم کی عبادت کرتے تھے اور رب
محمد (ﷺ) ہی الایموت ہے ہاں تم اللہ
کے رسول کی اطاعت کرتے تھے تاکہ رسول

رسوله بطاعة الله - واعلموا
انه استنقذكم من النار ولم
يكن الله ليجمع اصحابه على
ضلالة الـ اخير الخطبة

کی اطاعت اللہ کی اطاعت کا ذریعہ بن
جائے اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تم
کو اپنے رسول کے ذریعہ آگ سے چھڑایا
ہے۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کے اصحاب کو
گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔

اور یہ شعر کہے،

لعمري لئن مات النبي مُحَمَّدٌ لَمَامَاتِ يَا ابْنَ الْقَيْلِ رَبُّ مُحَمَّدٍ
میں ہے میری زندگی کی اگر نبی اکرم محمد رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تو آپ کا پروردگار
زندہ ہے اے سردار کے بیٹے۔

دَعَا إِلَيْهِ رَبَّهُ فَأَجَابَهُ
فِيَا خَيْرِ غُورِي وَيَا خَيْرِ مُنْجِدِ
ان کے پروردگار نے ان کو اپنے پاس آنے کی دعوت دی آپ نے اپنے رب کی دعوت
کو قبول کیا۔ سبحان اللہ حضور پر نور غور و نجد بلند و پستی کے رہنے والوں میں سے سب سے
افضل اور بہتر تھے۔ (اصابہ ترجمہ عبد اللہ بن مالک ص ۳۲۵ ج ۲ وحسن الصحابة في شرح اشعار
الصحابة ص ۳۱۲ ج ۱)

تنبیہ: حیات انبیاء کے متعلق انشاء اللہ تعالیٰ وفات نبوی کے بیان میں کچھ ذکر
کریں گے۔

غزوة احد میں فتح کے بعد ہزیمت پیش آ جانیکلی حکمت

اور مصلحت پر اجمالی کلام

حسب وعدة خداوندی شروع دن میں مسلمان کافروں پر غالب رہے مگر جب اس مرکز
سے ہٹ گئے جس پر اللہ کے رسول نے کھڑے رہنے کا حکم دیا تھا اور مالِ غنیمت جمع کرنے
کے لئے پہاڑ سے نیچے اتر آئے تو جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ اور فتح شکست سے بدل گئی، بارگاہ
خداوندی میں مجتہدین اور عاشقین صادقین کی ادنیٰ ادنیٰ بات پر گرفت ہوتی ہے حق جل
شانہ کو یہ ناپسند ہوا کہ اس کے مجتہدین (صحابہ کرام) اللہ کے رسول کے حکم سے ذرہ برابر

عدول کریں اگرچہ وہ عدول کسی غلط فہمی اور بھول چوک سے ہی کیوں نہ ہو نیز عاشق صادق کے شانِ عشق کے یہ خلاف ہے کہ وہ دنیا کے متاع اور مالِ غنیمت کے جمع کرنے کے لئے کوہِ استقامت سے اتر کر زمین پر آئے جس مالِ غنیمت کے جمع کرنے کے لئے صحابہ پہاڑ سے اترے تھے اگرچہ وہ نیائے حلال اور طیب تھی لقولہ تعالیٰ فَكُلُوا بِمَا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا۔ مگر صحابہ جیسے عاشقین صادقین کیلئے یہ مناسب نہ تھا کہ خداوند ذوالجلال کے بغیر اجازت اور اذن کے اس حلال و طیب کی طرف ہاتھ بڑھائیں۔

موسیا آداب دانا دیگرند سوختہ جانان روانان دیگرند
خداوند مطلق اور محبوب برحق نے اپنے محبوبینِ مخلصین کے تنبیہ کے لئے وقتی طور پر فتح کو شکست سے بدل دیا، کہ متنبہ ہو جائیں کہ غیر اللہ پر نظر جائز نہیں اور علم ازلی میں یہ مقدر فرما دیا کہ وقتی طور پر اگرچہ شکستہ خاطر ہوں گے مگر عنقریب فتحِ مملہ سے اس کی تلافی کر دی جائے گی اور آئندہ چل کر قیصر و کسریٰ کے خزانے ان کے ہاتھوں میں دیدیے جائیں گے مقصود یہ تھا کہ محبوبینِ مخلصین کے قلوبِ دنیاے حلال کے میلان سے بھی پاک اور خالص بن جائیں۔ اسی بارہ میں حق جل شانہ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعِدَّةً إِذْ
تَحْسُونَهُمْ بِأَذْنِهِ - حَتَّى إِذَا
فَسَلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ
وَعَصَيْتُمْ بَيْنَ مِ بَعْدِمَا أَرَاكُمْ
مَّا تُحِبُّونَ ط مِّنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ
الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ
ج ثُمَّ صَرَكَم عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ
وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ط وَاللَّهُ
ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۝

اور تحقیق اللہ نے تم سے جو (فتح) کا وعدہ کیا تھا وہ سچ کر دکھایا جس وقت کہ تم کفار کو بتائید خداوندی قتل کر رہے تھے حتیٰ کہ وہ سات یا نو آدمی جن کے ہاتھ میں مشرکین کا ہنڈا تھا وہ سب تمہارے ہاتھ سے مارے گئے یہاں تک کہ جب تم خود دست پڑ گئے اور باہرِ حرم میں اختلاف کرنے لگے اور تم نے حکم کی نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ نے تمہاری محبوب اور پسندیدہ چیز (یعنی کافروں پر عذاب اور فتح) تم کو تمہاری آنکھوں سے اٹھایا اور تم میں سے بعض

تو وہ تھے کہ دنیا (غنیمت) کی طرف مائل ہوئے اور بعض تم سے وہ تھے کہ جو صرف آخرت کے طلب گار اور جو یا تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے تم کو ان سے پھیر دیا۔ اور حاصل شدہ فتح کو ہزیمت سے بدل دیا تاکہ تم کو آزمائے اور صاف طور پر ظاہر ہو جائے کہ کون پکا ہے اور کون کچا اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہاری یہ غلطی بالکل معاف کر دی (لہذا اب کسی کو اس غلطی پر طعن و تشنیع بلکہ لب کشائی بھی جائز نہیں) خدا تعالیٰ تو معاف کر دے اور یہ طعن کرنے والے معاف نہ کریں) اور اللہ تعالیٰ مومنین پر بڑے ہی فضل والے ہیں۔

ان آیات میں حق جل شانہ نے یہ بتلا دیا کہ یکبارگی معاملہ اور قصہ منعکس ہو گیا کہ لشکر کفار جو مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہو رہا تھا۔ اب وہ اہل اسلام کے قتل میں مشغول ہو گیا۔ اس کی وجہ ایک تو یہ ہوئی کہ تم نے رسول اللہ کے حکم کے بعد عدول حکمی کی اور تم میں سے بعض لوگ، دنیائے فانی کے متاع آنی (مال غنیمت) کے میلان اور طمع میں کوہ استقامت سے پھسل پڑے جس کا خمیازہ سب کو بھگتنا پڑا اور بعض کے لغزش سے تمام لشکر اسلام ہزیمت کا شکار بنا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ۔

مگر با ایں ہمہ خداوند ذوالجلال والاکرام کے عنایات بے غایات اور الطاف بے نہایات مسلمانوں سے منقطع نہ ہوئے کہ باوجود اس محبت آمیز عتاب کے بار بار مسلمانوں کو تسلی دی کہ تم ناامید اور شکستہ خاطر نہ ہونا۔ ہم نے تمہاری لغزش کو بالکل معاف کر دیا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ عفو کا اعلان اس آیت میں فرمایا وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰہُ ذُو فَضْلٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اور پھر اسی رکوع کے آخر میں مسلمانوں کی مزید تسلی کے لئے دوبارہ عفو کا اعلان فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ
التَّقِی الْجَمْعِیْنَ لَا اِنَّمَا اسْتَزَلُّوْهُمُ
الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ج
وَلَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنْهُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ
غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ل

اور خیر جو ہوا سو ہوا۔ اب البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کی لغزش کو بالکل معاف کر دیا تحقیق اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے اور حلم والے ہیں۔

حق جل شانہ نے صحابہ کرام کے اس فعل کو لغزش قرار دیا اِسْتَزَلَّ لَّهُمُ الشَّيْطَانُ کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے اور لغزش کے معنی یہ ہیں کہ ارادہ تو کچھ اور تھا کہ مگر غلطی اور بھول چوک سے بلا ارادہ اور اختیار قدم پھسل کر راستہ سے گر گیا۔ اشارہ اس طرف ہے کہ یہ جو کچھ ہو گیا وہ لغزش تھی۔ جان بوجھ کر تم نے نہیں کیا اور خیر جو کچھ بھی ہو گیا اس کو ہم نے اپنی رحمت اور حلم سے معاف کر دیا تم کو تو معافی کی اطلاع دے دی کہ تم ملول اور رنجیدہ اور نا اُمید ہو کر نہ بیٹھ جانا۔ اور تمہاری معافی کا اعلان ساری دنیا کو اس لئے سنا دیا کہ دنیا کو یہ معلوم ہو جائے کہ حق جل شانہ کی عنایات بے عنایات کس طرح اصحاب رسول پر مبذول ہیں اور کس کس طرح ان کو چند در چند تسلیاں دی جا رہی ہیں تاکہ قیامت تک کسی کو یہ مجال نہ ہو کہ صحابہ کرام کے شان میں لب کشائی کر سکے جب حق تعالیٰ نے ان سے معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا تو اب بلا سے کوئی ان کو معاف کرے یا نہ کرے ان سے راضی ہو یا نہ ہو خدا کے عفو اور رضا کے بعد کسی کے عفو اور رضا کی ضرورت نہیں۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

غزوہ بدر میں فدیہ لینے پر جو عتاب نازل ہوا تھا اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ خداوند ذوالجلال کے دشمنوں کے قتل و قتال کے بارے میں پامال کرنے کے بجائے مال و منال کو کیوں ترجیح دی۔

اسی طرح غزوہ احد میں دنیوی مال و متاع (مال غنیمت) کی طرف میان کی وجہ سے عتاب ہوا مگر بعد میں معاف کر دیا گیا۔

غزوہ احد کی ہزیمت کے اسرار و حکم کے بیان کے بعد

حق تعالیٰ شانہ نے حضرات انبیاء سابقین کے صحابہ زینین کا مثل بیان فرمایا کہ خدا کی راہ میں ان کو طرح طرح کی تکلیفیں اور قسم قسم کی مصیبتیں پہنچیں لیکن انہوں نے نہ ہمت باری اور نہ دشمنوں کے مقابلہ میں عاجز ہونے نہایت صبر اور استقلال کے ساتھ اللہ کے دشمنوں سے جہاد میں ثابت قدم رہے۔

مگر بایں ہمہ اپنی شجاعت اور ہمت، صبر اور استقامت پر نظر نہیں کی بلکہ نظر خداوند ذوالجلال ہی پر رہی اور برابر خدا سے سناہوں کی استغفار اور ثابت قدم رہنے کی دعائیں مانگتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا اور آخرت میں اس کا صلہ مرحمت فرمایا۔ قال تعالیٰ

اور بہت سے پیغمبروں کے ساتھ مل کر خدا پرستوں نے کافروں سے جہاد و قتال کیا لیکن ان مصیبتوں کی وجہ سے جوان کو خدا کی راہ میں پہنچیں نہ تو سُست ہوئے اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دشمنوں سے دبے اور اللہ تعالیٰ ثابت قدم رہنے والے کو محبوب رکھتا ہے اور ان کی زبان سے صرف یہ قول نکل رہا تھا کہ اے پروردگار ہمارے گناہوں کو اور ہماری زیادتی کو معاف فرما اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافر قوم کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما پس اللہ نے ان کو دنیا کا انعام اور آخرت کا بہترین انعام عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے۔

وَكَأَيُّن مِّن نَّبِيٍّ قُتِلَ لَأَمْعَةٍ
رَبِّيُونَ كَثِيرًا فَمَا وَهَنُوا لِمَا
أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ
يُحِبُّ الصَّابِرِينَ وَمَا كَانَ
قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
ذُنُوبَنَا وَأَسْرِفْنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبَّتْ
أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ
الْكَافِرِينَ فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ
الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ ط
وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ل

غزوة حمراء الاسد

۱۶ شوال یوم یکشنبہ ۳ھ

قریش جب جنگ احد سے واپس ہوئے اور مدینہ سے چل کر مقام روحاء میں ٹھہرے تو یہ خیال آیا کہ کام نا تمام رہا جب ہم محمد کے بہت سے اصحاب کو قتل کر چکے اور بہت سوں کو زخمی تو بہتر یہ ہے کہ پلٹ کر دفعۃً مدینہ پر حملہ کر دینا چاہئے مسلمان اس وقت بالکل خستہ اور زخمی ہیں مقابلہ کی تاب نہ لاسکیں گے صفوان بن امیہ نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ مکہ واپس چلو۔ محمد کے اصحاب جوش میں بھرے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس دوسرے حملہ میں تم کو کامیابی نہ ہو۔

۱۵ شوال یوم شنبہ کی شام کو قریش روحاء میں پہنچے اور شب یکشنبہ میں یہ گفتگو ہوئی یکشنبہ

۱۳۶۔ آل عمران، آیت

کی یہ شب گزرنے نہ پائی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے مخبر نے عین صبح صادق کے وقت اس کی اطلاع دی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیج کر تمام مدینہ میں منادی کرادی کہ خروج کے لئے تیار ہو جائیں اور فقط وہی لوگ ہمراہ چلیں کہ جو معرکہ احد میں شریک تھے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے باپ غزوہ احد میں شہید ہوئے بہنوں کی خبر گیری کی وجہ سے میں احد میں شریک نہ ہو سکا۔ اب میں ساتھ چلنے کی اجازت چاہتا ہوں آپ نے ساتھ چلنے کی اجازت دی اس خروج سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ دشمن یہ نہ سمجھ لے کہ مسلمان کمزور ہو چکے ہیں۔ باوجودیکہ صحابہ خستہ اور نیم جان ہو چکے تھے اور ایک شب بھی آرام نہ کیا تھا کہ آپ کی ایک آواز پر پھر نکل کھڑے ہوئے

رشتہ در گردنم افکنده دوست می بردہر جا کہ خاطر خواہ اوست

۱۶ شوال یوم یکشنبہ کو مدینہ سے چل کر آپ نے مقام حمراء الاسد پر قیام فرمایا جو مدینہ سے تقریباً آٹھ دس میل کے فاصلہ پر ہے آپ مقام حمراء الاسد میں مقیم تھے کہ قبیلہ خزاعہ کا سردار معبد خزاعی۔ احد کی شکست کی خبر سن کر بغرض تعزیت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ان اصحاب کی تعزیت کی جو احد میں شہید ہوئے تھے معبد آپ سے رخصت ہو کر ابوسفیان سے جا کر ملا۔ ابوسفیان نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ دوبارہ مدینہ پر حملہ کیا جائے۔ معبد نے کہا کہ محمد تو بڑی عظیم الشان جمعیت لے کر تمہارے مقابلہ اور تعاقب کے لئے نکلے ہیں ابوسفیان یہ سنتے ہی مٹہ واپس ہو گیا رسول اللہ ﷺ تین دن قیام فرما کر جمعہ کے روز مدینہ تشریف لائے۔

اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ
مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ط
لِلَّذِينَ احْسَنُوا مِنْهُمْ وَاَتَقُوا
اَجْرٌ عَظِيمٌ ل

جن لوگوں نے اللہ اور رسول کی بات کو مانا
بعد اس کے کہ ان کو زخم پہنچ چکا تھا تو ایسے
نیلو کاروں اور پرہیزگاروں کے لئے اجر
عظیم ہے۔

(فتح الباری ص ۳۸۷ ج ۷ باب قول اللہ عزوجل الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ

البدلیۃ والنہلیۃ ص ۳۸ ج ۳ زرقانی ص ۵۹ ج ۲۔)

۱۔ آل عمران آیہ ۱۷۱۔

واقعات متفرقہ ۳

- (۱)۔ اسی سال رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و عن ابیہا سے ماہ شعبان میں نکاح فرمایا۔
- (۲)۔ اسی سال ۱۵ ماہ رمضان المبارک کو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ اور پچاس دن بعد حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امام حسین سے حاملہ ہوئیں۔
- (۳)۔ اسی سال ماہ شوال میں شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا۔

۴

سریہ ابی سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کیم محرم الحرام ۴ھ میں آپ کو یہ خبر ملی کہ خویلد کے بیٹے طلیحہ اور سلمہ رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ کے لئے اپنے لوگوں کو جمع کر رہے ہیں۔ تو آپ نے ابو سلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ کو ڈیڑھ سو مہاجرین اور انصار کے ساتھ ان کے مقابلے کے لئے روانہ فرمایا۔ وہ لوگ ان کی خبر پاتے ہی منتشر ہو گئے بہت سے اونٹ اور بکریاں ہاتھ آئیں جن کو لے کر مدینہ واپس آگئے مدینہ پہنچ کر مال غنیمت تقسیم ہوا مال غنیمت کا خمس نکالنے کے بعد ہر شخص کے حصہ میں سات سات اونٹ اور بکریاں آئیں۔

سریہ عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یوم دو شنبہ ۵ محرم الحرام کو آپ کو یہ اطلاع ملی کہ خالد بن سفیان ہذلی و لہجانی آپ سے

۱۔ طبری، ج: ۳، ص: ۲۹۔ ۲۔ ایضا۔ ۳۔ زرقانی، ج: ۲، ص: ۶۱۔ ۴۔ طلیحہ بن خویلد بعد میں مشرف باسلام ہوئے لیکن آپ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے اور نبوت کا دعویٰ کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کے مقابلہ کے لئے خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ کیا۔ طلیحہ بھاگ کر شام چلے گئے، اور تائب ہو کر پھر اسلام میں داخل ہوئے اور مسلمانوں کے ساتھ برابر لڑائیوں میں شریک رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جنگ قادسیہ اور معرکہ نہاوند میں بھی شریک رہے۔ کہا جاتا ہے کہ ۲۱ھ میں معرکہ نہاوند میں شہید ہوئے۔ طلیحہ کے دوسرے بھائی، سلمہ مسلمان نہیں ہوئے۔ زرقانی ص ۶۳ ج ۲۔ ۵۔ البدایہ والنہایہ ج: ۶، ص: ۶۱۔

جنگ کرنے کے لئے لشکر جمع کر رہا ہے آپ نے عبداللہ بن انیس انصاری رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل کے لئے روانہ فرمایا۔

عبداللہ بن انیس اُسے جا کر ملے اور لطائف اخیل سے موقع پا کر اس کو قتل کیا اور سر لے کر ایک غار میں جا چھپے مگر نبی نے آکر جالاتان دیا بعد میں جو لوگ تلاش میں گئے وہ مگر نبی کا جالا دیکھ کر واپس ہو گئے بعد ازاں حضرت عبداللہ اس غار سے نکلے شب کو چلتے اور دن کو چھپ جاتے اس طرح ۲۳ محرم کو مدینہ پہنچے اور خالد کا سر آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ بہت مسرور ہوئے اور ایک عصا انعام میں دیا اور یہ ارشاد فرمایا:

تَخَصَّرُ بِهَذِهِ فِي الْجَنَّةِ فَاِنَّ
الْمُتَخَصَّرِينَ فِي الْجَنَّةِ قَلِيلٌ

اور فرمایا کہ یہ میرے اور تیرے درمیان میں ایک نشانی ہے قیامت کے دن، ساری عمر حضرت عبداللہ اس عصا کی حفاظت فرماتے رہے۔ مرتے وقت یہ وصیت کی کہ اس عصا کو میرے کفن میں رکھ دینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

مجموع طبرانی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص گستاخ اور دریدہ دہس بھی تھا۔ (مجمع الزوائد ص ۳۰۳ ج ۶ باب قتل خالد بن سفیان البزلی۔)

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ لوگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن انیس کے آنے سے پہلے ہی خالد بن سفیان کے قتل کی خبر دے دی تھی۔

واقعة رزق

ماہ صفر میں پچھ لوگ قبیلہ غنمل اور قارہ کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا ہے لہذا ایسے چند لوگ ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔ ہم کو قرآن پڑھائیں اور احکام اسلام کی ہم کو تعلیم دیں۔ آپ نے اس آدمی ان کے ہمراہ کر دیئے جن میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ الطبقات الکبریٰ ابن سعد۔ ج ۲ ص ۱۳۵۔ زرقانی ج ۲ ص ۶۳۔ زرقانی ج ۲ ص ۱۰۹۔

۲۔ یہ ابن سعد کی روایت ہے بخاری کی روایت میں یہ ہے۔ آپ نے ان آدمیوں کو آپ کی خدمت میں لائے اور اس معلوم کرنے کی غرض سے روانہ فرمایا تھا۔ آج بھی نہیں کہ پہلے سے آپ کی نبی غرض ہو اور قبیلہ غنمل اور قارہ ان وقت آمد کی وجہ سے تعلیم دین اور تعلیم قرآن کا مقصد بھی اس کے ساتھ شامل کر لیا گیا ہو۔ زرقانی ج ۲ ص ۱۰۹۔

- (۱)۔ عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۲)۔ مرشد بن ابی مرشد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۳)۔ عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۴)۔ خُبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۵)۔ زید بن فردشنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۶)۔ خالد بن البکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (۷)۔ معتب بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ..... یعنی عبداللہ بن طارق کے علاقی بھائی۔

اور عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پر امیر مقرر فرمایا۔

یہ لوگ جب مقام رجب پر پہنچے جو مکہ اور عسفان کے مابین واقع ہے تو ان غداروں نے مسلمانوں کے ساتھ بد عہدی کی اور بنولحیان کو اشارہ کر دیا۔ بنولحیان دو سو آدمی لے کر جن میں سے سو آدمی تیر انداز تھے ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے جب قریب پہنچے تو حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اپنے رفقاء کے ایک ٹیلہ پر چڑھ گئے۔

بنولحیان نے مسلمانوں سے کہا تم نیچے اتر آؤ ہم تم کو امان اور پناہ دیتے ہیں حضرت عاصم نے فرمایا میں کافر کی پناہ میں کبھی نہ اترؤں گا۔ اور یہ دعا مانگی:-

اللّٰهُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا رَسُوْلَكَ ۝ اے اللہ اپنے پیغمبر کو ہمارے حال کی خبر دے۔

یہ روایت بخاری کی ہے۔ ابوداؤد طیالسی کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کی دعا قبول فرمائی اور اسی وقت بذریعہ وحی کے نبی کریم ﷺ کو ان کی خبر دی اور آپ نے اسی وقت صحابہ کو خبر دی۔

اور ایک دعا حضرت عاصم نے اس وقت یہ مانگی۔

اللّٰهُمَّ اِنِّى اَحْمِى لَكَ الْيَوْمَ ۝ اے اللہ آج میں تیرے دین کی حفاظت
 دینک فاحم لى لحمى۔ کر رہا ہوں تو میرے گوشت یعنی جسم کی
 کافروں سے حفاظت فرما۔

بعد ازاں حضرت عاصم منجملہ سات رفقاء کے کافروں سے لڑ کر شہید ہو گئے عبداللہ بن طارق اور زید بن دشنہ اور خُبیب بن عدی یہ تین آدمی مشرکین کے امن اور امان عہد اور

۲۔ لڑتے وقت حضرت عاصم کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

۱۔ الطبقات الکبریٰ۔ ج ۲: ص ۳۹

وَكُلُّ مَا حَمَّ الْاِلٰه نَازِلٌ
 اِنْ لَمْ اَقَاتِلْكُمْ فَاَمْسِ هَابِلٌ

اَلْمَوْتُ حَقٌّ وَ الْحَيٰةُ بَاطِلٌ
 بِالْمَرءِ وَ الْمَرءُ اِلَيْهِ اٰیِلٌ

ابن ہشام ص ۱۲۱ ج ۲

پیمان کی بنا پر ٹیلہ سے نیچے اترے مشرکین نے ان کی مشکلیں باندھنا شروع کیں عبداللہ بن طارق نے کہا یہ پہلا غدر ہے۔ ابتدا ہی بد عہدی سے ہو رہی ہے نہ معلوم آئندہ کیا کرو گے اور ساتھ چلنے سے انکار کر دیا۔ مشرکین نے کھینچ کر ان کو شہید کر ڈالا، اور حضرت خبیب اور حضرت زید کو لے کر چلے مکہ پہنچ کر دونوں کو فروخت کیا۔

صفوان بن امیہ نے (جس کا باپ امیہ بن خلف بدر میں مارا گیا تھا) حضرت زید کو اپنے باپ کے عوض میں قتل کرنے کے لئے خریدا حضرت خبیب کے ہاتھ سے جنگ بدر میں حارث بن عامر مارا گیا تھا اس لئے حضرت خبیب کو حارث کے بیٹوں نے خریدا۔ (بخاری شریف و فتح الباری ص ۲۹۲ ج ۷)

صفوان نے تو اپنے قیدی کے قتل میں تاخیر مناسب نہ سمجھی اور حضرت زید کو اپنے غلام نسطاس کے ساتھ حرم سے باہر تنعمیم میں قتل کرنے کے لئے بھیج دیا۔ اور قتل کا تماشا دیکھنے کے لئے قریش کی ایک جماعت تنعمیم میں جمع ہو گئی جن میں ابوسفیان بن حرب بھی تھا۔

جب حضرت زید کو قتل کے لئے سامنے لایا گیا تو ابوسفیان نے کہا اے زید میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم اس کو پسند کرو گے کہ تم کو چھوڑ دیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمہارے بدلہ میں قتل کر دیں اور تم اپنے گھر آرام سے رہو۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنجلا کر کہا۔ خدا کی قسم مجھ کو یہ بھی گوارا نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیہ میں کوئی کانٹا پھانس چبھے اور میں اپنے گھر بیٹھا ہوں۔

ابوسفیان نے کہا خدا کی قسم میں نے کسی کو کسی کا اس درجہ محبت اور مخلص اور دوست اور جان نثار نہیں دیکھا جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب محمد کے محبت اور جان نثار ہیں بعد ازاں نسطاس نے حضرت زید کو شہید کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بعد میں چل کر نسطاس مشرف باسلام ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما انقضاء ماہ حرام ان کی قید میں رہے جب اوہوں نے قتل کا ارادہ کیا تو حارث کی بیٹی زینب سے (جو بعد میں چل کر مسلمان ہوئی) انکسافت اور صفائی کی غرض سے آسترہ مانگا زینب آسترہ دے کر اپنے کام میں مشغول ہو گئی۔ زینب کہتی

ہیں کہ تھوڑی دیر میں دیکھتی ہوں کہ میرا بچہ ان کے زانو پر بیٹھا ہوا ہے اور ہاتھ میں ان کے استرہ ہے، یہ منظر دیکھ کر میں گھبرا گئی۔ حضرت خبیب نے جھکو دیکھ کر یہ فرمایا کیا جھکو یہ اندیشہ ہوا کہ میں اس بچے کو قتل کروں گا ہرگز نہیں۔ انشاء اللہ مجھ سے ایسا کام کبھی نہ ہوگا۔ ہم لوگ غدر نہیں کرتے اور بارہا زینب یہ کہا کرتی تھیں۔

سارایت اسیراً قط خیراً من
 خبیب لقد رأیتہ یأکل من
 قطعة عنب وما بمكة یومئذ
 ثمرة وانه لموثق فی الحدید
 وما کان الارزق رزقه اللہ۔

میں نے کوئی قیدی خبیب سے بہتر نہیں
 دیکھا۔ البتہ تحقیق میں نے ان کو انگور کے
 خوشے کھاتے دیکھا حالانکہ اس وقت مکہ
 میں کہیں پھل کا نام و نشان نہ تھا اور وہ خود
 لوہے کی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے
 کہیں جا کر لائیں سکتے تھے۔ یہ رزق ان
 کے پاس محض اللہ کی طرف سے آتا تھا۔

جب قتل کرنے کے لئے حرم سے باہر ان کو تنعیم میں لے گئے تو یہ فرمایا کہ جھکو اتنی
 مہلت دو کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ لوگوں نے اجازت دے دی آپ نے دو رکعت نماز ادا
 فرمائی اور مشرکین کی طرف مخاطب ہو کر یہ فرمایا کہ میں نے اس خیال سے نماز کو زیادہ طویل
 نہیں کیا کہ تم کو یہ گمان ہوگا کہ میں موت سے ڈر کر ایسا کر رہا ہوں اور بعد ازاں ہاتھ اٹھا کر
 یہ دعا مانگی۔

اللہم احصہم عدداً واقتلہم
 بدداً ولا تبق منہم احداً۔
 اور یہ شعر پڑھے۔

مَا نَ اَبَالِي حَمْنِ اَقْتَلِ مُسْلِمًا
 عَلَيَّ اَيَّ شَقٍّ كَمَا نَ لَاءَ مُصْرَعِي

مجھ کو کچھ پرواہ نہیں ہے جبکہ میں مسلمان مارا جاؤں خواہ کسی کروٹ پر مروں جبکہ خالص
 اللہ کے لئے میرا کچھ پھڑنا ہو۔

وذلك في ذات الاله وان يشأ إيبارك على اوصال شلوممز
اور یہ محض اللہ کے لئے ہے۔ اگر وہ چاہے تو میرے جسم کے پارہ پارہ کئے ہوئے
جوڑوں پر برکت نازل فرما سکتا ہے۔

بعد ازاں حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سولی پر لڑکائے گئے اور شہید ہوئے رضی اللہ
تعالیٰ عنہ اور آئندہ کے لئے یہ سنت قائم فرمائے کہ جو شخص قتل ہو وہ دو رکعت نماز ادا کرے۔
زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی قسم کا ایک واقعہ آنحضرت ﷺ کی حیات میں
پیش آیا زید نے حائف سے واپسی میں ایک خچر کرایہ پر لیا۔ مالک بھی ساتھ چلا راستہ میں
ایک ویرانہ پر خچر لے جا کر کھڑا کیا۔ جہاں بہت سے مقتولین کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور ان
کے قتل کا ارادہ کیا۔ حضرت زید نے فرمایا جھلو دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دے اس شخص
نے بطور تسخر یہ کہا۔ ہاں تم بھی دو رکعت نماز پڑھ لو تم سے پہلے ان لوگوں نے بھی نمازیں پڑھی
ہیں مگر نماز نے ان کو کوئی نفع نہیں پہنچایا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دوکانہ
سے فارغ ہوئے تو یہ شخص قتل کے ارادہ سے ان کی طرف بڑھا اس کو بڑھتے دیکھ کر حضرت
زید نے یہ باریاً اَرْحَمَ الرَّحِمِينَ اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے مہربان۔

اوپر حضرت زید کی زبان سے یہ اسمِ عظیم نکلا۔ اور اوپر اس نے ایک فیبت آواز سنی
لاقتله ان کو نہ کروہ شخص اس جیسی اور ناگہانی آواز سے مرعوب اور خوف زدہ ہو کر اوپر
اوپر دیکھنے لگا جب کوئی شخص نظر نہ آیا تو پھر اسی ناپاک ارادہ سے آگے بڑھا۔ حضرت زید نے
پھر باریاً اَرْحَمَ الرَّحِمِينَ کہا، اس شخص کو پھر کوئی جیسی آواز سنی وہی اور پیچھے ہٹا اور مثل سابق
پھر آپ کی طرف بڑھا آپ نے پھر باریاً اَرْحَمَ الرَّحِمِينَ کہا تیسری بار باریاً اَرْحَمَ
الرَّحِمِينَ کہنا تھا کہ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک سوار نیزہ ہاتھ میں لے ہوئے ہے اور اس نیزہ
کے سر میں آگ کا ایک شعلہ ہے، وہ نیزہ اس شخص کے مارا تو آغا فانا پشت سے پارہ ہوا اور
اسی وقت وہ شخص مردہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔

بعد ازاں اس شخص نے حضرت زید سے مخاطب ہو کر یہ کہا۔ جب تم نے جہلی بار
يَا اَرْحَمَ الرَّحِمِينَ کہا اس وقت میں ساتویں آسمان میں تھا اور جب وہ میری مرتبہ جا تو

آسمان دنیا پر تھا اور جب تیسری مرتبہ کہا تو میں تمہارے پاس آ پہنچا۔

اس روایت کو علامہ سہیلی نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ زید بن حارثہ کو یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی حیات اور زندگی میں پیش آیا۔ مستدرک حاکم میں ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر ہے کہ جو شخص تین باریا اَرْحَمَ الرَّحِمِينَ کہتا ہے تو فرشتہ اس کے جواب میں کہتا ہے۔ اَرْحَمُ الرَّحِمِينَ تیری طرف متوجہ ہو گیا پس مانگ اور درخواست کر۔

اسی قسم کا واقعہ ابو معلق انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی پیش آیا۔ جیسا کہ ابی بن کعب اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ابو معلق انصاری رضی اللہ عنہ بڑے عابد و زاہد اور بڑے صاحب ورع تقویٰ تھے۔ تاجر تھے تجارت کے لئے سفر کیا کرتے تھے ایک مرتبہ سفر میں ایک چور ملا جو سیف و سنان تیر اور تلوار سے پورا مسلح تھا۔ اس نے کہا کہ مال یہاں رکھ دو میں تم کو قتل کروں گا۔

ابو معلق انصاری نے فرمایا کہ تم کو تو مال مطلوب ہے جو حاضر ہے میری جان سے کیا مطلب چور نے کہا نہیں مجھ کو تمہاری جان ہی مطلوب ہے۔ فرمایا کہ اچھا مجھ کو اتنی مہلت دو کہ نماز پڑھ لوں۔ چور نے کہا نماز جتنی چاہے پڑھ لو ابو معلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کی اور نماز پڑھی اور بعد نماز کے یہ دعا مانگی۔

يَا وَدُّ يَا ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ يَا فَعَّالُ لِمَا تَرِيدُ اسْأَلُكَ بِعِزَّتِكَ
الَّتِي لَا تَرَامُ وَمَلِكِكَ الَّذِي لَا يُضَامُ وَبِنُورِكَ الَّذِي مَلَأَ أَرْكَانَ
عَرْشِكَ أَنْ تَكْفِينِي شَرَّ هَذَا اللَّصِّ يَا مَغِيثُ اغْثِنِي

تین مرتبہ یہ دعائیہ کلمات کہے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک سوار نیزہ لئے ہوئے چور کی طرف بڑھا اور نیزہ سے اس کا کام تمام کیا۔ بعد ازاں ان کی طرف متوجہ ہوا اور انہوں نے کہا تم کون ہو کہا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تمہاری فریادری اور امداد کے لئے بھیجا ہے میں چوتھے آسمان کا فرشتہ ہوں جب پہلی مرتبہ تم نے یہ دعا مانگی تو میں نے آسمان کے دروازوں سے کھٹکھٹانے کی

آواز سنی جب دوسری مرتبہ دعا مانگی تو میں نے آسمان والوں کی چیخ اور پکار سنی جب تم نے تیسری بار دعا مانگی تو یہ کہا گیا کہ یہ کسی مضطر اور مبتلائے کرب کی دعا ہے اس وقت میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھکو اس کے قتل پر مامور کیا جائے۔ بعد ازاں یہ کہا تم کو بشارت ہو۔ یہ یاد رکھنا کہ جو شخص وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا مانگے اس کی دعا قبول ہوگی خواہ وہ کرب اور بے چینی میں مبتلا ہو یا نہ ہو، (اصابہ ص ۱۸۲ ج ۲ ترجمہ ابو معلق باب الکئی)۔

غزوہ احد میں حضرت عاصم نے سلافہ بنت سعد کے دو لڑکوں کو قتل کیا تھا اس لئے سلافہ نے یہ نذر کی تھی کہ عاصم کے کاسہ سر میں ضرور شراب پیوں گی۔ اس لئے قبیلہ ہذیل کے کچھ لوگ حضرت عاصم کا سر لینے کے لئے روانہ ہوئے تاکہ سلافہ کے ہاتھ فروخت کر کے خاطر خواہ قیمت وصول کریں۔

امام طبری فرماتے ہیں کہ سلافہ نے یہ اعلان کیا تھا کہ جو عاصم کا سر لائے گا اس کو سو اونٹ انعام دیئے جائیں گے۔

حضرت عاصم اپنی لاش کی عصمت و حفاظت کی خدا سے پہلے ہی دعا مانگ چکے تھے۔ حق تعالیٰ شانہ نے دشمنوں سے ان کی عصمت و حفاظت کا یہ انتظام فرمایا کہ زنبوروں (بہڑ) کا ایک لشکر بھیج دیا جس نے ہر طرف سے ان کی لاش کو گھیر لیا۔ کوئی کافر ان کے قریب بھی نہ آسکا۔ اس وقت یہ کہہ کر علیحدہ ہو گئے کہ جب شام کے وقت یہ زنبوریں دفع ہو جائیں گی اس وقت سر کاٹ لیں گے۔ مگر جب رات ہوئی تو ایک سیلاب آیا جو ان کی لاش کو بہا لے گیا۔ اور یہ سب بے نیل مرام خائب و خاسر واپس ہوئے، قنادہ سے مروی ہے کہ حضرت عاصم نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ نہ میں کبھی مشرک کو ہاتھ لگاؤں اور نہ کوئی مشرک ہاتھ لگائے حضرت عمر کے سامنے جب کبھی حضرت عاصم کا تذکرہ آتا تو یہ فرماتے کہ حق تعالیٰ بعض مرتبہ اپنے خاص بندہ کی مرنے کے بعد بھی حفاظت فرماتے ہیں جیسے زندگی میں اس کی حفاظت فرماتے تھے۔

کفار مکہ نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش کو سولی پر لٹکا ہوا چھوڑ دیا تھا رسول اللہ ﷺ

نے حضرت زبیر اور مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان کی نعش اتار لانے کے لئے مدینہ سے مکہ روانہ فرمایا جب یہ دونوں رات میں تنعمیم پہنچے تو دیکھا کہ چالیس آدمی نعش کا پہرہ دینے کے لئے سولی کے ارد گرد پڑے ہوئے ہیں حضرت زبیر اور مقداد نے ان لوگوں کو غافل پا کر نعش کو سولی سے اتار کر گھوڑے پر رکھ لاش اسی طرح تروتازہ تھی کسی قسم کا اس میں کوئی تغیر نہ آیا تھا۔ حالانکہ سولی دیئے چالیس دن ہو چکے تھے مشرکین کی جب آنکھ کھلی اور دیکھا کہ لاش گم ہے تو ہر طرف تلاش میں دوڑے بالآخر حضرت زبیر اور مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جا پکڑا حضرت زبیر نے لاش کو اتار کر زمین پر رکھا فوراً زمین شق ہوئی اور لاش کو نگل گئی اسی وجہ سے حضرت خبیب یلیع الارض کے نام سے مشہور ہیں!

ایک روایت میں ہے کہ کفار جب حضرت خبیب کو قتل کر چکے تو ان کا چہرہ قبلہ رخ تھا، اس کو قبلہ سے پھیر دیا۔ چہرہ پھر قبلہ رخ ہو گیا بار بار ایسا ہی کیا بالآخر عاجز ہو کر چھوڑ دیا۔

فوائد

(۱) قتل کے وقت نماز پڑھنا سنت ہے تاکہ خاتمہ سب سے افضل اور سب سے بہتر عمل پر ہو، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے۔

اذا قمت فی صلاتک فصل
صلاة مودع الحدیث۔
جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو دنیا سے
رخصت ہونے والے کی سی نماز پڑھ۔

(رواہ احمد عن ابی ایوبؓ)

(۲) حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی اس نرالی نشان سے حفاظت اور لوگوں کا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو بغیر کسی ظاہری وسیلہ کے انکور کھاتے ہوئے دیکھنا۔ اور زید بن حارثہ اور ابو معلق انصاری کا واقعہ یہ سب اس کی دلیل ہیں کہ حضرات اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں اسی پر تمام اہل سنت کا اجماع ہے تفصیل کے لئے کتب کلامیہ اور خاص کر طبقات الشافعیۃ الکبریٰ کی از ص ۵۹ ج ۲ تا ص ۷۸ مراجعت کریں۔

(۳) حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی یہ کرامت، حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت کے مشابہ ہے جس کو حق تعالیٰ شانہ نے سورہ آل عمران میں ذکر فرمایا ہے۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

جب کبھی حضرت زکریا۔ مسجد کی محراب میں مریم پر داخل ہوتے تو ان کے پاس عجیب و غریب رکھا ہوا رزق پاتے تو یہ کہا کہ اے مریم یہ رزق تیرے پاس کہاں سے آیا تو مریم یہ جواب دیتیں کہ یہ رزق اللہ کے پاس سے آیا ہے اور اللہ جس کو چاہتا ہے بلا وہم و گمان اس کو رزق عطا کرتا ہے۔

(۴)۔ جو شخص مرنے کے قریب ہو اس کے لئے بال اور ناخن کی اصلاح مستحب اور مستحسن ہے جیسا کہ حضرت خبیب نے شہادت سے پیشتر استرہ مانگا بارگاہِ خداوندی میں حاضری سے پہلے نظافت و طہارت ضروری اور لازمی ہے۔

(۵)۔ اگر مسلمان کافروں کی حراست میں ہو اور وہ اس کے قتل کا تہیہ کر چکے ہوں تو مسلمان کیسے جائز نہیں کہ موقع پا کر ان کے بچوں کو قتل کر ڈالے۔ بلکہ ان کے ساتھ شفقت اور محبت سے پیش آئے۔ جیسے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حارث کے نواسہ کو ازراہ تلافی اپنے زانو پر بٹھلایا۔

سَرِيَّةُ الْقُرَاءِ لِعِنِّي قِصَّةُ بَيْرِ مَعُونَةَ

اسی ماہ صفر میں دوسرا واقعہ پیش آیا کہ عامر بن مالک ابو براء آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بد یہ پیش کیا۔ لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا۔ اور ابو براء کو اسلام کی دعوت دی لیکن ابو براء نے نہ تو اسلام قبول کیا اور نہ رو کیا بلکہ یہ کہا کہ اگر آپ اپنے چند اصحاب اہل نجد کی طرف دعوت اسلام کی غرض سے روانہ فرمائیں تو میں امید کرتا ہوں کہ وہ اس دعوت کو قبول کریں گے آپ نے فرمایا جھلو اہل نجد سے اندیشہ اور خطہ ہے۔ ابو براء نے کہا میں ضامن ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ستر صحابہ کو جو قرآن کہلاتے تھے اس کے ہمراہ روانہ کر دیئے منذر بن عمرو ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔

یہ نہایت مقدس اور پاکباز جماعت تھی، دن کو لکڑیاں چنتے اور شام کو فرخت کر کے اصحاب صفہ کے لئے کھانا لاتے اور شب کا کچھ حصہ درس قرآن میں اور کچھ حصہ قیام لیل اور تہجد میں گزارتے۔

یہ لوگ یہاں سے چل کر بیر معونہ پر جا کر ٹھہرے آنحضرت ﷺ نے ایک خط عامر بن طفیل کے نام (جو قوم بنی عامر کا رئیس اور ابو براء کا بھتیجا تھا) لکھوا کر حضرت انس کے ماموں حرام بن ملحان کے سپرد فرمایا۔

جب یہ لوگ بیر معونہ پر پہنچے تو حرام بن ملحان کو آپ کا والا نامہ دے کر عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ عامر بن طفیل نے خط دیکھنے سے پہلے ہی ایک شخص کو ان کے قتل کا اشارہ کیا۔ اس نے پیچھے سے ایک نیزہ مارا جو پار ہو گیا۔ حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے اس وقت یہ الفاظ نکلے:

اللہ اکبر فزت وربّ الکعبة ، اللہ اکبر قسم ہے کعبہ کے پروردگار کی میں
کا میاب ہو گیا

اور بنی عامر کو بقیہ صحابہ کے قتل پر ابھارا لیکن عامر کے چچا ابو براء کے پناہ دیدینے کی وجہ سے بنی عامر نے امداد دینے سے انکار کر دیا۔

عامر بن طفیل جب ان سے ناامید ہوا تو بنی سلیم سے امداد چاہی عصبیہ اور رعل اور ذکوان یہ قبائل اس کی امداد کے لئے تیار ہو گئے اور سب نے مل کر تمام صحابہ کو بلا قصور شہید کر ڈالا صرف کعب بن زید انصاری بچے ان میں حیات کی کچھ رمتی باقی تھی، اس لئے ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ بعد میں ہوش میں آگئے اور مدت تک زندہ رہے اور غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔ ان کے علاوہ دو شخص اور بھی بچ گئے، ایک کا نام منذر بن محمد اور دوسرے کا نام عمرو بن امیہ ضمیری تھا۔ یہ دونوں مویشی چرانے جنگل گئے ہوئے تھے۔ یکا یک آسمان کی طرف پرندے اڑتے نظر آئے یہ دیکھ کر گھبرا گئے اور کہا کوئی بات ضرور ہے جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ تمام رفقہاء خون میں نہائے ہوئے بستر شہادت پر سو رہے ہیں۔ دونوں نے آپس میں

۱۔ بیر معونہ ایک موضع ہے مکہ اور عسفان کے مابین واقع ہے قبائل ہذیل اور بنی سلیم اور بنی عامر اس کے قرب و جوار میں آباد ہیں ۲۱ ازرقانی ص ۷۴ ج ۲

مشورہ کیا کہ کیا کریں عمرو بن امیہ نے کہا مدینہ چلیں اور رسول اللہ ﷺ کو جا کر اس کی خبر دیں منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا خبر تو ہوتی رہے گی، شہادت کیوں چھوڑوں الغرض دونوں آگے بڑھے حضرت منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو لڑ کر شہید ہو گئے اور عمرو بن امیہ کو انہوں نے گرفتار کر لیا۔ اور عامر بن طفیل کے پاس لے گئے، عامر نے ان کے سر کے بال کاٹے اور یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر مانی تھی لہذا میں اس نذر میں تم کو آزاد کرتا ہوں، (زرقانی ص ۷۷ ج ۲)

اسی معرکہ میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فبیرہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور ان کا جنازہ آسمان پر اٹھایا گیا۔ چنانچہ عامر بن طفیل نے لوگوں سے دریافت کیا:-

من الرجل منهم لما قتل
رایتہ رفع بین السماء والارض
حتی رایت السماء من دونہ

مسلمانوں میں کا وہ کون مرد ہے کہ قتل ہوا تو
میں نے دیکھا کہ وہ آسمان اور زمین کے
مابین اٹھایا گیا یہاں تک کہ آسمان نیچے رہ
گیا۔

لوگوں نے کہا وہ عامر بن فبیرہ تھے۔

اور بخاری کی روایت میں ہے کہ عامر بن طفیل نے کہا لقد رأیتہ بعد ما قتل رفع الی السماء حتی انی لا نظر الی السماء بینہ و بین الارض ثم وضع یشی نے اس شخص کو قتل ہونے کے بعد خود اور خوب دیکھا کہ اس کی لاش آسمان کی طرف اٹھائی گئی کہ آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہی اور پھر زمین پر رکھ دی گئی۔

جبار بن سلمی جو عامر بن فبیرہ کے قاتل ہیں وہ خود راوی ہیں کہ جب میں نے عامر بن فبیرہ کے نیزہ مارا تو اس وقت ان کی زبان سے یہ لفظ نکلا:-

فزت واللہ۔
خدا کی قسم ادا ہو چکا ہے۔

میں یہ سن کر حیران ہو گیا اور دل میں کہا کہ کیا مراد کو پہنچے۔ سخاک بن سفیان رضی اللہ

عنه سے آکر یہ واقعہ بیان کیا ضحاک رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے فرمایا مراد یہ ہے کہ جنت کو پالیا۔ میں یہ سن کر مسلمان ہو گیا۔

ودعاني ذلك مارأيت من
عامر بن فهيرة من دفعه الى
السماء علوا
اور میرے اسلام لانے کا باعث یہ ہوا کہ
میں نے عامر بن فہیرہ کو دیکھا کہ وہ آسمان
کی طرف اٹھائے گئے۔
(رواہ عبد اللہ بن المبارک)

ضحاک رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ آل حضرت ﷺ کی خدمت میں لکھ کر بھیجا آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

ان الملائكة وارت جثته في
عليين
فرشتوں نے ان کے جثہ کو چھپالیا اور علیین
میں اتارے گئے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ان کی لاش کو فرشتوں نے چھپالیا اور پھر مشرکین نے نہیں دیکھا کہ وہ لاش کہاں گئی۔ اس روایت میں ثم وضع کا لفظ مذکور نہیں جیسا کہ بخاری کی روایت میں تھا امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں میں تعارض نہیں ممکن ہے کہ ان کی لاش اول آسمان پر اٹھائی گئی ہو اور بعد میں لاکر زمین پر رکھ دی گئی ہو اور علامہ سیوطی یہ فرماتے ہیں کہ ثم وضع کا لفظ بعض طرق میں آیا ہے اور اکثر طرق اور اسانید میں یہی آیا ہے کہ ان کی لاش آسمان میں جا چھپی موسیٰ بن عقبہ راوی ہیں کہ عروہ بن زبیر یہ کہتے تھے کہ عامر بن فہیرہ کی لاش کہیں نہیں ملی لوگوں کا گمان یہ ہے کہ فرشتوں نے ان کی لاش کو آسمان میں چھپالیا۔
رسول اللہ ﷺ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ تمام عمر کبھی اتنا صدمہ نہیں ہوا اور ایک مہینہ تک صبح کی قنوت میں ان لوگوں کے حق میں بددعا فرماتے رہے اور صحابہ کو اس واقعہ کی خبر دی کہ تمہارے اصحاب اور احباب شہید ہو گئے، اور انہوں نے حق تعالیٰ سے یہ درخواست کی تھی کہ ہمارے بھائیوں کو یہ پیغام پہنچادیں کہ ہم اپنے رب سے جا ملے اور ہم اس سے راضی ہیں اور ہمارا رب ہم سے راضی ہے۔

غزوہ بنی نضیر

ربیع الاول ۳ھ

عمر و بن امیہ ضمیری جب بیر معونہ سے مدینہ واپس ہوئے تو راستہ میں بنی عامر کے دو مشرک ساتھ ہو لیے مقام قناتہ میں پہنچ کر ایک باغ میں ٹھہرے جب یہ دونوں شخص سو گئے تو عمرو بن امیہ نے یہ سمجھ کر کہ اس قبیلہ کے سردار عامر بن طفیل نے ستر مسلمان شہید کئے ہیں سب کا انتقام تو فی الحال دشوار ہے بعض ہی کا انتقام اور بدلہ لے لوں اس لئے ان دونوں کو قتل کر ڈالا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا ان لوگوں سے عہد اور پیمان تھا مگر عمرو بن امیہ کو اس کی خبر نہ تھی مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ سے تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا ان سے تو ہمارا عہد اور پیمان تھا ان کی دیت اور خونبہا دینا ضروری ہے۔ چنانچہ آپ نے ان دونوں شخصوں کی دیت روانہ فرمائی۔

بنی نضیر بھی چونکہ بنی عامر کے حلیف تھے اس لئے از روئے معاہدہ دیت کا کچھ حصہ جو بنی نضیر کے ذمہ بھی واجب الادا تھا اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ اس دیت میں اعانت اور امداد دینے کی غرض سے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے ابو بکر اور عمر اور عثمان از زبیر اور طلحہ اور عبد الرحمن بن عوف اور سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ وغیرہ آپ کے ہمراہ تھے آپ جا کر ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے۔

بنو نضیر نے بظاہر نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا اور خونبہا میں شرکت اور اعانت کا وعدہ کیا لیکن اندرونی طور پر یہ مشورہ کیا کہ ایک شخص چھت پر چڑھ کر اوپر سے ایک ہماری پتھر گرا دے تاکہ نصیب دشمنوں آپ دب روم جائیں، سلام بن مشنم نے کہا:

لا تفعلوا۔ واللہ، لیخبرہ ربہ وانہ
لنقض العہد الذی بیننا و بینہ

ایسا ہرگز نہ کرو خدا کی قسم اس کا رب اس کو
خبر کر دے گا نیز یہ بد عہدی ہے۔

سنن الباری ج ۲ ص ۲۵۴

چنانچہ کچھ دیر نہ گزری کہ جبریل امین وحی لے کر نازل ہوئے اور آپ کو ان کے مشورہ سے مطلع کر دیا، آپ فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر مدینہ تشریف لے آئے اور آپ وہاں سے اس طرح اٹھے جیسا کہ کوئی ضرورت کے لئے اٹھتا ہو اور صحابہ وہیں بیٹھے رہے، یہود کو جب آپ کے چلے جانے کا علم ہوا تو بہت نادم ہوئے، کنانہ بن حویراء یہودی نے کہا تم کو معلوم نہیں کہ محمد (ﷺ) کیوں اٹھ کر چلے گئے، خدا کی قسم ان کو تمہاری غداری کا علم ہو گیا بخدا وہ اللہ کے رسول ہیں۔

جب آپ کی واپسی میں تاخیر ہوئی تو صحابہ آپ کی تلاش میں مدینہ آئے، آپ نے یہود کی غداری سے مطلع فرمایا اور بنو نضیر پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ عبد اللہ بن ام مکتوم کو مدینہ کا عامل مقرر فرما کر بنو نضیر کی طرف روانہ ہوئے اور جا کر ان کا محاصرہ کیا۔ بنو نضیر نے اپنے قلعوں میں گھس کر دروازے بند کر لئے کچھ تو ان کو اپنے مضبوط اور مستحکم قلعوں پر گھمنڈ تھا اور پھر عبد اللہ بن ابی اور منافقین کے اس پیام نے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اس نے اور مغرور بنا دیا لیکن ان کی طرف سے مسلمانوں کے مقابلے میں آنے کی کسی کی ہمت نہ ہوئی اس کے علاوہ بنو نضیر نے ایک اور غداری اور عیاری یہ کی کہ آنحضرت ﷺ کو یہ پیام بھیجا کہ آپ تین آدمی اپنے ہمراہ لائیں ہمارے تین عالم آپ سے گفتگو کریں گے اگر وہ ایمان لے آئے تو ہم بھی ایمان لے آئیں گے اور اندرونی طور پر ان عالموں کو یہ ہدایت کر دی کہ ملاقات کے وقت اپنے کپڑوں میں خنجر چھپا کر لے جائیں تاکہ موقع پا کر آپ کو قتل کر دیں، مگر آپ کو ایک ذریعہ سے ان کی اس چالاکی اور عیاری کا ملاقات سے پہلے ہی علم ہو گیا۔ (رواہ ابن مردویہ باسناد صحیح) غرض یہ کہ بنو نضیر کی متعدد غداریوں اور عیاریوں کی وجہ سے آپ نے ان پر حملہ کا حکم دیا۔ اور پندرہ روز تک ان کو محاصرہ میں رکھا اور ان کے باغوں اور درختوں کے کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا بالآخر خائب و خاسر ہو کر امن کے خواستگار ہوئے۔

آپ نے فرمایا دس دن کی مہلت ہے مدینہ خالی کر دو اہل و عیال بچوں اور عورتوں کو جہاں چاہو لے جاؤ باسٹنائے سامان حرب جس قدر سامان اونٹوں اور سواریوں پر لے جاسکتے ہو اسکی اجازت ہے۔

۱۔ ابن عقبہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی تباہا الذین امنوا اذ کروا نعمة اللہ علیکم اذہم قوم ان یتسطوا الیکم انیدیہم الایہ۔ عیون الاثر ص ۲۸ ج ۲

یہودیوں نے مال کی حرص اور طمع میں مکانوں کے دروازے اور چوکھٹ تک اکھاڑ لئے اور جہاں تک بن پڑا اونٹوں پر لاد کر لے گئے اور مدینہ سے جلا وطن ہوئے، اکثر تو ان میں سے خیبر میں جا کر ٹھہرے اور بعض شام چلے گئے اور ان کے سردار حیی بن اخطب اور کنانہ بن الربیع اور سلام بن ابی الحقیق بھی انہی لوگوں میں تھے جو خیبر میں جا کر ٹھہرے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے مال و اسباب کو مہاجرین پر تقسیم فرمایا تاکہ انصار سے ان کا بوجھ ہلکا ہو۔ اگرچہ انصار اپنے اخلاص و ایثار کی بنا پر اس بار کو بار نہیں بلکہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی بہار سمجھتے ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کو جمع فرما کر خطبہ دیا حمد و ثناء کے بعد انصار نے مہاجرین کے ساتھ جو کچھ سلوک اور احسان کیا تھا اس کو سراہا اور بعد ازاں یہ ارشاد فرمایا۔ اے گروہ انصار اگر چاہو تو میں اموال بنی انصیر کو تم میں اور مہاجرین میں برابر تقسیم کر دوں اور حسب سابق مہاجرین تمہارے شریک حال رہیں اور اگر چاہو تو فقط مہاجرین پر تقسیم کر دوں اور وہ تمہارے گھر خالی کر دیں۔

سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ سرداران انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نہایت طیب خاطر سے اس پر راضی ہیں کہ مال آپ فقط مہاجرین میں تقسیم فرمادیں۔ اور حسب سابق مہاجرین ہمارے ہی گھروں میں رہیں اور کھانے اور پینے میں ہمارے شریک رہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ مال تو آپ فقط مہاجرین پر تقسیم فرمادیں باقی ہمارے اموال اور املاک میں سے بھی جس قدر چاہیں مہاجرین پر تقسیم فرمائیں ہم نہایت خوشی سے اس پر راضی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب سن کر مسرور ہوئے اور یہ دعا دی۔

اللّٰهُمَّ اَرْحَمِ الْاَنْصَارِ وَاَبْنَاءِ ۞ اَللّٰهُمَّ اَنْصَارِ ۞ اَوْلَادِ ۞ اٰتِنِي
الْاَنْصَارِ۔ ۞ خَاسِمًا ۞ بَانِي ۞ فَرَمًا۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمایا:

جزاءك اللہ خیرا یا معشر ! اے گروہ انصار اللہ تم کو جزائے خیر دے
 الانصار فواللہ مامثلنا ! خدا کی قسم ہماری اور تمہاری مثال ایسی ہے
 ومثلکم الا کما قال الغنوی ! جیسا کہ غنوی شاعر نے کہا ہے۔

جزی اللہ عنا جعفر ا حین از لقت
 بنا نعلنا فے الواطئین فزلت

اللہ تعالیٰ جعفر کو جزا دے کہ جب ہمارا قدم پھسلا اور اس کو لغزش ہوئی۔

ابوا ان یملونا ولوان امنا تلاقی الذی یلقون منا الملت
 تو ہماری اعانت اور خبر گیری سے اکتائے نہیں۔ بالفرض اگر ہماری ماں کو یہ صورت پیش
 آتی تو شاید وہ بھی اکتا جاتی۔

آپ نے تمام مال مہاجرین پر تقسیم فرما دیا، انصار میں سے صرف ابو دجانہ اور سہل بن حنیف
 کو بوجہ تنگدستی کے اس میں سے حصہ عطا فرمایا۔

اس غزوہ میں بنو نضیر میں سے صرف دو شخص مسلمان ہوئے یا مین بن عمیر اور ابو سعید بن
 وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے مال و اسباب سے کچھ تعارض نہیں کیا گیا اپنی املاک پر قابض
 رہے اور سورہ حشر اسی غزوہ میں نازل ہوئی جس کو عبد اللہ بن عباس سورہ بنی نضیر کہا کرتے
 تھے۔ اس سورت میں حق تعالیٰ نے مال فئی کے احکام اور مصارف بیان فرمائے واللہ اعلم
 یہ تمام تفصیل زرقانی ص ۸۹ تا ص ۲۶ و فتح الباری ص ۲۵۲ ج ۷ ص ۲۵۵ ج ۷ البدلیۃ
 والنہیۃ از ص ۷۲ تا ص ۸۰ ج ۴ میں مذکور ہے۔



تحریم خمر

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ تحریم خمر کا حکم اسی غزوہ میں نازل ہوا۔

غزوة ذات الرقاع

جمادی الاول ۴ھ

غزوة بنو نضیر کے بعد ربیع الاول سے لے کر شروع جمادی الاولیٰ تک آپ مدینہ ہی میں مقیم رہے۔ شروع جمادی الاولیٰ میں آپ کو یہ خبر ملی کہ بنی محارب اور بنی ثعلبہ نے آپ کے مقابلہ کے لئے لشکر جمع کر رہے ہیں۔ آپ چار سو صحابہؓ کی جمعیت ہمراہ لے کر نجد کی طرف روانہ ہوئے، جب آپ نجد پہنچے تو کچھ لوگ قبیلہ غطفان کے ملکر لڑائی کی نوبت نہیں آئی رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو صلاۃ الخوف پڑھائی ۳

ابوہی اشعری فرماتے ہیں کہ اس غزوہ کو ذات الرقاع اس لئے کہتے ہیں کہ رقاع کے معنی چند یوں اور چیتھڑوں کے ہیں اس غزوہ میں چلتے چلتے پیر پھٹ گئے تھے اس لئے ہم نے پیروں کو کپڑے لپیٹ لئے تھے اس لئے اس غزوہ کو ذات الرقاع کہنے لگے یعنی چیتھڑوں والا غزوہ (بخاری شریف)

ابن سعد کہتے ہیں کہ ذات الرقاع ایک پہاڑ کا نام ہے جہاں آپ نے اس غزوہ میں نزول فرمایا تھا اس میں سیاہ اور سفید اور سرخ نشانات تھے۔ ۴

واپسی میں رسول اللہ ﷺ نے ایک سایہ دار درخت کے نیچے قیلول فرمایا اور تلوار درخت سے لٹکادی ایک مشرک آیا اور تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا اور آپ سے دریافت کیا کہ بتلاؤ اب تم کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا آپ نے نہایت اطمینان سے یہ فرمایا، اللہ۔ یہ بخاری کی روایت ہے ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ جبرئیل امین نے اس کے

۱۔ بنی محارب اور بنی ثعلبہ قبیلہ غطفان کی دو شاخیں ہیں۔ ۱۲ ازرقانی

۲۔ اور ایک روایت میں ہے کہ

۳۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ پہلی صلوات الخوف تھی۔ ۱۱ اثر ص ۵۲ ج ۲۔

۴۔ طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۴۳

سینہ پر ایک گھونسہ رسید کیا۔ فوراً تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور آپ نے اٹھالی اور فرمایا بتلا میرے ہاتھ سے تجھ کو کون بچائے گا اس نے کہا کوئی نہیں آپ نے فرمایا اچھا جاؤ میں نے تم کو معاف کیا۔

واقعی کہتے ہیں کہ یہ شخص مسلمان ہو گیا اور اپنے قبیلہ میں پہنچ کر اسلام کی دعوت دی بہت سے لوگ اس کی دعوت سے مسلمان ہوئے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ اس شخص کا نام غورث بن حارث تھا۔

تنبیہ:۔ اسی قسم کا واقعہ غزوہ غطفان ۳ھ کے بیان میں گذر چکا ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ دو واقعے الگ الگ ہیں واللہ اعلم۔ یہاں سے چل کر آپ ایک گھائی پر ٹھہرے عمار بن یاسر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما کو درہ کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا آپس میں ان دونوں نے یہ طے کیا کہ اول نصف شب میں عباد اور آخر نصف شب میں عمار جاگیں اس قرارداد کے مطابق عمار بن یاسر رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ تو سو گئے اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہ عبادت کے لئے کھڑے ہو گئے اور نماز کی نیت باندھ لی۔

ایک کافر نے آپ کو دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ مسلمانوں کے پاسبان ہیں ایک تیر مارا جو ٹھیک نشانہ پر پہنچا مگر عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے رگ و ریشہ میں معبود حقیقی کی عبودیت اور بندگی سرایت کر چکی تھی اور سر تا پا مولائے حقیقی کی محبت میں سرشار تھے اور ایمان و احسان کی حلاوت ان کے دل میں اتر چکی تھی۔ تیر و سنان کب ان کی عبادت میں مغل ہو سکتا تھا۔ برابر اسی طرح نماز میں مشغول رہے اور تیر نکال کر پھینک دیا۔ اس کافر نے ایک دوسرا تیر مارا انھوں نے اس کو بھی نکال کر پھینک دیا اور نماز جاری رکھی اس نے تیرا تیرا مارا اب یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں دشمن کمین گاہ سے حملہ نہ کر دے اور جس غرض سے رسول اللہ ﷺ نے ہم کو یہاں متعین کیا ہے وہ غرض نہ فوت ہو جائے اس لئے نماز کو پورا کیا اور نماز پوری کرنے کے بعد ساتھی کو جگایا کہ اٹھو زخمی ہو گیا ہوں دشمن ان کو جگاتے دیکھ کر فرار ہو گیا عمار بن یاسر بیدار ہوئے اور دیکھ کر کہ جسم سے خون جاری ہے کہا سبحان اللہ تم نے مجھ کو پہلے ہی تیر میں کیوں نہ جگایا، کہا میں ایک سورت پڑھ رہا تھا، اس کو قطع کرنا اچھا نہ معلوم ہوا جب پے در پے

تیر لگے تب میں نے نماز پوری کی اور تم کو جگایا۔ خدا کی قسم اگر رسول اللہ ﷺ کے حکم کا خیال نہ ہوتا تو نماز ختم ہونے سے پہلے میری جان ختم ہو جاتی۔

اس غزوہ کی تاریخ وقوع میں بہت اختلاف ہے محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ غزوہ ذات الرقاع جمادی الاولیٰ ۴ھ میں ہوا، ابن سعد کہتے ہیں کہ محرم الحرام ۵ھ میں ہوا، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ یہ غزوہ، غزوہ خیبر کے بعد ۷ھ میں ہوا۔ اس لئے کہ صحیح بخاری کی روایت میں ابو موسیٰ اشعری کا اس غزوہ میں شریک ہونا مذکور ہے اور ابو موسیٰ اشعری بالاتفاق غزوہ خیبر کے بعد ۷ھ میں حبشہ سے مدینہ واپس آئے علاوہ ازیں ابوداؤد وغیرہ میں روایت ہے کہ مروان بن حکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صلاة الخوف پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے غزوہ نجد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صلاة الخوف پڑھی ہے۔ یہ روایت بخاری میں تعلیقاً مذکور ہے اور ابو ہریرہ بھی ۷ھ میں غزوہ خیبر کے بعد خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔

غزوہ بدر موعد

شعبان ۲ھ

غزوہ ذات الرقاع سے واپسی کے بعد آخر رجب تک آپ مدینہ میں مقیم رہے ایک سے واپسی کے وقت چونکہ ابوسفیان سے وعدہ ہو چکا تھا کہ سال آئندہ بدر میں لڑائی ہوگی اس بنا پر رسول اللہ ﷺ پندرہ سو صحابہ کو اپنے ہمراہ لے کر ماہ شعبان میں بدر کی طرف روانہ ہوئے بدر پہنچ کر آٹھ روز تک ابوسفیان کا انتظار فرمایا۔ ابوسفیان بھی اہل مکہ کو لے کر مہاجر الظہر ان ان تک پہنچا لیکن مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اور یہ کہہ کر واپس ہوا کہ یہ سال قتل اور گرائی کا ہے، جنگ وجدال کا نہیں رسول اللہ ﷺ آٹھ روز کے انتظار کے بعد جب مقابلہ سے ناامید ہوئے تو بلا جدال و قتال مدینہ واپس ہوئے۔

ابوسفیان اگرچہ احد سے واپسی کے وقت یہ کہہ گیا تھا کہ سال آئندہ پھر بدر پر لڑائی ہوگی۔ مگر اندر سے ابوسفیان کا دل مرعوب تھا، دل سے یہ چاہتا تھا کہ حضور پر نور بھی بدر پر نہ

آئیں تاکہ مجھے ندامت اور شرمندگی نہ ہو۔ اور الزام مسلمانوں پر رہے۔ نعیم بن مسعود نامی ایک شخص مدینہ جا رہا تھا اس کو مال دینا منظور کیا کہ مدینہ پہنچ کر مسلمانوں میں یہ مشہور کرے کہ اہل مکہ نے مسلمانوں کے استیصال کے لئے بڑی بھاری جمعیت اکٹھی کی ہے لہذا تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ قریش کے مقابلہ کے لئے نہ نکلو۔ ابوسفیان کا مقصد یہ تھا کہ جب اس قسم کی خبریں مشہور ہوں گی تو مسلمان خوف زدہ ہو جائیں گے اور جنگ کے لئے نہیں نکلیں گے (جس کو آج کل کی اصطلاح میں پروپیگنڈا کہتے ہیں) سنتے ہی مسلمانوں کے جوش ایمانی میں اور اضافہ ہو گیا۔ اور حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ پڑھتے ہوئے بدر کی طرف روانہ ہو گئے اور حسب وعدہ بدر پہنچے، وہاں ایک بڑا بازار لگتا تھا تین روزہ کر تجارت کی اور خوب نفع اٹھایا اور خیر و برکت کے ساتھ مدینہ واپس ہوئے اسی بارح میں یہ آیت نازل ہوئی:

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ مَّ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ
اَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاَتَقُوا اَجْرًا عَظِيمًا ۝ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ
جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ
الْوَكِيلُ ۝ فَاَنْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمَسَّسْهُمْ سُوءٌ وَّاتَّبَعُوا
رِضْوَانَ اللَّهِ ط وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ۝ اِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَاءَهُ
۝ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُوْنَ اِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ۱

(فائدہ) اس آیت میں جھوٹی خبریں مشہور کرنے والے کو حق تعالیٰ نے شیطان

فرمایا ہے۔

قال تعالیٰ اِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَاءَهُ ۝ اور حق تعالیٰ نے پروپیگنڈا کا علاج اور جواب یہ بتلا دیا ہے کہ تم اپنی قدرت کے مطابق جہاد و قتال کی تیاری کرو اور حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ پڑھو یعنی بھروسہ اللہ پر رکھو۔ معاذ اللہ یہ نہ کرنا کہ شیطان کی طرح تم بھی اس جھوٹ کے جواب میں جھوٹ بولو تو پھر فائدہ ہی کیا ہوا اسلام اپنے دشمنوں کے متعلق بھی جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دیتا۔

واقعات متفرقہ ۳ھ

- (۱)۔ اسی سال ماہ شعبان میں امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔
- (۲)۔ اسی سال ماہ جمادی الاولیٰ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبد اللہ کا چھ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔
- (۳)۔ اسی سال ماہ شوال میں رسول اللہ ﷺ نے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔
- (۴)۔ اسی سال ماہ رمضان المبارک میں حضرت زینب بنت خزیمہ ام المساکین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح فرمایا، (طبری ص ۳۳ ج ۳)
- (۵)۔ اور اسی سال زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ یہود کی زبان میں لکھنا اور پڑھنا سیکھ لیں جھگڑوں ان کے پڑھنے پر اطمینان نہیں۔
- (۶)۔ مشہور قول کی بنا پر حجاب یعنی پردہ کا حکم بھی اسی سال نازل ہوا بعض کہتے ہیں کہ ۳ھ اور بعض کہتے ہیں ۵ھ میں۔
- مسئلہ حجاب کی تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ ازواج مطہرات کے بیان میں آئے گی۔ ۳ھ کے واقعات ختم ہوئے اب ۵ھ شروع ہوتا ہے۔



غزوة دومة الجندل^۱

ربیع الاول ۵ھ

ماہ ربیع الاول میں آپ کو یہ خبر ملی کہ دومة الجندل کے لوگ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے ایک ہزار صحابہ کی جمعیت کو ہمراہ لے کر ۲۵ ماہ ربیع الاول ۵ھ کو دومة الجندل کی طرف خروج فرمایا وہ لوگ خبر سنتے ہی منتشر ہو گئے۔ لہذا آپ بلا جدال و قتال واپس ہوئے اور بیس ربیع الثانی کو مدینہ میں داخل ہوئے۔ (طبقات ابن سعد ۴ ج ۲ زرقاتی ص ۹۵ ج ۲)

غزوة مُرَيْسِيعِ بْنِ الْمُصْطَلِقِ^۲

۲ شعبان یوم دوشنبہ ۵ھ

رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ حارث بن ابی ضرار سردارِ بنی المصطلق نے بہت سی فوج جمع کی ہے اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری میں ہے، آپ نے بریدہ بن حصیب اسلمی رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کو خبر لینے کے لئے روانہ فرمایا۔ بریدہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے آکر بیان کیا کہ خبر صحیح ہے۔ آپ نے صحابہ کو خروج کا حکم دیا۔

۱۔ دومة الجندل ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے پندرہ دن کے راستہ پر ہے۔ دومة الجندل سے دمشق تک پانچ دن کا راستہ ہے، زرقاتی ص ۹۵ ج ۲۔
 ۲۔ مُرَيْسِيعِ بْنِ الْمُصْطَلِقِ ایک چشمہ یا تالاب کا نام ہے جہاں بنی المصطلق سے مقابلہ ہوا۔ اور بنی المصطلق قبیلہ بنی خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔ اس غزوة کے سنہ وقوع میں اختلاف ہے ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ۶ھ میں ہوا۔ بعض کہتے ہیں ۳ھ میں ہوا قنادہ عروہ بن زبیر ابن شہاب زہری کہتے کہ شعبان ۵ھ میں ہوا۔ موسیٰ بن عقبہ ابن سعد بیہقی حاکم نے اسی قول کو اختیار کیا ہے حافظ عسقلانی فرماتے ہیں۔ یہی قول صحیح ہے اس لئے کہ سعد بن معاذ کا اس غزوة میں شریک ہونا صحیح بخاری میں مذکور ہے اور روایات صحیحہ اور احادیث معتبرہ سے یہ ثابت ہے کہ سعد بن معاذ نے غزوة خندق سے فارغ ہو کر غزوة بنی قریظہ کے زمانہ میں وفات پائی، جو ۵ھ میں ہوا۔ پس اگر غزوة مر-یسع ۶ھ میں غزوة بنی قریظہ کے ایک سال بعد مانا جائے تو سعد بن معاذ کی شرکت اس میں کیسے صحیح ہو سکتی ہے تفصیل کے لئے فتح الباری ص ۲۳۲ ج ۷ زرقاتی ص ۹۶ ج ۲

صحابہ فوراً تیار ہو گئے تیس گھوڑے ہمراہ لئے جس میں سے دس مہاجرین کے اور بیس انصار کے تھے اس مرتبہ مال غنیمت کی طمع میں منافقین کا بھی ایک کثیر گروہ ہمراہ ہوا لیا جو اس سے پہلے کبھی کسی غزوہ میں شریک نہ ہوا تھا۔ مدینہ میں زید بن حارثہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا اور ازواج مطہرات میں سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اور ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہما کو ساتھ لیا اور ۲ شعبان یوم دوشنبہ کو مریسیع کی طرف خروج فرمایا۔

تیز رفتاری کے ساتھ چل کر ناگہاں اور اچانک ان پر حملہ کر دیا۔ اس وقت وہ لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے۔ حملہ کی تاب نہ لاسکے دس آدمی ان کے قتل ہوئے باقی مرد عورت بچے اور بوڑھے سب گرفتار کر لئے گئے مال اسباب لوٹ لیا گیا۔ دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں اور دو سو گھرانے قید ہوئے انھیں قیدیوں میں سردار بنی المصطلق حارث بن ابی ضرار کی بیٹی جویریہ بھی تھیں مال غنیمت جب غامدین پر تقسیم ہوا تو جویریہ، ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو مکاتبہ بنا دیا یعنی اگر اتنی مقدار رقم ادا کر دیں تو آزاد ہو جائیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا رسول اللہ، آپ کو معلوم ہے کہ میں جویریہ۔ سردار بنی المصطلق حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں میری اسیری کا حال آپ پر مخفی نہیں۔ تقسیم میں ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی ہوں، انھوں نے مجھ کو مکاتبہ بنا دیا ہے۔ بدل کتابت میں آپ سے امانت اور ادا کے لئے حاضر ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا میں تم کو اس سے بہتر چیز بتلاتا ہوں اگر تم پسند کرو اور وہ یہ کہ

۱۔ یہ روایت صحیح بخاری کی کتاب العتاق ص ۳۲۵ ج ۱ میں نافع سے مروی ہے اور نافع کہتے ہیں۔ حدیثی بہت حدیثوں میں مذکور ہے۔ کان فی ذلک ہمیش کہ یہ حدیث مجھ سے عبد اللہ بن عمر نے بیان کی جو اس شعر میں موجود تھے۔ آجہ ہذا یہ روایت بالمشہد مرفوع متصل ہے بالفرض اگر اس روایت کا سلسلہ نافع ہی پر ختم ہو جاتا تو اصطلاح محدثین میں اس کو مرسل کہا جاتا۔ جو جمہور سلف کے نزدیک حجت ہے۔ نہ کہ منقطع۔ معلوم کہ علامہ شبلی نے یہ قول بھی ص ۳۸۲ ج ۱ تقیظ نمبر ۱ پر اس پر اس حدیث کو منقطع کہا کہ غیر معتبر بنانے کی ناکامی کی ہے یہ بی روایت اور صحیح بخاری کی روایت میں ولی عرض نہیں اس لئے کہ یہ روایت سے فقط اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ بنی المصطلق و آپ کی تیاری کا علم ہو گیا تھا۔ لیکن یہ علم نہ تھا کہ آپ اس طرح اچانک پہنچ کر حملہ کر دیں گے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت آپ نے تملہ کیا۔ اس وقت بے خبر اور غافل تھے۔ ۱۲ مفاد

تمھاری طرف سے کتابت کی واجب الاداء رقم میں ادا کروں اور آزاد کر کے تم کو اپنی زوجیت میں لے لوں۔ حضرت جویریہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا نے فرمایا میں اس پر راضی ہوں۔ (رواہ ابوداؤد فی کتاب العتاق)

حضرت جویریہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا کی خواہش تو پہلے سے تھی کہ وہ آزاد ہو جائیں، اتفاق سے ان کے باپ حارث بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں قبیلہ بنی المصطلق کا سردار ہوں میری بیٹی کنیز بن کر نہیں رہ سکتی۔ آپ اس کو آزاد فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں اس معاملہ کو خود جویریہ کی مرضی اور اختیار پر چھوڑ دوں، حارث نے جا کر جویریہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تیری مرضی پر چھوڑ دیا ہے جویریہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا نے کہا میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔ (رواہ ابن مندہ وسندہ صحیح)

عبداللہ بن زیاد سے مروی ہے کہ حضرت جویریہ کے والد۔ حارث بن ابی ضرار بہت سے اونٹ لے کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے تاکہ فدیہ دے کر اپنی بیٹی کو چھڑالائیں ان میں سے دو اونٹ جو نہایت عمدہ پسندیدہ تھے ان کو ایک گھائی میں چھپا دیا کہ واپسی میں ان کو لے لوں گا۔ مدینہ پہنچ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ اونٹ آپ کے سامنے پیش کئے اور کہا اے محمد تم نے میری بیٹی کو گرفتار کیا ہے، یہ اس کا فدیہ ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ اونٹ کہاں ہیں جو تم فلاں گھائی میں چھپا آئے ہو۔ حارث نے کہا۔ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ کے سوا کسی کو اس کا علم نہ تھا اللہ ہی نے آپ کو اس سے مطلع کیا ہے (اصابہ ترجمہ حارث بن ابی ضرار رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ)

الغرض رسول اللہ ﷺ نے حضرت جویریہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا کو آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ صحابہ کو جب یہ معلوم ہوا تو بنی المصطلق کے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے دامادی رشتہ دار ہیں۔ ام المومنین عائشہ ۲ صدیقہ بنت

۱۔ الاصابہ، ج ۴، ص ۲۶۵۔
۲۔ اپنی سوکن کے فضل و کمال کا صدق دل سے اور صدق لسان سے اعتراف کرنا یہ شان صدیقیت کا اقتضاء ہے اس لئے اس مقام پر ام المومنین کے نام کے ساتھ صدیقہ بنت صدیق کا اضافہ مناسب معلوم ہوا۔ ۱۲ افعاعنہ۔

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں کہ میں نے . یہ سے زیادہ کسی عورت کو اپنی قوم کے حق میں بابرکت نہیں دیکھا کہ جس کی وجہ سے ایک دن میں سو گھرانے آزاد ہوئے ہوں۔ (ابوداؤد کتاب العتاق ص ۱۹۲ ج ۲)

اس سفر میں چونکہ منافقین کا ایک گروہ شریک تھا، جو ہر موقع پر اپنی فتنہ پردازی اور شر انگیزی کو ظاہر کرتے تھے۔ چنانچہ ایک پانی کے چشمہ پر ایک مہاجر جری اور ایک انصاری میں جھگڑا ہو گیا مہاجر نے انصاری کے ایک لات ماری مہاجر جری نے یا للمہاجرین کہہ کر مہاجرین کو اور انصاری نے یا لہ انصار کہہ کر انصار کو اپنی مدد کیلئے آواز دی، رسول اللہ ﷺ نے جب یہ آوازیں سنیں تو ارشاد فرمایا کہ یہ جاہلیت کی سی آوازیں کیسی، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک مہاجر جری نے ایک انصاری کے لات مار دی آپ نے ارشاد فرمایا:

دَعُوْهَا فَاِنَّهَا مُنْتَنَةٌ
ان باتوں کو چھوڑو البتہ تحقیق یہ باتیں گندی
اور بد بودار ہیں۔

اس منافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کو بولنے کا موقع مل گیا اور کہا کیا یہ لوگ (یعنی مہاجرین) ہم پر حاکم ہو گئے ہیں۔ خدا کی قسم مدینہ پہنچ کر عزت والا ذلت والے کو نکال باہر کرے گا رسول اللہ ﷺ کو جب خبر پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس منافق کی گردن مارنے کی مجھ کو اجازت دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا رہنے دو (لوگ حقیقت حال و تو سمجھیں گے نہیں) یہ گمان کریں گے کہ محمد (ﷺ) اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔

عبداللہ بن ابی حقیقہ آپ کے اصحاب میں سے نہ تھا بلکہ سخت ترین دشمنوں میں سے تھا۔ لیکن ظاہر صورت میں آپ کے اصحاب کے مشابہ تھا۔ زبان سے آپ کے اصحاب میں سے ہونے کا مدعی تھا اس لئے آپ نے اس کے قتل کی اجازت نہیں دی۔ اصحابِ خلیفین کے شبہ نے اس کی جان بچالی۔ صالحین کا شبہ اگر نفاق سے ہو وہ بھی ضائع اور بیکار نہیں۔

اس مسئلہ کی تحقیق درکار ہے تو برادر مہرم فصل ختم مولانا قاری محمد طیب صاحب انجم دارالعلوم دیوبند کا تالیف لطیف۔

التشبیہ فی الاسلام من الامت میں جو مسند صحابہ کی تحقیق میں ہے اور بے مثال ہے۔

فائدہ جلیلہ

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد:

دَعُوْهَا فَاِنَّهَا مُنْتَنَةٌ .
 ان باتوں کو چھوڑو البتہ تحقیق یہ باتیں گندی
 اور بدبودار ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھی باتیں پاکیزہ اور خوشبودار ہیں۔ اور بُری باتیں گندی اور
 بدبودار ہیں جن کی خوشبو اور بدبو کا احساس ظاہری اور حسی طور پر حضرات انبیاء اللہ علیہم السلام
 الف صلوات اللہ یا ان کے وارثین کو ہوتا ہے۔

وعن جابر قال كنا مع النبي
 صلى الله عليه وسلم فارتقت
 ريح منتنة فقال رسول الله
 صلى الله عليه وسلم اتدرون
 ما هذه الريح هذه ريح الذين
 يفتابون المؤمنين رواه احمد
 وابن ابي الدنيا رواه احمد
 ثقات (ترغيب وترهيب
 للمندري ص ۳۰۰ ج ۳ طبع
 مصری)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول
 اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ سخت بدبو اٹھی
 اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم کو معلوم
 ہے کہ یہ کس چیز کی بدبو ہے یہ بدبو ان
 لوگوں کے منہ سے آرہی ہے جو اس وقت
 مسلمانوں کی غیبت (بدگوئی) کر رہے
 ہیں اس حدیث کو امام احمد اور ابن ابی الدنيا
 نے روایت کیا ہے۔ امام احمد کی سند کے
 تمام راوی ثقہ ہیں۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آپ نے اور جو حضرات آپ کے ساتھ تھے سب نے
 غیبت کی بدبو کو محسوس کیا لیکن یہ امر کہ یہ کس چیز کی بدبو ہے یہ آپ کے بتلانے سے
 معلوم ہوا۔

حافظ سیوطی نے خصائص کبریٰ کے باب ما وقع فی غزوة بنی المصطلق من الآيات
 کے تحت اسی حدیث کو بحوالہ ابی نعیم ان الفاظ میں روایت کیا ہے:

۱۔ یعنی باب اس بات کا کہ غزوة بنی المصطلق میں کیا کیا معجزے ظاہر ہوئے۔ (خصائص کبریٰ ص ۲۳۲ ج ۱)

عن جابر قال كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر فهاجت ریح منتنة فقال النبي صلى الله عليه وسلم ان ناسا من المنافقين اغتابوا ناسا من المؤمنين فلذلك هاجت هذه الريح۔

حضرت جابر سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ یکا یک ایک سخت بدبو اٹھی (جو غالباً اس سے پہلے کبھی دیکھنے اور سننے میں نہیں آئی تھی) آنحضرت ﷺ نے فرمایا (تم اس عجیب و غریب بدبو سے تعجب مت کرو) اس وقت چند منافقین نے اہل ایمان کی غیبت اور بدگوئی کی ہے پس اس لئے یہ بدبو نمودار ہوئی ہے۔

یعنی یہ اہل ایمان کی غیبت کی عفونت ہے اس لئے اس میں یہ شدت اور غرابت ہے۔ حافظ سیوطی کے اس کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیبت کی بدبو کا واقعہ۔ غزوہ بنی المصطلق ہی میں پیش آیا۔

اور اسی قسم کا ایک اور واقعہ مدینہ کے قریب پہنچ کر پیش آیا جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ جب ہم اس سفر (یعنی غزوہ بنی المصطلق) سے واپس ہو کر مدینہ کے قریب پہنچے تو دفعۃً ایک نہایت متعفن اور بدبودار ہوا چلی آپ نے ارشاد فرمایا یہ بدبودار ہوا کسی منافق کے مرنے کی وجہ سے چلی ہے۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ ایک بڑا منافق مرا ہے۔ (خصائص کبریٰ ص ۲۳۲ ج ۱)

غالباً اس منافق کی خبیث اور گندی روح کی وجہ سے اس صحرا کا تمام خلا متعفن ہو گیا جس کو نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محسوس فرمایا۔

لوگوں کا یہ فرض ہے کہ خداوند قدوس نے جن برگزیدہ حضرات پر کفر کی نجاست منکشف فرمائی ان کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں اور خوب سمجھ لیں کہ کسی بے حس اور مزکوم کا گلاب اور پیشاب کی خوشبو اور بدبو کو نہ محسوس کرنا صحیح الحواس پر حجت نہیں کلمات طیبہ کی طیب خوشبو کو اور کلمات خبیثہ کے خبیث اور رائحہ کر یہہ کو کیا محسوس کریں۔

بہرازاں باید حواس اہل دل

جامع ترمذی میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا۔

إِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ ۖ جَبَّ بِنَدَاهُ جَهْوُوثٌ بُولْتَا هَيْ تَوْ فَرَشْتَهُ جَهْوُوثٌ كِي
الْمَلِكِ مِيْلًا مِّنْ نَّتْنِ مَنَاجِيَاءِ بَه ۖ بَدُّ بُو كِي وَجِهَ سَ مِنْ اِيْكَ مِيْلٌ دُوْرٌ چِلَا جَاتَا هَيْ۔
(ترمذی شریف ص ۱۰ ج ۲)

مسند احمد اور جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد اور نسائی اور مستدرک حاکم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ کسی مجلس سے بغیر اللہ کا ذکر کئے اٹھ کھڑے ہوئے تو گویا وہ لوگ جیفہ حمار (مردار گدھے) کے پاس سے اٹھے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شرط مسلم پر صحیح ہے بخاری اور مسلم کی حدیث قدسی میں ہے کہ بندہ جب کسی عمل نیک کا ارادہ کرتا ہے تو فرشتے اس کے عمل کرنے سے پیشتر محض اس کے ارادہ ہی پر ایک نیکی لکھ لیتے ہیں اور کرنے کے بعد اس گونہ سے سات سو گونہ تک لکھتے ہیں اور بندہ جب بدی کا ارادہ کرتا ہے تو جب تک کرنے لے اس وقت تک بڑی نہیں لکھتے الی آخر الحدیث۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کراماً کا تبین کو آدمی کے قلبی ارادوں اور دلی خطرات کی بھی کچھ اطلاع ہوتی ہے۔ ورنہ اگر ان کو اطلاع نہیں ہوتی تو محض نیکی کے ارادہ سے وہ نیکی کیسے لکھ لیتے ہیں ابو عمران جوئی فرماتے ہیں کہ اس وقت فرشتے کوندا دی جاتی ہے کہ فلاں کے نامہ اعمال میں یہ نیکی لکھ لو فرشتہ عرض کرتا ہے کہ اے پروردگار اس نے یہ نیکی کی نہیں۔ جواب دیا جاتا ہے کہ اگرچہ اس نے یہ نیکی کی نہیں لیکن اس کی نیت کی ہے۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب بندہ کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے اندر سے ایک راحہ طیبہ پاکیزہ خوشبو مہکنے لگتی ہے فرشتے سمجھ لیتے ہیں۔ کہ اُس نے نیکی کا ارادہ کیا ہے اور جب بدی کا ارادہ کرتا ہے تو اس میں سے راحہ خبیثہ بدبو اُٹھتی ہے فرشتے سمجھ لیتے ہیں کہ اس نے بدی کا ارادہ کیا ہے۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اسی مضمون کو طبری نے ابو معشر مدنی سے نقل کیا ہے اور میں نے خود حافظ مغلطائی کی شرح میں اس مضمون کی ایک مرفوع حدیث بھی دیکھی ہے۔ (فتح الباری ص ۲۷۸ ج ۱۲ کتاب الرقاق باب من هم بحسنہ او بسیئہ)

جس طرح ہر عطر کی جداگانہ خوشبو ہوتی ہے۔ عجب نہیں کہ اسی طرح ہر حسہ (نیکی) کی جداگانہ خوشبو ہوتی ہو جس طرح عطر ساز اور عطر فروش خوشبو سونگھتے ہی پہچان لیتے ہیں کہ یہ فلاں عطر کی خوشبو ہے ممکن ہے کہ فرشتے بھی خوشبو سونگھتے ہی پہچان لیتے ہوں کہ یہ فلاں عمل صالح کی خوشبو ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

عارف ربانی شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

کان وہب بن سنبہ رحمہ اللہ
تعالیٰ یقول لا یموت عبد حتی
یری الملکین الکاتاتین فان
کان صحبہما بخیر قال لہ
جزاک اللہ من صاحب خیر
فنعم الصحاب کنت فکم
احضرتنا معک فی مجالس
الخیر و کم شمننا منک
الروائح الطیبہ حال طاعتک
الخالصہ وان کان
قد صحبہما بسوء قال لہ
لا جزاک اللہ عنامن صاحب
خیر فکم احضرتنا معک حال
معاصیک و کم شمننا منک
رائحة النتن۔

وہب بن منبہ رحمہ اللہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ نہیں مرتا کوئی بندہ یہاں تک کہ مرنے سے پہلے کراما کاتبین کو دیکھ لیتا ہے پس اگر اس شخص نے کراما کے ساتھ نیکی سے زندگی بسر کی تھی تو اس وقت فرشتے یہ کہتے ہیں جزاک اللہ خیر اللہ تجھ کو جزائے خیر دے تو بڑا اچھا ساتھی تھا متنی بن مرتبہ تو نے ہم کو خیر کی مجلسوں میں اپنے ساتھ شریک رکھا اور متنی بارتیہ کی مخلصانہ عبادت کے وقت ہم نے تجھ میں پاکیزہ خوشبوئیں سونگھی ہیں اور اگر اس شخص نے کراما کاتبین کے ساتھ برائی کے ساتھ زندگی بسر کی تھی تو فرشتے اس وقت یہ کہتے ہیں خدا تجھ کو جزائے خیر نہ دے متنی بارتیہ کی مجلسوں میں ہم کو خیر کے ساتھ شریک ہونا پڑا اور متنی بارتیہ میں بدبوئیں سونگھنی پڑیں۔ ۱۲

(تنبیہ مغربین ص ۲۶)

وکان محمد بن واسع رحمہ اللہ تعالیٰ یقول لا صحابہ قد

غرقنا ولو ان احدا منکم | تم میں سے اگر کوئی شخص میرے گناہوں
یجد منی ریح الذنوب لما | کی بدبو محسوس کرتا تو تعفن اور بدبو کی وجہ
استطاع ان یجلس الیّ۔ | سے میرے پاس ہرگز نہ بیٹھ سکتا۔

(تنبیہ المغترین ص ۱۹)

اس سخن رانیست ہرگز اختتام پس سخن کوتاہ باید والسلام
عجیب بات ہے کہ عبداللہ بن ابی تو دشمن اسلام اور منافقوں کا سردار، اور اس کے بیٹے
جن کا نام بھی عبداللہ تھا وہ اسلام کے شیدائی اور مخلص و جان نثار، حقیقت میں وہ اللہ کے
بندے تھے اور باپ تو محض نام کا عبداللہ تھا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جب باپ کو یہ
کہتے سنا کہ مدینہ پہنچ کر عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا تو باپ کو پکڑ کر کھڑے ہو گئے
اور کہا خدا کی قسم میں تجھ کو اس وقت تک ہرگز مدینہ جانے نہ دوں گا۔ جب تک تو یہ اقرار نہ
کر لے کہ تو ہی ذلیل ہے اور رسول اللہ ﷺ ہی عزیز ہیں۔ چنانچہ باپ نے جب یہ اقرار
کر لیا تب بیٹے نے چھوڑا۔

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو ابن اسحاق اور طبری نے بھی ذکر کیا ہے۔

(فتح الباری سورۃ المنافقون)

مدینہ پہنچ کر حضرت عبداللہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو
یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ میرے باپ کے قتل کا حکم دینے والے ہیں اگر اجازت ہو تو میں خود
اپنے باپ کا سر قلم کر کے آپ کی خدمت میں لا حاضر کروں مبادا آپ کسی دوسرے کو حکم دے
دیں اور میں جوش میں آ کر اپنے باپ کے قاتل کو مار ڈالوں اور اس طرح سے ایک مسلمان
کے قتل کا مرتکب بنوں آپ نے باپ کے قتل سے منع فرمایا اور اس کے ساتھ سلوک اور
احسان کرنے کا حکم دیا۔

وَاقِعَةُ اِفْكٍ

واقعة افک یعنی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت کا واقعہ اسی سفر
سے واپسی کے وقت پیش آیا جو تفصیل کے ساتھ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ وہی ہذہ
اس سفر میں عائشہ صدیقہ آپ کے ہمراہ تھیں، چونکہ پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا اس لئے

ہودج میں سواری کی جاتی تھیں اور جب اتاری جاتی تو ہودج سمیت ہی اتاری جاتیں اور ہودج پر پردے لٹکے رہتے تھے۔ واپسی میں مدینہ کے قریب پہنچ کر ایک مقام پر قیام کیا۔ لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا گیا۔ حضرت عائشہ قضاء حاجت کے لئے لشکر سے دُور چلی گئیں، جب لوٹنے لگیں تو ہارٹوٹ گیا جو نگیوں کا تھا ان نگیوں کے جمع کرنے میں دیر ہو گئی۔ قافلہ تیار تھا۔ ہودج کے پردے چھٹے ہوئے تھے لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ ام المومنین محل میں ہیں محل کو اونٹ پر رکھ کر کوچ کر دیا۔ اس وقت عورتیں عموماً دُبلی پتلی ہوتی تھیں اور خاص کر عائشہ صدیقہ صغیرۃ السن ہونے کی وجہ سے اور بھی دُبلی پتلی تھیں اس لئے سوار کرتے وقت لوگوں کو محل کے ہلکے ہونے کا کچھ خیال نہ آیا۔ لشکر روانہ ہونے کے بعد ہار ملا جب ہار لے کر لشکر گاہ میں واپس آئیں تو یہاں کوئی بھی نہ تھا سب روانہ ہو چکے تھے یہ خیال کر کے کہ جب آپ آئندہ مقام پر پہنچ کر مجھ کو نہ پائیں گے تو اسی جگہ میری تلاش کے لئے آدمی روانہ فرمائیں گے۔ اسی جگہ چادر لپیٹ کر لیٹ گئیں اسی میں نیند آ گئی۔

صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قافلہ کی گری پڑی چیز کے اٹھانے کے لئے پیچھے رہا کرتے تھے وہ آگے دیکھتے ہی عائشہ صدیقہ کو پہچان لیا۔ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے انہوں نے حضرت عائشہ کو دیکھا تھا۔ اس وقت دیکھتے ہی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ پڑھا عائشہ صدیقہ کی ان کی آواز سے آتکلیہ کھل گئی فوراً چادر سے منہ ڈھانپ لیا۔ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔

وَاللّٰہُ مَا کَلَمْنِی کَلِمَہٗ وَلَا
سَمِعَت مِنْہُ کَلِمَہٗ غَیْرِ
اِسْتِرْجَاعِہٖ

خدا کی قسم صفوان نے مجھ سے کوئی بات
تک نہیں کی اور نہ انکی زبان سے سوائے اِنَّا
لِلّٰہِ کے میں نے کوئی کلمہ سنا۔

(غالبا حضرت صفوان نے باواز بلند اسی لئے اِنَّا لِلّٰہِ کہا تا کہ ام المومنین بیدار نہ جائیں اور خطاب و کلام کی نوبت نہ آئے چنانچہ نہیں آئی)

حضرت صفوان نے اپنا اونٹ الاکرام المومنین کے قریب بٹھلا دیا ان اتق کی روایت میں ہے کہ صفوان اونٹ سامنے کر کے خود پیچھے ہٹ گئے آئے۔ ام المومنین سوار ہو گئیں اور حضرت صفوان مہار پکڑ کر روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ لشکر میں جا پہنچے میں وہ پہر کا وقت تھا

عبداللہ بن اُبی اور گروہ منافقین نے دیکھتے ہی واہی تباہی بکنا شروع کر دیا جس کو ہلاک اور برباد ہونا تھا وہ ہلاک اور برباد ہوا۔

مدینہ پہنچ کر حضرت عائشہ بیمار ہو گئیں ایک مہینہ بیماری میں گزرا افتراء پرداز اور طوفان اٹھانے والے اسی چرچہ میں تھے مگر حضرت عائشہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا کو اس کا مطلق علم نہ تھا۔ مگر رسول اللہ ﷺ کے اُس تَلَطُّف اور مہربانی میں کمی آجانے کی وجہ سے جو سابقہ بیماریوں میں مبذول رہی دل کو خلجان اور تردد تھا کہ کیا بات کہ آپ گھر میں تشریف لاتے ہیں اور دوسروں سے میرا حال دریافت کر کے واپس ہو جاتے ہیں مجھ سے دریافت نہیں فرماتے آپ کی اس بے التفاتی سے میری تکلیف میں اور اضافہ ہوتا تھا۔ ایک بار شب کو میں اور اُم مسطح قضاے حاجت کے لئے جنگل کی طرف چلے، عرب کا قدیم دستور یہی تھا کہ بدبو کی وجہ سے گھروں میں بیت الخلاء نہیں بناتے تھے۔ راستہ میں اُم مسطح نے اپنے بیٹے مسطح کو برا کہا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ایسے شخص کو کیوں برا کہتی ہو جو بدر میں حاضر ہوا۔ اُم مسطح نے کہا اے بھولی بھالی تم کو قصہ کی خیر نہیں۔ عائشہ صدیقہ نے فرمایا کیا قصہ ہے، اُم مسطح نے سارا قصہ بیان کیا، یہ سنتے ہی مرض میں اور شدت ہو گئی۔ سعید بن منصور کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ سنتے ہی لرزہ سے بخار چڑھ آیا، معجم طبرانی میں باسناد صحیح حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جب میں نے یہ واقعہ سنا تو اس قدر صدمہ ہوا کہ بلا اختیار دل میں آیا کہ اپنے کو کسی کنویں میں جا کر گرا دوں آھ (اخرجہ ابو یعلیٰ ایضاً)

بغیر قضاے حاجت کے راستہ ہی سے واپس ہو گئی۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ سے اپنے ماں باپ کے یہاں جانے کی اجازت چاہی تا کہ ماں باپ کے ذریعہ سے اس واقعہ کی تحقیق کروں آپ نے اجازت دے دی۔ میں اپنے ماں باپ کے یہاں آگئی اور اپنی ماں سے کہا اے ماں تم کو معلوم ہے کہ لوگ میری بابت کیا کہتے

۱۔ یہ ہشام بن عروہ کی روایت ہے اور یہ صحیح ہے جیسا کہ دوسری روایات صحیحہ اور صریحہ سے معلوم ہوتا ہے اور بعض روایات سے یہ ایہام ہوتا ہے کہ آپ کو قضاے حاجت سے واپسی میں اس واقعہ کا علم ہوا مگر یہ صحیح نہیں۔ اول ہی صحیح ہے۔ تفصیل کے لئے فتح الباری ص ۳۵۴ ج ۸ کی مراجعت کریں۔

ہیں۔ ماں نے کہا اے بیٹی تو رنج نہ کر! دنیا کا قاعدہ یہی ہے کہ جو عورت خوبصورت اور خوب سیرت اور اپنے شوہر کے نزدیک بلند مرتبت ہوتی ہے تو حسد کرنے والی عورتیں اس کے ضرر کے درپے ہو جاتی ہیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ کیا لوگوں میں اس کا چرچہ ہے ہشام کی روایت میں ہے۔ میں نے کہا۔ کیا میرے باپ کو بھی اس کا علم ہے، ماں نے کہا ہاں۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے۔ میں نے کہا۔ اے ماں اللہ تمہاری مغفرت کرے لوگوں میں تو اس کا چرچہ ہے اور تم نے مجھ سے ذکر تک نہیں کیا یہ کہہ کر آنکھوں میں آنسو بھرا آئے اور چیخیں اُٹھانے لگیں۔ ابوبکر بالاخانہ پر قرآن شریف کی تلاوت فرما رہے تھے، میری چیخ سن کر نیچے آئے اور میری ماں سے دریافت کیا، ماں نے کہا کہ اس کو قصہ کی خبر ہو گئی۔ یہ سن کر ابوبکر کی آنکھیں بہہ پڑیں۔

اور جھکوا اس شدت کا لرزہ آیا کہ میری والدہ ام رومان نے گھر کے تمام کپڑے مجھ پر ڈال دیئے تمام شب روتے گزری ایک لمحہ کے لئے آنسو نہیں تھمتے تھے اس طرح صبح ہوئی۔ جب نزول وحی میں تاخیر ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی اور حضرت اسامہ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت اسامہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم اہلک ان اللہ کے رسول وہ آپ کے اہل ہیں جو آپ کی شایان شان اور منصب نبوت و رسالت کے مناسب ہیں۔ ان کی عصمت و عفت کا پوچھنا ہی کیا آپ کے حرم محترم کی طہارت و نزاہت تو انہیں من الشمس ہے اس میں رائے اور مشورہ کی کیا ضرورت ہے اور اگر حضور و ہمارا ہی خیال معلوم فرمانا ہے تو یہ عرض ہے وما نعلم الا خیراً جہاں تک ہم کو معلوم ہے آپ کے اہل اور ازواج مطہرات میں ہم نے کبھی سوائے خیر اور خوبی نیکی اور بھلائی کے کچھ دیکھا ہی نہیں۔

۱۔ شیخ بخاری کے الفاظ یہ ہیں۔ قالت یابنہ ہونی عليك فوالله لقلعات کانت امرأة قطع و حسنة عند رجل یحبها ولسا ضرائر الا اکثرن علیها۔ ضرائر جمع ضررة ان بنات کے لئے جو ان کے من کے ہیں۔ لیکن اصل لغت میں ضم ہے اس عورت و بنت ہیں۔ جو کسی کے شر و نقصان کے درپے ہو پونہ اس وقت کہ حضرت عائشہ کی سکنوں یعنی ازواج مطہرات میں سے کسی نے اشارت اور نایبہ تھی وہی صرف عائشہ ہی تھیں۔ صدیق کے متعلق نہیں کہا جیسا کہ فقہ ربیع میں آئے ہیں ان کے ہم کے شر سے یہ لینی ہے۔ یہ وہ تھیں جو ان کے شر کے درپے ہوں گویا کہ وہ عورتیں حسدی ہجرت و نزاعوں کے ہیں۔ والدہ بچانہ تو اس کے

۲۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب مجھ کو اس تہمت کا علم ہوا تو یہ بتی چاہا کہ میں نے اس میں کچھ نہیں دیکھا۔

الاصطوخارنی صحیح ۲۲۰ ج ۹

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رسول اللہ ﷺ کے رنج و غم اور حزن و ملال کے خیال سے یہ عرض کیا:

یا رسول اللہ لم یضیق اللہ
علیک والنساء سواہا کثیر
وان تسأل الجاریۃ تصدقک
یا رسول اللہ۔ اللہ نے آپ پر تنگی نہیں کی
عورتیں ان کے سوا بہت ہیں آپ اگر گھر
کی لونڈی سے دریافت فرمائیں تو وہ سچ سچ
بتا دے گی۔

یعنی آپ مجبور نہیں مفارقت آپ کے اختیار میں ہے لیکن پہلے گھر کی لونڈی سے تحقیق فرمائیں وہ آپ سے بالکل سچ سچ بتا دے گی (اس لئے کہ باندی اور خادمہ بہ نسبت مردوں کے خانگی حالات سے زیادہ باخبر ہوتی ہے۔)

بعض روایات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ عائشہ صدیقہ کو اس مشورہ کی بنا پر حضرت علی سے کچھ ملال تھا۔ سواگر بالقرض والتقدیر یہ ثابت بھی ہو جائے تو یہ ملال و شکوہ بھی کمال محبت اور کمال تعلق کی دلیل ہے شکوہ اور ملال اپنوں ہی سے ہوتا ہے نہ کہ غیروں سے نیز عائشہ صدیقہ اس وقت خردسال تھیں، صدمہ کا پہاڑ سر پر تھا۔ ایسے حال میں آدمی بے حال ہو جاتا ہے اور ایسے وقت میں ادنیٰ سی بات بھی باعث ملال ہوتی ہے۔ حضرت علی نے حضور پر نور کے اضطراب کو دیکھ کر حضور کی تسکین خاطر کے لئے یہ کلمات فرمائے ظاہر حضور کی جانب کو ترجیح دی اور باطنی اور ضمنی طور پر عائشہ صدیقہ کی براءت اور نزاہت کو اس طرح بتلایا کہ رسول اللہ آپ پریشان نہ ہوں عنقریب من جانب اللہ اس معاملہ کی حقیقت آپ پر منکشف ہو جائے گی اور فی الحال بریرہ سے پوچھ لیں۔ آپ نے بریرہ کو بلوایا مقسم کی روایت میں ہے کہ بریرہ کو بلا کر آپ نے یہ فرمایا:

۱۔ معاذ اللہ حضرت علی کو ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی براءت و نزاہت میں ذرہ برابر شک نہ تھا۔ یہ کلمات محض رسول اللہ ﷺ کی تسلی کے لئے فرمائے۔ مطلب یہ تھا کہ حزن و ملال کی شدت کی وجہ سے مفارقت میں عجلت نہ فرمائیں فی الحال تحقیق حال فرمائیں اور تحقیق حال سے پہلے کوئی خیال قائم نہ فرمائیں اور بریرہ باندی سے حال دریافت کرنے کا آپ کو اس لئے مشورہ دیا کہ ان کے متعلق حضرت علی کو جزم کامل اور یقین و اثق تھا کہ وہ مجھ سے زائد ام المؤمنین کی طہارت و نزاہت کو جانتی ہے۔ فتح الباری ص ۳۸۷ ج ۸

اتشہدین انی رسول اللہ
 قالت نعم قال فانی سائلک
 عن شیء فلا تکتمینہ قالت
 نعم قال هل رأیت من
 عائشة ماتکرہینہ قالت لا

کیا تو گواہی دیتی ہے کہ میں اللہ کا رسول
 ہوں، بریرہ نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا
 میں تجھ سے کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں
 چھپانا نہیں (ورنہ اللہ تعالیٰ جھکو بذریعہ وحی
 بتلاوے گا) بریرہ نے کہا ہاں چھپاؤنگی نہیں۔

آپ دریافت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے عائشہ سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھی
 ہے۔ بریرہ نے کہا نہیں۔

بخاری میں ہے کہ آپ نے بریرہ سے یہ فرمایا:

ای بریرة هل رأیت من شیء
 یریبک

اے بریرہ اگر تو نے ذرہ برابر بھی کوئی شیء ایسی
 دیکھی ہو جس سے جھکو شبہ اور تردد ہو تو بتلا۔

بریرہ نے کہا:

لا والذی بعثک بالحق ان
 رأیت علیہا امر اغمضہ
 علیہا سوی انہا جاریة
 حدیثہ السن تنام عن عجین
 اہلہا فتاتی الداجن فتاکلہ۔

قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ
 کو حق دے کر بھیجا میں نے عائشہ کی کوئی
 کی کوئی بات معیوب اور قابل گرفت کبھی
 نہیں دیکھی تھی (یہ کہ وہ ایک کسین لڑکی ہے
 آنا کھلا ہوا چھوڑ کر سو جاتی ہے بکری کا پتہ
 آکر اسے کھا جاتا ہے)

یعنی وہ تو اس قدر غافل اور بے خبر ہے، کہ اسے آٹے اور دال کی بھی خبر نہیں، وہ دنیا کی
 ان چالاکوں کو کیسے جان سکتی ہے۔ (ہذا ما قالہ ابن المنیر نور اللہ وجہہ یوم القیامۃ فی شرح
 ہذا الکلام)

رسول اللہ ﷺ بریرہ سے یہ جواب سن کر مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے
 ہو کر خطبہ دیا اول خدا کی حمد و ثناء کی اور بعد ازاں عبداللہ بن ابی کا ذکر کر کے یہ ارشاد فرمایا:

یا معشر المسلمین من یعذر
نی من زجل قد بلغنی اذاہ
فی اہل بیتی فواللہ ما علمت
علی اہلی الا خیرا ولقد
ذکروا رجلا ما علمت علیہ
الا خیرا۔

اے گروہِ مسلمین۔ کون ہے کہ جو میری اس
شخص کے مقابلہ میں مدد کرے جس نے
مجھکو میرے اہل بیت کے بارے میں ایذا
پہنچائی ہے۔ خدا کی قسم میں نے اپنے اہل
سے سوائے نیکی اور پاک دامنی کے کچھ نہیں
دیکھا اور علی ہذا جس شخص کا ان لوگوں نے

نام لیا ہے

اس سے بھی سوائے خیر اور بھلائی کے کچھ نہیں دیکھا۔

یہ سن کر سردار اوس سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول
اللہ میں آپ کی اعانت اور امداد کے لئے حاضر ہوں اگر یہ شخص ہمارے قبیلہ اوس کا ہو تو ہم
خود ہی اس کی گردن اڑادیں گے اور اگر برابر ان خزرج سے ہو اور آپ نے حکم دیا تو ہم تعمیل
حکم کریں گے۔

سعد بن عبادہ سردار خزرج کو یہ خیال ہوا کہ سعد بن معاذ ہم پر تعریض کر رہے ہیں کہ
اہل اہل قبیلہ خزرج سے ہیں اس لئے ان کو جوش آ گیا۔ (جیسا کہ ابن اسحاق کی روایت
میں اس کی تصریح ہے)

اور سعد بن معاذ کو مخاطب بنا کر کہا خدا کی قسم تم اس کو ہرگز قتل نہ کر سکو گے (یعنی ہمارے
قبیلہ کا ہو تو ہم خود اس کو قتل کرنے کی سعادت حاصل کریں گے)

سعد بن معاذ کے چچا زاد بھائی اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور سعد بن
عبادہ کو مخاطب بنا کر کہا تم غلط کہتے ہو رسول اللہ ﷺ جب ہم کو قتل کا حکم دیں گے تو ہم ضرور
قتل کریں گے اگرچہ وہ شخص قبیلہ خزرج کا ہو یا کسی قبیلہ کا ہو کوئی ہم کو روک نہیں سکتا۔ اور کیا
تو منافق ہے جو منافقین کی طرف سے مجادلہ اور جوابدہی کرتا ہے۔ اسی طرح گفتگو تیز ہو گئی
قریب تھا کہ دونوں قبیلے لڑ پڑیں۔ رسول اللہ ﷺ منبر سے اتر آئے اور لوگوں کو خاموش کیا
حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ یہ دن بھی تمام کا تمام روتے ہوئے گزرا ایک منٹ کے لئے آنسو
نہیں تھمتا تھا۔ رات بھی اسی طرح گزری میری اس حالت سے میرے ماں باپ کو یہ گمان
تھا کہ اب اس کا کلیجہ پھٹ جائے گا جب صبح ہوئی تو بالکل میرے قریب آ کر بیٹھ گئے اور میں

رورہی تھی، اتنے میں انصار کی ایک عورت آگئی اور وہ بھی میرے ساتھ رونے لگی اسی حالت میں تھے کہ دفعۃً رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور سلام کر کے میرے قریب بیٹھ گئے اور اس واقعہ کے بعد سے کبھی آپ میرے پاس آ کر نہیں بیٹھے تھے وحی کے انتظار میں ایک مہینہ گزر چکا تھا بیٹھ کر آپ نے اول خدا کی حمد و ثناء کی اور اس کے بعد یہ فرمایا:

اما بعد یا عائشة فانه بلغني
عنك كذا وكذا فان كنت
برئية فسبرك الله وان
كنت المممت بذنب
فاستغفري الله وتوبى اليه فان
العبد اذا اعترف بذنبه ثم تاب
الى الله تاب الله عليه۔

اے عائشہ مجھ کو تیری جانب سے ایسی ایسی
خبر پہنچی ہے اگر تو بری ہے تو عنقریب اللہ
تجھ کو ضرور ابروی کرے اور اگر تو نے کسی
گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو اللہ سے توبہ اور
استغفار کر اس لئے کہ بندہ جب اپنے گناہ
کا اقرار کرتا ہے اور اللہ کی طرف رجوع ہوتا
ہے تو اللہ اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔

عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب آپ نے اپنے اس کلام کو سنا تو فرمایا اسی وقت میرے
آنسو منقطع ہو گئے آنسو کا ایک قطرہ بھی آنکھوں میں باقی نہ رہا اور اپنے باپ سے کہا کہ رسول
اللہ ﷺ کو میری طرف سے جواب دو باپ نے کہا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب
دوں پھر میں نے یہی اپنی ماں سے کہا، ماں نے بھی یہی جواب دیا اس کے بعد میں نے
خود جواب دیا کہ اللہ خوب معلوم ہے کہ میں بالکل بری ہوں لیکن یہ بات تمہارے دلوں
میں اس درجہ راسخ ہو گئی ہے کہ اگر میں یہ کہوں کہ میں بری ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ
میں بری ہوں تو تم یقین نہ کرو گے اور اگر بالفرض میں اقرار کروں حالانکہ خدا خود جانتا ہے
کہ میں بری ہوں تو تم یقین کرو گے اور رو کر میں نے یہ کہا واللہ لا اتوب مساذ کروا
ابداء۔ خدا کی قسم میں اس چیز سے کبھی توبہ نہ کروں گی جو یہ لوگ میری طرف منسوب کرتے
ہیں بس میں وہی کہتی ہوں کہ جو وہ سب علیہ السلام کے باپ نے کہا تھا۔ فصبر
جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون۔ اور یہ توبہ لڑا ہستہ پر جائز لیٹتی ہے۔ اور

۱۔ یہ الفاظ صحیح ہیں۔ ۲۔ اس وقت حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ ۳۔ توبہ کا یہ نام ہے۔

اس وقت قلب کو یقین کامل اور جزم تام تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور مجھکو بری فرمائیں گے لیکن یہ وہم و گمان نہ تھا کہ میرے بارے میں اللہ تعالیٰ ایسی وحی نازل فرمائیں گے جس کی ہمیشہ تلاوت ہوتی رہے گی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ یہ گمان نہ تھا کہ قرآن کی آیتیں میرے بارے میں نازل ہوں گی کہ جو مسجدوں اور نمازوں میں پڑھی جائیں گی۔

ہاں یہ امید تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ خواب کے میری براءت بتلا دی جائے گی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اس تہمت سے بری کرے گا۔

نزول آیات براءت در بارہ طہارت و نزاہت مریم
 امت محمدیہ زوجہ طاہرہ خیر البریہ حبیبہ نبی اطہر ام المؤمنین
 عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن
 امہا وعن ابیہا وعن آمن براءتھا و نزاہتھا
 ولعن اللہ من شک فی عصمتھا و طہارتھا۔ آمین ثم آمین

رسول اللہ ﷺ ابھی اپنی جگہ سے اٹھے نہ تھے کہ دفعۃً وحی الہی کے آثار نمودار ہوئے باوجود شدید سردی کے پیشانی مبارک سے موتی کی طرح پسینہ کے قطرات ٹپکنے لگے۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے۔

فاما انا فوالله ما فزعت قد
 عرفت انی بريئة وان الله غير
 ظالمي واما ابواي فمাসرى
 عن رسول الله صلى الله عليه
 حضرت عائشہ فرماتی ہیں جس وقت آپ پر
 وحی کا نزول شروع ہوا، خدا کی قسم میں
 بالکل نہیں گھبرائی کیونکہ میں جانتی تھی کہ
 میں بالکل بری ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ پر ظلم

۱۔ راضی ہو اللہ تعالیٰ عائشہ صدیقہ سے اور ان کی ماں سے اور ان کے باپ سے اور ہر اس شخص سے جو ان کی براءت و نزاہت پر ایمان لایا اور لعنت ہو اللہ کی اس شخص پر کہ جو ان کی عصمت و طہارت میں کسی قسم کا شک اور تردد کرے آمین
 ۱۲ منہ عفا عنہ۔

وسلم حتی ظننت لتخرجن
انفسهما خوفا من ان یأتی
من اللہ تحقیق ما یقول الناس

نہیں فرمائیں گے لیکن میرے ماں باپ کا
خوف سے یہ حال تھا کہ مجھکو اندیشہ ہوا کہ
ان کی جان نہ نکل جائے ان کو یہ خوف تھا
کہ مبادا وحی اسی کے موافق نازل ہو جائے
جیسا کہ لوگ کہتے ہیں۔

ابو بکر کا یہ حال تھا کہ کبھی رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھتے اور کبھی میری طرف جب
رسول اللہ ﷺ کی طرف نظر کرتے تو یہ اندیشہ ہوتا کہ معلوم آسمان سے کیا حکم نازل ہوتا
ہے جو پھر قیامت تک نہیں ٹل سکے گا اور جب میری طرف دیکھتے تو میرے سکون اور
اطمینان کو دیکھ کر ان کو ایک گونہ امید ہوتی، سوائے عائشہ صدیقہ کے سارا گھر اسی خوف ورجا
اور امید و بیم میں تھا کہ وحی آسمانی کا نزول ختم ہو اور چہرہ انور پر مسرت و بشارت کے آثار
نمودار ہوئے مسکراتے ہوئے اور دست مبارک سے جبین متور کو پونچھتے ہوئے حضرت
عائشہ کی طرف متوجہ ہوئے پہلا کلمہ جو زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا۔

ابشری یا عائشة فقد انزل
اللہ براء تک لے

بشارت ہو تجھکو اے عائشہ تحقیق اللہ تعالیٰ
نے تیری براءت نازل کی۔

میری والد نے کہا اے عائشہ اٹھ اور رسول اللہ ﷺ کا شکر یہ ادا کر میں نے کہا خدا کی
قسم میں سوائے خدا تعالیٰ کے کہ جس نے میری براءت نازل کی کسی کا شکر نہ کروں گی۔
نکتہ: عائشہ صدیقہ کی اس صدمہ جانکاہ کی وجہ سے وہ کیفیت تھی جو مریم صدیقہ کی تھی
یَلَيَّتَنِي بَيْتٌ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نَسِيًا مِّنْ سَيِّئَاتِ اس ناامیدی کے عالم میں جب قرآن
کریم کی دس آیتیں (تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ) حضرت عائشہ کی کمال براءت اور طہارت کے
بیان میں نازل ہوئیں تو عائشہ صدیقہ پر ایسے سُکر اور بے خودی کی کیفیت طاری ہوئی کہ بیع
ماسوی اللہ سے نظر اٹھ گئی ورنہ یہ انعام یزدانی اور وحی آسمانی سب کچھ آنحضرت ﷺ کی
زوجیت کے وسیلہ اور طفیل سے تھی اور وسیلہ کا شکر یہ بھی واجب ہے۔ حضرت عائشہ کا اس
حالت سُکر میں شکر نبوی سے انکار ناز مجبوی کے مقام سے تھا۔ اور ناز کی حقیقت یہ ہے کہ دل

۱۔ یہ الفاظ صحیح بخاری ص ۷۰ پر مذکور ہیں اور بخاری کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں یا عائشة اما اللہ عزوجل

قد برء لک ۱۲

جس چیز سے لبریز ہو زبان سے اس کے خلاف اظہار ہو۔ ظاہر میں ترش روئی اور لا پرواہی ہو اور دل عشق اور محبت سے لبریز ہو۔ ظاہر میں ایک ناز تھا لیکن صد ہزار نیاز اس میں مستور تھے بعد ازاں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں یہ آیتیں نازل فرمائیں:

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا كَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ۝ لَوْلَا جَاءَ وَعَلَيْهِ بِأَرْبَعَةٍ شُهَدَاءَ فَاذْلَمُوا بِأُولَئِكَ فَاُولَئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِالسِّنِّتِمْ وَتَقُولُونَ بَأْفُوا هِكْمٌ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ۝ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهِ

تحقیق جن لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے وہ تم میں کی ایک جماعت ہے تم اس کو اپنے لئے شر نہ سمجھو بلکہ وہ فی الحقیقت تمہارے لئے خیر ہے ہر شخص کے لئے گناہ کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا اس نے کمایا ہے اور جو اس طوفان کے بڑے حصہ کا متولی بنا ہے اس کے لئے بڑا عذاب ہے اس بات کو سنتے ہی مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے متعلق نیک گمان کیوں نہ کیا اور یہ کیوں نہ کہا کہ یہ صریح بہتان ہے اور کیوں نہ لائے اس پر چار گواہ پس جبکہ یہ لوگ گواہ نہ لائے تو بس یہ لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو تم کو اس چیز میں کہ جس میں تم گفتگو کر رہے ہو سخت عذاب پہنچتا جبکہ تم اس کو اپنی زبانوں سے نقل کرتے ہو اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے ہو جس کی تم کو تحقیق نہیں اور تم اس کو آسان سمجھتے ہو اور اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے اور تم نے اس خبر کو سنتے ہی یہ کیوں

سُبْحٰنَكَ بِذَا بُهْتَانٍ عَظِيمٍ ۝
 يَعِظُكُمْ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْذُوا لِمِثْلِهِ
 اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيَبِيْنُ
 اللّٰهُ لَكُمْ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
 حٰكِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ
 تَشِيْعَ الْفٰحِيْشَةُ فِى الَّذِيْنَ
 اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى
 الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ
 وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَوْ لَا فَضْلُ
 اللّٰهِ عَلٰىكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَاَنَّ اللّٰهَ
 رءُوفٌ رَّحِيْمٌ ۝

(انور۔ ۱۱۔ ۲۰)

نہ کہا کہ ہمارے لئے ایسی بات کا زبان پر
 لانا ہی زیبا نہیں تم کو یہ کہہ دینا چاہیے تھا کہ
 سبحان اللہ۔ یہ تو بہتان عظیم ہے اللہ تعالیٰ
 تم کو نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ ایسی حرکت نہ
 کرو گے اگر تم ایمان والے ہو اور اللہ تعالیٰ
 تمہارے لئے اپنے احکام کو واضح طور پر
 بیان کرتا ہے اور اللہ علیم اور حکیم ہے تحقیق
 جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ بے
 حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو ان
 کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک
 عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور
 تم نہیں جانتے اور اللہ کا فضل اور رحمت
 نہ ہوتی تو نہ معلوم یہ مصیبت آتی۔

رسول اللہ ﷺ جب آیات براءت کی تلاوت سے فارغ ہوئے اور صدیق اکبر نے
 اپنی تخت جگر کے عصمت و عفت، طہارت و نزاہت پر اللہ عز و جل کی شہادت کو سن لیا تو
 اٹھے اور عفت مآب اور عصمت جناب بی بی کی مبارک پیشانی کو بوسہ دیا۔ بی بی نے کہا
 الاعدتنی اے باپ پہلے سے تم نے جھلو کیوں نہ معذورا اور بے قصور سمجھا۔
 صدیق اکبر نے (جس کے رگ و پے میں صدق اور راستی سرایت کر چکی تھی۔ صدق
 اور سچائی کے جبل عظیم اور کوہ گراں تھے بڑے سے بڑا حادثہ اور سخت سے سخت صدمہ ہاں
 برابر بھی ان کو جادہ صدق سے ہٹا نہیں سکتا تھا) اس وقت بی بی کو یہ جواب دیا کہ جو لوگوں کی
 الواح (تختیوں پر) کندہ کر لینے کے قابل ہے۔

اٰی سَمَآءٍ تُظِلُّنِيْ وَاٰی اَرْضٍ
 تَقِلُّنِيْ اِذَا قُلْتُ مَا لَمْ اَعْلَمُ۔

کون سا آسمان مجھ پر سایہ ڈالے اور کون سی
 زمین جھلو اٹھائے اور تجھے جبکہ میں اپنی
 زبان سے وہ بات کہوں جس کا مجھ کو علم نہ ہو۔

حافظ عسقلانی نے فتح الباری ص ۳۶۶ ج ۸ میں اس اثر کو بحوالہ طبیبی اور ابوہوانہ نقل کیا

ہے اور علامہ آلوسی فرماتے ہیں اخرجہ البرز اربسند صحیح عن عائشہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا (روح المعانی ص ۱۰۹ ج ۱۸ طبع جدید)۔

بعد ازاں رسول اللہ ﷺ صدیق اکبر کے مکان سے مسجد تشریف لائے اور مجمع عام میں خطبہ دیا اور عائشہ صدیقہ کی براءت میں نازل شدہ آیات کی سب کے سامنے تلاوت فرمائی۔ اس فتنہ کے بانی مہابی تو اصل میں منافقین تھے بجز اللہ مسلمانوں میں کوئی اس میں شریک نہ تھا صرف دو تین مسلمان اپنی سادہ لوحی اور بھولے پن کی وجہ سے منافقین کے دھوکہ میں آ گئے۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) مسطح ابن اثاثہ (۲) حسان بن ثابت، (۳) حمزہ بنت جحش۔ ان پر حد قذف جاری کی گئی اسی اسی درے مارے گئے اور اپنی غلطی سے تائب ہوئے عبد اللہ بن ابی کے متعلق مشہور قول یہ ہے کہ اس کو سزا نہیں دی گئی اس لئے کہ وہ منافق تھا اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر بھی حد جاری کی گئی واللہ تعالیٰ اعلم۔

سطح، صدیق اکبر کے خالہ زاد بھائی تھے۔ عسرت اور تنگدستی کی وجہ سے صدیق اکبر ان کو خرچ دیتے تھے۔ سطح نے اس قصہ میں شرکت کی اس لئے ابو بکر رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے قسم کھائی کہ میں اب سطح کو کبھی خرچ نہ دوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَلَا يَأْتِلْ أَوْلُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ
وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولَى الْقُرْبَى
وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا
أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ
غَفُورٌ رَحِيمٌ (النور- ۲۲)

جو لوگ تم میں سے فضیلت والے اور
وسعت والے ہیں ان کو چاہیے کہ یہ قسم نہ
کھائیں کہ اہل قرابت اور مساکین اور
مہاجرین کی اعانت نہ کریں گے ان کو
چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم
یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہارے قصور
معاف کرے اور اللہ بڑا بخشنے والا اور
مہربانی کرنے والا ہے۔

جب یہ آیت رسول اللہ ﷺ نے صدیق اکبر کو سنائی تو یہ کہنے لگے۔

بلی واللہ انی لاحب ان یغفر اللہ لی۔
کیوں نہیں۔ خدا کی قسم البتہ تحقیق میں اس کو بہت ہی زیادہ محبوب رکھتا ہوں کہ اللہ میری مغفرت فرمائے۔

اور مسطح کو بدستور خرچ دینا شروع کر دیا۔ اور قسم کھائی کہ واللہ مسطح کا خرچ کبھی بند نہ کروں گا مجھ طبرانی میں ہے، کہ جتنا پہلے دیتے تھے اس سے دُگنا دینے لگے۔

یہ تمام تفصیل صحیح بخاری اور فتح الباری سورۃ النور میں مذکور ہے۔ یہ حدیث صحیح بخاری کے متعدد ابواب میں مذکور ہے لیکن حافظ عسقلانی نے اس حدیث کی مفصل شرح کتاب التفسیر میں فرمائی ہے واقعہ افک کے ابتدا سے لے کر یہاں تک جس قدر واقعات لکھے گئے وہ سب کے سب صحیح بخاری اور فتح الباری سے لئے گئے ہیں۔

(نکتہ) اس آیت کریمہ یعنی وَلَا يَأْتِلُ أَوْلُوا الْفَضْلِ الْخ کے نازل کرنے سے صدیق اکبر کو تنبیہ مقصود تھی کہ مقام صدیقیت اور دائرۂ کمال سے قدم باہر نہ نکلے، غلطی اور خطا کی وجہ سے اگرچہ مسطح کا وظیفہ بند کر لینا جائز ہو مگر مقام صدیقیت کا مقتضی یہ ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے ابو بکر صدیق اس اشارہ کو سمجھ گئے اور گزشتہ کے اعتبار سے مسطح کا وظیفہ دُگنا کر دیا مسطح سے اگرچہ غلطی اور لغزش ہوئی کہ سنی سنائی باتوں پر اعتماد کر بیٹھے مگر چونکہ بدرین میں سے تھے جن کے متعلق حکم خداوندی یہ نازل ہو چکا ہے اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ عَفَرْتُ لَكُمْ۔ اس لئے حق تعالیٰ نے بحق بدریت مسطح کی شفاعت فرمائی کہ اے ابو بکر تم اہل فضل میں سے ہو اور مسطح اہل بدر میں سے ہے، لہذا تم اس کے وظیفہ میں کمی نہ کرنا اور مسطح سے جو غلطی ہوئی ہے۔ اس کو معاف کر دینا اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیوں کو معاف کرے گا۔

ف:- یہ آیت صدیق اکبر کی فضیلت کی صریح دلیل ہے اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ حق تعالیٰ ان کو اولوا الفضل یعنی صاحب فضل فرمائے۔

یہ آیت تو صدیق اکبر کے متعلق تھی اس کے بعد پھر چند آیتیں عائشہ صدیقہ کی براءت کے متعلق ہیں۔

تحقیق جو لوگ ایسی پاکدامن اور بھولی
بھالی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں کہ جن کو
اس قسم کی باتوں کی خبر بھی نہیں اور ایمان
والیاں ہیں ایسے تہمت لگانے والوں پر دنیا
اور آخرت کی لعنت ہے اور ان کے لئے بڑا
عذاب ہے جس دن ان کے خلاف ان کی
زبانیں اور ہاتھ اور پیر گواہی دیں گے کہ یہ
لوگ یہ کام کرتے تھے اس دن اللہ تعالیٰ
ان کو پوری سزا دے گا جو ان کو ملنی چاہئے اور
جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور عدل
اور حق کو ظاہر کرنے والا ہے خبیث عورتیں
خبیث مردوں کے سزاوار ہیں اور خبیث
مرد خبیث عورتوں کے لئے اور پاک اور
پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کیلئے

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ
الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لَعُنُوا فِي
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ
عَظِيمٌ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ
أَلْسِنُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ
بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ يَوْمَئِذٍ
يُوفِيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ
وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ
الْمُبِينُ الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ
وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ
وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ
لِلطَّيِّبَاتِ أُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ
مِمَّا يَقُولُونَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ
كَرِيمٌ ۝ (النور-۲۳-۲۶)

اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے یہ گروہ اس چیز سے بالکل بری اور پاک ہے کہ جو
لوگ ان کے بارہ میں کہہ رہے ہیں ان حضرات کے لئے من جانب اللہ مغفرت اور عمدہ
روزی ہے۔

فوائد

(۱)۔ ان آیات سے اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ کی فضیلت و منقبت ظاہر و باہر ہے اللہ تعالیٰ
نے ان کو بری کیا اور طیبہ فرمایا اور مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ فرمایا جس سے عائشہ صدیقہ کی
مغفرت کا قطعی اور یقینی ہونا معلوم ہوا۔ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میرا گمان یہ تھا کہ میری
برائت کے متعلق حضور پر نور کو کوئی خواب دکھلایا جائے گا۔ مگر یہ وہم و گمان نہ تھا کہ میری
برائت کے بارے میں قرآن کریم کی آیتیں نازل ہوں گی جن کی ہمیشہ تلاوت ہوتی رہے
گی۔ یعنی یہ وہم و گمان نہ تھا کہ قیامت تک میری برائت اور نزاہت کا مسجدوں اور محرابوں اور

منبروں اور خلوت خانوں میں اعلان ہوتا رہے گا۔ دس آیتیں براءت کے بارے میں نازل ہوئیں اور دس کا عدد۔ عدد کامل ہے۔ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ مطلب یہ ہے کہ مریم صدیقہ کی طرح عائشہ صدیقہ کی طہارت و نزاہت بے مثال ہے اور حد کمال کو پہنچی ہوئی ہے اور اس طہارت و نزاہت کا اعلان بھی حد کمال کو پہنچا ہوا ہے کہ جو قیامت تک جاری رہے گا۔ یہی وجہ سے کہ جب مسح کی والدہ نے مسح کو برا بھلا کہا تو عائشہ صدیقہ نے اُمّ المسطحین کو منع کیا کہ مسح کو برا نہ ہو کیونکہ مسح مہاجرین اولین میں سے ہے اور اہل بدر میں سے ہے۔

(۲)۔ وَلَا يَأْتِلْ أَوْلُوا النَّضْلُ مِنْكُمْ الٰہی آخر الآیۃ سے صدیق اکبر کی فضیلت صاف روشن ہے، خدا جس کو صاحب فضل فرمائے اس کے فضل و کمال میں کہاں شہابی مجاہد ہے۔

امام رازی قدس اللہ سرہ نے تفسیر کبیر میں چودہ طہریت سے صدیق اکبر کی فضیلت اس آیت سے ثابت کی ہے۔ حضرات اہل علم تفسیر کبیر کی مراجعت فرمائیں۔

(۳)۔ واقعه افک سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماں ورن اور ناریت تنوکی کا یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ یہ قصہ ایک ماہ سے زائد متدرج رہا۔ عمر بنی کی حمایت میں ایک حرف زبان سے نہیں نکلا، شدت رنج و غم میں صرف ایک مرتبہ بولے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے یہ نکلا۔

وَاللّٰهُ سَاقِلٌ لِّنَاہِدَا فِی
الْجَاهِلِیَّةِ فَكِیْفَ بَعْدَ مَا اَعْرَضْنَا
اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ
(رواہ الطبرانی من سنن مشرق الباری ص ۳۶۵ ج ۱۸)

خدا کی تم یہ بات کہہ رہے تھے میں زمانہ جاہلیت میں تمہیں نہیں لے گا۔ پس بعد اللہ تعالیٰ سے ہم کو اسلام سے نجات بخشی تو اس کے بعد یہ کیسے ممکن ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ قصہ من جانب اللہ ابتداء اور امتحان اور مقصد یہ تھا کہ مؤمنین و مخلصین کا ایمان و اخلاص اور منافقین کا نفاق واضح اور منكشف ہو جائے تو مؤمنین صادقین کے ایمان و استقامت میں اور منافقین کے نفاق اور شکاکت میں اضافہ اور زیادتی ہو۔ یہ امر واضح اور منكشف ہو جائے کہ ان شخص اللہ اور اس کے رسول اور اس کے اہل خانہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے اور لوں سو ظن (بدمانی) آپ کی ازواج مطہرات کے حق میں بدمانی حقیقت میں اللہ کے ساتھ بدمانی ہے کہ اس نے

اپنے حبیبِ اعظم اور خلیلِ اکرم۔ اشرف المخلوق اور برگزیدہ عالم کی زوجیت کے لئے معاذ اللہ ایک خبیثہ اور زانیہ کو مقدر فرمایا سبحانہ وتعالیٰ عن ذلک علوا کبیرا۔

اور تاکہ اللہ تعالیٰ، اپنے رسولِ محترم اور اپنے رسول کے پاک اور مطہر حرم کا مرتبہ لوگوں کے سامنے ظاہر فرمائے۔ اس لئے آپ کی زوجہ مطہرہ کی نزاہت و براءت آپ کی زبانی نہیں کرائی بلکہ خداوند قدوس خود ان کی براءت کا کفیل اور ذمہ دار ہوا۔ اور اپنے کلامِ معجز نظام میں ان کی براءت نازل فرمائی کہ جس کی قیامت تک محفلوں اور مجلسوں میں محرابوں اور مسجدوں میں خطبوں اور نمازوں میں تلاوت ہوتی رہے گی۔

خداوند قدوس کی بیچوں و چگلوں غیرت نے گوار نہ کیا کہ اس کے بھیجے ہوئے نبی طیب اور رسولِ اطہر کی ازواجِ طہیات و طاہرات کی شان میں کوئی منافق اور بد باطن کسی قسم کا ناپاک لفظ اپنی زبان سے نکالے اس لئے اس بارے میں تقریباً بیس آیتیں نازل فرما کر عائشہ صدیقہ اور ازواجِ مطہرات کی عصمت و عفت، طہارت و نزاہت پر قیامت تک کے لئے مہر لگادی اور ازواجِ مطہرات کی عصمت و نزاہت میں شک کرنے والوں پر اس درجہ زجر اور توبیح فرمائی کہ جو بے پرستیوں پر بھی نہیں فرمائی اس لئے علماء ربانیین نے تصریح کی ہے کہ جو شخص ازواجِ مطہرات کے بارے میں کوئی حرفِ زبان سے نکالے وہ شخص منافق ہے۔

اور نزولِ وحی میں جو ایک ماہ کی تاخیر ہوئی اس میں حکمت یہ تھی کہ عائشہ صدیقہ کے مقامِ عبودیت کی تکمیل ہو جائے کہ جب مظلومانہ گریہ و زاری اور عاجزانہ بے تابی و اضطرابی اور بارگاہِ ذوالجلال میں فقیرانہ تذللِ تمسکین اور مضطربانہ تضرع اور ابہتالِ حدِ کمال کو پہنچ جائے اور سوائے خدا کے کسی سے کوئی اُمید باقی نہ رہے اور خدا اور اس کے رسول کے ساتھ حسنِ ظن رکھنے والوں کے قلوبِ وحی الہی کے انتظار میں ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگیں اس وقت حق تعالیٰ شانہ بارانِ وحی سے مجہین و مخلصین کے مردہ دلوں کو حیاتِ بخشے، اور صدیقہ بنتِ صدیق کو براءت و نزاہت کے بیش بہا خلعت سے سرفراز فرمائے۔

حافظ عسقلانی نے حدیثِ افک کے فوائد و لطائف اور ان مسائل و احکام کو فتح الباری میں بسط و شرح سے لکھا ہے جو اس حدیث سے مستنبط ہوتے ہیں اس مقام پر اب گنجائش نہیں

اس لئے حضرات اہل علم فتح الباری ص ۳۶۷ ج ۸ تا ص ۳۷۱ ج ۸ کی مراجعت کریں۔
(۴)۔ ان آیات اور روایات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ علم غیب سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو نہیں
اس لئے کہ آں حضرت ﷺ ایک ماہ کامل تردد میں رہے لیکن بدون حق تعالیٰ کے بتلائے
حقیقت حال نہ کھلی۔

(۵)۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جوش اور غصہ کے وقت حق کے مقابلہ میں قوم اور
قبیلہ کی حمایت اور طرف داری جائز نہیں جیسا کہ سعد بن معاذ نے سعد بن عبادہ سے فرمایا کہ
تو منافق ہے جو منافقوں کی طرف داری کرتا ہے۔

أم المؤمنین عائشہ صدیقہ اور دیگر ازواجِ مطہرات پر تہمت لگانے والوں کا حکم

قرآن مجید کی ان آیات کے نازل ہو جانے کے بعد جو شخص ام المؤمنین عائشہ
صدیقہ بنت صدیق زوجہ مطہرہ سید الانبیاء (ﷺ) مہر آة من السماء لہر تہمت لگانے
وہ باجماع امت کافر و مرتد ہے اس لئے کہ وہ قرآن کریم کا صریح مکتذب اور منکر ہے جس
طرح مریم صدیقہ بنت عمران کی عصمت و عفت میں شک کرنا کفر ہے، اسی طرح عائشہ
صدیقہ بنت ام رومان کی طہارت و نزاہت میں بھی شک کرنا بلاشبہ کفر ہے اور جس طرح
یہود بے یہود مریم صدیقہ پر بہتان باندھنے کی وجہ سے ملعون اور مغضوب بنے اسی طرح
روافض عائشہ صدیقہ بنت صدیق پر تہمت لگانے کی وجہ سے ملعون و مغضوب بنے۔ مریم
صدیقہ پر تہمت لگانے والے لمتہ عیسویہ کے یہود تھے اور عائشہ صدیقہ پر تہمت لگانے
والے امت محمدیہ کے یہود ہیں۔

بعض ائمہ اہل بیت کے سامنے کسی رافضی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ پر طعن کیا تو
نورا اپنے غلام کہ اس کی گردن مارنے کا حکم دیا اور یہ فرمایا:

۱۔ حضرت مسروق کی یہ عادت تھی کہ جب حضرت عائشہ سے کوئی روایت بیان کرتے تو یہ کہتے کہ صدیقہ بنت صدیق
حبیبہ رسول اللہ ﷺ۔ مسترأة من السماء نے مجھ سے اس طرح بیان کیا ۱۲

جس شخص نے جب عائشہ صدیقہ پر تہمت لگائی تو اس شخص نے درحقیقت رسول اللہ ﷺ پر طعن کیا اس لئے کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ حیثیاتِ حبشین کیلئے ہیں الیٰ آخرہ پس معاذ اللہ اگر عائشہ صدیقہ خبیثہ تھیں تو معاذ اللہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ معاذ اللہ معاذ اللہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا بھی خبیث ہونا لازم آئے گا اور جو خبیث رسول اللہ کو خبیث کہے وہ بلاشبہ کافر ہے اور قابل گردن زدنی ہے۔ اس ارشاد کے بعد اس رافضی کی گردن ماری گئی اور میں اس وقت حاضر تھا جبکہ اس رافضی کی گردن ماری گئی۔

ہذا رجل طعن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ أُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ فَإِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ خَبِيثَةً فَالِنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبِيثٌ فَهُوَ كَافِرٌ فَاضْرِبُوا عُنُقَهُ فَاضْرِبُوا عُنُقَهُ وَانَا حَاضِرٌ رَوَاهُ اللَّالِكَايُ

اسی طرح حسن بن زید کے سامنے عراق کے ایک شخص نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی شان میں بیہودہ کلمہ کہا۔ اسی وقت حضرت حسن زید اٹھے اور ایک ڈنڈا اس کے سر پر اس زور سے مارا کہ اس کا بھیجا نکل گیا اور ختم ہوا۔ (کذا فی الصارم المسلمول علی شاتم الرسول للحافظ ابن تیمیہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ)

اور اسی طرح دوسری ازواجِ مطہرات کے بارے میں بدگمانی کرنے والا بھی کافر اور واجب القتل ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے سابق خطبہ سے واضح ہے کہ آپ نے برسرِ منبر یہ ارشاد فرمایا:

اے گروہِ مسلمین کون ہے کہ جو میری اس شخص کے مقابلہ میں مدد کرے کہ جس نے مجھ کو میرے اہل خانہ کے بارے میں ایذا پہنچائی ہے۔

ياسعشر المسلمين من يعذرني من رجل قد بلغني اذاه في اهل بيتي

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص آپ کے اہل خانہ میں سے کسی کے حق میں خواہ وہ عائشہ ہوں یا دوسری زوجہ مطہرہ۔ اس قسم کا کوئی ناپاک لفظ زبان سے نکالے وہ آپ کے لئے باعث ایذاء اور تکلیف دہ ہے اور جو شخص اللہ کے رسول کو ایذاء پہنچائے وہ شخص بلاشبہ ورثہ کا فر ہے۔

کَمَا قَالَ تَعَالَى إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا۔ اہل قولہ تعالیٰ مَلْعُونِينَ اَيْنَمَا تُقِفُوا اِخْذُوا وَقْتِلُوا تَقْتِيلًا۔ الایۃ۔ تفصیل کے لئے الصارم المسلمول ص ۳۱ تا ص ۵۰ کی مراجعت کی جائے۔

چنانچہ آپ کے یہ فرماتے ہی کہ کون ہے جو میری اس شخص کے مقابلہ میں مدد کرے جس نے مجھ کو اور میرے اہل بیت اور اہل خانہ کے بارے میں ایذاء پہنچائی ہے۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے یا رسول اللہ ہم اس کے قتل کے لئے دل و جان سے حاضر ہیں۔

اسی وجہ سے حضرات اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص عام مسلمانوں کی بیبیوں پر تہمت لگائے وہ فاسق و فاجر ہے اور جو خبیث اپنی خباثت سے رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات پر تہمت لگائے وہ بلاشبہ مرتد اور کافر ہے۔

نیز حق جل شانہ نے پیغمبر علیہ السلام کی بیبیوں کو قرآن کریم میں امہات المؤمنین (تمام مسلمانوں کی مائیں) فرمایا ہے۔ قال تعالیٰ

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ۔
 نبی۔ اہل ایمان کے ساتھ ان کی جان سے زیادہ قریب ہے اور نبی کی بیبیاں اہل ایمان کی مائیں ہیں۔

معاذ اللہ کیا خداوند قدوس کسی زانیہ اور فاجرہ کو اس عظیم الشان لقب سے اپنے کا مقدمہ میں سرفراز فرما سکتا ہے حاشا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتا ہے۔

مَا بَغَتْ امْرَأَةٌ نَبِيًّا قَطُّ
 کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا
 (تفسیر ابن کثیر)

نیز جو پیغمبر اللہ کی جانب سے اس لئے مبعوث ہوا ہو کہ ظاہری اور باطنی فواحش (بیبیائیوں) کا استیصال کرے چنانچہ اس پیغمبر نے دنیا میں آکر چند ہی روز میں ایک پوری

اقلیم اور ملک کی بے غیرتی اور بے حیائی کو حیا اور غیرت سے اور ان کی بدکاری کو عفت و عصمت سے بدل دیا۔ کیا ایسے پاک اور برگزیدہ طاہر و مطہر رسول کے متعلق یہ واہمہ ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ اس کا گھرانہ ابھی اس سے پاک نہیں ہوا۔ سبحانک ہذا بہتانِ عظیم۔ واللہ ہذا الک مبین۔

نیز حق جل شانہ نے جس کو نبوت و رسالت، محبت و خلعت کے عظیم الشان منصب پر فائز فرمایا اور اس کو اپنا مصطفیٰ اور مجتبیٰ۔ مقدس اور مرتضیٰ پسندیدہ اور برگزیدہ بندہ بنایا عصمت و نزاہت تقدس اور ملکیت جبرئیل و میکائیل کو اس کا ثانی اور وزیر بنایا۔ اس کی شان تقدیس و تنزیہ کے خلاف ہے کہ وہ اکرم المخلوق اور اشرف کائنات کی زوجیت اور مصاحبت کے لئے کسی خبیثہ اور زانیہ کو مقرر فرمائے اسی وجہ سے ارشاد فرمایا:

وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ۗ

تم نے سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمارے لئے جائز ہی نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں تم کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ سبحان اللہ یہ بہتانِ عظیم ہے۔

اس مقام پر کلمہ سُبْحَانَكَ لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ اس سے پاک اور منزہ ہے کہ اس کے پاک اور برگزیدہ رسول کی بیوی فاجرہ ہو۔ اس لئے تم پر محض سنتے ہی سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ کہہ دینا فرض اور لازم تھا۔ جیسا کہ سعد بن معاذ اور ابو ایوب انصاری اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم نے جب یہ خبر سنی تو فوراً ان کی زبان سے یہی کلمہ نکلا سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ۗ

اور فتح الباری میں ابو ایوب انصاری اور سعد بن معاذ کے علاوہ۔ زید بن حارثہ کے بجائے اسامہ رضی اللہ عنہ کا نام مذکور ہے خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ پیغمبر کی بیوی کی شان میں جو ایسی نازیبا بات کہے اس کی طرف التفات ہی جائز نہیں کسی کی بیوی کو فاجرہ اور بدکار کہنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کا شوہر دیوث ہے جو لوگ عائشہ صدیقہ کو متہم سمجھتے ہیں تو وہ سمجھ لیں کہ درپردہ رسول مطہر کو کیا کہہ رہے ہیں جس کے تصور سے بھی دل کانپتا ہے۔

نزول تیمم

بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی غزوہ میں واپسی کے وقت پھر حضرت عائشہ کا ہارگم ہو گیا اور اس کی تلاش میں قافلہ رکا، صبح کا وقت آ گیا اور پانی نہ تھا اس وقت آیت تیمم نازل ہوئی اور صحابہ نے تیمم کر کے صبح کی نماز ادا کی اور تمام صحابہ بے حد خوش ہوئے اسید بن حضیر نے جوش مسرت میں یہ کہا ماہی باول برکتکم یا آل ابی بکر یعنی اے آل ابی بکر یہ تیمم کا حکم نازل ہونا تمہاری پہلی برکت نہیں بلکہ تمہاری برکت سے اور بھی بہت سی سہولت اور آسانیوں کے حکم نازل ہو چکے ہیں۔

اور دیگر علماء محققین کا قول یہ ہے کہ آیت تیمم کا نزول غزوہ بنی المصطلق میں نہیں بلکہ اس غزوہ کے بعد کوئی دوسرا سفر پیش آیا اس میں آیت تیمم کا نزول ہوا ہے جیسا کہ مجمع طبرانی میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میرا ہارگم ہو گیا جس پر اہل افک نے کہا جو کچھ کہا۔ اس کے بعد پھر دوسرے سفر میں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئی اور میرا ہارگم ہوا اور اس کی تلاش میں رُکنا پڑا تو ابو بکر صدیق نے عائشہ صدیقہ سے کہا اے بیٹی تو ہر سفر میں لوگوں کے لئے مشقت اور بلا بن جاتی ہے اسی وقت اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کر کے نماز ادا کرو تیمم کی رخصت اور سہولت نازل ہونے سے ابو بکر صدیق کو خاص مسرت ہوئی اور عائشہ صدیقہ سے مخاطب ہو کر تین بار یہ کہا انک لمبارکۃ انک لمبارکۃ انک لمبارکۃ اے بیٹی تحقیق تو بلاشبہ بڑی مبارک ہے۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ آیت تیمم کا نزول غزوہ بنی المصطلق میں نہیں ہوا بلکہ اس کے بعد کسی دوسرے غزوہ اور سفر میں دوبارہ ایسی جگہ ہارگم ہوا کہ جہاں پانی نہ تھا اور نماز صبح کا وقت آ گیا تھا اس وقت یہ آیت تیمم نازل ہوئی۔

غزوہ خندق و احزاب

شوال ۵ھ

اس غزوہ کے وقوع میں اختلاف ہے موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ یہ غزوہ شوال ۵ھ

میں ہوا۔ امام بخاری نے اسی کو اختیار فرمایا ہے محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ شوال ۵ھ میں ہوا۔ تمام ائمہ مغازی اور علماء سیر کا اسی پر اتفاق ہے حافظ ذہبی اور حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ یہی قول صحیح ہے اور قابل اعتماد ہے۔ ابن سعد اور واقدی کہتے ہیں کہ ذی قعدہ ۵ھ میں ہوا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے موسیٰ بن عقبہ کی تائید عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول سے فرمائی کہ میں احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش ہوا۔ اس وقت میں چودہ سال کا تھا، رسول اللہ ﷺ نے میرا غزوہ احد میں شریک ہونا منظور نہیں فرمایا۔ خندق کے دن پیش ہوا۔ اس وقت میں پندرہ سال کا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی (بخاری شریف)

جس سے صاف ظاہر ہے کہ غزوہ احد اور غزوہ خندق میں صرف ایک سال کا وقفہ ہے۔ اور یہ مسلم ہے کہ غزوہ احد ۳ھ میں ہوا لہذا غزوہ خندق کا ۴ھ میں ثابت ہوا۔ جمہور ائمہ مغازی کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا۔ اس لئے امام بیہقی فرماتے ہیں کہ عجب نہیں کہ عبداللہ بن عمر غزوہ احد کے وقت پورے چودہ سال کے نہوں بلکہ چودھویں سال کا آغاز ہو اور غزوہ خندق کے وقت پورے پندرہ سال کے ہوں اس اعتبار سے غزوہ احد اور غزوہ خندق میں دو سال کا وقفہ ہو سکتا ہے۔

نیز غزوہ احد نے واپسی کے وقت ابوسفیان نے یہ کہا تھا کہ سال آئندہ بدر پر ہمارا تمھارا مقابلہ ہوگا۔ یہ وعدہ کر کے مکہ واپس ہوا جب سال آئندہ ایفائے وعدے کا وقت آیا تو ابو سفیان یہ کہہ کر راستہ سے واپس ہوا کہ یہ زمانہ قحط سالی کا ہے جنگ کے لئے مناسب نہیں۔ اس کے ایک سال بعد دس ہزار آدمیوں کی جمعیت لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوا جس کو غزوہ احزاب اور غزوہ خندق کہتے ہیں۔

جس سے معلوم ہوا کہ غزوہ احد اور غزوہ احزاب میں دو سال کا وقفہ ہے۔ جو جمہور علماء سیر کے قول کا مؤید ہے، (فتح الباری باب غزوہ الخندق)۔

اس غزوہ کا باعث اور سبب یہ ہوا کہ بنو نضیر کی جلاوطنی کے بعد حی ابن اخطب نے مکہ گیا اور قریش کو رسول اللہ ﷺ سے مقابلہ اور جنگ پر آمادہ کیا اور کنانہ بن ربیع نے جا کر بنی غطفان کو آپ کے مقابلہ کے لئے تیار کیا اور ان کو یہ طمع دی کہ خیبر کے نخلستانوں میں جس قدر کھجوریں آئیں گی ہر سال اس کا نصف حصہ ہم تم کو دیا کریں گے یہ سن کر عیینہ بن حصن فزاری تیار ہو گیا قریش پہلے ہی سے تیار تھے۔

اس طرح ابوسفیان دس ہزار آدمیوں کی جمعیت لے کر مسلمانوں کے استیصال اور فنی کر ڈالنے کے ارادہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ (فتح الباری ص ۳۰۱ ج ۷ باب غزوۃ الخندق)۔

رسول اللہ ﷺ کو جب ان کی روانگی کی خبر پہنچی تو صحابہ سے مشورہ فرمایا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا کہ خندقوں میں محفوظ رہ کر ان کا مقابلہ کیا جائے کھلے میدان میں مقابلہ مناسب نہیں سب نے اس رائے کو پسند کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے خود اس کے حدود قائم فرمائے اور خط کھینچ کر دس دس آدمیوں پر دس دس گرز زمین تقسیم فرمائی۔

خندقیں اس قدر گہری کھودی گئیں کہ تری نکل آئی۔ ابن سعد فرماتے ہیں کہ چھ دن میں خندقیں کھودنے سے فارغ ہوئے۔ (طبقات ابن سعد ص ۲۸ ج ۲) موی بن عقبہ فرماتے ہیں کہ بیس دن میں فارغ ہوئے۔ علامہ سمہودی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے کہ خندقیں کھودنے سے چھ دن میں فارغ ہوئے۔ بیس دن اصل میں مدۃ حصار کی ہے۔ تفصیل کیلئے زرقانی ص ۱۱۰ ج ۲ کی مراجعت کی جائے۔

صحابہ کرام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ خود بھی خندق کھودنے میں مسرف ہوئے اور اول خود دست مبارک سے کدال زمین پر ماری اور یہ کلمات زبان مبارک پر تھے۔

۱۔ ایک روایت میں ہے کہ حی بن اخطب اور ابن ابی اثیق اور کنانہ بن ربیع اور ربیعہ بن قیس اور ہمارہ والی یہ وفد لے کر مکہ گئے اور قریش و ان پر آمادہ کیا کہ تم راہ لاندہ بنو نضیر پر چڑھائی کرو ہم تمہاری پوری امداد کریں گے یہاں تک کہ آپ کا حق ہو جائے۔ بعد ازاں غطفان میں پہنچے اور ان کو بھی اسی بات پر آمادہ کیا۔ بنی مطلق قریش اور غطفان کے دس ہزار آدمیوں کی جمعیت ابوسفیان کی سرکردگی میں مدینہ کی طرف روانہ ہوئی۔ بیس دن ۱۱۵ ج ۲ ج ۲ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۷۵ ج ۲ فتح الباری ج ۷ ص ۳۰۵ ج ۲ تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۵

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِهِ بَدِئْنَا وَلَوْ عَبَدْنَا غَيْرَهُ شَقِينَا

بسم اللہ اور اللہ کے نام سے شروع کرتے ہیں مبادا اگر اُس کے سوا کسی اور کی عبادت کریں تو بڑے ہی بد نصیب ہیں۔

حَبِّذَارِبًا وَحَبِّذًا دِينًا

وہ کیا ہی لہتھار ب ہے اور اس کا دین کیا ہی لہتھار دین ہے۔ (روض الانف ص ۱۸۹ ج ۳ فتح الباری ص ۷۲ ج ۸)

جاڑوں کا موسم تھا سرد ہوا میں چل رہی تھیں کئی کئی دن کا فاقہ تھا مگر حضرات مہاجرین اور انصار نہایت ذوق کے ساتھ خندق کھودنے میں مشغول تھے مٹی اٹھا اٹھا کر لاتے اور یہ پڑھتے جاتے:-

نَحْنُ الذِّينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا اَبَدًا

ہم ہی ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ بیعت کی ہے اور آپ کے واسطے سے اپنی جانوں کو خدا کے ہاتھ فروخت کر چکے ہیں جب تک جان میں جان ہے کافروں سے جہاد کرتے رہیں گے۔

رسول اللہ ﷺ جواب میں یہ ارشاد فرماتے:

اللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ الْاٰخِرَةَ فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرِ

اے اللہ بے شک زندگی تو حقیقت میں آخرت کی زندگی ہے پس انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔ اور کبھی یہ فرماتے:

اللّٰهُمَّ اِنَّهٗ لَآخِرُ الْاٰخِرِ الْاٰخِرَةِ فَبَارِكْ فِى الْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرِ

اے اللہ بے شک حقیقی خیر اور بھلائی آخرت ہی کی خیر اور بھلائی ہے پس برکت دے انصار اور مہاجرین میں۔

براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ خندق کے دن رسول اللہ ﷺ خود بہ نفس نفیس مٹی ڈھو ڈھو کر لار ہے تھے۔ یہاں تک کہ شکم مبارک گرد آلود ہو گیا۔ اور یہ کہتے جاتے تھے

وَاللّٰهُ لَوْ لَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

خدا کی قسم اگر اللہ کی توفیق نہ ہوتی تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔

فَأَنْزَلْنَا سَكِينَةً عَلَيْنَا . وَثَبَّتَ الْأَقْدَامَ إِنْ لَأَقِينَا

اے اللہ ہم پر سکون اور اطمینان نازل فرما اور لڑائی کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ۔

إِنِ الْاَلْسِي قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا . إِذَا ارَادُوا افْتِنَةَ اَبِينَا

ان لوگوں نے ہم پر بڑا ظلم کیا یہ جب کبھی ہم کو کسی فتنہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں تو ہم کبھی اس کو قبول نہیں کرتے اور اَبِينَا اَبِينَا آواز بلند بار بار فرماتے۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ کھودتے کھودتے ایک سخت چٹان آگئی ہم نے آپ سے عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا ٹھہرو میں خود اترتا ہوں اور بھوک کی وجہ سے شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم نے بھی تین دن سے کوئی چیز نہیں چکھی تھی۔ آپ نے کدال دست مبارک میں پکڑی اور اس چٹان پر ماری تو چٹان دفعۃً ایک تو دُرِیگ تھی۔

یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے مسند احمد اور نسائی میں اس قدر اور اضافہ ہے کہ آپ نے جب پہلی بار بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو وہ چٹان ایک تہائی ٹوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر جھلکو ملک شام کی کنجیاں عطا کی گئیں۔ خدا کی قسم شام کے سرخ محلوں کو اس وقت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں پھر آپ نے دوسری بار کدال ماری تو دوسرا تہائی ٹوٹا اور گرا آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر فارس کی کنجیاں جھلکو عطا ہوئیں خدا کی قسم مدائن کے قسم انیس کو اس وقت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں تیسری بار آپ نے بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو بقیہ چٹان بھی ٹوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر یمن کی کنجیاں جھلکو عطا ہوئیں خدا کی قسم صنعاء کے دروازوں کو میں اپنی آنکھوں سے اس جگہ کھڑا دیکھ رہا ہوں۔

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ سند اس روایت کی حسن ہے اور ایک روایت میں ہے کہ پہلی بار کدال مارنے سے ایک بجلی چمکی جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔ آپ نے اللہ اکبر کہا اور صحابہ کرام نے بھی تکبیر کہی اور یہ ارشاد فرمایا کہ جبرئیل امین نے جھلکو خبر دی ہے۔ آپ اُمت ان شہروں کو فتح کرے گی۔

فائدہ جلیلہ

خندق کھودنا یہ طریقہ عرب کا نہ تھا بلکہ فارس کا طریقہ تھا شاہان فارس میں سے سب سے پہلے منوشہر بن ابیرج بن افریدون نے خندقیں کھود کر جنگ کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے اس طریق کو اختیار فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں کفار کے طریقہ جنگ کو اختیار کرنا درست ہے اور علیٰ ہذا کفار کے ایجاد کردہ آلات حرب کا استعمال بھی درست ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ طائف میں منجیق کا استعمال فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محاصرہ تھبث میں ابو موسیٰ اشعریؓ کو منجیق قائم کرنے کا حکم دیا۔ اور عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اسکندریہ کا محاصرہ کیا تو منجیق کا استعمال کیا۔ اور علیٰ ہذا ہر آلود تیر اور تلواروں کا استعمال بھی درست ہے لیکن تدخین کا استعمال صرف اس وقت جائز ہے کہ جب دشمنوں کے زیر کرنے کی کوئی اور صورت باقی نہ رہے بلا شدید ضرورت اور مجبوری کے تدخین کا استعمال جائز نہیں۔

اس مسئلہ کی تفصیل اگر درکار ہے تو شرح السیر الکبیر جلد ثالث (باب قطع الماء عن اہل الحرب و تحریق حصونہم و نصب المجانیق علیہا) کی مراجعت کریں۔

وقال تعالیٰ وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ ۝

اور مہیا کرو کافروں کے مقابلہ کیلئے جو قوت بھی مہیا کر سکتے ہو اور گھوڑے بھی پا لو تاکہ تم اس قوت و شوکت سے اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو مرعوب کر سکو۔

معلوم ہوا کہ ان تمام چیزوں کا سیکھنا ضروری ہے کہ جس سے اللہ کے دشمن مرعوب اور اللہ کے دین کی عزت اور شوکت قائم ہو۔

ضروری تنبیہ:- کتاب سنت اور شریعت، کسی صنعتی اور حرفتی ترقی کو منع نہیں کرتی بلکہ ہر اس صنعت اور حرفت کو جس سے ملک کو ترقی ہو فرض علی الکفایۃ قرار دیتی ہے جیسا کہ تمام فقہاء کرام کا اجماع ہے البتہ شریعت اسلامیہ یورپ کی بے حیائی اور بے شرمی اور شہوانی اور

یعنی دھواں پھیلا دینا جس سے لوگ مر جائیں جیسے آجکل زہریلا گیس نکالا ہے۔

نفسانی تہذیب کی شدید مخالف ہے اس لئے کہ شہوانی اور نفسانی امور آزادی اخلاق اور معاشرہ کو تباہ اور برباد کرتے ہیں جو ملکی تنزلی کا باعث ہے۔

مسلمان خندقیں کھود کے فارغ ہوئے کہ قریش دس ہزار آدمیوں کا لشکر جرار لے کر

مدینہ پہنچے۔

اور احد کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ رسول اللہ ﷺ تین ہزار مسلمانوں کی جمعیت اپنے ہمراہ لے کر مقابلہ کے لئے کوہِ سلع کے قریب جا کر ٹھہرے خندقیں مابین فریقین کے حائل تھیں۔ عورتوں اور بچوں کو ایک قلعہ میں محفوظ ہو جانے کا حکم دیا۔

یہود بنی قریظہ اس وقت تک الگ تھے۔ لیکن حمی بن اخطب سردار بنو نضیر نے ان کو اپنے ساتھ ملا لینے کی پوری کوشش کی یہاں تک کہ خود کعب بن اسد سردار بنی قریظہ کے پاس گیا جو پہلے سے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ کر چکا تھا۔ کعب نے حمی کو آتے دیکھ کر قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ حمی نے آواز دی کہ دروازہ کھولو۔ کعب نے کہا:

ويحك يا حبي انك امرء
مشتوم وانى قد عاهدت
محمد افلست بنا قضي
ما بيني وبينه فاني لم ار منه
الا صدقا ووفاء ا۔
افسوس ہے حمی! بلاشبہ تو منحوس آدمی ہے
محمد (ﷺ) سے معاہدہ کر چکا ہوں
میں اب اس عہد کو نہ توڑوں گا کیونکہ میں
محمد (ﷺ) نے سوائے سچائی اور
ایمانے عہد کے کچھ نہیں دیکھا۔

حمی نے کہا کہ میں تمہارے لئے دائمی عزت کا سامان لایا ہوں قریش اور غطفان کی فوجوں کو لا کر میں نے یہاں اتارا ہے ہم سب نے یہ عہد کیا ہے کہ جب تک محمد اور ان کے ساتھیوں کا استیصال اور قلعہ قمع نہ کر دیں گے اس وقت تک یہاں سے ہرگز نہ نکلیں گے۔

کعب نے کہا۔ خدا کی قسم تو ہمیشہ کی ذلت اور رسوائی کے گرا آیا ہے میں تم (ﷺ) سے کبھی عہد نہ توڑوں گا، میں نے ان سے سوائے سچائی اور ایمانے عہد کے کچھ نہیں دیکھا، حمی برابر اصرار کرتا رہا یہاں تک اس کو عہد شکنی پر آمادہ نہ لایا۔

رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر ہوئی تو سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کو تحقیق حال کے لئے روانہ فرمایا اور یہ حکم دیا کہ اگر یہ خبر سچ نکلے تو وہاں سے

واپس آکر اس خبر کو ایسے مبہم الفاظ میں بیان کرنا کہ لوگ سمجھ نہ سکیں اور اگر غلط ہو تو پھر علی الاعلان بیان کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

یہ لوگ کعب بن اسد کے پاس گئے اور اس کو معاہدہ یاد دلایا کعب نے کہا کیسا معاہدہ اور کون محمد (ﷺ) میرا ان سے کوئی معاہدہ نہیں جب واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ سے یہ عرض کیا۔ ”عضل وقارہ“ یعنی جس طرح قبیلہ عضل اور قارہ نے اصحاب رجب یعنی خبیب رضی اللہ عنہ کے ساتھ غدیر کیا، اسی طرح انھوں نے بھی غدیری کی۔ (سیرۃ ابن ہشام ص ۱۴۰ ج ۲، زرقانی ص ۱۱۱ ج ۱۲)

رسول اللہ ﷺ کو ان کی غدیری اور بد عہدی سے صدمہ ہوا۔ کافروں نے ہر طرف سے مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا۔ باہر کے دشمنوں کا ٹڈی دل سامنے پڑا و ڈالے ہوئے تھا۔ اندرونی دشمن یعنی قریظہ بھی ان کے ساتھ مل گئے، ہر شخص مسلمانوں کے خون کا پیاسا تھا۔ الغرض مسلمانوں کے لئے عجب پریشانی کا وقت تھا۔ جاڑوں کی راتیں تھیں اور کئی کئی دن کا فاقہ تھا۔ حق جل شانہ نے سورہ احزاب میں اس معرکہ کا حال اس طرح بیان فرمایا ہے:

یاد کرو اس وقت کو کہ جب دشمن تمہارے سر	اِذْ جَاءُ وَكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ
پر آہنچے اوپر کی جانب سے بھی اور نیچے کی	اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاذْ رَاغَتِ
جانب سے بھی اور نگاہیں خیرہ ہو گئیں اور	الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ
کلجے منہ کو آنے لگے اور خدا کے ساتھ طرح	الْجَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللّٰهِ
طرح کے گمان کرنے لگے اس جگہ اہل	الظُّنُونَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ
ایمان آزمائے گئے اور خوب ہلائے گئے۔	الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا
	شَدِيدًا ۝ ۱

یہ وقت ابتلاء اور آزمائش کا تھا۔ ابتلاء کی کسوٹی پر نفاق اور اخلاص کو کسا جا رہا تھا اس کسوٹی نے کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا۔ چنانچہ منافقین نے حیلے اور بہانے شروع کئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے گھر پست دیوار ہونے کی وجہ سے غیر محفوظ ہیں۔ بچوں اور عورتوں کی حفاظت ضروری ہے، ہم اس لئے اجازت چاہتے ہیں:-

يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ
بِعَوْرَةٍ أِنْ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ۱
منافقین یہ کہتے تھے کہ تحقیق ہمارے گھر
خالی ہیں اور حالانکہ وہ خالی نہیں، محض
بھاگنا چاہتے ہیں اسلئے یہ حیلے بہانے
کر رہے ہیں۔

اور مسلمان جن کے قلوب اخلاص اور ایقان سے لبریز تھے ان کی یہ حالت ہوئی جو حق
جل شانہ نے بیان فرمائی۔

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ
قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ
وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ
إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ۲
اور اہل ایمان نے جب کافروں کی فوجیں
دیکھیں تو بے ساختہ یہ کہا یہ وہی ہے جو اللہ
اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا ہے
اور اس کے رسول نے سچ کہا ہے اور اس
سے ان کے یقین اور اطاعت میں اور
زیادتی ہو گئی۔

غرض یہ کہ یہود اور منافقین سب ہی نے اس لڑائی میں بد عہدی کی اور مسلمان اندرونی
اور بیرونی دشمنوں کے محاصرہ اور نرغہ میں آگئے محاصرہ کی شدت اور سختی سے رسول اللہ ﷺ
کو یہ خیال ہوا کہ مسلمان بمقتضائے بشریت کہیں تہہ نہ جائیں اس لئے یہ قصد فرمایا کہ عیینہ
بن حصن اور حارث بن عوف سے (جو قبائل غطفان کے قائد اور سردار تھے) مدینہ کے نخلستان
کے تہائی پھل دے کر ان سے صلح کر لی جائے تاکہ یہ لوگ ابوسفیان کی مدد سے کنارہ کش
ہو جائیں اور مسلمانوں کو اس حصار سے نجات ملے چنانچہ آپ نے سعد بن معاذ اور سعد بن
عبادہ رضی اللہ عنہما سے اپنا یہ خیال ظاہر فرمایا، ان دونوں نے کہا یا رسول اللہ کیا اللہ نے آپ کو
ایسا حکم دیا ہے اگر ایسا ہے تو ہم اس کی تعمیل کے لئے حاضر ہیں یا آپ محض ازراہ شفقت
ورأفت ہمارے خیال سے ایسا قصد فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ کا کوئی حکم نہیں۔ محض
تمہاری خاطر میں نے ایسا ارادہ کیا ہے اس لئے کہ عرب نے متفق ہو کر ایک کمان سے تم پر تیرے
باری شروع کی ہے اس طریق سے میں ان کی شوکت اور اجتماعی قوت کو توڑنا چاہتا ہوں،

سعد بن معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ جب ہم اور یہ سب کافر اور مشرک تھے بتوں کو پوجتے تھے، اللہ عزوجل کو جانتے بھی نہ تھے، اس وقت بھی ان کی یہ مجال نہ تھی کہ ہم سے ایک خرما بھی لے سکیں۔ الا یہ کہ مہمانی کے طور پر یا خرید کر اور اب جبکہ ہم کو اللہ عزوجل نے ہدایت کی لازوال اور بے مثال نعمت سے سرفراز فرمایا اور اسلام سے ہم کو عزت بخشی تو اپنا مال ہم ان کو دیدیں۔ یہ ناممکن ہے، واللہ انھیں اپنا مال دینے کی ہمیں کوئی حاجت نہیں خدا کی قسم ہم ان کو سوائے تلوار کے کچھ نہ دیں گے ان سے جو ہو سکتا ہے وہ کر گزریں۔

اور اس بارے میں جو صلح کی تحریر لکھی گئی تھی سعد بن معاذ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہاتھ سے لے کر اس کی تمام عبارت مٹا دی۔

دو ہفتے اسی طرح گزر گئے مگر دست بدست لڑائی اور مقابلہ کی نوبت نہیں آئی۔ صرف طرفین سے تیر اندازی ہوتی رہے۔ بالآخر قریش کے چند سوار عمرو بن عبدود۔ عکرمہ بن ابی جہل۔ ہبیرہ بن ابی وہب، ضرار بن خطاب، نوفل بن عبد اللہ۔ مسلمانوں کے مقابلے کے لئے نکلے، جب خندقوں پر پہنچے تو یہ کہا کہ خدا کی قسم یہ مکرو فریب پہلے عرب میں نہ تھا۔ ایک مقام سے خندقوں کا عرض کم تھا وہاں سے پھاند کر اس طرف پہنچے اور مسلمانوں کو مقابلے کے لئے آواز دی۔ عمرو بن عبدود جو جنگ بدر میں زخم کھا کر گیا تھا سر سے پاؤں تک غرق آہن تھا، ہل من مبارز کہہ کر مقابلے کے لئے آواز دی شیر خدا حضرت علی اس کے مقابلہ کے لئے بڑھے، اے عمرو میں جھکو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلاتا ہوں اور اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ عمرو نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت علی نے فرمایا اچھا میں تم کو لڑائی اور مقابلہ کی دعوت دیتا ہوں، عمرو نے کہا تم کس نے ہوا اپنے سے بڑے کو میرے مقابلہ کے لئے بھیجو میں تمہارے قتل کو پسند نہیں کرتا۔ حضرت علی نے فرمایا میں تمہارے قتل کو پسند کرتا ہوں یہ سن کر عمرو کو طیش آ گیا اور گھوڑے سے نیچے اتر آیا۔ اور آگے بڑھ کر حضرت علی پر وار کیا جس کو حضرت علی نے سپر سے روکا لیکن پیشانی پر زخم آیا۔ بعد ازاں حضرت علی نے اس پر وار کیا جس نے اس کا کام تمام کیا۔

حضرت علی نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا جس سے مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ اللہ عزوجل نے فتح دی۔

۱۔ ابن ہشام، ج ۲، ص ۱۲۱۔

۲۔ عمرو بن عبدود کی عمر اس وقت نوے سال سے متجاوز تھی۔ ۱۲ ازرقانی

نوفل بن عبد اللہ۔ رسول اللہ ﷺ کے قتل کے ارادے سے آگے بڑھا۔ گھوڑے پر سوار تھا، خندق کو پھانڈنا چاہتا تھا کہ خندق میں گر پڑا اور گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا مشرکین نے دس ہزار درہم آپ کی خدمت میں پیش کیے کہ اس کی لاش ہمارے حوالے کر دی جائے آپ نے ارشاد فرمایا وہ بھی خبیث اور ناپاک تھا اور اس کی دیت بھی خبیث اور ناپاک ہے۔ اللہ کی لعنت ہو اس پر بھی اور اس کی دیت پر بھی ہمیں نہ دس ہزار کی ضرورت ہے اور نہ لاشہ کی۔ اور بلا کسی معاوضہ کے لاش ان کے حوالے کر دی۔

سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہ رگ پر ایک تیرا کر اگا۔ حضرت سعد نے اس وقت یہ دعا مانگی۔

اے اللہ اگر تو نے قریش کی لڑائی باقی رکھی ہے تو مجھ کو اس کے لئے باقی رکھ کیوں کہ مجھ کو اس سے زیادہ کوئی محبوب اور پیاری چیز نہیں کہ میں اس قوم سے جہاد کروں کہ جس نے تیرے رسول کو ایذا میں پہنچائیں اور اس کو جھٹلایا اور اس کو حرم آمن سے نکالا اور اے اللہ اگر تو نے ہمارے اور ان کے مابین لڑائی کو ختم کر دیا ہے تو اس زخم کو میرے لئے شہادت کا ذریعہ بنا اور اس وقت تک مجھ کو موت نہ دے جب تک کہ بنی قریظہ کی ذات اور رسوائی سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔

حملہ کا یہ دن نہایت ہی سخت تھا، تمام دن تیرا انداز ہی اور سنگ باری میں سزا اس میں رسول اللہ ﷺ کی چار نمازیں قضا ہوئیں۔

رسول اللہ ﷺ نے بچوں اور عورتوں کو ایک قلعہ میں محفوظ کر دیا تھا۔ یہودی کی آبادی وہاں سے قریب تھی، حضرت صفیہ آنحضرت ﷺ کی بیوی تھی اسی قلعہ میں تھیں حضرت حسان حسان اس قلعہ کی حفاظت پر مامور تھے حضرت صفیہ نے دیکھا کہ ایک یہودی قلعہ کے ارد گرد چل رہا ہے اندیشہ ہوا کہ کہیں جاسوس نہ ہو اس لئے حضرت صفیہ نے حضرت حسان سے کہا کہ اس کو قتل کر دو ایسا نہ ہو کہ دشمنوں سے ہماری خبری ہو، حضرت حسان نے کہا تمہیں معلوم نہیں کہ میں اس کام کا ہی نہیں حضرت صفیہ انہیں اور خیمہ کی ایک لکڑی لے کر اس یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور فرمایا کہ یہ مرد ہے اور میں

عورت ہوں اس لئے میں تو ہاتھ نہ لگاؤں گی تم اس کے ہتھیار اتار لاؤ حضرت حسان نے کہا مجھے اس کے ہتھیار اور سامان کی ضرورت نہیں (ابن ہشام)

انشاء محاصرہ میں نعیم بن مسعود اجمعی غطفان کے ایک رئیس آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ پر ایمان لایا۔ میری قوم کو میرے اسلام لانے کا علم نہیں اگر اجازت ہو تو میں کوئی تدبیر کروں جس سے یہ حصار ختم ہو آپ نے فرمایا ہاں تم ایک تجربہ کار آدمی ہو اگر کوئی ایسی تدبیر ممکن ہو تو کر گزرو۔

فان الحرب خدعة
اس لئے کہ لڑائی نام ہی اصل میں حیلہ اور تدبیر کا ہے۔

چنانچہ نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسی تدبیر کی کہ قریش اور بنو قریظہ میں پھوٹ پڑ گئی اور بنو قریظہ قریش کی امداد سے دست کش ہو گئے۔ (مفصل قصہ فتح الباری ص ۳۰۹ ج ۷ اور زرقانی ص ۱۱۶ ج ۲ و ص ۱۱۷ ج ۲ اور تاریخ طبری ص ۵۰ ج ۳ میں مذکور ہے)۔
عمرو بن عبدود اور نوفل کے قتل ہو جانے کے بعد قریش کے بقیہ سوار شکست کھا کر واپس ہوئے۔

مسند احمد میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے حصار کی شدت اور سختی کا ذکر کر کے رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا یہ دعا مانگو۔

اللہم استر عورتنا وامن۔ اے اللہ ہمارے عیبوں کو چھپا۔ اور روعاتنا۔ ہمارے خوف کو دور کر۔

اور صحیح بخاری میں ہے کہ یہ دعا فرمائی۔

اللہم منزل الكتاب ومجری السحاب وهازم الاحزاب
اھزمہم وانصرنا علیہم۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب لا تمنوا لقاء العدو)

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور قریش اور غطفان پر ایک سخت ہوا مسلط کی کہ جس سے ان کے تمام خیمے اکھڑ گئے، رسیا اور طنابیں ٹوٹ گئیں۔ ہانڈیاں الٹ گئیں۔

یہ مسند احمد اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ نے مسجد احزاب میں ہاتھ اٹھا کر اور کھڑے ہو کر دعا مانگی اور ابو نعیم کی روایت میں ہے کہ زوال کے بعد ۱۲ ازرقانی ص ۱۲۰ ج ۲

گردوغبار اڑاڑ کر آنکھوں میں بھرنے لگا جس سے کفار کا تمام لشکر سر اسیمہ ہو گیا۔ اسی بارہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُرُوا
نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَ تَكُمْ
جُنُودًا فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا
وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ
بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا۔

اے ایمان والو یاد کرو اللہ کے اس انعام کو جو تم پر اس وقت ہوا کہ جب کافروں کے بہت سے لشکر تمہارے سروں پر آ پہنچے پس اس وقت ہم نے تمہارے دشمنوں پر ایک آندھی بھیجی اور تمہاری مدد کیلئے آسمان سے ایسے لشکر اتارے جو تم کو دکھائی نہیں دیتے تھے یعنی فرشتے اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔

(الاحزاب، آیت: ۹)

جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا سے فرشتے مراد ہیں۔ جنھوں نے کافروں کے دلوں کو مرعوب اور خوفزدہ بنایا۔ اور مسلمانوں کے دلوں کو قوی اور مضبوط کیا۔ اس طرح کفار کا دس ہزار کا لشکر وہاں سے سر اسیمہ ہو کر بھاگا۔ کما قال تعالیٰ۔

وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ
لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا وَكَفَى اللَّهُ
الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللَّهُ
قَوِيًّا عَزِيزًا۔

(زرقانی ص ۱۲۲ ج ۲)

اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مع ان کے غیظ و غضب کے واپس کر دیا اور فزہ برابر کی بھلائی کو حاصل نہ کر سکے اور اللہ نے اہل ایمان کی طرف سے لڑائی میں کفایت کی اور اللہ تعالیٰ بڑا توان اور غلبہ والا ہے۔

حدیث بن الیمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب قریش کی خبر الاؤں، میں نے عرض کیا میں کہیں پلڑا نہ جاؤں، آپ نے فرمایا:

انك لن تؤسّر

البتہ تحقیق تو بہاؤں سے فرما رہا ہوگا۔

اور بعد ازاں میرے لئے یہ دعا فرمائی:

اللهم احفظه من بين يديه | اے اللہ اس کے آگے سے اور پیچھے سے
ومن خلفه وعن يمينه وعن | دائیں سے بائیں سے اوپر سے اور نیچے
شماله ومن فوقه ومن تحته۔ | سے حفاظت فرما۔

آپ کی دعا سے میرا تمام خوف دور ہو گیا اور نہایت شاداں اور فرحان روانہ ہوا۔ جب
جانے لگا تو یہ فرمایا کہ اے حذیفہ کوئی نئی بات نہ کرنا۔ میں ان کے لشکر میں پہنچا تو ہوا اس قدر
تیز تھی کہ کوئی چیز نہیں ٹھہرتی تھی اور تاریکی ایسی چھائی ہوئی تھی کہ کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی
تھی۔ اتنے میں حذیفہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے ابوسفیان کو یہ کہتے سنا اے گروہ قریش یہ ٹھہرنے کا
مقام نہیں ہمارے جانور ہلاک ہو گئے۔ بنو قریظہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور اس ہوانے ہم
کو سراسیمہ اور پریشان بنا دیا۔ چلنا پھرنا اور بیٹھنا مشکل ہو گیا بہتر یہ ہے کہ فوراً لوٹ چلو۔
اور یہ کہہ کر ابوسفیان اونٹ پر سوار ہو گیا۔

حذیفہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فرماتے ہیں ۴۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ اس کو تیر سے
مار ڈالوں لیکن آپ کا ارشاد یاد آ گیا کہ اے حذیفہ کوئی نئی بات نہ کرنا۔ اس لئے میں واپس
آ گیا۔ (زرقانی ص ۱۱۸ ج ۲)
جب قریش واپس ہوئے تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

الآن نغزوهم ولا يغزوننا نحن | اب ہم ان پر حملہ آور ہوں گے اور یہ کافر ہم
نسیر اليهم | پر حملہ آور نہ ہو سکیں گے ہم ہی ان پر حملہ
(بخاری شریف) | کرنے کے لئے چلیں گے یعنی کفر اب اتنا
کمزور ہو گیا کہ اب اس میں اتنی قوت

نہیں رہی کہ وہ اسلام کے مقابلہ میں کوئی اقدام کر سکے اور اسلام فقط اپنا دفاع کرے
بلکہ اس کے برعکس اب اسلام اتنا قوی ہو گیا ہے کہ وہ کفر کے مقابلہ میں ابتداء اقدام کریگا
اور ہاجمانہ حملہ آور ہوگا۔

(تنبیہ) جو لوگ اسلام میں اقدامی جہاد کے منکر ہیں وہ بخاری کی روایت کے ان
الفاظ کو خوب بغور پڑھ لیں۔

اور جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی اور زبان مبارک پر یہ کلمات تھے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔ (بخاری شریف ص ۵۹۰)

ابن سعد اور بلاذری کہتے ہیں کہ محاصرہ پندرہ دن رہا و اقدی کہتے ہیں یہی قول سب سے زیادہ راجح ہے۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں چوبیس دن رہا۔ اس غزوہ میں مشرکین میں سے تین آدمی قتل ہوئے نوفل بن عبد اللہ۔ عمرو بن عبد و منیہ بن عبید اور چھ آدمی مسلمانوں میں کے شہید ہوئے۔

(۱)۔ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲)۔ انس بن اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳)۔ عبد اللہ بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴)۔ طشیل بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۵)۔ ثعلبہ بن عنمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۶)۔ عب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور دو نام حافظ و میاطی نے اضافہ کیے:

(۷)۔ قیس بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۸)۔ عبد اللہ بن ابی خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غزوة بنی قریظہ

ذی قعدہ ۵ھ یوم چہار شنبہ ۱

رسول اللہ ﷺ غزوة خندق سے صبح کی نماز کے بعد واپس ہوئے آپ نے اور تمام مسلمانوں نے ہتھیار رکھ دیئے۔ جب ظہر کا وقت قریب آیا تو جب نیکل امین ایک بچہ پورا عمامہ باندھے ہوئے تشریف لائے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مخاطب ہو کر کہا۔ کیا آپ نے ہتھیار اتار دیئے آپ نے فرمایا۔ ہاں جب نیکل امین نے ہاتھ شتوں سے تواتھی

۱۔ یہ لفظ صحیح بخاری کی روایت میں نہیں ہے۔ ابن اسحاق کی روایت سے آیا ہے۔ باقی روایت صحیح بخاری کی ہے۔ ۲۔ ابن زرقانی ص ۱۲۶ ج ۲۔ ۳۔ ابن سعد کی روایت میں ہے۔ جو پیش میں منقول ہے۔ (بخاری شریف ص ۵۹۰) ۴۔ آپ نے نماز جنازہ کے لئے مسجد سے علیحدہ ہوئی تھی (۵)۔ قریب آ کر جلائے ہوئے۔ طبقات ص ۵۳ ج ۲۔ ۶۔ غزوة بنی قریظہ کے لئے نماز جنازہ میں نہ پڑھنی چاہئے اور نہ جنازہ کے لئے مسجد سے علیحدہ ہونے کی یہ روایت تھی۔

ہتھیار نہیں کھولے اور نہ وہ ہنوز واپس ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی قریظہ کی طرف جانے کا حکم دیا ہے اور میں خود بنی قریظہ کی طرف جا رہا ہوں اور ان کو جا کر متزلزل کرتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی قریظہ اور رسول اللہ ﷺ کے مابین پہلے سے معاہدہ تھا جب قریش دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے آئے تو بنی قریظہ رسول اللہ ﷺ سے عہد توڑ کر قریش کے ساتھ مل گئے۔ اللہ عزوجل نے جب احزاب کو شکست دی تو بنی قریظہ قلعوں میں گھس گئے جبرئیل امین فرشتوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ فوراً بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو جائیں آپ نے فرمایا میرے اصحاب ابھی تھکے ہوئے ہیں جبرئیل امین نے کہا آپ اس کا خیال نہ کریں روانہ ہو جائیں میں ابھی جا کر ان کو متزلزل کئے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر جبرئیل امین فرشتوں کی جماعت کے ساتھ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو گئے کوچہ بنی غنم تمام گردو غبار سے بھر گیا۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ وہ غبار کہ جو حضرت جبرئیل کی سواری سے کوچہ بنی غنم میں اٹھا تھا وہ اب تک میری نظروں میں ہے گویا کہ اس وقت میں اس غبار کو اٹھتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ (بخاری شریف)۔

جبرئیل امین تو روانہ ہوئے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا کہ کوئی شخص سوائے بنی قریظہ کے کہیں نماز عصر نہ پڑھے۔ راستہ میں جب نماز عصر کا وقت آیا تو اختلاف ہوا بعض نے کہا کہ ہم تو بنی قریظہ ہی پہنچ کر نماز پڑھیں گے۔ بعض نے کہا ہم نماز پڑھ لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ مقصد نہ تھا۔ (کہ نماز قضا کر دی جائے) بلکہ مقصود تعجیل تھا۔ رسول اللہ ﷺ سے جب اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے کسی پر اظہار ناراضی نہیں فرمایا (بخاری شریف) اس لئے کہ نیت ہر ایک کی بخیر تھی۔

فائدہ

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں جس نے حدیث کے ظاہر الفاظ پر عمل کیا اس کو بھی اجر ملا اور جس نے اجتہاد اور استنباط کیا۔ اس کو بھی اجر ملا لیکن جن لوگوں نے ظاہر الفاظ پر نظر کر کے بنی قریظہ پہنچنے سے پہلے نماز عصر ادا نہ کی حتیٰ کہ وقت عصر نکل گیا تو ان لوگوں کو فقط ایک فضیلت

حاصل ہوئی یعنی حکم نبوی کی تعمیل کا اجر ملا اور جن لوگوں نے اجتہاد اور استنباط سے کام لیا۔ اور سمجھا کہ منشاء نبوی یہ نہیں کہ نماز عصر قضاء کر دی جائے بلکہ مقصود جلد پہنچنا ہے اس لئے نماز عصر راستہ ہی میں پڑھ لی۔ ان لوگوں کو اس اجتہاد اور استنباط کی بدولت دو فضیلتیں حاصل ہوئیں ایک فضیلت حکم نبوی کی تعمیل کی۔ اور دوسری فضیلت صلوة وسطیٰ (نماز عصر) کی محافظت کی (جو درحقیقت بے شمار فضائل کو متضمن اور شامل ہے) جس کی محافظت کا حکم قرآن کریم میں آیا ہے حَافِظُوا عَلٰی الصَّلٰوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی اور حدیث میں ہے کہ جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی اس کے اعمال جبط ہو گئے وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر اغناظ پر عمل کرنے والوں پر اگرچہ اظہار ناراضی نہیں فرمایا اس لئے کہ نیت بخیر تھی لیکن جن لوگوں نے اجتہاد اور استنباط سے کام لیا وہ ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکے۔ (فتح الباری ص ۳۱۶ ج ۷)

بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رأیت اسلام دے کر روانہ فرمایا جب حضرت علی وہاں پہنچے تو یہود نے آنحضرت ﷺ کو کھلم کھلا گالیاں دیں (جو ایک مستقل اور ناقابل عفو جرم ہے)

اور اس کے بعد آنحضرت خود بہ نفس نفیس روانہ ہوئے اور پہنچ کر بنی قریظہ کا محاصرہ کیا پچیس روز تک ان کو محاصرہ میں رکھا اس اثناء میں ان کے سردار کعب بن اسد نے ان کو جمع کر کے یہ کہا کہ میں تین باتیں تم پر پیش کرتا ہوں ان میں سے جس ایک کو چاہو اختیار کرو تاکہ تم کو اس مصیبت سے نجات ملے۔

اول یہ کہ ہم اس شخص (یعنی محمد رسول اللہ ﷺ) پر ایمان لے آئیں اور اس کے تابع اور پیروکار بن جائیں۔

فواللہ لقد تبین لکم انہ لنبی
مرسل وانہ للذی تجدونہ فی
کتابکم فتأمنون علی
دمائکم واموالکم وابناءکم
ونساءکم۔

کیونکہ خدا کی قسم تم پر یہ بات بالکل واضح
اور روشن ہو چکی ہے کہ وہ بلاشبہ اللہ عزوجل
کے نبی اور رسول ہیں اور تحقیق یہ وہی نبی
ہیں جنکو تم تورات میں لکھا پاتے ہو۔ اگر
ایمان لے آؤ گے تو تمہاری جان اور مال
بچے اور عورتیں سب محفوظ ہو جائیں گے۔

بنی قریظہ نے کہا کہ ہم کو یہ منظور نہیں۔ ہم اپنا دین نہیں چھوڑیں گے۔ کعب نے کہا اچھا اگر یہ منظور نہیں تو دوسری بات یہ ہے کہ بچوں اور عورتوں کو قتل کر کے بے فکر ہو جاؤ اور شمشیر بکف ہو کر پوری ہمت اور تن دہی کے ساتھ محمد (ﷺ) کا مقابلہ کروا کرنا کام رہے تو بچوں اور عورتوں کا کوئی غم نہ ہوگا اور اگر کامیاب ہو گئے تو عورتیں بہت ہیں ان سے بچے بھی پیدا ہو جائیں گے۔ بنو قریظہ نے کہا بلا وجہ عورتوں اور بچوں کو قتل کر کے زندگی کا لطف ہی کیا ہے۔ کعب نے کہا۔ اچھا اگر یہ منظور نہیں تو تیسری بات یہ ہے کہ آج ہفتہ کی شب ہے عجب نہیں کہ محمد اور ان کے اصحاب غافل اور بے خبر ہوں اور ہماری جانب سے بایں وجہ مطمئن ہوں کہ یہ دن یہود کے نزدیک محترم ہے اس میں وہ حملہ نہیں کر سکتے۔ مسلمانوں کی اس بے خبری اور غفلت سے یہ نفع اٹھاؤ کہ یکا یک ان پر شب خون مارو، بنو قریظہ نے کہا اے کعب کچھکو معلوم ہے کہ ہمارے اسلاف اسی دن کی بے حرمتی کی وجہ سے بندر اور سوڑ بنائے گئے پھر تو ہم کو اسی کا حکم دیتا ہے، الغرض بنو قریظہ نے کعب کی ایک بات کو نہ مانا۔

ابولبابہ بن عبدالمنزہ رضی اللہ عنہ سے بنی قریظہ کے حلیفانہ تعلقات تھے اس لئے ان کو یہ امید ہوئی کہ شاید وہ اس آڑے وقت میں ہماری کوئی مدد کر سکیں اس بنا پر بنو قریظہ نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہمارے پاس بھیج دیں تاکہ ہم ان سے مشورہ کریں آپ نے ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت دی۔ ابولبابہ کو دیکھ کر سب جمع ہو گئے، بچے اور عورتیں ان کو دیکھ کر رونے لگے یہ دیکھ کر ابولبابہ کا دل بھر آیا۔ بنو قریظہ نے جب ان سے یہ دریافت کیا کہ کیا ہم رسول اللہ ﷺ کے حکم کو منظور کر لیں اور آپ کے فیصلہ پر راضی ہو جائیں۔ ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہاں بہتر ہے لیکن حلق کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ ذبح کئے جاؤ گے، رسول اللہ ﷺ کا ارادہ تمہارے قتل کا ہے۔ ابولبابہ اپنی جگہ سے ابھی ہٹے نہ تھے فوراً تنبہ ہوا کہ میں نے اللہ عز و جل اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کی اور سیدھے وہاں سے مسجد نبوی میں پہنچے اور اپنے کو ایک ستون سے باندھ دیا اور قسم کھائی کہ جب تک اللہ عز و جل میری توبہ قبول نہ فرمائے گا اس وقت تک اس جگہ سے نہ ٹلوں گا اور اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ بنی قریظہ میں کبھی قدم نہ رکھوں گا اور جس شہر میں اللہ اور اس کے رسول کی خیانت کی ہے اس کو کبھی نہ دیکھوں گا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب خبر ہوئی تو یہ ارشاد فرمایا اگر وہ سیدھا

میرے پاس آجاتا تو میں اس کے لئے استغفار کرتا لیکن جب وہ ایسا کر گزرا ہے تو میں اس کو اپنے ہاتھ سے نہ کھولوں گا جب تک اللہ عزوجل اس کی توبہ نازل نہ فرمائے۔

بالآخر مجبور ہو کر بنو قریظہ اس پر آمادہ ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ جو حکم دیں وہ ہمیں منظور ہے جس طرح خزرج اور بنو نضیر میں حلیفانہ تعلقات تھے، اسی طرح اوس اور بنو قریظہ میں حلیفانہ تعلقات تھے اس لئے اوس نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ خزرج کے التماس پر حضور نے بنی نضیر کے ساتھ جو معاملہ فرمایا اسی طرح کا معاملہ ہماری استدعا پر بنو قریظہ کے ساتھ فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارا فیصلہ تمہاری ہی میں کا ایک شخص کر دے انہوں نے کہا یا رسول اللہ سعد بن معاذ جو فیصلہ کر دیں وہ ہمیں منظور ہے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جب خندق میں زخمی ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگوا دیا تھا کہ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں ان کے ہاتھ کے لئے آدمی بھیجا۔ حمار پر سوار ہو کر تشریف لائے جب آپ قریب پہنچے تو یہ فرمایا

قوموا الی سیدکم ۲ ! اپنے سردار کی تقسیم کے لئے آئیں۔

سعد جب اتار کر بٹھا دیئے گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنا فیصلہ تیرے سپرد کیا ہے سعد نے کہا میں ان کی بابت یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں سے کون سے لوگ یعنی مرد قتل کئے جائیں اور عورتیں اور بچے اسیر کر کے لونڈی اور غلام بنائے جائیں اور ان کا تمام مال و اسباب مسلمانوں میں تقسیم کیا جائے آپ نے ارشاد فرمایا بے شک تو نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا۔

بعد ازاں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا مانگی۔

اے اللہ جملہ خوب معلوم ہے کہ مجھ کو اس سے زیادہ ہونی محبوب چیز نہیں۔ اس قوم کے جہاد کروں جس قوم نے تیرے رسول کو بھلا دیا اور حرم سے اس کو نکالا۔ اے اللہ میں ماننا کرتا ہوں کہ تو نے ہمارے اور ان کے مابین لڑائی کو ختم کر دیا ہے۔ پس اگر قریش سے اتنی ہی رہی باقی ہے تو جملہ زندہ رکھتا کہ تیرے راہ میں ان سے جہاد کروں اور اسی سے لڑائی نہ کر دوں۔

۱۔ ابن ہشام، ج ۲، ص ۱۵۶۔ ۲۔ ابوداؤد، ج ۵، ص ۱۵۵۔ ۳۔ ابوداؤد، ج ۵، ص ۱۵۶۔ ۴۔ ابوداؤد، ج ۵، ص ۱۵۶۔

ہے تو اس زخم کو جاری کر دے اور اسی کو میری شہادت کا ذریعہ بنا دے۔ دُعا کا ختم کرنا تھا کہ زخم جاری ہو گیا اور اسی میں وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

حضرت جابر رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سعد بن معاذ کی موت سے عرش ہل گیا۔ (رواہ البخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ آسمان کے تمام دروازے ان کے لئے کھول دیئے گئے اور آسمانوں کے فرشتے ان کی رُوح کے چڑھنے سے مسرور ہوئے (رواہ الحاکم۔ فتح الباری، مناقب سعد بن معاذ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ)

اور ستر ہزار فرشتے ان کے جنازہ میں شریک ہوئے جو اس سے قبل کبھی آسمان سے نازل نہ ہوئے تھے (ذکرہ ابن عائد ورواہ البرز اور اسنادہ حید)۔
چنانچہ انصار میں سے کسی نے اس بارے میں یہ شعر کہا ہے!

وَمَا اهْتَبَزْ عَرْشَ الْعَلَّةِ مِنْ مَوْتِ هَالِكِ
سَمِعْنَا بِهِ إِلَّا لِسَعْدِ أَبِي عَمْرٍو

(استیعاب لابن عبد البر ص ۳۲ ج ۲ ترجمہ سعد بن معاذ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ)

ہم نے سوائے سعد بن معاذ کے اور کسی مرنے والے کے لئے کبھی نہیں سنا کہ عرش خداوندی اس کے مرنے سے ہلا ہو۔ اور ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی تھی واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (روض الانف ص ۱۹۳ ج ۲)۔

تمام بنی قریظہ گرفتار کر کے مدینہ لائے گئے اور ایک انصاری عورت کے مکان میں ان کو مجبوس رکھا گیا اور بازار میں ان کے لئے خندقیں کھدوائی گئیں بعد ازاں دو دو چار چار کو اس مکان سے نکلوا یا جاتا اور ان خندقوں میں ان کی گردنیں ماری جاتیں۔ حی بن اخطب اور سردار بنی قریظہ کعب بن اسد کی بھی گردن ماری گئی۔ حی بن اخطب (جس کے کہنے سے کعب ابن اسد سردار بنی قریظہ نے رسول اللہ ﷺ سے بد عہدی کی اور معاہدہ توڑا) جب آپ کے سامنے لایا گیا تو آپ کی طرف دیکھ کر کہا کہ واللہ اپنے نفس کو آپ کی دشمنی کے بارے میں ملامت نہیں کرتا لیکن حق یہ ہے کہ خدا جس کی مدد نہ کرے اس کا کوئی مددگار نہیں پھر لوگوں کی طرف دیکھا اے لوگو کچھ مضائقہ نہیں اللہ نے بنی اسرائیل کے لئے جو سزا مقدر

کی تھی اور جو مصیبت ان کے لئے لکھ دی تھی وہ پوری ہوئی یہ دیکھ کر حی بیٹھ گیا اور اس کی گردن ماری گئی عورتوں میں سوائے ایک عورت کے کوئی عورت قتل نہیں کی گئی جس کا یہ جرم تھا کہ اس نے کوٹھے سے چکی کا پاٹ گرایا تھا جس سے خلا د بن سوید رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ شہید ہوئے ابن ہشام کہتے ہیں کہ اس عورت کا نام بُنانہ تھا۔ حکم قرظی کی بیوی تھی۔ (عیون الاثر ص ۷۸، ج ۲) ترمذی۔ نسائی۔ ابن حبان میں حضرت جابر سے باسناد صحیح مروی ہے کہ ان کی تعداد چار سو تھی اور سبایا بنی قریظہ یعنی قیدیوں کو فروخت کرنے کے لئے نجد اور شام کی طرف بھیجا گیا اور ان کی قیمت سے گھوڑے اور ہتھیار خریدے گئے اور جو مال و اسباب بنی قریظہ سے غنیمت میں ملا تھا وہ مسلمانوں پر تقسیم کیا گیا۔

بنی قریظہ کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائی۔

اور جن اہل کتاب نے ان کی مدد کی تھی اللہ	وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ
تعالیٰ نے ان کو ان کے قلعوں سے نیچے	أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَّاصِيهِمْ
اتار دیا اور ان کے دلوں میں تمہارا رعب	وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ
ڈال دیا ایک گروہ کو تم قتل کرتے تھے اور	فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا
ایک گروہ کو قید کرتے تھے اور اللہ نے تم کو	أَوْ رَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وُدِّيَّارَهُمْ
وارث بنایا ان کی زمین کا اور ان کے	وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطُوهَا
گھروں کا اور ان کے مالوں کا اور اس	وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
زمین کا جس پر تم نے ابھی تک قدم بھی	قَدِيرًا۔ ۷
نہیں رکھا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔	

تنبیہ: بنی قریظہ کے متعلق حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ میں تورات کے مطابق تھا جس پر ان کا ایمان تھا۔ چنانچہ تورات۔ فہ اسٹنا۔ باب بستم آیت دہم میں ہے۔ جب تو کسی شہر کے پاس لڑنے کے لئے آ پہنچے تو پہلے اس سے صلح کا پیغام رکھ۔ اگر وہ صلح منظور کرے اور تیرے لئے دروازہ کھول دے تو ساری خلع جو اس شہر میں پائی جائے تیری خراج گزار ہوگی اور تیری خدمت کرے گی اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے جنگ کرے

تو تو اس کا محاصرہ کر اور جب خداوند قدوس تیرا خدا اُسے تیرے قبضے میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر مگر عورتوں اور لڑکوں اور مویشی کو اور جو کچھ اس شہر میں ہو اس کا سارا لوٹ اپنے لئے لے اور تو اپنے دشمنوں کی لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھے دی ہے کھائیو۔ ۲

اور ابولبابہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ مسجد کے ستون سے بندھے ہوئے تھے صرف نماز اور قضاء حاجت کے لئے کھول دیئے جاتے تھے۔ نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ میں اسی طرح رہوں گا یہاں تک کہ مر جاؤں یا اللہ عزوجل میری توبہ قبول فرمائیں چھ روز کے بعد سحر کے وقت ان کی توبہ نازل ہوئی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہ کے گھر میں تھے۔ حضرت ام سلمہ نے آپ سے اجازت لے کر ان کو بشارت سنائی اور مبارک باد دی۔ مسلمان دوڑے کہ ان کو کھولیں۔ ابولبابہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے کہا میں قسم کھا چکا ہوں کہ جب تک رسول اللہ ﷺ خود اپنے دست مبارک سے نہ کھولیں گے۔ اس وقت نہ کھلوں گا چنانچہ آپ صبح کی نماز کے لئے تشریف لائے تو خود دست مبارک سے ان کو کھولا۔

نکتہ: ابولبابہ رضی اللہ عنہ پر ندامت کی کیفیت طاری ہوئی کہ اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ ڈالا اور قسم کھائی کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہو اور رسول اللہ ﷺ خود اپنے دست مبارک سے آکر نہ کھولیں اس وقت تک اس ستون سے بندھا رہوں گا اگرچہ میری موت آجائے یہ ایک خاص کیفیت اور خاص حالت تھی جو کبھی کبھی خداوند ذوالجلال کے محبوبین و مخلصین پر طاری ہوتی ہے اسی کو اصطلاح میں حال کہتے ہیں جس کو اللہ اور اس کے رسول نے پسند فرمایا حق جل شانہ نے ابولبابہ کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ السی الخیر الآیات ۳ اور ان کی توبہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَالْآخِرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ابولبابہ بیس دن تک مسجد کے ستون سے بندھے رہے

۱۔ یعنی ان سب کو اپنا غلام اور کنیز بناؤ ۱۲۔ ۲۔ کما قال تعالیٰ فَكُلُوا بِمَا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۱۲۔

۳۔ سورۃ انفال، آیۃ ۱۵۲۔

جب آیت نازل ہوئی خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تسلیم مسجد میں تشریف لے گئے اور ابولبابہ کو بشارت سنائی اور خود دست مبارک سے ان کو کھولا۔

معلوم ہوا کہ جوشِ محبت میں اس قسم کے احوال اور کیفیات کا طاری ہونا عند اللہ اور عند الرسول مستحسن اور پسندیدہ ہے اس کا انکار کسی طرح مناسب نہیں ایسی کیفیات اور حالات کا طاری ہونا عقلاً عشق اور محبت کے لوازم میں سے ہے جو لوگ حضراتِ صوفیائے کرام کے حال اور وجد کے منکر ہیں گمان ایسا ہوتا ہے کہ ان کا دل جوشِ محبت سے خالی ہے، جب آدمی کو جوش آتا ہے تو اپنا ہوش نہیں رہتا ماٹھی کے نیچے جب آگ زیادہ ہوگی تو اُبال کا آنا لازمی امر ہے بہر حال وجد اور حال کا انکار ناممکن اور محال ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کے بارے میں جب آیاتِ قرآنی کا نزول ہوا تو صدیق اکبر نے عائشہ صدیقہ سے کہا کہ اے بیٹی اٹھ اور نبی کریم ﷺ کا شکریہ ادا کر عائشہ صدیقہ نے کہا:۔

انلا اشکر الاریبی ! میں تو سوائے خدا کے کسی کا شکر نہ کروں گی۔

یہ بھی سُکر اور وجد کی ایک کیفیت تھی کہ خداوند ذوالجلال کے اس بے مثال انی مکو دیکھ کر ایسا سرور طاری ہوا کہ اس نے اس درجہ مخمور بنا دیا کہ نبی اکرم ﷺ کے شکریہ سے بھی انکار کر دیا اور آنحضرت ﷺ نے اس پر انکار نہیں فرمایا معلوم ہوا کہ صاحبِ حال معذور ہے ورنہ درحقیقت یہ سب آلِ حضرت ﷺ کی زوجیت کی برکت تھی نزولِ براءت کی وجہ سے عائشہ صدیقہ پر ایک سُکر کی کیفیت طاری ہوگئی اس حالت میں یہ کلمات زبان سے نکل گئے۔ (بدا توضح ما افادہ الشیخ عبدالحق المحدث الدحلوی فی مدارج النبوة)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زینب سے نکاح

اسی سال یعنی ۶۰ھ میں آپ حضرت زینب بنت جحش نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح فرمایا۔

قال قتادة والواقدي وبعض
اهل المدينة تزوجها عليه
قماہ اور واقدی اور بعض علماء مدینہ کا قول یہ
آنحضرت ﷺ نے حضرت زینب

۳۵ھ میں نکاح کیا اور بعض نے اس پر یہ اضافہ کیا کہ ماہ ذی قعدہ میں کیا اور امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت زینب سے نکاح بعد غزوہ بنی قریظہ کے کیا اور خلیفہ بن خیاط اور ابو عبیدہ اور معمر اور ابن مندہ یہ کہتے ہیں کہ ۳۳ھ میں نکاح کیا اور پہلا قول یعنی ۳۵ھ میں نکاح کا ہونا یہی زیادہ مشہور ہے اور اسی کو ابن جریر اور بہت سے مؤرخین نے اختیار کیا ہے۔

السَّلام سنة خمس زاد بعضهم في ذى القعدة قال الحافظ البيهقي تزوجها بعد بنى قريظة وقال خليفة بن خياط وابو عبيدة ومعمر بن المثنى وابن مندة تزوجها سنة ثلاث والاول اشهر وهو الذي لمكها ابن جرير وغير واحد من اهل التاريخ - البداية والنهاية ص ۱۲۵ ج ۴

حضرت زینب کے نکاح کا مفصل قصہ انشاء اللہ تعالیٰ ازواج مطہرات کے بیان آئے گا۔

نزول حجاب

اور حضرت زینب ہی کے ولیمہ میں آیت حجاب نازل ہوئی یعنی یہ آیت کریمہ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ۔ یہ سورہ احزاب کی آیت ہے اس آیت کو آیت حجاب کہتے ہیں کہ عورت ایسے شخص کے سامنے نہ آئے کہ جس سے اس کا نکاح جائز ہو اور سورہ نور میں جو آیتیں نازل ہوئیں یعنی قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا الی قولہ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتَهُنَّ۔ یہ آیتیں دربارہ ستر عورت نازل ہوئیں یہ آیات ستر کہلاتی ہیں یعنی بدن کے کتنے حصہ کو ہر وقت مستور اور پوشیدہ رکھنا ضروری ہے اور بدن کے کتنے حصہ کو کھلا رکھنا جائز ہے مثلاً گھر میں چہرہ اور ہتھیلیوں کا ڈھکنا واجب نہیں ان اعضا کو اگر ہر وقت گھر میں مستور رکھنا واجب اور فرض ہو تو دشواری ہو جائے اس کا یہ مطلب

نہیں کہ جس کے سامنے چاہے کھول لیا کرو۔ اگر چہرہ کھولنے کی سب کے سامنے اجازت ہو پھر حجاب اور پردہ کا حکم نازل کرنے سے کیا فائدہ ہوا۔ اس کی تفصیل بھی انشاء اللہ حضرت زینب ہی کے قصہ میں آئے گی۔

۵۶

سریہ محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ بسوی قرظاء

۱۰ محرم الحرام ۶ھ

۱۰ محرم الحرام ۶ھ کو رسول اللہ ﷺ نے تیس سواروں کو محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں قرظاء کی جانب روانہ فرمایا۔ جا کر ان پر چھاپہ مارا۔ دس آدمی قتل ہوئے باقی بھاگ گئے۔ ڈیڑھ سو اونٹ اور تین ہزار بکریاں غنیمت میں ہاتھ آئیں۔ سب کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے انیس دن کے بعد ۲۹ محرم کو یہ لوگ مدینہ پہنچے جس نکال کر مال غنیمت آپ نے غنمین پر تقسیم فرمایا تقسیم غنم میں ایک اونٹ کو دس بکریوں کے معادل قرار دیا۔^۱

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ لوگ سردار بنی حنیفہ ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں لائے آپ نے ان کو مسجد کے ایک ستون سے باندھنے کا حکم دیا۔ (تا کہ مسلمانوں کی نماز اور بارگاہ خداوندی میں بجز و نیاز کا نظارہ کریں جن کے دیکھنے سے خدا یاد آتا تھا اور ان کے عمل کو دیکھ کر آخرت کی رغبت پیدا ہوتی تھی۔ ان کے انوار و برکات اندر ہی اندر دلوں کی ظلمتوں اور تاریکیوں کو صاف کرتے تھے)

رسول اللہ ﷺ جب ان کے پاس سے گزرے تو فرمایا اے ثمامہ میری نسبت تمہارا کیا گمان ہے ثمامہ نے کہا میرا گمان آپ کے ساتھ اچھا ہے۔

۱۔ قرظاء قبیلہ بنی بکر کی ایک شاخ ہے۔ مدینہ منورہ سے سات دن کے راستہ پر ہے مقام رخصہ میں رہتے تھے۔ ۱۲ زرقانی ص ۱۴۴ ج ۲
۲۔ طبقات ابن سعد۔ ج ۲ ص ۵۶

ان تقتل تقتل ذادم وان تنعم
 تنعم علی شاکر وان کنت
 ترید المال فسل منه
 ماشئت

اگر آپ قتل کریں تو ایک خونی کو قتل کریں
 گے جو قتل کا مستحق ہے اور اگر انعام و احسان
 فرمائیں تو ایک شکر گزار پر انعام و احسان
 ہوگا اور اگر مال مطلوب ہے تو جتنا چاہیں
 حاضر کروں۔

رسول اللہ ﷺ سن کر خاموش گزر گئے دوسرے روز پھر ادھر سے گزرے اور تمامہ
 سے دریافت فرمایا اے تمامہ میری نسبت تمہارا کیا گمان ہے۔ تمامہ نے آپ کا تطف
 محسوس کر کے پہلا اور تیسرا جملہ حذف کر دیا اور صرف اس قدر کہا۔

ان تنعم تنعم علی شاکر
 اگر احسان فرمائیں تو ایک شکر گزار پر
 احسان ہوگا۔

آپ سن کر پھر خاموش گزر گئے، تیسرے روز پھر اس طرف سے گزرے اور وہی سوال
 فرمایا تمامہ نے کہا میرا گمان وہی ہے جو میں کل عرض کر چکا ہوں۔

آج تمامہ نے ان تنعم تنعم علی شاکر کو بھی حذف کر دیا اور اپنا معاملہ آپ
 کے خُلق جمیل اور عفو و کرم پر چھوڑ دیا۔ آپ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تمامہ کو کھول دو۔
 ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ خود تمامہ سے آپ نے یہ فرمایا۔

قد عفوت عنک یا ثمامة
 واعتقتک
 اے تمامہ میں نے تجھکو معاف کیا اور آزاد
 کیا۔

تمامہ نے رہا ہوتے ہی مسجد کے قریب ایک نخلستان تھا وہاں جا کر غسل کیا اور پھر مسجد
 میں آئے اور کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

اور آپ سے مخاطب ہو کر کہا اے محمد اس سے پیشتر آپ کے چہرہ سے زیادہ کوئی چہرہ
 مجھکو دینا میں مبعوض نہ تھا اور آج آپ کے چہرہ سے زیادہ روئے زمین پر کوئی چہرہ مجھکو
 محبوب اور پیارا نہیں اور اس سے پہلے آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین مجھکو مبعوض نہ تھا اور
 آج سب سے زیادہ آپ ہی کا دین مجھ کو محبوب ہے اور آپ کے شہر سے زیادہ کوئی شہر مبعوض
 نہ تھا اور آج آپ کے شہر سے زیادہ مجھ کو کوئی شہر محبوب نہیں میں عمرہ کے ارادہ سے جا رہا تھا

کہ آپ کے سوار مجھکو گرفتار کر لائے اب جو ارشاد ہو۔ آپ نے ان کو عمرہ کرنے کا حکم دیا اور بشارت دی۔ (یعنی تم صحیح اور سلامت رہو گے کوئی تم کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا)

ثمامہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ جب مکہ آئے تو کسی کافر نے کہا کہ ثمامہ تو بے دین ہو گیا ثمامہ نے کہا۔ ہرگز نہیں میں تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمان ہو گیا ہوں یعنی میں بے دین نہیں ہو گیا اس لئے کہ کفر اور شرک کوئی دین نہیں بلکہ لغو اور بیہودہ خیال ہے بلکہ میں تو اللہ کا مطیع اور فرمانبردار بندہ ہو گیا ہوں اور اپنے آپ کو اسی کے حوالہ اور سپرد کر دیا ہے۔ خدا کی قسم میں کبھی تمہارے مذہب کی طرف رجوع نہ کروں گا اور خوب سمجھ لو کہ یمامہ سے جو غلہ تمہارے پاس آتا ہے اب ایک دانہ بھی تمہارے پاس نہ آئے گا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اجازت دیں ثمامہ نے یمامہ پہنچ کر غلہ کا آنا بند کر دیا قریش نے مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ آپ تو صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ ہم آپ کے رشتہ دار ہیں آپ ثمامہ کو لکھ بھیجیں کہ غلہ بھیجناب دستور جاری کر دیں آپ نے ثمامہ کو لکھوا کر روانہ فرمایا کہ غلہ نہ روکیں۔

(بخاری شریف فتح الباری ص ۶۸ ج ۸ باب وفد بنی حنیفہ)

مسئلہ: جو شخص اسلام میں داخل ہو اس کے لئے غسل مستحب ہے (کذا فی فتح القدر) ثمامہ بن اثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فضلاء صحابہ میں سے تھے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب اہل یمامہ مرتد ہوئے اور مسلمہ کذاب کے ساتھ ہو گئے تو حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیتیں لوگوں کے سامنے تلاوت فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
 حَمَّ تَنْزِیْلُ الْکِتَابِ مِنْ اللّٰهِ
 الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ غَافِرِ الذَّنْبِ
 وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ
 ذِی الطَّلُوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَیْهِ
 الْمَصِیْرُ ۝

یہ کتاب اتاری گئی ہے اُس اللہ کی جانب سے جو غالب ہے قبول کرنے والا اور مجرموں کو سخت سزا دینے والا اور دوستوں کو بڑا انعام دینے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف لوٹ کر سب جانا ہے۔

اور بعد ازاں لوگوں سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا بھلا انصاف تو کرو کہ اس کلام معجز انعام کو مسلمہ کذاب کے بدیان سے کیا نسبت۔

حضرت ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقانیت اور اخلاص میں ڈوبے ہوئے یہ کلمات اثر کر گئے تین ہزار آدمی مسیلمہ کذاب کا ساتھ چھوڑ کر آغوش اسلام میں آ گئے۔

(زرقاتی ص ۱۴۴ ج ۲)

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ جب اہل یمامہ مرتد ہوئے تو حضرت ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو مسیلمہ کذاب کے اتباع سے روکا اور یہ فرمایا:

ایاکم وامرا مظلما لا نور فیہ
وانہ لشقاء کتبہ اللہ عزوجل
علی من اخذ بہ منکم وبلاء
علی من لم یأخذ منکم یا
بنی حنیفہ۔

انے لوگو تم اپنے کو اس تاریک امر سے بچاؤ
اسمیں کہیں نور کا نام و نشان نہیں البتہ تحقیق
یہ شقاوت اور بد بختی ہے جس کو اللہ عزوجل
نے ان لوگوں کے حق میں لکھ دیا ہے
جنہوں نے اس کو قبول کیا اور

ابتلاء اور امتحان ہے ان لوگوں کے حق میں جنہوں نے اسے اختیار کیا اے بنی حنیفہ اس نصیحت کو خوب سمجھ لو۔

لیکن حضرت ثمامہ نے جب یہ دیکھا کہ نصیحت کارگر نہیں ہوتی اور لوگ کثرت سے اس کے متبع ہو گئے۔ تو جو مسلمان ان کے ساتھ تھے ان سے فرمایا خدا کی قسم میں اس شہر میں ہرگز نہ رہوں گا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کیا ہے جو میرے ساتھ چلنا چاہے وہ چلے۔ ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے اور جا کر علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مل گئے اور اس بارے میں حضرت ثمامہ نے کچھ اشعار کہے

دعانا الی ترک الدیانة والہدیٰ

مسیلمة الکذاب اذ جاء یسجع

مسیلمہ کذاب نے ہم کو دین اور ہدایت کے چھوڑنے کی طرف بلایا جس وقت کہ وہ کاہنوں کے سے جمع کہتا تھا۔

فیاعجبا من معشر قد تتابعوا لہ فی سبیل الغی والغی اشنع

تعب ہے ان لوگوں سے جنہوں نے اس کے اتباع سے گمراہی کا راستہ اختیار کیا حالانکہ گمراہی بہت ہی بڑی چیز ہے۔ (کذا فی الاستیعاب لابن عبد البر۔ ترجمہ ثمامۃ)

غزوہ بنی لحيان

ربیع الاول ۶ھ

کیم ربیع الاول ۶ھ کو آپ بنفس نفیس عاصم بن ثابت اور خبیب بن عدی اور دیگر شہداء ربیع کا بدلہ لینے کے لئے دو سو سواروں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے۔ بنو لحيان آپ کی خبر پاتے ہی بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے ایک دو روز یہاں قیام فرمایا اور اطراف و جوانب میں چھوٹی چھوٹی مہمیں روانہ کیں جن میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی دس سوار دے کر روانہ فرمایا۔ بلا جدال و قتال آپ واپس ہوئے اور زبان مبارک پر یہ کلمات تھے۔ آيَبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ وَعْثِ السَّفَرِ وَ كَاثِبَةِ الْمَنْقَلِبِ وَسُوءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ۔

(طبقات ابن سعد ص ۵۶ ج ۲ رقی فی ص ۲۱۴ ج ۲)

غزوہ ذی قرد

ربیع الاول ۶ھ

ذی قرد ایک چشمہ کا نام ہے جو بلاد غطفان کے قریب ہے رسول اللہ ﷺ کی اوسنیوں کی چراگاہ تھی۔ عبدالرحمن بن عیینہ بن حصن فزاری نے چالیس سواروں کی ہمراہی میں اس چراگاہ پر چھاپہ مارا اور آپ کی اوسنیاں پکڑ کر لے گیا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے وہ اوسنیوں کی حفاظت پر متعین تھے ان کو قتل کر ڈالا اور ابوذر رضی اللہ عنہ کی بیوی کو پکڑ کر لے گئے۔ سلمہ بن اکوع اطلاع ملتے ہی ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور ایک ٹیلہ پر کھڑے

یہ اس غزوہ کی تاریخ میں اختلاف ہے، ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ غزوہ ربیع الاول ۶ھ میں ہوئی، امام بخاری نے اسے فرماتے ہیں کہ ۶ھ میں غزوہ بنی لحيان سے تین روز پہلے ہوئی، تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ یہ غزوہ ۶ھ میں ہی ہوئی ہے۔
ہو انفسیال سئلے فتح الباری ص ۳۵۲ ج ۲ ص ۱۱۱۱۔

ہو کر یا صباحاہ کے تین نعرے لگائے جس سے تمام مدینہ گونج اٹھا۔ سلمۃ بن اکوع بڑے تیر انداز تھے، دوڑ کر ان کو پانی کے ایک چشمہ پر جا پکڑا۔ ان پر تیر برساتے جاتے تھے اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔

انسا ابن الاکوع والیوم یوم الرضع
میں اکوع کا بیٹا ہوں، اور آج کے دن معلوم ہو جائے گا کہ کس نے شریف عورت کا
دودھ پیا ہے اور کون کمینہ ہے۔

یہاں تک کہ تمام اونٹنیاں ان سے چھڑالیں اور تیس یمنی چادریں ان سے الگ
چھینیں۔

ان کے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ پانسویاسات سو آدمی لے کر روانہ ہوئے اور
تیزی سے مسافت طے کر کے وہاں پہنچے اور آپ اپنے روانہ ہونے سے پہلے بھی چند سوار
روانہ فرما چکے تھے، ان لوگوں نے پہلے پہنچ کر ان کا مقابلہ کیا۔ دو آدمی مشرکین میں کے
مارے گئے ایک مسعدۃ بن حکمہ جن کو ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا اور دوسرا ابان بن عمر
جس کو عکاشہ بن محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا اور مسلمانوں میں سے حرز بن نصلہ رضی اللہ
عنه جن کا لقب اخرم ہے عبدالرحمن بن عیینہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

سلمۃ بن اکوع نے آپ کی خدمت میں آ کر عرض کیا یا رسول اللہ میں ان کو فلاں جگہ
پیا سا چھوڑ آیا ہوں۔ اگر سو آدمی مجھ کو مل جائیں تو سب کو گرفتار کر لاؤں آپ نے فرمایا:

یا ابن الاکوع ملک فاسجع ۱ اے ابن اکوع جب تو قابو پائے تو نرمی کر۔
مشرکین شکست کھا کر بھاگ گئے، رسول اللہ ﷺ ایک شبانہ روز وہیں مقیم رہے اور
صلوۃ الخوف پڑھی اور پانچ دن کے بعد مدینہ واپس ہوئے۔ (زرقانی ص ۱۵۳ ج ۲)

۱۔ سلمۃ بن اکوع کہتے ہیں کہ سب سے آگے اخرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور ان کے پیچھے ابو قتادہ تھے میں نے اخرم کے
گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا کہ تنہا نہ جاؤ کہیں تم کو مار نہ ڈالیں۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کا انتظار کرو۔
اخرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اے سلمہ اگر تو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور جنت اور جہنم کو حق سمجھتا ہے تو میرے
اور شہادت کے مابین حائل نہ ہو۔ سلمہ نے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی، اخرم آگے بڑھے اور مقابلہ کیا۔ عبدالرحمن بن عیینہ
کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ بعد ازاں ابو قتادہ نے آگے بڑھ کر عبدالرحمن کے ایک نیزہ مارا جس نے اس کا کام تمام کیا۔

اصابہ ص ۳۶۸ ج ۳۔ ترجمہ محرز بن نصلہ وطبقات ابن سعد ص ۶۰ ج ۲۔ فتح الباری، ج ۷، ص ۳۵۳۔

سریہ عکاشتہ بن محسن رضی اللہ عنہ بسویٰ غمرا

اسی ماہ ربیع الاول میں رسول اللہ ﷺ نے عکاشتہ بن محسن کو چالیس آدمیوں کے ہمراہ غمرا کی جانب روانہ کیا لیکن وہ لوگ خبر پاتے ہی بھاگ گئے جب وہاں کوئی نہ ملا تو شجاع بن وہب کو ادھر ادھر تلاش میں روانہ کیا قرآن سے ان کو ان کے مویشیوں کا کچھ پتہ نہ چلا انھیں میں کا ایک شخص ان کے ہاتھ لگ گیا، اُس کو پکڑ لائے اور اس سے پتہ دریافت کیا، وہاں پہنچ کر چھاپہ مارا دو سواونٹ غنیمت میں ملے۔ (طبقات ابن سعد ص ۱۶ ج ۲)

سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسویٰ ذی القصة

ربیع الآخر ۶ھ میں رسول اللہ ﷺ نے محمد بن مسلمہ کو دس آدمیوں کے ساتھ ذی القصة کی طرف بنی ثعلبہ اور بنی عموال کے مقابلہ میں روانہ فرمایا۔ رات کو پہنچے اور پہنچ کر سو گئے۔ غنیم پہاڑوں میں چھپ گیا۔ جب یہ سو گئے تو سو آدمیوں نے آ کر شب خون مارا اور سب کو شہید کر ڈالا۔ محمد بن مسلمہ زخمی ہوئے ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ کر چلے گئے، ایک مسلمان ادھر سے گزرا اور محمد بن مسلمہ کی لاش کو اٹھا کر مدینہ لایا۔

سریہ ابو عبیدہ بن الجراح سویٰ ذی القصة

رسول اللہ ﷺ نے ان کا انتقام لینے کے لئے ابو عبیدہ کو چالیس آدمیوں کے ہمراہ ذی القصة کی طرف روانہ فرمایا پہنچ کر ان پر حملہ کیا شکست کھا کر بھاگ گئے ابو عبیدہ ان کے مویشی پکڑ لائے اور مدینہ واپس ہوئے اس کو سریہ ذی القصة ثانی کہتے ہیں۔

سریہ جموم

ربیع الآخر ۶ھ رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ کو جموم کی جانب جو مدینہ سے چار

۱۔ ذی القصة ایک موضع کا نام ہے جو مدینہ سے بیس میل کے فاصلے پر

۲۔ غمرا ایک پتھر کا نام ہے۔ ۱۲

۳۔ ازرقانی

میل کے فاصلہ پر ہے، بنی سلیم کے مقابلہ میں روانہ فرمایا، وہاں پہنچ کر ایک عورت مل گئی جس نے ان کا پتہ دیا۔ کچھ قیدی اور کچھ اونٹ اور کچھ بکریں وہاں سے لے کر دو دن کے بعد واپس ہوئے۔

سریہ عیص

جمادی الاولیٰ ۶ھ

رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ قریش کا ایک کاروان تجارت شام سے واپس آرہا ہے اس اطلاع کے ملنے پر آپ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ایک سو ستر سواروں کے ہمراہ مقام عیص کی طرف روانہ فرمایا۔

یہ مقام مدینہ سے چار دن کے راستہ پر ہے، ساحل کے قریب واقع ہے۔ یہاں سے قریش کے تجارتی قافلے گزرتے ہیں۔

مسلمانوں نے پہنچ کر سب قافلہ والوں کو گرفتار کر لیا اور ان کے تمام مال و متاع پر قبضہ کر لیا سب کو لے کر مدینہ حاضر ہوئے۔ قیدیوں میں آپ کے داماد ابوالعاص بن ربیع بھی تھے، آپ کی صاحبزادی حضرت زینب نے ان کو پناہ دی اور آپ نے بھی ان کو پناہ دی اور ان کا مال و اسباب واپس کیا۔

حضرت ابوالعاص کی واپسی اور ان کے اسلام کا مفصل قصہ غزوہ بدر کے بیان میں گزر چکا ہے۔

سریہ طرف

(جمادی الاخریٰ)

طرف ایک چشمہ کا نام ہے، مدینہ سے چھتیس میل کے فاصلہ پر ہے، زید بن حارثہ کو پندرہ آدمیوں کے ساتھ بنی ثعلبہ کی سرکوبی کے لئے اس چشمہ کی طرف روانہ فرمایا۔ غنیم بھاگ گیا اور زید بن حارثہ کچھ اونٹ اور بکریاں لے کر مدینہ واپس ہوئے۔

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۶۲-۶۳ زرقانی ج ۲، ص ۱۵۵

۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۶۲-۶۳

سریہ حسمیٰ

(جمادی الاخریٰ ۶ھ)

دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ، حضور کا والا نامہ لے کر قیصر روم کے پاس گئے تھے وہاں سے واپس آ رہے تھے قیصر کے دیئے ہوئے ہدایا اور تحائف آپ کے ہمراہ تھے جب حسمی کے قریب پہنچے تو بنیذ جذامی نے قبیلہ جذام کے چند آدمیوں کو لے کر ڈاکہ مارا صرف ایک پرانی اور بوسیدہ چادر چھوڑ دی باقی کپڑے اور سامان سب چھین لیا۔ رفاعہ بن زید جذامی (جو مشرف باسلام ہو چکے تھے) جب ان کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ چند مسلمانوں کو اپنے ہمراہ لے کر پہنچے اور بنیذ سے وہ تمام سامان چھین کر حضرت دحیہ کو واپس دلایا، دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ پہنچے اور آنحضرت ﷺ کو اطلاع کی۔ آپ ﷺ نے پانچ سو صحابہ کو زید بن حارثہ کی سرکردگی میں حسمی کی طرف روانہ کیا، یہ لوگ رات کو چلتے اور دن کو چھپ جاتے، صبح کو پہنچتے ہی ایک دم ان پر چھاپہ مارا بنیذ اور اس کے بیٹے کو قتل کیا۔ سو عورتیں اور بچے گرفتار ہوئے۔ ایک ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ لگیں، چونکہ انہی کے ساتھ رفاعہ بن زید کے لوگ بھی رہتے تھے جو مسلمان تھے غلطی سے ان کے بچے اور عورتیں گرفتار ہو گئے، رفاعہ بن زید آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے حضرت علی کو ان کے ہمراہ روانہ کیا کہ زید کو حکم دیں کہ تمام قیدی تہیوز دیئے جائیں اور سب مال واپس کر دیا جائے، حتیٰ کہ نمدہ اور جاوہ واپس دے دیا جائے۔

سریہ وادی القریٰ

(رجب ۶ھ)

ماہ رجب میں زید بن حارثہ کو بنی فزارہ کی سرکوبی کے لئے وادی القریٰ کی جانب روانہ فرمایا، چند مسلمان شہید ہوئے اور زید بن حارثہ زخمی ہوئے۔

۱۔ حسمی۔ وادی القریٰ کے قریب موضع ہے جہاں قبیلہ جذام آباد ہے ابن سعد اور ابن عساکر کہتے ہیں کہ یہ سریہ جمادی الاخریٰ ۶ھ میں روانہ کیا گیا اور حافظ ابن عساکر کہتے ہیں کہ یہ واقعہ صلیب حدیبیہ کے بعد ہوا ہے اس لئے کہ حدیبیہ سے واپسی ہی کے بعد دحیہ کلبی و قیصر روم کے پاس والا نامہ لے کر روانہ فرمایا ہے۔ زرقانی ص ۱۵۸ ج ۲۔ ابن سعد، ج ۲، ص ۶۳۔ زرقانی ص ۱۵۸ ج ۲۔ حسمی۔ وادی القریٰ ایک موضع مدینہ منورہ ہے قریب سے، شام کے راستے میں پڑتا ہے۔ زرقانی

سریہ دومۃ الجندل

(شعبان ۶ھ)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی اور عبدالرحمن بن عوف اور عبداللہ بن مسعود اور معاذ بن جبل اور حذیفہ بن الیمان اور ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور دسواں میں، سب آپ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ ایک نوجوان انصاری حاضر خدمت ہوا۔ اور سلام کر کے بیٹھ گیا اور عرض کیا۔

یا رسول اللہ ای المؤمنین
افضل۔
آپ نے فرمایا۔

احسنہم اخلاقا
بعد ازاں اُس نے یہ سؤل کیا۔
فای المؤمنین اکیس
آپ نے فرمایا:

اکثرہم للموت ذکر او
اکثرہم استعداد الہ قبل ان
ینزل بہ اولئک الا کیاس۔
جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے اور
رکھنے والا اور موت آنے سے پہلے سب
سے زیادہ موت کی تیاری کرنے والا ہو
ایسے ہی لوگ سمجھدار اور ہوشیار ہیں۔

انصاری نوجوان تو ساکت ہو گیا اور آپ مجلس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا پانچ
خصلتیں نہایت خطرناک ہیں اللہ تعالیٰ تم کو اُن سے پناہ دے اور ان کے دیکھنے سے محفوظ
رکھے۔

(۱)۔ جس قوم میں بے حیائی کھلم کھلا پھیل جائے تو اس قوم میں طاعون اور وہ بیماریاں
پھیلتی ہیں کہ جو پہلے کبھی ظاہر نہ ہوتی تھیں۔

(۲)۔ جو قوم ناپ اور تول میں کمی کرتی ہے وہ قحط سالی اور مشقتوں میں مبتلا ہوتی ہے اور ظالم بادشاہ ان پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔

(۳)۔ جو قوم اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں نکالتی ان سے بارش روک لی جاتی ہے، اگر جانور نہ ہوتے تو بالکل بارش سے محروم کر دیئے جاتے۔

(۴)۔ اور جو قوم اللہ عز و جل اور اس کے رسول کا عہد توڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ اجنبی دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیتا ہے اور وہ غیر قوم کے لوگ ان کے ہاتھ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ سب لے لیتے ہیں۔

(۵)۔ اور جب پیشوا اور حکام کتاب اللہ کے خلاف فیصلہ کرنے لگیں اور متکبر اور سرکش ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ آپس میں پھوٹ ڈال دیتے ہیں۔

بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمن بن عوف کو حکم دیا کہ میں آج یا کل تم کو ایک مہم پر بھیجنے والا ہوں تیار ہو جاؤ، اگلے روز جب نماز سے فارغ ہوئے تو عبدالرحمن بن عوف کو بلایا اور اپنے سامنے بٹھلایا اور دست مبارک سے ایک سیاہ عمامہ ان کے سر پر باندھا اور چار انگشت کا شملہ پیچھے چھوڑا اور فرمایا اے ابن عوف اسی طرح عمامہ باندھا کرو، اس طرح بہت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ بعد ازاں حضرت بلال کو حکم دیا کہ ایک جھنڈا لے کر عبدالرحمن بن عوف کو دیں اور پھر آپ نے اللہ عز و جل کی حمد و ثناء کی اور اپنے اوپر درود پڑھا اور عبدالرحمن بن عوف سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ جھنڈا لے کر اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے جاؤ۔ جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ان سے قتال کرو۔ خیانت اور غدیر نہ کرنا۔ کسی کے ناک اور کان نہ کاٹنا کسی بچے کو نہ قتل کرنا۔ یہ اللہ کا عہد ہے اور اس کے نبی کی سنت ہے۔

سات سو آدمیوں کے ساتھ دومۃ الجندل کی طرف جانے کا حکم دیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اگر وہ تمہاری دعوت کو قبول کریں اور اسلام لے آئیں تو وہاں کے رئیس کی بیٹی سے نکاح کرنے میں تامل نہ کرنا۔

عبدالرحمن بن عوف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ تین روز

تک برابر ان کو اسلام کی دعوت دیتے رہے تیسرے روز دومتہ الجندل کے رئیس اصبح بن عمر نے اسلام قبول کیا جو کہ مذہباً عیسائی تھا۔ اور اس کے ساتھ اور بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور آپ کی پیشین گوئی کے مطابق۔ عبدالرحمن بن عوف کا نکاح وہاں کے رئیس اصبح کی بیٹی ثمناضر سے ہوا۔ عبدالرحمن اس کو اپنے ساتھ مدینہ لے آئے ابوسلمہ بن عبدالرحمن جو کبار تابعین اور جلیل القدر حفاظ میں سے ہیں، وہ ان کے لطن سے پیدا ہوئے۔

سریہ فدک

(شعبان ۶ھ)

رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر ملی کہ بنی سعد بن بکر نے یہود خیبر کی امداد کے لئے فدک کے قریب لشکر جمع کیا ہے۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سو آدمیوں کے ہمراہ فدک کی طرف روانہ فرمایا راستہ میں ان کو ایک شخص ملا۔ ڈرانے اور دھمکانے سے معلوم ہوا کہ بنی سعد کا جاسوس ہے۔ امن دے کر اس سے پتہ دریافت کیا۔ اس نے ان کا ٹھیک ٹھیک پتہ بتلایا اسی کے مطابق پہنچ کر ان پر حملہ کیا۔ بنو سعد تو بھاگ گئے اور مسلمان پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں لے کر واپس ہوئے۔

سریہ ام قرفہ

(۷ رمضان المبارک ۶ھ)

ام قرفہ ایک عورت کی کنیت ہے جس کا نام فاطمہ بنت ربیعہ تھا، یہ عورت قبیلہ بنی فزارہ کی سردار تھی زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ مال تجارت لے کر شام کو جاتے ہوئے یہاں سے گزرے بنی فزارہ کے لوگوں نے ان کو مار کر زخمی کیا۔ اور تمام سامان چھین لیا۔ زید مدینہ واپس آگئے آنحضرت ﷺ نے ان کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر زید کی سرکردگی میں روانہ کیا جو کامیابی کے ساتھ واپس آیا۔

سریہ عبد اللہ بن عتیک برائے قتل ابی رافع بن حقیق یہودی

ابورافع یہودی کے قتل کا مفصل واقعہ ۳ھ کے واقعات میں ذکر ہو چکا ہے۔ ہمارا مقصد اس وقت صرف یہ بتلانا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک ابورافع کے قتل کا واقعہ ۳ھ میں پیش آیا اور بعض کے نزدیک ۵ھ میں پیش آیا اور بعض کے نزدیک ۶ھ میں تفصیل کے لئے ہزرقانی کی مراجعت کریں۔

سریہ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(شوال ۶ھ)

ابورافع کے قتل ہو جانے کے بعد یہود نے انسیر بن رزام کو اپنا امیر اور سردار بنا لیا، اس نے رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ کے لئے تیاریاں شروع کیں اور قبیلہ غطفان اور دیگر قبائل کو رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ کیا۔ آپ کو جب اس کا علم ہوا تو عبد اللہ بن رواحہ کو تین آدمیوں کے ساتھ تحقیق حال کے لئے روانہ فرمایا۔ عبد اللہ بن رواحہ نے آکر خبر دی کہ واقعہ صحیح ہے رسول اللہ ﷺ نے تیس آدمیوں کو عبد اللہ بن رواحہ کے ساتھ روانہ فرمایا کہ ان کو بلا کر لائیں تاکہ ان سے زبانی گفتگو کریں۔

انسیر بن رزام نے بھی تیس آدمی ہمراہ لیے اور روانہ ہوا ایک ایک اونٹ پر دو دو آدمی تھے ایک یہودی اور ایک مسلمان راستہ میں آکر ان لوگوں کی نیت بدلی۔ انسیر بن رزام اور عبد اللہ بن انیس ایک اونٹ پر تھے، انسیر نے دو مرتبہ ان پر تلوار چلائی چاہی۔ مگر عبد اللہ بن انیس متنبہ ہو گئے دو مرتبہ درگزر فرمایا۔ انسیر نے جب تیسری بار یہ حرکت کی تو طرفین سے جنگ چھڑ گئی۔ تمام یہودی قتل کر دیئے گئے۔ ان میں کا صرف ایک آدمی بچا جو بھال لیا تھا مسلمانوں میں سے بھم اللہ کوئی قتل نہیں ہوا۔ صرف عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے زخم آیا۔ جب یہ لوگ مدینہ واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قد نجاكم الله من القوم
الظالمين

اور عبداللہ بن انیس کے زخم پر لعاب مبارک لگا دیا۔ فوراً اچھا ہو گیا اور چہرہ پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی۔

سر یہ کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ سوی عمر نبین

(شوال ۶ھ)

قبیلہ عٹکل اور عرینہ کے چند لوگ مدینہ میں آئے اور اسلام ظاہر کیا۔ چند روز کے بعد آپ سے یہ عرض کیا کہ ہم اہل مویشی ہیں اب تک دودھ پر ہمارا گزارا رہا ہے غلہ کے ہم عادی نہیں مدینہ کی آب و ہوا ہم کو موافق نہیں اس لئے اگر ہم کو شہر سے باہر صدقات کے اونٹوں میں رہنے اور ان کے دودھ پینے کی اجازت دے دیں تو بہتر ہے۔

آپ نے ان کی درخواست منظور فرمائی اور شہر سے باہر چراگاہ میں صدقات کے اونٹ رہتے تھے۔ وہاں رہنے اور ان کا دودھ پینے کی اجازت دے دی چند روز میں یہ لوگ تندرست اور بڑے قوی اور توانا ہو گئے، اس وقت یہ شرارت سوچھی کہ اسلام سے مرتد ہوئے اور آپ کے چرواہے کو قتل اور اُس کے ہاتھ اور پیر ناک اور کان کاٹے۔ اور آنکھوں میں کانٹے چھوئے اور اونٹوں کو بھگا کر لے گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے شوال ۶ھ میں کرز بن جابر فہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تقریباً بیس آدمیوں کے ہمراہ ان کے تعاقب میں روانہ فرمایا۔ سب گرفتار کئے گئے۔ آپ نے ان سے قصاص اور بدلہ لینے کا حکم دیا اور جس طرح سے ان لوگوں نے چرواہے کو قتل کیا تھا اسی طرح وہ قتل کئے گئے لیکن آئندہ کے لئے یہ حکم ہو گیا کہ کوئی مجرم اگرچہ کتنا ہی سخت جرم کیوں نہ کرے ہرگز ایسی سزا نہ دی جائے ابتداءً تو پہلے ہی سے کسی سخت دشمن کا مثلہ کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہو گیا لہذا اگر کوئی کافر کسی مسلمان کو قتل کر کے مثلہ کرے تو اُس کے قصاص میں کافر کو صرف قتل کیا جائے گا مثلہ نہ کیا جائے گا۔

۱۔ یہ واقعہ اور ابن سعد اور ابن حبان کا قول ہے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ واقعہ حدیبیہ کے بعد اور فتح خیبر سے پہلے ہوا تفصیل کے لئے زرقاتی ص ۲۷۲ ج ۲ کی مراجعت کریں۔

۲۔ زرقاتی ج ۲، ص ۱۷۶

بُعْثِ عَمْرَ بْنَ اَمِيهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

ابوسفیان بن حرب نے ایک روز قریش کے بھرے مجمع میں یہ کہا کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو جا کر محمدؐ کو قتل کر آئے ان کے ہاں کوئی پہرہ نہیں محمدؐ بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں ایک اعرابی نے کہا کہ میں اس کام میں بڑا ماہر ہوں، اگر تم میری امداد کرو تو میں اس کام کو کر آؤں ابوسفیان نے اس کو ایک اونٹنی دی اور خرچ دیا۔ اور امداد کا وعدہ کیا وہ اعرابی اپنا خنجر لے کر مدینہ روانہ ہوا حضور اس وقت مسجد بنی عبدالاشہل میں تشریف فرما تھے اس اعرابی کو سامنے سے آتے دیکھ کر فرمایا یہ کسی فاسد نیت سے آرہا ہے، اُسید بن حضیر اٹھے اور اس اعرابی کو پکڑا۔ جو خنجر کپڑوں میں چھپائے ہوئے تھا وہ ہاتھ سے چھوٹ گیا، آپ نے فرمایا کہ سچ بتلا کس نیت سے آیا ہے۔ اس نے کہا اگر مجھ کو امن عطا ہو تو عرض کروں۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھ کو امن دیا۔ اعرابی نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور معاف کیا۔ وہ اعرابی یہ معاملہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور یہ کہا۔

یا محمد والی اللہ ما کنت
ما فرق الرجال فما هو الا ان
رأیتک فذهب عقلی
وضعت نفسی ثم اطلعت
علی ما هممت به ما لم یعلم
احد فعرفت انک ممنوع
وانک علی حق وان حزب
ابی سفیان حزب الشیطان
فجعل رسول اللہ صلی اللہ
علیہ سلم یتبسم۔

اے محمد میں کسی سے ڈرنے والا نہ تھا مگر
آپ کو دیکھتے ہی یہ حالت ہوئی کہ عقل
جانی رہی اور دل کمزور پڑ گیا، پھر مزید
برآں یہ کہ آپ میرے ارادہ پر مطلع ہو گئے
جس کا کسی کو علم نہیں، پس میں نے پہچان لیا
کہ آپ مامون اور محفوظ ہیں اور یقیناً آپ
حق پر ہیں اور ابوسفیان کا گروہ شیطان ہ
گروہ ہے۔ آپ یہ سن کر مسکرانے لگے۔

اس کے بعد وہ اعرابی چند روز آپ کی خدمت میں رہا اور پھر آپ سے اجازت لے کر
رخصت ہوا پھر اس کا کوئی حال معلوم نہیں ہوا کہ کہاں گیا۔

بعد ازاں آپ نے عمرو بن امیہ ضمری اور سلمۃ بن اسلم انصاری کو مکہ روانہ فرمایا کہ اگر موقعہ پڑے تو ابوسفیان کو قتل کر دیں۔ جب یہ دونوں مکہ میں داخل ہوئے تو یہ ارادہ کیا کہ مسجد حرام میں حاضر ہو کر بیت اللہ کا پہلے طواف کر لیں حرم میں داخل ہونا تھا کہ ابوسفیان نے ان کو دیکھ لیا اور چلا کر کہا کہ دیکھو یہ عمرو بن امیہ ہے ضرور کسی شر کے لئے آیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عمرو بن امیہ شیطان کے نام سے مشہور تھا۔ اہل مکہ نے اس خیال سے کہ عمرو بن امیہ ہم کو کوئی نقصان نہ پہنچائے اس ڈر سے اس کے لئے کچھ روپیہ پیسہ جمع کر دیا۔ عمرو نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ابوسفیان کا قتل تو اب ممکن نہیں بہتر یہ ہے کہ ہم اپنی جان بچا کر نکل جائیں۔ چل کر راستہ میں عبداللہ بن مالک تیمی کو قتل کیا، آگے چل کر دیکھتے کیا ہیں کہ بنی الدیل کا ایک کاٹنا شخص لیٹا ہوا یہ شعر گارہا ہے۔

وَلَسْتُ بِمُسْلِمٍ مَا ذُنْتُ حَيًّا وَلَسْتُ أَدِينُ دِينَ الْمُسْلِمِينَ

جب تک میری زندگی ہے میں کبھی مسلمان نہ ہوں گا اور نہ مسلمانوں کے دین کو کبھی اختیار کروں گا۔ عمرو نے اس شعر پڑھنے والے پر ایک وار کیا جس سے اس کا کام تمام ہوا۔ آگے چلے تو قریش کے دو جاسوس ملے جن کو قریش نے رسول اللہ ﷺ کے حالات کے تجسس کے لئے بھیجا تھا ان میں سے ایک کو قتل کیا اور دوسرے کو گرفتار کر کے بارگاہ نبوی میں لا کر پیش کیا اور تمام واقعہ آپ کو سنایا، آپ سُن کر ہنس پڑے اور مجھے دُعائے خیر دینی۔ (زرقانی ص ۱۷۷ ج ۲)

عُمْرَةُ الْحَدَيْبِيَّةِ

(کیم ذی القعدة الحرام ۶ھ)

حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے جس کے متصل ایک گاؤں آباد ہے جو اسی نام سے مشہور ہے یہ گاؤں مکہ معظمہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر ہے، محبت طبری فرماتے ہیں کہ اس کا اکثر حصہ حرم میں ہے اور باقی حصہ حل میں۔

۱۔ ایک روایت میں ہے کہ عمرو نے پوچھا کہ تو کون ہے اس نے کہا میں قبیلہ بنی بکر کا ہوں عمرو نے کہا مرحبا اس کے بعد وہ شخص لیٹ گیا اور پھر یہی شعر گانا شروع کیا۔ عمرو نے پہلے تو ایک تیر اس کی دوسری آنکھ میں مارا جو صحیح و سالم تھی بعد میں تلوار سے کام تمام کیا۔ زرقانی۔
۲۔ فتح الباری ص ۳۳۹ ج ۷ زرقانی ص ۱۷۹ ج ۲

رسول اللہ ﷺ نے ایک خواب دیکھا کہ آپ اور آپ کے کچھ اصحاب مکہ مکرمہ میں امن کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ کر کے بعض اصحاب نے سر منڈایا اور بعض نے کترا یا (رواہ البیہقی فی الدلائل)

یہ خواب سنتے ہی دلوں میں جو بیت اللہ کی محبت اور شوق کی چنگاری دہی ہوئی تھی وہ بھڑک اٹھی۔ اور زیارت بیت اللہ کے شوق نے سب کو بے چین اور بے تاب بنا دیا۔

یوم دو شنبہ کیم ذی القعدة الحرام ۶ھ کو رسول اللہ ﷺ نے بقصد عمرہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کا قصد فرمایا۔ تقریباً پندرہ سو مہاجرین اور انصار آپ کے ہمراہ تھے۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر ہدی کے قلاوہ ڈالا اور اشعار کیا اور عمرہ کا احرام باندھا اور بنو نسر بن سفیان کو جاسوس بنا کر قریش کی خبر معلوم کرنے کے لئے آگے روانہ فرمایا چونکہ ارادہ جنگ کا نہ تھا اس لئے کسی قسم کا سامان حرب اور سلاح جنگ ساتھ نہیں لیا۔ صرف اتنے ہتھیار ساتھ رکھے جتنا کہ مسافر کو ضروری اور لازمی ہے اور وہ بھی نیام میں (فتح الباری کتاب الشروط وطبقات ابن سعد ص ۶۹ ج ۲)

جب آپ غدیر اشرطاط پر پہنچے تو آپ کے جاسوس نے آ کر آپ کو یہ اطلاع دی کہ قریش نے آپ کو خبر پاتے ہی لشکر جمع کیا ہے اور آپ کے مقابلہ کے لئے تیل گئے ہیں اور یہ عہد کیا ہے کہ آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ خالد بن الولید بطور مقدمہ الجیش کے دو سو سواروں کو لے کر مقام غمیم میں پہنچ گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر پاتے ہی وہ راستہ چھوڑ دیا اور دوسرے راستہ سے نکل کر مقام حدیبیہ میں پہنچ گئے۔ اس مقام سے جب آپ نے اپنے ناقہ کو مکہ کی طرف موڑنا چاہا تو وہ ناقہ بیٹھ گیا۔ لوگوں نے ناقہ کو اٹھانے کی غرض سے حَلَّ حَلَّ کہا، چند ناقہ کو اٹھانا چاہا مگر ناقہ اپنی جگہ سے نہ اٹھا۔ لوگوں نے کہا خَلَّتِ الْقِصْوَاءُ خَلَّتِ الْقِصْوَاءُ اونٹنی بیٹھ گئی۔ آپ نے فرمایا یہ اس کی عادت نہیں لیکن اللہ عزوجل نے اس کو روکا ہے۔ اور بعد ازاں یہ فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری

۱۔ اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں۔ مشہور قول چودہ سو کا ہے جیسا کہ صحیحین میں براہ بن عازب سے مروی ہے اور صحیحین ہی میں جابر بن عبد اللہ سے پندرہ سو کا قول مروی ہے تفصیل کیلئے زرقانی ص ۱۸۰ ج ۲ کی مرادعت کی جائے۔

۲۔ یہ حدیث صحیح بخاری کے متعدد ابواب میں مذکور ہے مگر کڑے کڑے۔ مفصل حدیث کتاب الشروط فی ابواب المصالح مع اہل الحرب الخ میں مذکور ہے ۱۲۔

۳۔ فتح الباری الباری ج ۵ ص ۲۳۲-۲۳۵

جان ہے، قریش مجھ سے جس ایسے امر کی درخواست کریں گے کہ جس میں شعائر اللہ کی تعظیم ہوتی ہو میں ضرور اس کو منظور کروں گا یہ کہہ کر اونٹنی کو کوچا دیا۔ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی وہاں سے ہٹ کر آپ نے حدیبیہ پر آ کر قیام فرمایا۔ گرمی کا موسم تھا پیاس کی شدت اور پانی کی قلت تھی، گڈھے میں جو تھوڑا بہت پانی تھا وہ کھینچ لیا گیا۔ صحابہ نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ پانی نہیں رہا۔ آپ نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر دیا کہ اُس گڈھے میں گاڑ دیا جائے، اسی وقت پانی اس قدر جوش مارنے لگا کہ تمام لشکر سیراب ہو گیا۔ ۳

حدیبیہ میں قیام کرنے کے بعد آپ نے خراش بن امیہ خزاعیؓ کو ایک اونٹ پر سوار کر کے اہل مکہ کے پاس بھیجا کہ ان کو خبر کر دیں کہ ہم فقط بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے، جنگ کے لئے نہیں آئے اہل مکہ نے اُن کے انٹ کو ذبح کر ڈالا اور ارادہ کیا کہ ان کو بھی قتل کر ڈالیں۔ مگر آپس ہی کے بعض لوگوں نے درمیان میں پڑ کر بچا دیا۔ حضرت خراش اپنی جان بچا کر واپس آئے اور رسول اللہ ﷺ سے تمام واقعہ بیان کیا۔ تب آپ نے حضرت عمرؓ کو پیام دے کر اہل مکہ کے پاس بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے معذرت کی اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ اہل مکہ مجھ سے کس قدر برہم ہیں اور کس درجہ میرے دشمن ہیں، مکہ میں میرے قبیلہ کا کوئی شخص نہیں جو مجھے بچا سکے اگر آپ حضرت عثمان کو بھیجیں جن کی مکہ میں قرابتیں ہیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ آپ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عثمان کو بلا کر یہ حکم دیا کہ ابوسفیان اور رؤسائے مکہ کو ہمارا پیام پہنچا دو اور جو مسلمان مکہ میں اپنے اسلام کا اعلان و اظہار نہیں کر سکتے اُن کو یہ بشارت سنادو، کہ گھبراؤ نہیں عنقریب اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائے گا اور اپنے دین کو ظاہر اور غالب کرے گا عثمان بن عفان اپنے ایک عزیز ابان بن سعید کی پناہ میں مکہ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کا پیام پہنچایا اور ضعفاء مسلمین کو بشارت سنائی۔

سب نے بالاتفاق یہ جواب دیا کہ اس سال تو رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے تم اگر چاہو تو تنہا طواف کر سکتے ہو۔ حضرت عثمان نے فرمایا کہ میں بغیر رسول اللہ ﷺ کے کبھی طواف نہ کروں گا، قریش یہ سن کر خاموش ہو گئے اور حضرت عثمان کو روک لیا۔

حضرت عثمان وہاں روک لئے گئے اور ادھر یہ خبر مشہور ہو گئی کہ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتل کر دئے گئے

بَیْعَةُ الرِّضْوَانِ

رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا اور یہ فرمایا کہ جب تک میں اُن سے بدلہ نہ لے لوں گا یہاں سے حرکت نہ کروں گا اور وہیں کیکر کے درخت کے نیچے جس کے سایہ میں فرودکش تھے بیعت لینی شروع کر دی کہ جب تک جان میں جان ہے کافروں سے جہاد و قتال کریں گے مرجائیں گے مگر بھاگیں گے نہیں۔

سب سے پہلے ابوسنان اسدی نے بیعت کی مجسم طبرانی میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جب بیعت کے لئے بلایا تو سب سے پہلے ابوسنان آپ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا یا رسول اللہ بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائیے آپ نے فرمایا کس چیز پر بیعت کرتا ہے ابوسنان نے کہا اُس چیز پر جو میرے دل میں ہے، آپ نے فرمایا تیرے دل میں کیا ہے۔ ابوسنان نے کہا یا رسول اللہ میرے دل میں یہ ہے کہ اس وقت تک تلوار چلاتا رہوں جب تک اللہ عزوجل آپ کو غلبہ نصیب فرمائے یا اس راہ میں مارا جاؤں، آپ نے اُن کو بیعت فرمایا اور اسی پر سب نے بیعت کی۔

صحیح مسلم میں ہے کہ سلمۃ بن اکوع نے تین مرتبہ بیعت کی ابتدا میں اور درمیان میں اور اخیر میں اور جب بیعت سے فارغ ہوئے تو بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر رکھ کر یہ فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی جانب سے ہے (رواہ البخاری)

داہنا ہاتھ آپ کی طرف سے تھا اور بائیں ہاتھ حضرت عثمان کی جانب سے تھا۔ حضرت عثمان اس واقعہ کو ذکر کے فرمایا کرتے تھے کہ میری جانب سے رسول اللہ ﷺ کا بائیں ہاتھ میرے دائیں ہاتھ سے کہیں بہتر تھا۔

اس بیعت کو بیعت الرضوان کہتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے سورہ فتح میں ذکر فرمایا ہے،

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ

تحقیق اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے
سو وقت کہ وہ آپ کے ہاتھ پر درخت کے
نیچے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں میں

السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا
 قَرِيبًا وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا
 وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور اخلاص جو
 کچھ بھرا ہوا ہے وہ اللہ کو خوب معلوم ہے پس
 اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی خاص سکینت اور
 طمانیت کو اتار دیا اور انعام میں ان کو قریبی
 فتح عطا فرمائی اور اس کے علاوہ اور

بھی بہت سی غنیمتوں کو لیں گے اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔

لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی خبر غلط تھی قریش کو جب
 اس بیعت کا علم ہوا تو مرعوب اور خوف زدہ ہو گئے اور صلح کے لئے نامہ و پیام کا سلسلہ شروع
 کیا۔ (فتح الباری ص ۳۳۵ ج ۷)

قبیلہ خزاعہ اگرچہ ہنوز مشرف باسلام نہ ہوا تھا لیکن ہمیشہ سے آپ کا حلیف اور خیر خواہ
 اور راز دار تھا۔ مشرکین مکہ آپ کے خلاف جو سازشیں کرتے اس سے آپ کو مطلع کیا کرتا
 تھا۔ اس قبیلہ کے سردار بدیل بن ورقاء قبیلہ خزاعہ کے چند آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر آپ
 کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ قریش نے نواحی حدیبیہ میں پانی کے بڑے
 بڑے چشموں پر آپ کے مقابلہ کے لئے لشکر عظیم جمع کیا ہے کہ آپ کو کسی طرح مکہ میں
 داخل نہ ہونے دیں اور دودھ والی اونٹنیں ان کے ساتھ ہیں (یعنی طویل قیام کا ارادہ ہے،
 کھاتے پیتے رہیں اور مقابلہ کے لئے ڈٹے رہیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم کسی سے لڑنے کے لئے نہیں آئے ہم فقط عمرہ
 کرنے کے لئے آئے ہیں۔ لڑائی نے قریش کو نہایت کمزور کر دیا ہے اگر وہ چاہیں تو میں ان
 کے لئے ایک مدت صلح کی مقرر کر دوں اس مدت میں ایک دوسرے سے کوئی تعرض نہ
 کرے اور مجھ کو اور عرب کو چھوڑ دیں۔ اگر اللہ کے فضل سے غالب ہوا تو وہ چاہیں تو اس دین
 میں داخل ہو جائیں اور فی الحال چند روز کے لئے تم کو آرام ملے اور اگر بالفرض عرب غالب
 آئے تو تمہاری تمنا پوری ہوگی لیکن میں تم سے یہ کہہ دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور
 اپنے اس دین کو غالب کر کے رہے گا۔ اور اس دین کے ظہور اور غلبہ۔ فتح اور نصرت کا جو وعدہ

اُس تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا اور اگر وہ اس بات کو نہ مانیں تو قسم اُس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ضرور ان سے جہاد و قتال کروں گا، یہاں تک کہ میری گردن الگ ہو جائے۔ بدیل آپ کے پاس سے اٹھ کر قریش کے پاس گئے اور یہ کہا کہ میں اس شخص کے پاس سے ایک بات سُن کر آیا ہوں اگر چاہو تو تم پر پیش کروں جو احمق اور نادان تھے انھوں نے یہ کہا ہمیں ضرورت نہیں ہم ان کی کوئی بات سُننا نہیں چاہتے مگر جو ان میں ذی رائے اور سمجھدار تھے انھوں نے کہا ہاں بیان کرو۔

بدیل نے کہا تم لوگ جلد باز ہو۔ محمد (ﷺ) لڑائی کے لئے نہیں آئے بلکہ عمرہ کرنے کیلئے آئے ہیں تم سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ قریش نے کہا بے شک وہ لڑائی کے ارادہ سے نہیں آئے لیکن مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ عروہ بن مسعود نے اٹھ کر کہا۔ اے قوم کیا میں تمہارے لئے بمنزلہ باپ کے اور تم میرے لئے بمنزلہ اولاد کے نہیں۔ لوگوں نے کہا بے شک کیوں نہیں عروہ نے کہا کیا تم میرے ساتھ کسی قسم کی بدگمانی رکھتے ہو۔ لوگوں نے کہا ہرگز نہیں، عروہ نے کہا اس شخص نے (یعنی رسول اللہ ﷺ نے) تمہاری بھلائی اور بہتری کی بات کہی ہے۔ میرے نزدیک اس کو ضرور قبول کر لینا چاہیے اور مجھ کو اجازت دو کہ میں محمد (ﷺ) سے مل کر اس بارے میں گفتگو کروں۔ لوگوں نے کہا بہتر ہے۔

عروہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے وہی فرمایا کہ جو بدیل سے فرما چکے تھے۔ عروہ نے کہا اے محمد تم نے سنا بھی ہے کہ کسی نے اپنی قوم کو خود ہلاک اور برباد کیا ہو علاوہ ازیں اگر دوسری صورت پیش آئی (یعنی قریش کو غلبہ ہوا) تو میں دیکھتا ہوں کہ چمپیل یعنی مختلف قوموں کے لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ اس وقت آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے عروہ کو گالی دے کر یہ فرمایا کیا ہم آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ عروہ نے کہا یہ کون شخص ہے لوگوں نے کہا ابو بکر ہیں۔ عروہ نے کہا خدا کی قسم اگر مجھ پر احسان نہ ہوتا جس کا اب تک میں بدلہ نہیں دے۔ کا تو ضرور جواب دیتا۔ یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ سے گفتگو شروع کر دی اور جب کوئی بات کرتے تو رسول اللہ ﷺ کی دائرہ کی لو باتیں نکالتے۔ مغیرہ بن شعبہ (یعنی عروہ کے بھتیجے) مسلح تلوار لئے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی

پشت پر کھڑے ہوئے تھے۔ بارگاہ نبوی میں اپنے چچا کی یہ جرات گوارا نہ ہوئی اور فوراً عروہ سے کہا۔ اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی سے ہٹالے، ایک مشرک کے لئے کسی طرح زیبا نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو مس کر سکے مغیرہ چونکہ خود وغیرہ پہنے ہوئے تھے اس لئے عروہ نے ان کو پہچانا نہیں اور غصہ ہو کر آپ سے دریافت کیا یہ کون ہے آپ نے فرمایا تمہارا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے۔ اب عروہ نے مغیرہ کو پہچانا اور کہا۔ اوغدار۔ کیا میں نے تیری غداری اور فتنہ پردازی کو رفع نہیں کیا۔

مغیرہ مسلمان ہونے سے پہلے چند رفقاء کے ساتھ سفر کر کے مقوقس شاہ مصر کے پاس گئے بادشاہ نے بہ نسبت مغیرہ کے دوسرے رفقاء کو زیادہ انعامات دیئے جس سے مغیرہ کو بہت رنج ہوا اور راستہ میں ایک مقام پر ٹھہرے اور شراب پی کر خوب غفلت کی نیند سوئے مغیرہ نے موقع پا کر ان سب کو قتل کر ڈالا اور ان کا مال لے کر بھاگ آئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے آپ نے فرمایا۔ اسلام تو قبول کرتا ہوں مگر مال سے مجھ کو کوئی تعلق نہیں کیونکہ وہ دھوکہ اور دغا سے لیا گیا ہے عروہ نے ان آدمیوں کی دیت دے کر قصہ کو رفع دفع کیا۔

بعد ازاں عروہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہ کی حسن عقیدت اور صدق اخلاص کا ایسا عجیب و غریب منظر دیکھا کہ جو اس سے پیشتر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ یہ کہ جب آپ کوئی حکم دیتے ہیں تو ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ سب سے پہلے میں اس حکم کو بجلاؤں جب کبھی آپ کے دہن مبارک سے تھوک یا بلغم نکلتا ہے تو وہ زمین پر گرنے نہیں پاتا ہاتھوں ہاتھ اس کو لے لیتے ہیں اور اپنے چہروں سے مل لیتے ہیں۔ جب آپ وضو فرماتے ہیں تو آپ کے غسل وضو پر بھی لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے، قریب ہے کہ آپس میں لڑ پڑیں۔ آپ کے جسم سے کوئی بال گرنے نہیں پاتا تھا کہ فوراً اس کو لے لیتے ہیں۔ جب آپ کلام فرماتے ہیں تو ایک سناٹا ہو جاتا ہے، گویا کہ ہر شخص سراپا گوش بنا ہوا ہے کسی کی مجال نہیں کہ نظر اٹھا کر دیکھ سکے۔

گویا کہ بزبان حال یہ عروہ کی اس بدگمانی کا جواب تھا جو اس نے ابتداء میں آپ کے جان نثاروں کے متعلق ظاہر کی تھی کہ اگر قریش کو غلبہ ہو تو یہ لوگ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، یہ اخلاص و عقیدت، محبت و عظمت کا حیرت انگیز منظر عروہ کی حضرات صحابہ کے

ساتھ بدگمانی کا شافی اور کافی جواب تھا کہ جن کی شیفتگی اور وارفتگی اور محبت و عقیدت کا یہ حال ہو بھلا وہ آپ کو چھوڑ کر کہیں بھاگ سکتے ہیں۔

عروہ جب آپ کے پاس سے واپس ہوئے تو قریش سے جا کر کہا اے قوم واللہ میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی اور بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں مگر خدا کی قسم عقیدت و محبت تعظیم و اجلال کا یہ عجیب و غریب منظر کہیں نہیں دیکھا۔

(یہ منظر نہ آپ سے پہلے دیکھا گیا اور نہ آپ کے بعد ممکن ہے آپ خاتم الانبیاء تھے عقیدت و محبت کا یہ حیرت انگیز منظر آپ پر ختم ہو گیا)

ایک روایت میں ہے کہ عروہ نے یہ کہا کہ اے قوم میں نے بہت سے بادشاہوں کو دیکھا مگر محمد جیسا کسی کو نہیں دیکھا وہ بادشاہ نہیں معلوم ہوتے۔ (رواہ ابن ابی شیبہ مرسل۔) عروہ نے صاف طور سے تو نہیں کہا کہ آپ نبی ہیں مگر اشارۃً یہ بتلا دیا کہ یہ شان بادشاہوں کی نہیں ہوتی بلکہ خدا تعالیٰ کے پیغمبروں کی ہوتی ہے۔

عروہ کی یہ گفتگو سن کر حبشیوں کے سردار خلیس بن علقمہ کنانی نے کہا مجھ کو اجازت دو کہ میں آپ سے مل کر آؤں۔

رسول اللہ ﷺ نے خلیس کو دُور سے آتے دیکھ کر یہ فرمایا کہ قربانی کے جانوروں کو کھڑا کر دو یہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں خلیس قربانی کے اونٹوں کو کھڑا دیکھ کر راستہ ہی سے واپس ہو گیا اور جا کر قریش سے یہ کہا تم ہے رب تعالیٰ کی یہ لوگ تو فقط عمرہ کرنے آئے ہیں ان لوگوں کو بیت اللہ سے ہرگز نہیں روکا جاسکتا۔

قریش نے کہا بیٹھ جا تو تو جنگلی آدمی ہے سمجھتا بوجھتا نہیں خلیس کو غصہ آ گیا اور کہا اے گروہ قریش خدا کی قسم ہم نے تم سے اس کا عہد و پیمانہ نہیں کیا تھا کہ جو شخص شخص بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے اس کو بیت اللہ سے روکا جائے قسم ہے اس ذات پاک کی جس سے قبضہ میں خلیس کی جان ہے۔ اگر تم محمد کو بیت اللہ کی زیارت سے روکے تو میں تمام حبشیوں کو لے کر تم سے یگانگت علیحدہ ہو جاؤں گا۔ قریش نے کہا اچھا آپ خفا نبویں بیٹھتے ذرا ہم غور کر لیں بعد ازاں مجمع میں سے مکرز بن حفص اٹھا اور کہا کہ میں آپ کے پاس ہو کر آتا

ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے مکرز کو آتے دیکھ کر فرمایا۔ یہ آدمی بُرا ہے حدیبیہ کے زمانہ قیام میں ایک مرتبہ مکرز نے پچاس آدمیوں کو لے کر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ صحابہ نے ان کو گرفتار کر لیا۔ اور مکرز فرار ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ کا اشارہ اس واقعہ کی طرف تھا۔

مکرز آپ سے گفتگو کر ہی رہا تھا کہ اتنے میں قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو صلح کرنے کے لئے پہنچ گئے رسول اللہ ﷺ نے سہیل کو آتے دیکھ کر صحابہ سے فرمایا:

قد سهل لکم من امرکم ! البتہ تمہارا معاملہ کچھ سہل ہو گیا۔

اور یہ فرمایا کہ قریش اب صلح کی طرف مائل ہو گئے ہیں اس شخص کو صلح کے لئے بھیجا ہے سہیل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیر تک صلح اور شرائط صلح پر گفتگو ہوتی رہی۔ جب شرائط صلح طے ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحریر معاہدہ کا حکم دیا اور سب سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھنے کا حکم دیا۔

عرب کا قدیم دستور یہ تھا کہ سرنامہ پر بِسْمِ اللّٰهِ لکھا کرتے تھے، اس بناء پر سہیل نے کہا میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہیں جانتا قدیم دستور کے مطابق بِسْمِ اللّٰهِ لکھو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھا یہی لکھو اور پھر فرمایا کہ یہ لکھو۔

ہذا ما قاضی علیہ محمد ! یہ وہ عہد نامہ ہے جس پر محمد اللہ کے رسول رسول اللہ نے صلح کی ہے۔

سہیل نے کہا، اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول سمجھتے تو پھر نہ آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ آپ سے لڑتے۔

جائے محمد رسول اللہ کے محمد بن عبد اللہ لکھیں۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں اگرچہ تم میری تکذیب کرو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا یہ الفاظ مٹا کر، اُن کی خواہش کے مطابق خالی میرا نام لکھو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں تو

یعنی پورا سہل تو نہیں ہوا لیکن کچھ نہ کچھ سہل ہو گیا یہ من بعضیہ کا ترجمہ ہے جو قد سهل لکم من امرکم میں لفظ من ہے۔ رسول اللہ ﷺ نیک فال کو پسند فرماتے تھے اس لئے سہیل کی آمد سے نیک فال اور سہیل کی آمد کو سہولت کے حق میں فال نیک سمجھا مگر لفظ سہیل چونکہ سہیل کی تصغیر ہے جو تقلیل پر دلالت کرتا ہے اس لئے فال حسن میں من بعضیہ کا اضافہ فرمایا تاکہ اصل ماخذ اور یہ فال حسن، دونوں دلالت تقلیل میں مشترک ہو جائیں ۱۲ ازرقانی ص ۱۹۲ ج ۲

ہرگز آپ کا نام نہ مٹاؤں گا۔ آپ نے فرمایا لہجھا وہ جگہ دکھلاؤ جہاں تم نے لفظ رسول اللہ لکھا ہے۔ حضرت علی نے انگلی رکھ کر وہ جگہ بتلائی آپ نے خود اپنے ہاتھ سے اُس لفظ کو مٹایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو محمد بن عبد اللہ لکھنے کا حکم دیا۔ شرائطِ صلح حسب ذیل تھے۔

شرائطِ صلح

- (۱)۔ دس سال تک آپس میں لڑائی موقوف رہے گی۔
- (۲)۔ قریش میں جو شخص بغیر اپنے ولی اور آقا کی اجازت کے مدینہ جائے گا وہ واپس کیا جائے گا اگرچہ وہ مسلمان ہو کر جائے۔
- (۳)۔ اور جو شخص مسلمانوں میں سے مدینہ سے مکہ آجائے تو اس کو واپس نہ دیا جائے گا۔
- (۴)۔ اس درمیان میں کوئی ایک دوسرے پر تلوار نہ اٹھائے گا اور نہ کوئی کسی سے خیانت کرے گا۔
- (۵)۔ محمد امسال بغیر عمرہ کے مدینہ واپس ہو جائیں مکہ میں داخل نہ ہوں سال آئندہ صرف تین دن مکہ میں رہ کر عمرہ کر کے واپس ہو جائیں سوائے تلواروں کے اور کوئی ہتھیار ساتھ نہ ہوں اور تلواریں بھی نیام یا غلاف میں ہوں۔
- (۶)۔ قبائل متحدہ کو اختیار ہے کہ جس کے معاہدہ اور صلح میں شریک ہونا چاہیں شریک ہو جائیں۔

چنانچہ بنو خزاعہ آپ کے عہد میں اور بنو بکر قریش کے عہد میں شریک ہو گئے۔ بنو خزاعہ آپ کے حلیف اور ہم عہد ہو گئے اور بنو بکر قریش کے حلیف اور ہم عہد ہو گئے۔

صلح نامہ ابھی لکھا ہی جا رہا تھا کہ تہیل کے بیٹے ابو جندل رضی اللہ عنہ پابز نجیہ قیدت نکل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو پہلے سے مشرف باسلام ہو چکے تھے اور ان کا نام نہ

بعض روایات میں قلب رسول اللہ ﷺ کا لفظ آیا ہے وہ اسناد مجازی پر محمول ہے یعنی امر بالمعروف نہی عن المنکر کا علم دیا جیسا کہ کتب الی قیصہ و کسریٰ میں اسناد مجازی ہے، اس لئے کہ انصوح قرآنیہ اور احادیث متواترہ سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان ہونا واضح ہے اور اس واقعہ میں حضرت علی نے ہاتھ صلح نامہ کا لٹھوٹا احادیث مشہورہ سے ثابت ہے، وقد قال قائلهم فی ذالک شعراً

برئت ممن شری دنیا باخرة۔ وقال ان رسول الله قد کتبا ۱۲ (زرقاتی ص ۱۹۷ ج ۲)

طرح طرح سے ان کو ایذا میں پہنچا رہے تھے۔ سہیل نے کہا یہ پہلا شخص ہے کہ جو عہد نامہ کے مطابق واپس ہونا چاہئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابھی تو صلح نامہ پورا لکھا نہیں گیا یعنی لکھے جانے اور دستخط ہو جانے کے بعد سے اُس پر عمل شروع ہونا چاہئے، آپ نے بار بار سہیل سے کہا کہ ابو جندل رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کو ہمارے حوالہ کر دیا جائے مگر سہیل نے نہیں مانا۔ بالآخر آپ نے ابو جندل کو سہیل کے حوالہ کر دیا۔

مشرکین مکہ نے ابو جندل کو طرح طرح سے ستایا تھا اس لئے ابو جندل نے نہایت حسرت بھرے الفاظ میں مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا افسوس اے گروہ اسلام میں کافروں کے حوالہ کیا جا رہا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر ابو جندل کو تسلی دی اور یہ فرمایا:

یا ابا جندل اصبر واحتسب
فانا لانغدر و ان الله جاعل
لك فرجا ومخرجا۔
اے ابو جندل صبر کرو اور اللہ سے امید رکھو
ہم خلاف عہد کرنا پسند نہیں کرتے اور یقین
رکھو اللہ تعالیٰ عنقریب تمہاری نجات کی کوئی
صورت نکالے گا۔

مگر عام مسلمانوں کو ان کی واپسی شاق گزری۔ حضرت عمر رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے ضبط نہ ہو سکا اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں آپ نے فرمایا کیوں نہیں حضرت عمر نے کہا کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں آپ نے فرمایا بے شک، حضرت عمر نے کہا پھر یہ ذلت کیوں گوارا کریں، آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول اور برحق نبی ہوں اس کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا اور وہ میرا معین اور مددگار ہے حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے آپ نے فرمایا یہ میں نے کب کہا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے۔

بعد ازاں حضرت عمر رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، صدیق اکبر کے پاس گئے اور جا کر ان سے بھی یہی گفتگو کی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لفظ بلفظ وہی جواب دیا جو آپ کی زبان مبارک سے نکلا تھا۔

حضرت عمر فرماتے ہیں بعد میں اپنی اس گستاخی پر بہت نادام ہوا اور اس کے کفارہ میں بہت سی نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے اور صدقہ اور خیرات کی اور بہت سے غلام آزاد کیے۔

گفتگوئے عاشقاں درکار رب جوشش عشقت نے ترک ادب

صحیح مسلم میں حضرت انس سے مروی ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس شرط پر کیسے صلح کی جائے کہ ہم میں سے جو ان کی طرف چلا جائے تو اس کو واپس نہ کیا جائے، آپ نے ارشاد فرمایا ہاں جو شخص ہم میں کا ان سے جا ملے ہمیں اس کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور ان میں کا جو شخص مسلمان ہو کر ہماری طرف آئے گا تو اگر چہ از روئے معاہدہ وہ واپس کر دیا جائے لیکن گھبرانے کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ قریب ہی اس کے لئے نجات کی کوئی صورت ضرور پیدا فرمائے گا۔ (علاوہ ازیں بحمد اللہ ایسی صورت پیش بھی نہیں آئی کہ کوئی مسلمان مدینہ سے بھاگ کر مکہ گیا ہو)

الغرض ان شرائط کے ساتھ صلح نامہ مکمل ہو گیا اور فریقین کے دستخط ہو گئے۔ تکمیل صلح کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو قربانی کرنے اور سرمنڈانے کا حکم دیا صحابہ کرام ان شرائط صلح سے اس قدر مغموم اور شکستہ خاطر تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار حکم دیا مگر ایک شخص بھی نہ اٹھا۔

جب آپ نے یہ دیکھا تو ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور بطور شکایت یہ واقعہ بیان فرمایا ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ صلح مسلمانوں پر بہت شاق زرری جس کی وجہ سے افسردہ دل اور شکستہ خاطر ہیں اس وجہ سے تعمیل ارشاد نہیں کر سکے آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں۔ باہر تشریف لے جائیں اور قربانی کر کے سرمنڈائیے یہ خود بخود آپ کی اتباع کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کے قربانی کرتے ہی سب نے قربانی شروع کر دی۔

۱۔ مسلمانوں میں سے ابو بکر بن ابی قحظہ بن النضاب عثمان بن عثمان بن ابی طالب کا تپ مہد نامہ۔ عبد الرحمن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص، ابو عبیدہ بن جراح محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم کے دستخط ہوئے اور شریح بن ابی طرف سے متعدد آدمیوں کے دستخط ہوئے جملہ ان کے نام یہ ہیں: عبد العزیٰ اور عمر بن حفص کے دستخط ہوئے اور صلح نامہ کا ایک نسخہ آپ کے پاس رہا اور ایک نسخہ اسماعیل بن عمرو کے پاس رہا۔ طبقات ابن سعد ص ۱۷۲

حق تعالیٰ شانہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جزائے خیر دے جن کی صائب رائے نے یہ عقدہ حل کیا اور نبی اکرم ﷺ کے خاطر عاطر سے اس تکرار کو دور فرمایا جس طرح حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی کا مشورہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں صائب اور نہایت صحیح تھا اسی طرح ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ مشورہ بھی نہایت صائب اور موجب خیر و برکت ہوا۔

یہ تمام واقعات ہم نے بخاری اور فتح الباری سے لئے ہیں جو بحمد اللہ تعالیٰ نہایت مستند اور معتبر ہیں تطویل کی وجہ سے حوالہ روایات کو ترک کر دیا، چونکہ یہ تمام واقعات ایک ہی باب میں مذکور ہیں اس لئے صرف فتح الباری کا حوالہ کافی سمجھتے ہیں تفصیل اور حوالہ اگر درکار ہے تو فتح الباری کتاب الشروط از ص ۲۲۵ ج ۵ تا ص ۳۵۶ ج ۵ کی مراجعت کریں۔

یہ تمام واقعات مع شئی زائد زرقانی شرح مواہب میں بھی مذکور ہیں مگر ان کی ترتیب فتح الباری کی ترتیب سے مغایر ہے۔ ہم نے ان واقعات میں فتح الباری کی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے اس لئے فتح الباری کا حوالہ دیا۔

تقریباً دو ہفتہ قیام کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے واپس ہوئے جب مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مابین پہنچے تو سورہ فتح نازل ہوئی۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا
الی آخر السورۃ۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو جمع کر کے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا الی آخر السورۃ سنائی صحابہ اس صلح کو اپنی شکست سمجھے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے فتح مبین فرمایا سن کر ازراہ تعجب آپ سے دریافت کیا یا رسول کیا یہ فتح ہے۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ بے شک یہ عظیم الشان فتح ہے۔

(رواہ احمد و ابوداؤد و الدوالحاکم)

امام زہری فرماتے ہیں کہ صلح حدیبیہ ایسی عظیم الشان فتح تھی کہ اس سے قبل اس شان کی فتح نصیب نہیں ہوئی، آپس کی لڑائی کی وجہ سے ایک دوسرے سے مل جل نہیں سکتے ہیں صلح کی وجہ سے لڑائی ختم ہوئی اور امن قائم ہوا۔ اور جو لوگ اسلام کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے وہ علانیہ طور پر احکام اسلام بجالانے لگے، آپس کی منافرت اور کشیدگی دور ہوئی۔ بات چیت کا موقع

ملا۔ مسائل اسلامیہ پر گفتگو اور مناظرہ کی نوبت آئی۔ قرآن کریم کو سنا جس کا اثر یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک اس قدر کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ ابتداء بعثت سے لے کر اس وقت تک اتنے مسلمان نہ ہوئے تھے۔

اسلام تو مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کا معدن اور سرچشمہ اور تمام خوبیوں اور بھلائیوں کا مجموعہ تھا ہی لیکن حضرات صحابہ کرام بھی فضائل و فواضل محاسن و شمائل کے زندہ تصویر تھے۔ اب تک عناد اور منافرت اور بغض اور عداوت کی آنکھیں ان کے ادراک سے مانع بنیں۔

چشم بداندیش کہ برکنده باد عیب نماید بنرش در نظر
اب صلح کی وجہ سے عناد اور منافرت کا پردہ آنکھوں کے سامنے سے ہٹا تو اسلام کی
دلفریب تصویروں نے اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔

مرد حقانی کی پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور
صلح سے پیشتر کفار مکہ و لکن لای شعرون کا مصداق تھے اس لئے اسلام اور مسلمان کا
نور ان سے پوشیدہ اور چھپا ہوا تھا۔ صلح کی وجہ سے جب عداوت اور منافرت دلوں سے دور
ہوئی تو اب ذی شعور بنے اور حقانی لوگوں کی پیشانی کا نور ان کو نظر آیا۔

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ پہنچ گئے تو ابو بصیر رضی اللہ عنہ مشرکین کی قید و بند سے
بھاگ کر مدینہ پہنچے قریش نے فواز دو آدمی انکے لینے کیلئے پیچھے روانہ کئے آپ نے از روئے
معاہدہ ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان دونوں آدمیوں کے حوالہ کر دیا اور ابو بصیر سے فرمایا کہ میں
خلاف عہد نہیں کر سکتا بہتر ہے کہ تم واپس چلے جاؤ۔ ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا
رسول اللہ آپ مجھکو مشرکین کی طرف واپسی کئے دیتے ہیں جو مجھکو دین سے پھیرنا چاہتے
ہیں اور طرح طرح سے مجھکو ستاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھو
عنقریب اللہ تعالیٰ نجات کی صورت پیدا فرمائے گا۔ یہ دونوں آدمی ابو بصیر کو لے کر روانہ
ہوئے جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو دم لینے کے لئے وہاں ٹھہر گئے اور جو کھجوریں ساتھ تھیں وہ
کھانے لگے۔ ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان میں سے ایک سے کہا کہ تمہاری تلوار بہت عمدہ
معلوم ہوتی ہے اس نے تلوار کو نیام سے نکال کر کہا ہاں خدا کی قسم یہ نہایت عمدہ تلوار ہے، بارہا

میں اس کو آزما چکا ہوں ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ذرا مجھکو بھی دکھلاؤ۔ اس شخص نے تلوار ابو بصیر کو دے دی ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ہی اس پر ایک وار کیا جس سے وہ تو ٹھنڈا ہو گیا۔ دوسرا شخص یہ واقعہ دیکھتے ہی فوراً بھاگا اور سیدہ ہامدینہ پہنچا، اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا ساتھی تو مارا گیا اور میں بھی اب مارا جانے والا ہوں۔

اس کے بعد ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے عہد کو پورا کیا، آپ تو مجھکو ان کے حوالہ فرما چکے تھے، اب اللہ تعالیٰ نے مجھکو ان سے نجات دی یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ اگر میں مکہ واپس چلا جاؤں تو یہ لوگ مجھکو دین اسلام سے پھر جانے پر مجبور کریں گے یہ جو کچھ ہمیں نے کیا وہ فقط اس لئے کیا کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں، آپ نے فرمایا بڑا ہی لڑائی کا بھڑکانے والا ہے اگر کوئی اس کا ساتھی ہو، ابو بصیر سمجھ گئے کہ اگر میں یہاں رہا تو آپ مجھکو پھر کفار کے حوالہ کر دین گے اس لئے مدینہ سے نکل کر ساحل بحر پر جا کر ٹھہر گئے جس راستے سے قریش کے کاروان تجارت شام کو آتے تھے۔ مکہ کے بیکس اور بے بس مسلمانوں کو جب اس کا علم ہوا۔ تو چھپ چھپ کر ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچنے لگے اور سہیل بن عمرو کے بیٹے ابو جندل بھی وہیں پہنچ گئے اس طرح ستر آدمیوں کا ایک جتھا وہاں جمع ہو گیا قریش کا جو قافلہ وہاں سے گزرتا اس سے تعرض کرتے اور جو مال غنیمت ان سے حاصل ہوتا اس سے گزراوقات کرتے۔ قریش نے مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں آدمی بھیجے کہ ہم آپ کو اللہ کا اور قرابتوں کا واسطہ لے کر آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ابو بصیر اور ان کی جماعت کو مدینہ بلا لیں۔ اور جو شخص ہم میں سے مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئے گا ہم اس سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔

آپ نے ایک والا نامہ ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھوا کر روانہ کیا جس وقت آپ کا والا نامہ پہنچا اس وقت ابو بصیر اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے۔ آپ کا والا نامہ ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا گیا پڑھتے جاتے اور خوش ہوتے جاتے تھے یہاں تک کہ ابو

۱۔ علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ تین سو آدمی جمع ہو گئے ہیں جیسا کہ زہری اور موسیٰ بن عقبہ سے مروی ہے (زرقانی ص ۲۰۳)

بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جان بحق تسلیم ہوئے اور والا نامہ اُن کے سینہ پر تھا۔ (کمارواہ السہیلی ص ۲۳۳ ج ۲) اور ایک روایت میں ہے کہ ہاتھ میں تھا (کما ذکرہ الحافظ فی الفتح) ابو جندل بن سہیل نے ابو بصیر کی تجہیز و تکفین کی اور اسی جگہ اُن کو دفن کیا اور قریب میں ایک مسجد بنائی اور بعد ازاں ابو جندل اپنے تمام رفقاء کو لے کر مدینہ حاضر ہوئے۔

سہیل بن عمرو کو جب اُس شخص کے قتل کی خبر پہنچی جس کو ابو بصیر نے قتل کیا تھا۔ وہ شخص سہیل کے قبیلہ کا تھا سہیل نے چاہا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کی دیت کا مطالبہ کرے ابو سفیان نے کہا محمد (ﷺ) سے اس کی دیت کا مطالبہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آپ نے اپنا عہد پورا کیا اور ابو بصیر کو تمہارے قاصد کے حوالہ کر دیا۔ اور ابو بصیر نے آپ کے حکم سے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ از خود قتل کیا۔ اور اس دیت کا مطالبہ ابو بصیر کے خاندان اور قبیلہ سے بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ابو بصیر ان کے دین پر نہیں (فتح الباری کتاب الشروط)

معابدہ کے بعد جو مسلمان مرد منہ سے بھاگ کر مدینہ آیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کو از روئے معابدہ واپس کر دیا بعد چندے کچھ مسلمان عورتیں ہجرت کر کے منہ سے مدینہ پہنچیں اہل منہ نے از روئے معابدہ ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی کے اُن کی واپسی سے منع فرمایا اور یہ ظاہر کر دیا کہ واپسی کی شرط مردوں کے ساتھ مخصوص تھی عورتیں اس شرط میں داخل نہ تھیں۔ چنانچہ بعض روایتوں میں یہ لفظ ہیں۔ لایاتیدہ رجل الخ نہیں آئے گا آپ کے پاس کوئی مرد مگر آپ اس کو واپس فرمائیں گے اور ظاہر ہے کہ رجل کا لفظ جس کے معنی مرد کے ہیں وہ عورتوں کو کیسے شامل ہو سکتا ہے، مشرکین منہ عورتوں کو بھی اس میں شامل کرنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انکار فرمایا اور خاص اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ
الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَاذْكُرْنَ
أَلَّهُنَّ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ
عَلِمْتُمُوهُنَّ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى
الْكُفَّارِ لَأَهْنُ جِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ
يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُنَّ مَا
انْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ

اے ایمان والو جب مسلمان عورتیں ہجرت کر کے تمہارے پاس آئیں تو ان کا امتحان کرو کہ کس لئے ہجرت کر کے آئی ہیں (پس اگر امتحان کر کے تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ واقعہ میں مؤمن ہیں تو پھر ان کو کافروں کی طرف واپس مت لو۔

عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ أَنْفَقُوا ذَالِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفْرَانِ فَعَاقِبْتُمْ فَاتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُمْ مِثْلَ مَا أَنْفَقُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝

یہ عورتیں ان کافروں کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ کافران کے لئے حلال ہیں اور ان کافروں نے جو خرچ کیا ہے وہ ان کو ادا کرو اور تمہارے لئے کوئی حرج نہیں کہ ان مہاجر عورتوں کو مہر دے کر ان سے نکاح کر لو اور اے مسلمانو تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو اور طلب کر لو کافروں سے جو تم نے خرچ کیا ہے اور کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا ہے یہ اللہ کا حکم ہے جو تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اگر تمہاری عورتوں میں سے کوئی عورت

کافروں کی طرف چلی جائے پھر تمہاری نوبت آئے تو جن کی بیبیاں ہاتھ سے نکل گئی ہیں تو جتنا مہر انہوں نے اپنی بیبیوں پر خرچ کیا تھا اس کی برابر ان کو دے دو اور ڈرو اس خدا سے جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

اس کے بعد کفار بھی خاموش ہو گئے اور عورتوں کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا۔

فوائد و لطائف اور مسائل و احکام

(۱)۔ بادشاہ اسلام اور ذی رائے مسلمان اگر کافروں سے صلح کرنے میں اسلام اور مسلمانوں کا نفع اور مصلحت سمجھیں تو صلح کر لینا جائز ہے۔ ایسی صلح بھی معنی جہاد ہے کیونکہ مقصود جہاد سے کفر اور کافروں کے شر کو دفع کرنا ہے جو معنی اس صلح سے حاصل ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

وَأَنْ جَنَحُوا لِلِّسْلِمِ فَأَجْنَحْ لَهَا
وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ-

اگر کافر صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی
صلح کی طرف مائل ہو جائیں مگر اعتماد اور
بھروسہ اللہ عزوجل پر رکھیں۔ یعنی صلح پر
بھروسہ نہ کریں۔

(۲)۔ اگر صلح کرنے میں اسلام اور مسلمانوں کا نفع نہ ہو تو وہ صلح کرنا جائز نہیں اس
لئے کہ ایسی صلح مسلمانوں کی تذلیل اور فریضہ جہاد و قتال کی تعطیل کا باعث ہے۔ قال اللہ
تعالیٰ۔

فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ
وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ، وَاللَّهُ مَعَكُمْ
پس مت سُستی کرو اور صلح کی طرف بلاؤ
اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے
ساتھ ہے۔

یعنی جہاد پر قدرت رکھتے ہوئے کافروں سے صلح جائز نہیں اور صلح کے معنی ترک قتال
کے ہیں نہ کہ اتحاد کے اسی وجہ سے فقہاء نے صلح کے لئے لفظ موادعت کا استعمال کیا ہے اور
موادعت کے معنی لغت میں ایک دوسرے کو جنگ اور قتال سے چھوڑ دینے کے ہیں۔

(۳)۔ عند الضرورت کافروں سے بلا معاوضہ اور مال دے کر اور مال لے کر قینوں
طرح صلح جائز ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد یہود مدینہ سے بلا معاوضہ
دیئے اور لئے معاہدہ فرمایا اور اس وقت یہ صلح فرمائی جو حدیبیہ کے نام سے معروف ہے اور
نصارائے نجران سے مال ٹمہرا کر صلح فرمائی اور غزوہ احزاب میں رسول اللہ ﷺ نے عبیدہ
بن حصین فزاری کو مدینہ کی نصف کھجوریں دے کر صلح کا ارادہ فرمایا۔ مفصل قند غزوہ احزاب
کے بیان میں نثر چمکا ہے۔ معلوم ہوا کہ قینوں طرح صلح جائز ہے۔

(۴)۔ اہل اسلام اور اہل کفر میں جب کسی مدت معینہ کے لئے صلح پاجائے تو
اس کا لکھ لینا مناسب ہے۔ اس لئے کہ جو عقد اور معاملہ ایک عرصہ تک تمتد ہو تو قینوں
وعلانیہ احتیاط اس کے لکھنے کا حکم دیا ہے۔

یہ سخاں اللہ کا نام ہے نہ سخی۔ تاکہ قینوں میں اللہ کا نام لیا جائے اور اس کا نام لیا جائے۔

قال تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ

اے ایمان والو جب کسی ادھار کا معاملہ کرو
مَدَّتْ مَعِينَهُ تَكْتُبُوهُ تُوَا س كُو لَكُه لِيَا كُرُو۔

ہاں جو معاملہ اور جو عقد فوری اور وقتی ہو زمانہ آئندہ پر محمول نہ ہو اس کی کتابت ضروری نہیں۔

كما قال تعالیٰ - اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اِلَّا تَكْتُبُوْهَا

مگر جو معاملہ دست بدست ہو رہا ہو تو اگر
اس کو نہ لکھو تو کوئی حرج نہیں۔

معلوم ہوا کہ جو معاملہ ایسا نہ ہو اس کے نہ لکھنے میں حرج ہے یعنی اس کا لکھ لینا ضروری اور لازمی ہے۔ (شرح السیر الکبیر ص ۶ ج ۴)

(۵)۔ عہد نامہ کی دو نقلیں ہونی چاہئیں تاکہ ہر فریق کے پاس ایک ایک نسخہ محفوظ رہے۔
(۶)۔ اور ہر ایک نقل پر فریقین کے سربراہ اور دونوں کے دستخط ہونے چاہئیں جیسا کہ حدیبیہ میں جو عہد نامہ مرتب ہوا اس پر فریقین کے دستخط ہوئے اور ایک نقل آپ کے پاس اور ایک نقل سہیل بن عمرو کے پاس رہی۔

(۷)۔ شرائط صلح میں سے کسی شرط کے خلاف کرنا بد عہدی اور عہد شکنی ہے اسی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے ابو جندل اور ابوبصیر کو یہ کہہ کر واپس کیا کہ ہم عہد کر چکے ہیں اس کے خلاف نہ کریں گے۔

(۸)۔ اگر کسی ایک علاقہ کا مسلمان فرمانروا کسی سے کوئی معاہدہ کرے تو دوسرے علاقہ کا فرمانروا اور دوسرے علاقہ کے مسلمان ان کے پابند نہ ہوں گے جو مسلمان مکہ سے مدینہ بھاگ کر آیا رسول اللہ ﷺ نے از روئے معاہدہ ان کو مشرکین مکہ کے حوالہ کر دیا۔ آپ پر فقط اسی حد تک پابندی تھی کہ دارالاسلام یعنی مدینہ منورہ میں ایسے شخص کو ٹھہرنے نہ دیں۔

ابوبصیر اور ابو جندل رضی اللہ عنہما نے جس جگہ جا کر پڑاؤ ڈالا وہ حدود مدینہ سے بالکل

خارج تھا۔ ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت نے جو کچھ کیا وہ حدود مدینہ سے باہر کیا نیز آپ کے حکم اور اجازت سے نہیں کیا۔ (فتح الباری وزاد المعاد)

(۹)۔ ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس عامری شخص کو قتل کیا وہ محض اپنے دین اور ایمان

اور جان بچانے کی خاطر کیا اس لئے کہ ابو بصیر جانتے تھے کہ مکہ جانے کے بعد پھر طرح طرح سے ستایا جاؤں گا۔ اور کفر اور شرک پر مجبور کیا جاؤں گا، اس بناء پر انھوں نے اس عامری کو قتل کر کے اپنی جان اور اپنے ایمان کو بچایا (روض الانف ص ۲۳۲ ج ۲)

(۱۰)۔ جو عورت مسلمان ہو کر دار الحرب سے ہجرت کر کے دار الاسلام میں چلی آئے تو

اس کا نکاح شوہر سے فسخ ہو جاتا ہے اور اسی طرح کوئی مرد مسلمان ہو کر دار الحرب سے دار الاسلام میں چلا آئے تو اس کا نکاح اس کا فرہ بیوی سے فسخ ہو جاتا ہے۔

(۱۱)۔ لا تمسکوا بعصم الکوافر کافر عورتوں کی عصمت و روک کر نہ رکھو۔ یعنی ان کو

چھوڑ دو اور ازدواجی تعلق ان سے منقطع کر دو اور مسلمان کروا نہیں کہ ایک مشرک عورت کو اپنے نکاح میں رکھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اپنی دو

مشرکہ بیویوں کو جو مکہ میں تھیں انکو طلاق دے دی ایک کا نام مرقیہ تھا جس نے بعد میں معاویہ بن ابی سفیان سے نکاح کیا اور دوسری کا نام ام کلثوم تھا جس نے بعد میں ابوبکر سے نکاح کیا۔

اس سے حضرات صحابہ کے ایمان و اخلاص کا پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے حکم کے سامنے کسی

تعلق اور محبت کی ذرہ برابر پروا نہ تھی اور کہاں سے ہوتی ان کے دلوں میں تو ایک اللہ عزوجل کی محبت اتنی سا چلی تھی، کہ اب دوسرے کے لئے گنجائش ہی نہ رہتی تھی۔

مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ ۖ
فِي جَوْفِهِ

(۱۲)۔ ابن احنق کی روایت میں ہے لا یسقط من شعره شیء الا اخذوه۔ یعنی

جسد اطہر سے جو بال گرتا تھا حضرات صحابہ اس کو کمال محبت اور غایت عظمت کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ لے کر تبرکات اپنے پاس محفوظ رکھتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ تبرک باثار النماحین

جائز اور درست ہے (فتح الباری ص ۲۵۰ ج ۵)

وقال تعالیٰ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّكُمْ إِن كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝

بنی اسرائیل نے جب اپنے نبی سے طاہوت کی بادشاہت کی دلیل پوچھی تو یہ علامت بیان فرمائی کہ اس کے ساتھ ایک صندوق ہوگا جس میں حضرت موسیٰ و ہارون کے تبرکات ہوں گے یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے عصا اور کپڑے اور جوتے اور تورات کی کچھ تختیاں ہوں گی اور تبرکات کے صندوق کے حامل فرشتے ہوں گے جس کو دیکھ کر

اہل ایمان کو اس کی بادشاہت کا یقین آجائے گا اور ظاہر ہے کہ جو شخص قابل تعظیم اور قابل محبت ہوگا تو اس کے آثار کی تعظیم درحقیقت اسی شخص کی تعظیم ہے اور صحابہ کرام کا حضور پر نور کی زرہ اور تلوار پیالہ اور انگشتری کو بطور تبرک استعمال کرنا صحیح بخاری میں مذکور ہے جس پر امام بخاری نے کتاب الخمس میں ایک باب رکھا ہے باب ما ذکر من درع النبی ﷺ وعصاه و سیفہ وقد حہ وخاتمہ ومن شعرہ ونعلہ الخ ص ۲۳۸ ج ۱ اور مسئلہ تبرک باثار الصالحین کی اگر تحقیق درکار ہے تو جذب القلوب اور شفاء قاضی عیاض اور سید سمودی کی کتاب کو دیکھیں۔

(۱۳)۔ واقعہ حدیبیہ میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دو طرح فضل و کمال ظاہر ہوا۔ اول تو اس طرح سے کہ اس صلح سے تمام صحابہ حتیٰ کہ فاروق اعظم بھی مغموم اور رنجیدہ تھے مگر صدیق اکبر رسول اللہ ﷺ کی طرح مطمئن تھے۔ دوم یہ کہ جب عمر بن الخطاب نے اپنا اضطراب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر بیان کیا تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حرف بحرف لفظ بلفظ وہی جواب دیا جو رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا تھا۔

(۱۴)۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کا کچھ حصہ حل میں ہے اور کچھ

حرم میں ہے امام احمد بن حنبل کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قیام تو حل میں تھا مگر نمازیں حدود حرم میں آکر ادا فرماتے تھے۔

لہذا جس شخص کو ایسی صورت پیش آئے کہ وہ حرم کے قریب ہو تو نمازیں حدود حرم میں پڑھنی چاہئیں۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہی عمل تھا۔

نیز اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک لاکھ کا ثواب مسجد حرام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ حدود حرم میں جہاں کہیں بھی نماز ادا کرے گا ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملے گا۔

(۱۵)۔ رسول اللہ ﷺ نے جب صحابہ کو نحر اور حلق کا حکم دیا اور صحابہ نے اس میں ذرا توقف کیا تو آپ نے اُم المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مشورہ پر عمل فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ عورتوں سے مشورہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ ان کا فہم اور فراست اور تقویٰ اور دیانت قابل اطمینان ہو۔

(۱۶)۔ ہبیل بن عمرو کے اصرار سے آپ نے بجائے بسم اللہ کے بسم اللہم لکھنا منظور فرمایا اگرچہ بسم اللہ کا لکھنا اولیٰ اور افضل تھا مگر چونکہ بسم اللہم بھی حق اور درست تھا۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اولیٰ اور افضل پر اصرار نہ فرمایا۔

(۱۷) بیعت کی فضیلت

بیعت کی حقیقت بیعت عقبہ کے بیان میں گزر چکی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بیعت بیع سے مشتق ہے جس کے معنی فروخت کرنے کے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں اپنے نفس کو معاوضہ جنت اللہ عزوجل کے ہاتھ فروخت کر دینے کا نام بیعت ہے۔ نفس مبیع ہے اور جنت اس کا ثمن ہے انسان بائع ہے اور اللہ عزوجل مشتری ہے تمام عقلا کے نزدیک یہ مسلم ہے۔ بیع ہو جانے کے بعد مبیع ملک بائع سے نکل کر ملک مشتری میں داخل ہو جاتی ہے۔ مشتری ہی تمام تصرفات کا مالک ہو جاتا ہے اسی طرح مومن بیعت کر لینے کے بعد اپنے نفس کا مالک نہیں رہتا اس لئے مومن کو چاہیے کہ اب نفس میں اپنی رائے سے کوئی تصرف نہ کرے۔

مگر یہ معاملہ حق جل و علاء سے براہِ راست نہیں ہوتا حضرات انبیاء اللہ علیہم الف الف صلوات اللہ اور ان کے وارثین کے توسط سے ہوتا ہے۔

حضرات صحابہ نے جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر بیعت کی تو اصل بیعت اللہ عزوجل سے تھی اور رسول اللہ ﷺ درمیان میں وکیل اور کفیل تھے۔ کما قال تعالیٰ۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۗ

تحقیق جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں
جز ایں نیست کہ وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ
سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے
ہاتھوں پر ہے۔

صحیح بخاری میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا

مَنْ يَضْمَنُ فِي مَا بَيْنَ لِحْيَيْهِ
وَرَجْلَيْهِ اضْمَنَ لَهُ الْجَنَّةَ

کون ہے جو اپنے جبڑوں اور پیروں کے
درمیان کا ذمہ دار بنے یعنی زبان اور شرمگاہ
کی حفاظت کا ذمہ لے تو میں اس کے لئے
جنت کا کفیل اور ضامن ہوں۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے کوشن یعنی جنت کا ضامن قرار دیا ہے کہ اگر اہل ایمان اس کی ضمانت اور ذمہ داری کریں کہ زبان اور شرمگاہ میں کوئی تصرف اللہ عزوجل کی مرضی کے خلاف نہ کریں گے جو ہمارا مشتری ہے تو میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی بیع (نفس) کا ثمن اور قیمت یعنی جنت دلانے کا کفیل اور ضامن ہوتا ہوں۔

اس حدیث میں یضمن اور اضمن کا لفظ اسی بیع کی طرف مشیر ہے اس لئے کہ ضمانت اور کفالت بیع ہی میں ہوتی ہے بیع میں اگر کوئی عیب نکلے تو مشتری کو خیار عیب کی وجہ سے اس کے رد کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے لیکن مشتری اگر بیع کے عیب کو دیکھ کر یہ کہدے کہ رضیت

میں راضی ہو گیا تو خیاریعیب ساقط ہو جاتا ہے اور بیع بالکل مکمل ہو جاتی ہے۔ بیعت کی جانب سے رد اور فسخ کا احتمال باقی نہیں رہتا۔

حضرات صحابہ نے جب درخت کے نیچے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۗ
 البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ راضی ہوا ان مؤمنین سے جنہوں نے درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اپنا خیاریعیب ساقط فرمایا۔ اور یہ ظاہر کر دیا کہ ان حضرات نے جو اللہ عزوجل سے معاملہ بیع کیا ہے وہ کبھی فسخ نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنی رضا ظاہر فرما کر اپنا خیاریعیب ساقط فرمایا ہی ہے لیکن حضرات صحابہ بھی رضینا باللہ کہہ کر اپنا خیاریعیب ساقط کر چکے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

اگرچہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی عیب کا امکان نہیں لیکن صحابہ نے رضی عنہ کہہ کر بیعت اور اقالہ کے امکان کو بھی ختم کر دیا غرض یہ کہ طرفین اپنی اپنی رضا اور خوشنودی ظاہر کر کے اپنا خیاریعیب ساقط کر چکے ہیں بیع بالکل مکمل ہو چکی حضرات صحابہ اپنے نفوس اللہ عزوجل سے حوالے اور سپرد کر چکے بمقتضائے وعدۃ الہی ان کے نفوس کا ثمن (یعنی جنت) اللہ کے ذمہ واجب ہو چکا ہے حضرات صحابہ کے سوا سب کا معاملہ خطرہ میں ہے۔ معلوم نہیں کس کس کی بیعت کو خیاریعیب کے بنا پر رد کیا جائے گا اور بہت سے لوگ تو دنیا ہی میں اللہ عزوجل سے اپنی بیعت کا اقالہ کر چکے ہیں جیسا کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے آکر کہا تھا۔

اقلنی بیعتی ! میری بیعت واپس کر دیجئے۔

اصطلاح فقہاء میں اقالہ منعقدین کے حق میں فسخ اور ثالث کے حق میں بیعت جدید ہوتا ہے اسی طرح جب کوئی بدلتی بیعت فسخ و اقالہ سے اپنی بیعت کا اقالہ کرتا ہے تو اس کے اور حق تعالیٰ کے مابین تو بیعت بیعت ہوتا ہے اور ثالث یعنی شیطان کے حق میں بیعت جدید ہوتی ہے

امام اعظم ابو حنیفہ النعمان رضی اللہ عنہ کا مسلک ہے۔

لا ربوا بین المولیٰ وعبده ❖ غلام اور آقا کے مابین سود نہیں۔

اس لئے کہ خود غلام کے پاس جو کچھ ہے وہ سب مولیٰ ہی کی ملک ہے ہم چونکہ غلام سے بڑھکر غلام ہیں آخر اس خداوند ذوالجلال کے بندہ ہی ہیں اور بندے بھی ایسے بندے کہ کسی طرح اس کی عبدیت ہے آزاد نہیں ہو سکتے اور نہ بحمد اللہ ہم اس کی عبدیت سے آزاد ہونا چاہتے ہیں اس لئے وہ خداوند ذوالجلال ہم سے ایک حسنہ نیکی لے کر کم از کم وہ گونہ سود دیتا ہے یَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرِي الصَّدَقَاتِ۔

الحاصل

جن حضرات نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور ان کے دلوں کو سکینت اور طمانیت کی بیش بہا دولت سے معمور کیا اور فتح قریب اور مغام کثیرہ کا ان سے وعدہ فرمایا۔ کما قال تعالیٰ۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا

تحقیق اللہ راضی ہوا مؤمنین سے جس وقت کہ وہ آپ سے بیعت کر رہے تھے، درخت کے نیچے پس جانا اللہ نے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے پس اتاری اللہ نے ان پر اپنی تسکین اور انعام میں دی قریبی فتح اور بہت سی غنیمتیں جو آئندہ حاصل کریں گے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

اور سورہ توبہ میں بیعت کو فوز عظیم فرمایا کما قال تعالیٰ

فَاسْتَبَشِرُوا بَبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

پس خوشیاں کرو اس سودے پر جو تم نے اللہ سے کیا ہے اور یہ بڑی کامیابی کا معاملہ ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ کا اسلام پر اور کبھی ہجرت پر اور کبھی جہاد پر اور کبھی ترک منکرات پر

مثلاً اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے زنا اور چوری نہ کریں گے اولاد کو قتل نہ کریں گے کسی پر بہتان نہ باندھیں گے اللہ کی نافرمانی نہ کریں گے اور کبھی اس بات پر کہ اللہ کی عبادت کریں گے پانچوں نمازیں ٹھیک ٹھیک ادا کریں گے، زکوٰۃ دیں گے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے ہر مسلمان کی خیر خواہی کریں گے، اپنے امیر اور والی کی اطاعت کریں گے جب تک وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ دے کسی سے سوال نہ کریں گے۔ والدین کے ساتھ احسان کریں گے۔ وغیر ذلک ان امور پر رسول اللہ ﷺ سے بیعت لینا احادیث صحیحہ ہے، ثابت اور مسلم ہے۔ تفصیل کے لئے فتح الباری ص ۶۰ ج ۱ تا ص ۶۴ اور کنز العمال ص ۲۵ ج اول فصل خامس فی احکام البیعة کی مراجعت کریں۔

ان آیات صریحہ اور احادیث صحیحہ کے بعد بیعت کے مسنون اور مستحسن اور موجب خیر و برکت ہونے میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں۔ رسول اللہ ﷺ جس طرح کتاب اور حکمت کے معلم اور امت کے داؤں کے مُزگی یعنی صیقل اور جلا کرنے والے تھے اسی طرح اللہ کی زمین پر اللہ کے خلیفہ بھی تھے جو بیعت آپ کے خلیفۃ اللہ ہونے کی حیثیت سے لی، وہ خلفاء کے لئے سنت ہوئی اور جو بیعت آپ نے معلم کتاب و الحکمۃ اور مُزگی ہونے کی حیثیت سے لی، وہ علماء ربانیین اور اہل اللہ اور عارفین کے لئے سنت ہوئی۔

(۱۸)۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر بیعت کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ غائبانہ بیعت بھی صحیح ہے۔

(۱۹)۔ سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا تین بار بیعت کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ بیعت کی تجدید اور اس کا تکرار مسنون اور مستحب ہے۔

(۲۰)۔ حدیبیہ میں جن لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی حق جل شانہ نے باری قید و شرط کے ان سے اپنی رضا اور خوشنودی کا اعلان فرمایا لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ اَوْ رَفَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ سَا ان کے ولی اخلاص کو بیان فرمایا اور فَاَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ سَا ان کے اطمینان اور ایقان قلب کو بیان فرمایا کہ ان کے قلوب بالکلیۃ مطمئن ہیں۔ نقطہ اب کا کہیں نام و نشان نہیں اور ظاہر ہے کہ جس سے اللہ راضی ہوا اور جس کے دل پر سلیمیت و طمانیت کو نازل فرمایا ایسا شخص

نہ فی الحال منافق اور نہ فی المال مرتد ہو سکتا ہے احادیث میں ان کے بہت فضائل آئے ہیں چنانچہ مسند احمد میں جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جن لوگوں نے درخت کے نیچے مجھ سے بیعت کی ہے، ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے گا۔

اور آیہ مذکورہ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ مِنْ أُنْكَارٍ كُنْتُمْ تَخْتَفُونَ بِهَا فَإِنَّ اللَّهَ لَخَبِيرٌ بَالِغٌ فِي السُّبُطِ صاف ظاہر ہے۔

حضرات شیعہ۔ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ کو ذرا غور سے پڑھیں کہ کس طرح حق تعالیٰ شانہ نے ان کے دلوں کے اخلاص کو ذکر فرمایا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کا یہ عمل تقیہ کے بنا پر نہ تھا بلکہ اخلاص اور صدق نیت سے تھا فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ کے بعد تقیہ کا احتمال باقی نہیں رہتا جب خدا تعالیٰ نے ان کے دلی اخلاص کی شہادت دیدی تو اب نفاق اور تقیہ کا احتمال ختم ہوا اور اِنَّابَكُمْ فَتَحًا قَرِيْبًا وَمَغَانِمَ كَثِيْرَةً سے دُور تک سلسلہ کلام چلا گیا ہے جس میں انھیں حضرات سے فتح خیبر اور مَغَانِمَ كَثِيْرَةً اور فتوحات عظیمہ کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ وعدہ بھی انہی مخلصین سے تھا معلوم ہوا کہ جن حضرات پر یہ مغانم تقسیم کئے گئے وہ اللہ کے مخلص اور پسندیدہ بندے تھے۔

بادشاہان عالم کے نام دعوت اسلام کے خطوط

حق جل شانہ نے صلح حدیبیہ کو فتح مبین اور موجب سکینت و طمانیت فرمایا ہے بے شک وہ فتح مبین اور موجب سکینت و طمانیت ہوئی اس لئے کہ فتح کے معنی لغت میں کسی بند چیز کے کھول دینے کے ہیں عرب کی مخالفت کی وجہ سے اب تک دعوت اسلام اور تبلیغ احکام کا دروازہ بند تھا۔ اس صلح نے اس دروازہ کو کھول دیا۔ اب وقت آیا کہ اللہ عزوجل کا پیغام اُس کے تمام بندوں کو پہنچا دیا جائے اور اسلام کے عظیم الشان دسترخوان پر دنیا کو دعوت اور صلوائے عام دی جائے کہ آکر اس دسترخوان کے لذائذ و طیبات فواکہ اور ثمرات سے لطف اندوز ہوں۔

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی دعوت کو قبول کیا اور اسلام کے دسترخوان پر آکر بیٹھ گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک ایک کر کے تمام مکارم اخلاق اور تمام محاسن آداب فضائل و فوائد محامد و شمائل کا کوئی لون ایسا نہیں کہ جو اس دسترخوان پر نہ ہو۔ ایسا پاک اور صاف لطیف اور شفاف دسترخوان ہے کہ کسی ظاہری اور باطنی فحشاء اور منکر کا ذرہ برابر بھی کہیں دھبہ اور نشان نہیں۔ دنیا سے ہاتھ دھو کر اور اللہ عز و جل کا نام پاک لے کر کھانا شروع کیا ابھی ایک ہی دہلون چکھے تھے کہ زبان نے فوراً ہی اسلام کا مزہ اور ایمان کی حلاوت اور شیرینی کو محسوس کر لیا۔ اور سمجھ گئے کہ روح کی غذا تو یہ ہے اسی غذا سے روح زندہ رہ سکتی ہے۔ کفر اور شرک کی نجاست اور گندگی کھا کر روح کا زندہ رہنا ناممکن اور محال ہے۔

الغرض نبی اکرم ﷺ نے حدیبیہ سے ہو کر ماہ ذی الحجۃ الحرام ۶ھ میں بادشاہوں کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجنے کا قصد فرمایا، صحابہ کو جمع کر کے خطبہ دیا۔

ایہا الناس۔ اے لوگو میں تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ تمام دنیا کو یہ پیام پہنچاؤ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین کی طرح اختلاف نہ کرنا۔ کہ اگر قریب بھیجنے کو کہا تو راضی ہو گئے اور اگر کہیں دور جانے کا حکم دیا تو زمین پر بو جھل ہو کر بیٹھ گئے۔

حضرات صحابہ جو کہ اطاعت اور جان نثاری اخلاص اور وفا شعاری کے تحت سے سخت امتحان میں ہر موقع پر درجہ اعلیٰ میں کامیابی کی سند اور رضی اللہ عنہم و رضوانہ کا زین نمود حاصل کر چکے تھے۔ بھلا وہ کب اس موقع سے چوکنے والے تھے دل و جان سے تعمیل ارشاد کے لئے تیار ہو گئے اور ایک مناسب مشورہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ کہ یا رسول اللہ۔ ملوک اور سلاطین جس خط پر مہر نہ ہو اس کو قابل وثوق اور اعتماد نہیں سمجھتے حتیٰ کہ ایت ذیوہ پڑھتے تک نہیں۔ آپ نے صحابہ کے مشورہ سے ایک مہر کندہ کرانی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اور گمینہ بھی چاندی ہی کا تھا مگر صنعت حبشہ کی تھی محمد رسول اللہ اس مہر پر کندہ تھا سب سے نیچے لفظ محمد تھا اور سب سے اوپر لفظ اللہ تھا۔ اور لفظ رسول درمیان میں تھا۔ (تاریخ طبری ص ۸۲ ج ۳ زرقانی ص ۳۳۲ ج ۳)

اور سلاطین اور امراء کے نام خطوط روانہ فرمائے اُن کو حق کی دعوت دی اور اس سے آگاہ کر دیا کہ رعایا کی گمراہی کی تمام ترمیم داری تم پر عائد ہے۔

واقعی کہتے ہیں کہ یہ خطوط ۶ھ کے اخیر میں ماہ ذی الحجہ میں قصہ حدیبیہ کے بعد روانہ کئے گئے اور بعض اہل سیر کے نزدیک ۷ھ میں روانہ کئے گئے ممکن ہے کہ حضور پر نور نے شاہان عالم کے نام خطوط بھیجنے کا ارادہ تو ۶ھ کے اخیر میں فرمایا ہو اور پھر ۷ھ میں خطوط روانہ کیے ہوں۔

اور امام بیہقی فرماتے ہیں کہ غزوہ موتہ کے بعد خطوط روانہ فرمائے مگر اس پر سب متفق ہیں کہ حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے یہ خطوط روانہ کئے گئے۔
یعنی اس مدت کے مابین خطوط کا سلسلہ جاری رہا واللہ اعلم۔

(۱) قیصر روم کے نام نامہ مبارک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ خط ہے، محمد اللہ کے بندہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہر قل کی جانب جو روم کا بڑا شخص ہے سلام ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے ابا بعد میں کجھکو دعوت دیتا ہوں اس کلمہ کی جو اسلام کی طرف لانے والا ہے یعنی کلمہ طیبہ کی۔ اسلام لے آ سلامت رہے گا اور اللہ تعالیٰ دھرا اجر عطا کرے گا جیسا کہ اہل کتاب سے حق تعالیٰ کا وعدہ ہے (أُولَئِكَ يُؤْتُونَ أَجْرَهُمْ مَّرْتَبَتَيْنِ) پس اگر تو اسلام سے روگردانی کرے تو تمام رعایا کے اسلام نہ لانے کا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ
الْحِی سِرْ قَلْعِ عَظِیْمِ الرُّومِ - سَلَامٌ
عَلٰی مَنْ اَتَعَ الْهُدٰی اٰمَابَعْدُ
فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ بِدِعَاۤیَةِ الْاِسْلَامِ
اَسْلِمُ تَسْلِمُ یُوْتٰکَ اللّٰهُ
اَجْرَکَ مَرْتَبَتَیْنِ فَاِن تَوَلَّیْتَ فَاِن
عَلٰیکَ اِثْمُ الْیَرَسِیْنِ وِیَا اَہْلَ
الْکِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ
سَوَآءٍ بَیْنَنا وَبَیْنَکُمْ اِنْ لَّا نَعْبُدُ
اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نَشْرَکُ بِہٖ شَیْئًا وَلَا
یَتَّخِذُ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِنْ

دون اللہ فان تولوا فقولوا
اشهدوا بانا مسلمون

گناہ کھچر ہوگا کہ تیرے اتباع میں اسلام
کے قبول سے باز رہے اور اے اہل کتاب
آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور
تمہارے درمیان میں مسلم ہے وہ یہ کہ

سوائے اللہ کے کسی چیز کی عبادت نہ کریں اور نہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک
گردائیں اور اللہ کے سوا آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب اور معبود نہ بنائیں پس
اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں
یعنی اللہ کے حکم کے تابع ہو چکے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ والا نامہ وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو دے کر قیصر روم کی طرف روانہ
فرمایا قیصر روم اس وقت فارس پر فتحیابی کے شکر یہ میں حمص سے پیدل چل کر بیت المقدس آیا
ہوا تھا وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ محرم کے ہجرت میں بیت المقدس پہنچے اور امیر بصری کے توسط سے
قیصر روم کے دربار میں پہنچ کر آپ کا والا نامہ پیش کیا۔
اور والا نامہ پیش کرنے سے پہلے ایک مختصری تقریر فرمائی وہ ہذا۔

قیصر روم کے دربار میں حضرت وحیہ رضی اللہ عنہ کی تقریر

اے قیصر روم جس نے مجھ کو آپ کی طرف سفیر بنا کر بھیجا ہے وہ آپ سے میں بہتر ہے
اور جس ذات بابرکات نے ان کو پیغمبر بنا کر بھیجا وہ سب ہی سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ لہذا جو
کچھ عرض کروں اس کو تواضع کے ساتھ سنئے اور اخلاص سے اس کا جواب دیجئے۔ اور تواضع
کے ساتھ نہ سنیں گے تو اس کو ملاحظہ سمجھ نہیں سکیں گے اور اگر جواب میں اخلاص نہ ہو گا تو
جواب عادلانہ اور منصفانہ نہ ہوگا۔

قیصر روم۔ فرمائیے۔

وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ۔ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت سید بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھا کرتے تھے۔

قیصر روم۔ ہاں۔ بے شک نماز پڑھا کرتے تھے۔

وحیہ کلبی رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ۔ میں آپ کو اس ذات پاک کی طرف بلاتا ہوں جس کے لئے حضرت مسیح نمازیں پڑھتے اور جس کے سامنے جبین نیاز ٹیکتے تھے اور جس نے حضرت مسیح کو بطن مادر میں بنایا اور جس نے ان تمام آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ اور بعد ازاں میں آپ کو اُس نبی اُمی کی طرف بلاتا ہوں جس کی حضرت موسیٰ اور پھر حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے بشارت دی ہے اور آپ کو اس کا کافی اور شافی علم اور پوری خبر ہے اگر آپ اس دعوت کو قبول کریں تو آپ کے لئے دنیا اور آخرت دونوں ہیں۔ ورنہ آخرت تو آپ کے ہاتھ سے جاتی ہی رہے گی اور دنیا میں دوسرے لوگ آپ کے شریک ہوں گے اور یقیناً جانیں گے کہ آپ کا ایک پروردگار ہے جو منکرین کو کچل ڈالتا ہے اور اپنی نعمتوں کو بدلتا رہتا ہے۔

قیصر روم نے آپ کا والا نامہ دحینہ کے ہاتھ سے لے کر سر اور آنکھوں پر رکھا اور بوسہ دیا۔ کھول کر اس کو پڑھا اور کہا سوچ کر کل اس کا جواب دوں گا۔ (روض الانف ص ۳۵۵ ج ۲)

اور اپنے خدام کو یہ حکم دیا کہ جو لوگ آپ کی قوم کے میرے ملک میں آئے ہوئے ہوں ان کو حاضر کیا جائے تاکہ ان سے احوال معلوم کروں۔ اتفاق سے ابوسفیان قریش کی ایک جماعت کے ساتھ اس وقت بغرض تجارت شام آئے ہوئے تھے مقام غزہ میں مقیم تھے۔ ابوسفیان اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے، قیصر کے آدمی ان کو غزہ سے جا کر لائے اور دربار میں حاضر کیا بڑی شان و شوکت سے دربار منعقد کیا عظماء روم اور قیسین اور رہبان سب حاضر تھے۔

جماعت عرب سے اول مخاطب ہو کر یہ دریافت کیا کہ تم میں سے اس مدعی نبوت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار کون شخص ہے، ابوسفیان نے کہا میں، قیصر روم نے کہا تم میرے قریب ہو جاؤ اور باقی قریش کی جماعت کو ان کے پیچھے لے بیٹھنے کا حکم دیا۔ اور یہ کہا کہ میں ان سے کچھ دریافت کروں گا اگر جھوٹ بولیں تو تم ان کی تکذیب کر دینا۔ ابوسفیان نے کہا میں اگر مجھ کو یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ میری تکذیب کریں گے تو میں ضرور جھوٹ بولتا۔

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ قیصر نے کہا میں نے ان سے کچھ دریافت کیا تو تم ان کی تکذیب کر دینا۔ ابوسفیان نے کہا میں نے ان سے کچھ دریافت کیا تو تم ان کی تکذیب کر دینا۔ ابوسفیان نے کہا میں نے ان سے کچھ دریافت کیا تو تم ان کی تکذیب کر دینا۔

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ قیصر نے کہا میں نے ان سے کچھ دریافت کیا تو تم ان کی تکذیب کر دینا۔ ابوسفیان نے کہا میں نے ان سے کچھ دریافت کیا تو تم ان کی تکذیب کر دینا۔

قیصر۔ تم میں ان کا نسب کیسا ہے۔

ابوسفیان۔ وہ بڑے اعلیٰ نسب ہیں ان سے بڑھ کر کسی کا نسب نہیں۔

قیصر۔ کیا ان کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ بھی ہوا۔

ابوسفیان۔ نہیں۔

قیصر۔ کیا تم لوگوں نے ان کو دعوائے نبوت سے پہلے کبھی جھوٹ بولتے پایا ہے۔

ابوسفیان۔ نہیں۔

قیصر۔ ان کے پیرو کس قسم کے لوگ ہیں امراء اور دولت مند ہیں یا غرباء اور کمزور۔

ابوسفیان۔ اکثر غرباء اور ضعفاء۔

قیصر۔ ان کے قبعین روز بروز بڑھتے جاتے ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں۔

ابوسفیان۔ دن بدن زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔

قیصر۔ کیا کوئی شخص ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد ان کے دین سے بیزار اور متنفر ہو کر

مرتد یعنی ان کے دین سے پھر بھی جاتا ہے۔

ابوسفیان نہیں۔

قیصر۔ کیا وہ خلاف عہد بھی کرتے ہیں۔

ابوسفیان۔ کبھی نہیں آج تک انہوں نے کبھی عہد شکنی نہیں کی لیکن آج کل ہمارے اور

ان کے مابین ایک مدتِ تسلطِ شہری ہے معلوم اس میں کیا کرتے ہیں ابوسفیان کہتے ہیں کہ

۱۔ یہ وہ بے شک بخاری کی روایت کا ترجمہ ہے اور وہ راہبوند منہ بزار کی روایت کا ترجمہ ہے۔ قال ابوسفیان۔
 ۲۔ اسلام ویرا الجیور ولی نفس بھی آج تک اسلام کے نہیں چھوڑے۔
 ہاں زن اور زری جمع میں پتھر نہیں اور طامع اور ہوا پرست اسلام کے مرتد ہونے جو قابل اتنا نہیں۔ اسلام ہر مذہب
 اس سے منزه ہے کہ زن اور زری کے ذریعہ سے کسی کو دعوت دے اور پھر وہ اس میں ایسا عیسائی میں ایسا ہے اور ہر مذہب
 میں سے پاس آتا جاتا تھا پچیس سال کی عمر تھی۔ ایک مرتبہ میں نے ان کو تم سے زور یافتہ کیا۔ تم کو جاننا نظر جان
 کر تیج بتاؤ کہ اتنی عمر میں تم نے کوئی ایک مسلمان بھی ایسا دیکھا ہے۔ ایں اسلام ویرا الجیور ولی نفس ہے۔ ان کے
 جواب دیا خدا کی قسم ایک مسلمان بھی ایسا نہیں دیکھا جو بھی عیسائی ہوتا ہے۔ وہ فقیر رو پیہ اور مورتوں کے اسٹیج میں عیسائی
 ہوتا ہے اور وہ بھی فقط نام کا باقی عقائد میں اس کے کوئی تغیر اور تبدیلی نہیں ہوتا۔ فقیر رو پیہ اور عیسائی کی طرح وہ اپنے
 عیسائی ہوتا ہے۔ مرتد ہب اسلام کی رو سے ایسا نفس ہا فہ مرتد ہے۔ ۱۲

سوائے ایک بات کے مجھے کسی اور بات لگانے کا کہیں موقع نہیں ملا۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے۔

فوالله ما التفت اليهامني

ابوسفیان کہتے ہیں خدا کی قسم قیصر نے میری اس بات کی طرف جو میں نے اپنی طرف سے ملائی۔ ذرہ برابر بھی التفات نہیں کیا۔

قیصر۔ کبھی تم ان سے لڑے بھی ہو۔

ابوسفیان۔ ہاں۔

قیصر۔ لڑائی کیسی رہی۔

ابوسفیان۔ کبھی وہ غالب ہوئے اور کبھی ہم۔

قیصر۔ وہ تم کو کس چیز کا حکم دیتے ہیں۔

ابوسفیان۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کرو اور کفر اور شرک کے تمام مراسم جو تمہارے آباء و اجداد کرتے تھے ان سب کو یکنخت چھوڑ دو۔ اور نماز اور زکوٰۃ اور سچائی اور پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔

قیصر۔ ترجمان سے مخاطب ہو کر کہا ان سے کہہ دو کہ میں نے اول تم سے ان کا نسب دریافت کیا تم نے کہا کہ وہ نہایت اعلیٰ نسب اور شریف خاندان سے ہیں بے شک انبیاء ایسے ہی خاندان سے بھیجے جاتے ہیں جو حسب نسب میں سب سے بالا ہو۔ پھر میں نے تم سے یہ دریافت کیا کہ ان کے خاندان میں کوئی بادشاہ بھی گزرا ہے۔ تم نے کہا نہیں۔ اگر ان کے خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو میں یہ سمجھتا کہ یہ اس طریق سے اپنے باپ دادا کا گیا ہوا ملک حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ تم نے ان کو جھوٹا تو نہیں پایا۔ تم نے کہا نہیں جس سے میں یہ سمجھا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص بندوں پر تو جھوٹ نہ باندھے اور معاذ اللہ، اللہ پر جھوٹ باندھے میں نے تم سے یہ دریافت کیا کہ کیسے لوگوں نے ان کا اتباع کیا۔ تم نے کہا کہ ضعفاء اور غرباء نے۔ بے شک حضرات انبیاء کے اتباع اور پیروی کرنے والے اکثر ضعفاء اور غرباء ہی ہوتے ہیں میں نے تم سے دریافت کیا کہ ان کے پیرو بڑھتے

۱۔ یعنی مغرور اور متکبر نہیں ہوتے مال و دولت کے نشہ سے محفوظ ہوتے ہیں ان کے قلوب تکبر اور غرور اور نخوت سے خالی ہوتے ہیں اس لئے حق بات کو سنتے ہیں اور قبول کرتے ہیں۔

جاتے ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں تم نے کہا۔ بڑھتے جاتے ہیں بیشک ایمان کا یہی حال ہے اس کے پیر و روز بروز بڑھتے ہی رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ حد کمال کو پہنچ جائے۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص ان کے دین سے ناراض اور بیزار ہو کر مرتد بھی ہو جاتا ہے تم نے کہا نہیں بے شک ایمان کا یہی حال ہے کہ جب اس کی شیرینی اور حلاوت اور اس کی فرحت و مسرت دلوں میں سما جائے تو پھر کسی طرح نہیں نکلتی، میں نے تم سے دریافت کیا کہ کیا وہ بد عہدی کرتے ہیں تم نے کہا نہیں۔ بے شک پیغمبروں کی یہی شان ہوتی ہے وہ کبھی بد عہدی نہیں کرتے، میں نے تم سے لڑائی کے متعلق دریافت کیا تم نے کہا کبھی وہ غالب اور کبھی ہم غالب بیشک انبیاء کے ساتھ ابتداء اللہ تعالیٰ کا ایسا ہی معاملہ ہوتا ہے کبھی غالب ہوتے ہیں اور کبھی مغلوب تاکہ ان کے قہقہوں کے صدق اور اخلاص کا امتحان ہوتا رہے لیکن انجام کار غلبہ اور فتح انھیں کو ہوتا ہے میں نے تم سے دریافت کیا وہ تم کو کن چیزوں کا حکم دیتے ہیں تم نے کہا اللہ عزوجل کی عبادت کا حکم دیتے ہیں شرک اور بت پرستی سے منع کرتے ہیں۔ نماز اور زکوٰۃ اور سچائی اور پاک دامنی وغیرہ کا حکم کرتے ہیں اگر یہ تمام چیزیں جو تم نے بیان کی ہیں صحیح ہیں تو وہ بلاشبہ نبی ہے اور وہ عنقریب اس جگہ کا مالک ہوگا جہاں میرے یہ دونوں قدم ہیں۔ مجھ کو معلوم تھا کہ یہ نبی ظاہر ہونے والے ہیں۔ لیکن یہ گمان نہ تھا کہ تم میں سے ظاہر ہوں گے مجھے ان کے مننے کی بڑی تمنا ہے، اگر میں آپ کی خدمت میں پہنچ جاؤں تو آپ کے قدم دھلایا کروں۔ بعد ازاں آپ کا والا نامہ تمام مجمع کو پڑھ کر سنایا گیا۔

خط کا سنانا تھا کہ ایک شور برپا ہو گیا اور ہر طرف سے آوازیں بلند ہونے لگیں۔ ابو سفیان کہتے ہیں اس وقت ہم سب کو باہر نکال دیا گیا۔ باہر آنے کے بعد میں نے کہا کہ تعجب کی بات ہے کہ آپ سے روم کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے، اسی روز سے جہلم یقین کامل ہو گیا کہ آپ کا دین ضرور غالب ہو کر رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے جہلمو اسلام بنی تو یقین دی (بخاری شریف و فتح الباری) ۲

۱۔ اس حدیث کو امام بخاری نے متعدد ابواب میں ذکر فرمایا ہے حافظہ تقیانی نے دو باب میں اس حدیث پر تفصیل ۱۴ فرمایا ایک بدایت میں ۳۰ ج اول تا ۳۸ ج اول اور دوسرے کتاب التفسیر سورۃ آل عمران میں ۱۰۸ تا ۱۱۸ ج ۸

امام زہری فرماتے ہیں کہ عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں ابن الناطور نصاری کے ایک بڑے عالم نے مجھ سے بیان کیا کہ جو قیصر کے اس دربار میں شریک تھا کہ قیصر نے اس دربار کے بعد رومہ کے ایک بڑے عالم کو جس کا نام ضغاطر رومی تھا آپ کے بارے میں خط لکھا۔ یہ شخص آسمانی کتابوں سے بخوبی واقف تھا، خط لکھوانے کے بعد بیت المقدس سے حمص کی جانب روانہ ہوا بادشاہ حمص میں تھا کہ اس کا جواب آیا کہ یہ وہی نبی ہیں جن کا ہم کو انتظار ہے اور جن کی عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے میں نے ان کی تصدیق کی اور میں ان کا اتباع کروں گا، ان کے نبی ہونے میں کوئی شک نہیں۔

تم ضرور ان کی تصدیق کرو اور ان کا اتباع قبول کرو بادشاہ نے ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا اور تمام بطارقہ روم کو جمع کیا اور تمام دروازے بند کر دیئے اور خود ایک جھروکے اور بالا خانہ میں بیٹھا اور وہاں سے تمام درباریوں کو مخاطب کر کے یہ کہا۔

یامعشر الروم انی
قد جمعتم لخير انه قد اتانى
كتاب هذا الرجل يدعوني
الى دينه وانه والله لنبى الذى
كنا ننتظره ونجده فى كتبنا
فهلتموا فلنتبع ولنصدقه
فتسلم لنا دنيا نا و آخرتنا۔

اے گروہِ روم تحقیق میں نے تم کو ایک عظیم الشان خیر کے لئے جمع کیا ہے وہ یہ کہ میرے پاس اس شخص کا ایک خط آیا ہے جس میں اس نے مجھ کو اپنے دین کی دعوت دی ہے اور البتہ تحقیق خدا کی قسم یہ وہی نبی ہیں جن کے ہم منتظر ہیں اور جن کو اپنی کتابوں میں پاتے ہیں پس آؤ اور دوڑو ہم

سب مل کر ان کا اتباع اور ان کی تصدیق کریں تاکہ ہماری دنیا اور آخرت دونوں سلامت رہیں۔

یہ سنتے ہی تمام بطارقہ روم چلا اٹھے اور نکلنے کی غرض سے اٹھ کر بھاگے دیکھا کہ دروازے بند ہیں بادشاہ نے حکم دیا کہ واپس بلاؤ۔ واپس بلا کر یہ کہا میں تم کو آزمانا چاہتا تھا تمہاری دینی شدت اور مضبوطی اور مذہبی پختگی دیکھ کر مجھ کو مسرت ہوئی یہ سن کر سب خوش ہو گئے اور بادشاہ کے سامنے سجدہ میں گر پڑے بعد ازاں قیصر نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو تنہائی

۱۔ اس عالم کا نام ابن الناطور ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے وراجع (فتح الباری ص ۳۸ ج ۱)

میں بلا کر یہ کہا۔ خدا کی قسم میں خوب جانتا ہوں کہ تمہارے دوست نبی مرسل ہیں جھکو اندیشہ ہے کہ روم کے لوگ جھکو قتل نہ کر ڈالیں اگر جھکو یہ اندیشہ نہ ہوتا تو میں ضرور ان کا اتباع کرتا۔ تم ضغاطر۔ روم کے اسقف اعظم کے پاس جاؤ وہ بہت بڑا عالم ہے مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے، نیز رومیوں میں اس کی عظمت و وقعت مجھ سے بہت زائد ہے تم اُس کے پاس جاؤ اور اپنے پیغمبر کا حال بیان کرو۔ وحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضغاطر کے پاس پہنچے اور آپ کا تمام حال بیان کیا ضغاطرا نے کہا خدا کی قسم وہ نبی مرسل ہیں ہم ان کی شان اور صفت آسمانی کتابوں میں لکھی ہوئی پاتے ہیں یہ کہہ کر ایک حجرہ میں گیا اور سیاہ کپڑے جو پہلے سے پہنے ہوئے تھے ان کو اتار کر سپید کپڑے بدلے اور عصا لے کر کنیہ میں آیا اور سب کو مخاطب کر کے یہ کہا:

يا معشر الروم انه قد جاء
نا كتاب من احمد يدعونا فيه
الى الله عز وجل واني
اشهد ان لا اله الا الله وان
احمد عبده ورسوله

اے گروہ روم احمد مجتبیٰ ﷺ کے پاس سے
ایک خط آیا ہے جس میں ہم کو اللہ عزوجل
کی طرف بلایا۔ میں تو گواہی دیتا ہوں کہ
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور احمد مجتبیٰ اللہ
کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

یہ سنتے ہی تمام لوگ اُس پر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ اسے مار کر چھوڑا وحیہ رضی اللہ عنہ نے لوٹ کر یہ تمام حال قیصر سے بیان کیا۔ قیصر نے کہا جھکو بھی یہی خوف ہے کہ لوگ میرے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کریں گے (تاریخ طبری ص ۸۷ ج ۳ و ص ۸۸ البدلیہ والنہلیہ ص ۶۲ ج ۳ تا ص ۲۶۸ ج ۴۔ الجواب الصحیح ص ۹۳ ج ۱ و فتح الباری ص ۴۰ ج ۱)۔

مجم طبرانی میں ہے کہ قیصر روم نے وحیہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہا کہ میں خوب جانتا ہوں پچانتا ہوں کہ آپ نبی ہیں جیسا کہ ضغاطر نے کہا لیکن میں اگر ایسا کروں تو میری سلطنت جانی رہے گی اور روم کے لوگ مجھ کو قتل کر ڈالیں۔

۱۔ حافظہ عثمانی فتح الباری میں اس بارے میں تامل ہے۔ ضغاطرا اور روم کا عالم، شخص ہیں یا ایک شخص اور ضغاطرا اسی روم کا نام ہے لیکن طبری کے اس سیاق سے جو ہم نے پیش کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
۲۔ یہ تمام واقعہ تفصیل کے ساتھ تاریخ طبری اور الجواب الصحیح میں مذکور ہے۔
۳۔ اس واقعہ کے کچھ اجزاء فتح الباری میں بھی مذکور ہیں اس لئے حوالہ میں فتح الباری کا نام بھی شامل کر دیا گیا ہے۔

لیکن قیصر نے آپ کے اس ارشاد پر نظر نہیں کی۔

اَسْلِمُ تَسْلِمُ

! اسلام لا سلامت رہے گا۔

اگر اسلام لے آتا تو دنیا اور آخرت دونوں اس کی سلامت رہتیں۔

تکمیل

قیصر روم نے نہایت عزت و احترام کے ساتھ آپ کے والا نامہ کو سونے کے قلمدان میں رکھا۔ امیر سیف الدین منصور نے فرماتے ہیں کہ مجھکو ایک مرتبہ شاہ منصور نے کچھ ہدایات دے کر شاہ مغرب کے پاس بھیجا شاہ مغرب نے ایک سفارش کی غرض سے مجھکو شاہ فرنج کے پاس روانہ کیا جو قیصر روم کی اولاد میں سے تھا جب میں شاہ فرنج کے پاس پہنچا تو وہ میری دعا کا ارادہ کیا تو ٹھہرنے کی بابت اصرار کیا اور یہ کہا اگر آپ ٹھہر جائیں تو ایک عظیم الشان اور نادر چیز دکھلاؤں گا میں ٹھہر گیا۔ ایک صندوق متگایا جس پر سونے کے پتر جڑے ہوئے تھے اس میں سے ایک سونے کا قلمدان نکالا اور اس کو کھولا تو اس میں سے ایک خط نکلا جو حریر میں لپیٹا ہوا تھا۔ اکثر حروف اس خط کے اڑ چکے تھے بادشاہ نے کہا۔ یہ آپ کے پیغمبر کا خط ہمارے دادا قیصر کے نام جو ورثہ ہم تک پہنچا ہے اور ہمارے دادا نے یہ وصیت کی تھی کہ جب تک یہ والا نامہ تمہارے پاس محفوظ رہے گا اس وقت تک سلطنت باقی رہے گی۔ لہذا اپنی سلطنت کی وجہ سے ہم اس خط کو بجد حفاظت اور تعظیم و تکریم کرتے اور نصاریٰ سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔

فوائد و لطائف

- (۱)۔ خط کی ابتداء اللہ عزوجل کے نام سے ہونی چاہئے جیسا کہ سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کے نام جب والا نامہ تحریر فرمایا تو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے اس کی ابتدا فرمائی۔
- (۲)۔ خط بھیجنے والا اپنا نام پہلے لکھے اور مکتوب الیہ کا نام بعد میں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا نام پہلے لکھوایا۔ اور بعد میں شاہ روم کا حضرات صحابہ کا یہی معمول تھا کہ جب آپ کو خط لکھتے تو پہلے اپنا نام لکھتے۔

(کذافی شرح البخاری للامام النووی ص ۸۶)

۱۔ زرقانی ج ۳ ص ۳۳۲

لیکن ضروری اور واجب نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی اور خالد بن الولید کو ایک جگہ بھیجا وہاں پہنچ کر دونوں حضرات نے آپ کی خدمت میں عریضہ لکھا حضرت علی نے تو آپ کا نام مبارک پہلے لکھا اور اپنا بعد میں اور حضرت خالد نے اپنا نام پہلے لکھا جس سے معلوم ہوا کہ دونوں امر جائز ہیں۔

عبداللہ بن عمر رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے جب حضرت معاویہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ اور عبدالملک بن مروان کو خط لکھا تو پہلے حضرت معاویہ اور عبدالملک کا نام لکھا اور علی بن زید بن ثابت رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے جب حضرت معاویہ کو خط لکھا تو انھوں نے بھی حضرت معاویہ بنی کا نام پہلے لکھا۔

(۳)۔ آپ نے اپنے نام کے ساتھ عبداللہ کا لفظ اضافہ فرمایا اس میں نصاریٰ کے عقیدہ فاسدہ الوہیت مسیح کے ابطال کی طرف اشارہ تھا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام معاذ اللہ خدا نہ تھے بلکہ اللہ کے بندے اور اس کے محترم رسول تھے جن کو اللہ نے اپنی طرف اٹھایا نیز اشارہ اس طرف بھی تھا کہ جتنے پیغمبر بھی آئے سب کے سب اس کا اقرار کرتے تھے کہ ہم اللہ کے بندے ہیں، معاذ اللہ خدا نہیں۔

(۴)۔ الیٰ ہر قل عظیم الروم۔ ہر قل کے بعد عظیم الروم کا لفظ بڑھانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جب کفار سے مکاتبت اور مراسلت کی جائے تو مناسب القاب سے ان کو خطاب کیا جائے۔ (شرح البخاری للذہبی)

(۵)۔ سَلَامٌ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ سلام ہو اللہ کا اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے یعنی نہیں تو نہیں۔ یہ جملہ موکی علیہ السلام کے قصہ میں مذکور ہے اشارہ اس طرف ہے کہ کافر کو مطلقاً سلام علیک نہ لکھا جائے بلکہ سلام علی من اتبع الهدی لکھنا چاہیے۔ قرآن مجید اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ ہدایت کا اتباع کرو اسی وجہ سے قرآن مجید میں اس کے بعد یہ جملہ آیا ہے وَأَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى اور حدیث نبوی میں سَلَامٌ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی کے بعد جو یہ جملہ آیا ہے۔ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ الْاَسْوٰیہ جملہ وَأَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى کے قائم مقام ہے۔

(۶)۔ اسلم تسلم یؤتک اللہ ۱۰ اسلام لے آ سلامت رہے گا اور اللہ تعالیٰ اجرک مرتین۔ ۱۰ تجھکو دو اجر عطا کرے گا۔

ایک اجر اپنے سابق نبی پر ایمان لانے کی وجہ سے اور ایک اجر نبی آخر الزمان پر ایمان لانے کی وجہ سے کما قال تعالیٰ 'أُولَئِكَ يُؤْتُونَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ۔

(۷)۔ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْا رِيسِيْنَ اگرتو نے اسلام سے روگردانی کی تو تمام رعایا کا گناہ تیری گردن پر ہوگا۔

اس لئے کہ جو شخص کسی کی گمراہی یا ہدایت سے باز رہنے کا سبب بنے اس کا گناہ بھی اس کے سر رہے گا۔ قال تعالیٰ 'وَلِيَحْمِلَنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ

(۸)۔ وحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط دے کر تنہا روانہ فرمانا اس کی دلیل ہے کہ خط حجت اور معتبر ہے نیز خبر واحد حجت اور سند ہے اگر خبر واحد معتبر نہیں تو تنہا وحیہ کو بھیجنے سے کیا فائدہ۔

(کذا قال الامام النووی فی شرح البخاری)

(۹)۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مستور الحال کی روایت معتبر ہے جب تک کوئی قرینہ اس کے کذب اور خطا کا نہ ہو اس لئے کہ حضرت وحیہ ہرقل کے حق میں مستور الحال تھے۔

(۱۰)۔ ہرقل خوب جانتا تھا کہ آپ وہی نبی ہیں جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے لیکن اسلام نہیں لایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ایمان نام۔ جانے اور پہچاننے کا نہیں بلکہ ماننے اور تسلیم کرنے کا نام ایمان ہے لہذا جو شخص آپ کو نبی جانتا ہو مگر مانتا نہ ہو تو وہ شخص ہرگز مسلمان نہیں۔ اسی وجہ سے علماء محققین کا قول یہ ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ہرقل شاہ روم اسلام نہیں لایا مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ ہرقل نے تبوک سے ایک خط آنحضرت ﷺ کو لکھا جس میں یہ لکھا کہ میں مسلمان ہوں آپ نے فرمایا کہ یہ شخص جھوٹا ہے ابھی تک اپنی نصرانیت پر قائم ہے۔

(۲) خسرو پرویز کسریٰ شاہ ایران کے نام نامہ مبارک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
 مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلَى
 كَسْرِیْ عَظِیْمٍ فَارِسٍ سَلَامٍ
 عَلَیْهِ مِنْ اَتْبَعِ الْهَدَىٰ وَامِنٍ
 بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَشَهِدَ اَنْ لَا اِلٰهَ
 اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِیْكَ لَهُ وَان
 مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اَدْعُوْكَ
 بِدَعَايَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَاِنِّیْ اَنَا
 رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَى النَّاسِ لَ
 كُلّٰهُمْ لَانْذِرُ مَنْ كَانَ حَیًّا
 وَيَحْقُ الْقَوْلَ عَلٰی الْكٰفِرِیْنَ
 اَسْلَمَ تَسْلَمُ لَ فَاِنْ تَوَلَّیْتَ
 فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْمَجْوَسِ۔

من جانب محمد رسول اللہ بجانب کسریٰ شاہ
 فارس۔ سلام ہے اس شخص پر جو ہدایت کا
 اتباع کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر
 ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی
 معبود نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں
 اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس
 کے رسول ہیں۔ میں جھکو اللہ عزوجل کے حکم
 کے مطابق اس دین کی دعوت دیتا ہوں کہ
 میں اللہ کا رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف
 تاکہ ڈراؤں اس شخص و جس کا دل زندہ ہے
 اور پوری ہو جنت اللہ کی کافروں پر اسلام
 کی سلامت رہے گا اور اگر تو نے روگردانی کی تو
 تمام مجوس کا گناہ تجھ پر ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن حذافہ کہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ والا نامہ دے کر روانہ
 فرمایا۔ کسریٰ آپ کے والا نامہ کو دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گیا اور خط کو چاک کر ڈالا اور یہ کہا کہ
 یہ شخص مجھ کو یہ خط لکھتا ہے (کہ مجھ پر ایمان لے آؤ) حالانکہ یہ شخص میرا غلام ہے۔ عبد اللہ
 بن حذافہ نے آکر آپ سے واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا کسریٰ کا ملک ٹکڑے ٹکڑے اور پارہ
 پارہ ہو گیا اور کسریٰ نے باذان گورنر یمن کو لکھا کہ فوراً دو قوی آدمی حجاز روانہ کرو کہ وہ اس شخص
 کو کہ جس نے ہم کو یہ خط لکھا ہے گرفتار کر کے میرے سامنے لائیں۔

۱۔ کما قال تعالیٰ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔ ۲۔ اس والا نامہ میں یہ آیت لکھی
 انجک مرتین نہیں تحریر فرمایا اس لئے کہ کسریٰ آتش پرست تھا اس آسمانی کتاب اور فیہم بصدق کا نام یہ آیت تھا اس لئے
 وہ دواجر کا مستحق نہ تھا۔ زرقاتی ص ۳۳۱ ج ۲

باذان نے فوراً دو آدمیوں کو آپ کے نام ایک خط دے کر روانہ کیا۔ جب یہ دونوں آدمی باذان کا خط لے کر بارگاہِ نبوت میں پہنچے تو آپ کی خداداد عظمت و ہیبت سے تھر تھر کانپنے لگے اسی حالت میں باذان کا خط آپ کی خدمت میں پیش کیا خط سنکر آپ مسکرائے اور دونوں کو اسلام کی دعوت دی اور یہ فرمایا کہ کل آنا۔ اگلے روز یہ دونوں شخص حاضر خدمت ہوئے آپ نے فرمایا آج شب میں فلاں وقت اللہ تعالیٰ نے کسریٰ پر اس کے بیٹے شیروہ کو مسلط کر دیا۔ اور شیروہ نے کسریٰ کو قتل کر ڈالا۔ یہ شب سہ شنبہ کی شب تھی دس راتیں ماہ جمادی الاولیٰ کے بھگنے کی گزر چکی تھیں آپ نے فرمایا تم واپس چلے جاؤ۔ اور باذان سے جا کر یہ سب حال بیان کرو اور فرمایا کہ باذان سے یہ بھی کہہ دینا کہ میرا دین اور میری سلطنت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک کسریٰ کی پہنچی ہے باذان نے سن کر یہ کہا کہ یہ بات بادشاہوں کی سی نہیں اگر یہ خبر صحیح ہے تو خدا کی قسم وہ بلاشبہ نبی ہیں چنانچہ اس خبر کی تصدیق ہو گئی باذان مع اپنے خاندان اور رفقاء اور احباب کے مشرف باسلام ہو گیا۔ اور اپنے اسلام سے حضور پر نور کو مطلع کیا۔

(۳) نجاشی شاہ حبشہ کے نام نامہ مبارک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰی
مَحْمَدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰی	النَّجَاشِیِّ مَلِكِ الْحَبَشَةِ سَلَامٌ
النَّجَاشِیِّ مَلِكِ الْحَبَشَةِ سَلَامٌ	عَلَيْكَ اِمَّا بَعْدَ فَا نِي اَحْمَدُ
عَلَيْكَ اِمَّا بَعْدَ فَا نِي اَحْمَدُ	اِلَيْكَ اللّٰهُ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلاَّ هُوَ
اِلَيْكَ اللّٰهُ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلاَّ هُوَ	الْمَلِكُ الْقَدُوْسُ السَّلَامُ
الْمَلِكُ الْقَدُوْسُ السَّلَامُ	الْمَوْمِنُ الْمُهَيْمِنُ وَاشْهَدَانِ
الْمَوْمِنُ الْمُهَيْمِنُ وَاشْهَدَانِ	عِيْسَىٰ بِنِ مَرْيَمَ رُوْحَ اللّٰهِ
عِيْسَىٰ بِنِ مَرْيَمَ رُوْحَ اللّٰهِ	وَ كَلِمَتَهُ اَلْقَاها اِلٰی مَرْيَمَ

البتول الطيبة الحمونة وحملت
بعیسی فخلقہ اللہ من روحہ
ونفخہ کما خلق ادم بیدہ وانی
ادعوك الی اللہ وحدہ
لا شریک لہ والموالاة علی
طاعته وان تتبغی وتؤمن
بالذی جاء نی فانے رسول اللہ
وانی ادعوك وجنودک الی
اللہ تعالیٰ فقد بلغت ونصحت
فاقبلوا نصیحتی والسلام علی
من اتبع الهدی۔

عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے ان کو
اپنی خاص روح اور نفخ سے پیدا کیا جیسے
آدم علیہ السلام کو اپنے بے چون و چگون
ہاتھ سے بلا ماں باپ کے پیدا کیا میں تجھ کو
اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو ایک ہے اس کا
کوئی شریک نہیں اور اس کی اطاعت اور
فرمانبرداری کی محبت کی طرف اور اپنے
اتباع کی طرف اور اس بات کی طرف کہ جو
اللہ کی طرف سے میرے پاس آئی ہے
(یعنی قرآن) اس پر ایمان لا تحقیق میں
اللہ کا رسول ہوں۔

میں تجھ کو اور تیرے تمام لشکروں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اللہ کا پیام پہنچا چکا اور
نصیحت کی پس میری نصیحت کو قبول کرو اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔

عمر و بن امیہ ضمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خط دے کر روانہ فرمایا عمرو بن امیہ نے آپ
کا خط پہنچایا اور بادشاہ سے مخاطب ہو کر یہ کہا اے احمد! مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔ امید
ہے کہ آپ غور سے سنیں گے ہمیں آپ پر اعتماد اور اطمینان اور آپ سے حسن ظن ہے ہم نے
جب کبھی آپ سے کسی خیر اور بھلائی کی امید کی ہمیں وہ بھلائی آپ سے حاصل ہوئی آپ
کے سایہ امن میں ہم کو کبھی خوف و ہراس نہیں پیش آیا انجیل جس کا حجت ہونا آپ کی زبانی
معلوم ہوا ہے وہ ہمارے اور آپ کے مابین شاہد عادل ہے جس کی شہادت رو نہیں کی جاسکتی
اور ایسا قاضی اور حاکم ہے کہ جو اپنے فیصلہ میں عدل اور انصاف سے تجاوز نہیں کرتا۔ اگر آپ
نے اس دعوت کو قبول نہ کیا۔ تو آپ اس نبی امی کے حق میں ایسے ہی ثابت ہوں گے
جیسا کہ یہود عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے قاصد اور سفیر اور لوگوں
کے پاس بھی روانہ فرمائے ہیں لیکن بہ نسبت دوسروں کے تم سے زیادہ امید ہے۔

نجاشی کا جواب

نجاشی نے کہا میں گواہی دیتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ آپ وہی نبی امی ہیں جن کا اہل کتاب انتظار کرتے تھے۔ اور جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے راکب الجمار سے عیسیٰ السلام کی بشارت دی ہے اسی طرح راکب الجمل سے محمد رسول اللہ ﷺ کی بشارت دی ہے اور مجھے آپ کی نبوت و رسالت کا اس درجہ یقین ہے کہ عینی مشاہدہ کے بعد بھی میرے یقین اور اذعان میں اضافہ نہ ہوگا۔ (جیسا کہ بعض صالحین کا مقولہ ہے لو كشف الغطاء ما ازددت یقینا۔ اگر پردہ بھی اٹھا دیا جائے تو میرے یقین میں زیادتی نہ ہوگی) اور آپ کے والا نامہ کو آنکھوں سے لگایا اور تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا۔ اور اسلام قبول کیا اور حق کی شہادت دی اور آپ کے والا نامہ کا جواب لکھوایا۔

نجاشی کی طرف سے آپ کے والا نامہ کا جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
 اَلِیْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مِنْ
 النَّجَاشِیِّ الْاَصْحَمِ بْنِ اِبْجَزٍ
 سَلَامٌ عَلَیْكَ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ
 وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ اَحْمَدُ اللّٰهُ
 الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الَّذِیْ
 هَدَانِیْ لِلْاِسْلَامِ اِمَّا بَعْدَ فَقْدِ
 بَلْغَنِیْ کِتَابُکَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
 فَمَا ذَكَرْتُ مِنْ اَمْرِ عِیْسٰی
 فَوْرَبِ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ اِنَّ
 عِیْسٰی مَا یَزِیْدُ عَلٰی مَا ذَكَرْتُ
 تُغُوْفًا اِنَّهٗ کَمَا قُلْتُ وَقَدْ عَرَفْنَا
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
 محمد رسول اللہ کی جانب نجاشی اصحم بن ابجز
 کی جانب سے سلام ہو آپ پر اے اللہ
 کے پیغمبر اور رحمتیں اور برکتیں ہوں اللہ کی
 آپ پر میں تعریف کرتا ہوں اُس ایک خدا
 کی جس نے مجھ کو اسلام کی ہدایت اور
 توفیق مرحمت فرمائی۔ یا رسول اللہ آپ کا
 والا نامہ پہنچا عیسیٰ علیہ السلام کی بابت جو
 کچھ آپ نے ذکر کیا قسم ہے آسمان اور
 زمین کے پروردگار کی عیسیٰ علیہ السلام اس
 سے ذرہ بزرگ زیادہ نہیں بلاشبہ انکی شان
 وہی ہے جو آپ نے ذکر کی جو دین

مابعث بہ الینا وقد قرینا ابن عمک واصحابہ فاشہد انک رسول اللہ صادقاً صدقاً وقد بايعتك وبايعت ابن عمک و اسلمت علی یدیہ للہ رب العالمین وقد بعثت الیک بابنی ارہا ابن الاصحہم بن الابجز فانی لا املك الانفسی وان شئت ان اتیک فعلت یا رسول اللہ فانی اشہد ان ماتقول حق والسلام علیک یا رسول اللہ۔

دے کر آپ ہماری طرف بھیجے گئے ہم نے اس کو پہچان لیا اور آپ کے ابن عم اور ان کے رفقاء کی مہمانی کی پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے اور تصدیق کئے ہوئے رسول ہیں میں نے آپ سے اور آپ کے ابن عم سے بیعت کی اور ان کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لئے اسلام لایا آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے ارہا بن اصحم کو بھیجتا ہوں۔ میں صرف اپنی ذات کا مالک ہوں اگر اشارہ ہو تو میں خود خدمت میں حاضر ہوں یا رسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں، وہ بالکل حق ہے سلام ہو آپ پر اے اللہ کے رسول۔

نجاشی نے اپنے بیٹے کو حبشہ کے ساتھ آدمیوں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار کر کے آپ کی خدمت میں روانہ کیا لیکن وہ کشتی راستہ میں غرق ہو گئی۔

یہ وہی نجاشی ہے کہ جس کی طرف مسلمانوں نے ۱۰ھ نبوی میں ہجرت کی اس کا نام اصحم ہے حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر اسلام لایا اور جب ۹ھ میں اس نے وفات پائی جس روز اس کا انتقال ہوا اسی روز رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں اس کی وفات کی خبر دی اور میدانہ میں صحابہ کے ہمراہ جا کر نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔

اس کی وفات کے بعد جو دوسرا نجاشی اس کا جانشین ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے دعوت اسلام کا ایک خط اس کے نام بھی روانہ فرمایا جس کو امام بیہقی نے ابن اسحاق سے روایت لیا ہے وہ خط یہ ہے۔

ازوالمعاج ۳ ص ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴

من النبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم الی النجاشی الاصحح عظیم الحبثبة سلام علی من اتبع الهدی وامن باللہ ورسوله وشهدان لا اله الا اللہ وحده لا شریک له لم یتخذ صاحبة ولا ولدا وان محمدا عبده ورسوله وادعوك بدعاية اللہ فانی انا رسولہ فاسلم تسلم یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرك به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون فان ابیت فعلیک اثم النصارى من قومک

از جانب محمد صلی اللہ علیہ وسلم بطرف نجاشی عظیم حبشہ سلام ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے اور شہادت دے کہ اللہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں نہ اُسکے بیوی ہے اور نہ اولاد۔ اور گواہی دے کہ محمد اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں میں تجھکو اللہ کی دعوت دیتا ہوں تحقیق میں اللہ کا رسول ہوں اسلام لا سلامت رہے گا۔ اے اہل کتاب آؤ ایک صاف اور سیدھی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں مسلم ہے وہ یہ کہ سوائے خدا کے کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔ پس اگر روگردانی کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان اور اللہ کے فرمانبردار ہیں اے نجاشی اگر تو نے اسلام کو قبول کرنے سے انکار کیا تو تیری قوم کے تمام نصاریٰ کا گناہ تجھ پر ہوگا۔

اس نجاشی کا اسلام ثابت نہیں ہوا اور نہ اس کا نام معلوم ہوا حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ نجاشی۔ اُس نجاشی کے علاوہ ہے کہ جو حضرت جعفر کے ہاتھ پر مسلمان ہوا آہ کلامہ بعض لوگوں کو التباس ہو گیا اور دونوں کو ایک ہی سمجھ لیا صحیح مسلم کی روایت سے صراحتہ معلوم ہوتا ہے کہ نجاشی دو ہیں اس دوسرے خط میں جو نجاشی کے ساتھ صحیح مسلم کا لفظ مذکور ہے وہ راوی کا وہم

ہے احم پہلے نجاشی کا نام ہے راوی نے دونوں کو ایک سمجھ کر اس خط میں بھی احم کا لفظ غلطی سے بڑھا دیا (والثفصیل فی الزرقانی ص ۳۲۲ ج ۳)

(۴) مقوقس شاہ مصر و اسکندریہ کے نام نامہ مبارک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد اللہ کے بندے اور اسکے رسول کی جانب سے مقوقس عظیم قبیط کے نام۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے میں تجھ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام لا سلامت رہے گا اور اللہ تعالیٰ تجھ کو دوہرا اجر عطا فرمائے گا اور اگر تو نے اس دعوت سے اعراض کیا تو تمام قبیط کے حق نہ قبول کرنے کا گناہ تجھ پر ہوگا۔ اے اہل کتاب آؤ ایسی سیدھی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے مابین مسلم ہے وہ یہ کہ سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں اور ہم میں کا بعض بعض کو سوائے خدا کے رب نہ بنائے پس اگر اس سے اعراض کریں تو نبرد و گناہ رہو کہ ہم مسلمان اور اللہ کے فرمانبردار ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
من محمد عبد اللہ ورسولہ
الی المقوقس عظیم القبیط
سلام علی من اتبع الهدی
اتابعد فانی ادعوك بدعاية
الا سلام اسلم تسلم یؤتک
اللہ اجرک مرتین فان تولیت
فعلیک اثم القبیط یا اهل
الکتاب تعالوا الی کلمة
سواء بیننا و بینکم ان لانعبد
الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا
یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من
دون اللہ فان تولوا فقولوا
اشهدوا بانا مسلمون

مہر لگا کر۔ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو دیا کہ اسے کہ شاہ مصر کے پاس روانہ ہوں حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کا وہ نام لے کر روانہ ہونے اور مصر پہنچے معلوم ہوا

کہ بادشاہ اسکندریہ میں ہے اسکندریہ پہنچے، دیکھا کہ بادشاہ ایک جھرو کے میں بیٹھا ہوا ہے جو لب دریا واقع ہے نیچے سے وہ نامہ مبارک اشارہ سے بتلایا بادشاہ نے اندر بلانے کا حکم دیا۔ حاطب رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ اندر پہنچے اور آپ کا والا نامہ پیش کیا۔ تو قیر اور عظمت کے ساتھ آپ کے والا نامہ کو لیا اور پڑھا۔ (زرقانی ص ۳۲۰ ج ۲)

حضرت حاطب راوی ہیں کہ بعد ازاں شاہ اسکندریہ نے بطور مہمان جھکو ایک مکان میں ٹھہرا دیا۔ ایک روز تمام بطارقہ یعنی زعماء اور قائدین کو جمع کر کے جھکو بلایا۔ اور یہ کہا کہ میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں سمجھ کر جواب دینا حاطب رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے کہا بہتر ہے مقوس نے کہا جن کا تم خط لے کر آئے ہو کیا وہ نبی نہیں ہیں۔ حاطب رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے کہا کیوں نہیں وہ تو اللہ کے رسول ہیں مقوس نے کہا اگر وہ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو جس وقت ان کی قوم نے ان کو مکہ سے نکالا تو اس وقت ان کے حق میں بددعا کیوں نہ کی کہ وہ ہلاک ہو جاتے۔

حاطب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تم اس کی گواہی نہیں دیتے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم ﷺ اللہ کے رسول تھے مقوس نے کہا بے شک وہ اللہ کے رسول تھے حاطب رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے کہا کہ جب وہ اللہ کے رسول تھے تو جس وقت ان کے دشمنوں نے ان کو سولی دینے کا ارادہ کیا تو حضرت مسیح نے اس وقت ان کے حق میں کیوں بددعا نہ کی کہ اللہ عزوجل ان کو ہلاک کر دیتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھالیا مقوس نے کہا بے شک تو حکیم ہے اور حکیم کے پاس آیا ہے۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی دربار مقوس میں تقریر

مقوس۔ حضرت حاطب کے اس حکیمانہ جواب کو سن خاموش ہو گیا۔ بعد ازاں حضرت حاطب نے بادشاہ کو مخاطب کر کے ایک تقریر فرمائی۔

آپ کو معلوم ہے کہ ایک شخص اس شہر مصر میں پہلے گزرا ہے جو یہ دعویٰ کرتا تھا کہ میں ہی رب اعلیٰ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو پکڑا اور سزا دی اور ہلاک اور برباد کیا تم کو چاہئے کہ اس سے عبرت حاصل کرو ایسا نہ ہو کہ دوسرے تم سے عبرت پکڑیں ایک دین ہے جو تمہارے دین سے کہیں بہتر ہے وہ دین اسلام ہے جس کے متعلق خداوند ذوالجلال نے وعدہ فرمایا ہے کہ اس کو تمام دینوں پر غلبہ عطا فرمائے گا تمام ادیان اس کے سامنے مضحک ہو جائیں گے اس پیغمبر خدا ﷺ نے مبعوث ہو کر لوگوں کو اس دین کی دعوت دی اس بارے میں قریش سب سے زیادہ سخت اور یہود سب سے زیادہ دشمن اور نصاریٰ سب سے زیادہ قریب ثابت ہوئے۔ خدا کی قسم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دینا بعینہ ایسا ہی ہے جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے محمد رسول اللہ ﷺ کی بشارت دی دونوں میں کوئی تفاوت نہیں اور ہمارا تم کو قرآن کی طرف بلانا بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ تم اہل تورات کو انجیل کی طرف بلا تے ہو جو قوم کسی نبی کو پائے وہ قوم اس نبی کی امت ہے ان کے ذمہ لازم ہے کہ اس نبی کی اطاعت کریں ابے بادشاہ تو بھی انہیں لوگوں میں سے جنہوں نے اس نبی کا زمانہ پایا ہے۔ ہم تم کو دین مسیحی سے روکتے نہیں بلکہ حکم دیتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا اتباع کرو۔

بادشاہ کا جواب

مقوقس نے کہا میں نے اس نبی کے بارے میں غور اور فکر کیا تو یہ پایا کہ وہ پسندیدہ چیزوں کا حکم دیتے ہیں اور ناپسند چیزوں سے منع کرتے ہیں قابل نفرت چیزوں کا حکم نہیں دیتے اور قابل رغبت چیزوں سے منع نہیں کرتے۔ جادوگر اور گمراہ نہیں کاہن اور جہمے نہیں۔ نبوت کی علامتیں ان میں پاتا ہوں مثلاً ان کا غیب کی خبریں دینا اور اس بارے میں پھر غور کروں گا۔ اور آپ کے والا نامہ کو ہاتھی دانت کے ڈبہ میں بند کر کے اپنے خازن کو حکم دیا کہ اس کو حفاظت سے رکھیں اور ایک کاتب کو بلا کہ عربی زبان میں آپ کے والا نامہ کے جواب لکھنے کا حکم دیا وہ جواب یہ تھا۔

۱۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے خود آپ کی بشارت دی ہے مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنْ بَعْدِ اسْمِهِ اخذ اور آپ کے اتباع اور اطاعت کا حکم دیا ہے آپ کا اتباع عین حضرت مسیح علیہ السلام کے حکم کا اتباع ہے ۱۲

مقوقس شاہ مصر کی طرف سے والا نامہ کا جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ خط محمد بن عبداللہ کے نام مقوقس سردار قبط کی جانب سے سلام ہو آپ پر اب بعد میں نے آپ کا خط پڑھا اور سمجھا اور اس کے مضمون کو اور اُس چیز کو جس کی طرف آپ نے دعوت دی ہے سمجھا میں یقین جانتا ہوں کہ ایک نبی باقی رہ گیا ہے میرا گمان یہ تھا کہ شاید اس کا خروج شام سے ہو میں نے آپ کے قاصد کا اکرام اور احترام کیا دو باندیوں اور کچھ کپڑے اور خچر ہدیہ آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ والسلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
محمّد بن عبد اللہ من
المقوقس عظیم القبط سلام
علیک اما بعد فقد قرأت
کتابک وفہمت ما ذکرک فیہ
وماتدعوا الیہ وقد علمت ان
نبیا قد بقی و کنت اظن ان
یخرج من الشام وقد اکرمک
رسولک وبعثت الیک
بجاریتین لہما من القبط مکان
عظیم وکسوة واهدیت
الیک بغلة لتركبها والسلام

ایک جا رہے کہ نام ماریہ قبطیہ تھا یہ آپ کے حرم میں داخل ہوئیں۔ آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم انھیں کے لطن سے پیدا ہوئے، دوسرے کا نام سیرین تھا جو حسان بن ثابت کو عطا ہوئیں اور خچر کا نام وُلْدُل تھا۔

مقوقس نے آپ کے قاصد کا اکرام و احترام کیا اور آپ کے والا نامہ کی نہایت توقیر و تعظیم کی اور اقرار کیا کہ بے شک آپ وہی نبی ہیں جن کی انبیاء سابقین نے بشارت دی ہے۔ لیکن ایمان نہیں لایا، نصرانیت پر قائم رہا۔ حاطب بن ابی بلتعہ جب آپ کی خدمت میں پہنچے اور تمام واقعہ بیان کیا تو یہ ارشاد فرمایا کہ ملک اور سلطنت کی وجہ سے اسلام نہیں قبول کیا اور اس کا ملک اور اس کی سلطنت باقی نہیں رہ سکتی چنانچہ مصر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں مسلمانوں نے فتح کیا۔

(الجواب الصحیح للحافظ ابن تیمیہ ص ۹۹ ج اول تا ص ۱۰۰ ج اور زرقانی ص ۳۲۸ ج ۳ روض الانف ص ۳۵۵ ج ۲ و ہدیۃ الحیاری ص ۳۳)

مقوقس۔ اس سے پیشتر آپ کے حالات مغیرہ بن شعبہ سے معلوم کر چکا تھا مغیرہ مشرف باسلام ہونے سے پہلے بنی مالک کے چند آدمیوں کے ساتھ مقوقس کے پاس گئے تھے، اس وقت مقوقس نے ان لوگوں سے آپ کے حالات دریافت کئے مغیرہ نے کہا وہ بالکل ایک نیا دین لے کر آئے ہیں جو ہمارے آبائی اور جدی دین کے بھی خلاف ہے اور بادشاہ کے دین کے بھی خلاف ہے۔

مقوقس۔ ان کی قوم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔

مغیرہ۔ اکثر نوجوانوں نے ان کا اتباع کیا اور بوڑھوں نے مخالفت کی اور مخالفین سے لڑائی کی نوبت آئی کبھی فتح ہوئی اور کبھی شکست۔

مقوقس۔ وہ کس چیز کی طرف تم کو بلاتے ہیں۔

مغیرہ۔ ایک اللہ عزوجل کی عبادت کریں کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں، جن باتوں کی ہمارے آباؤ اجداد پرستش کرتے تھے ان کو چھوڑ دیں اور نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے ہیں۔

مقوقس۔ کیا نماز کے لئے کوئی وقت اور زکوٰۃ کے لئے کوئی مقدار معین ہے۔

مغیرہ۔ دن رات میں پانچ نمازیں ادا کرتے ہیں۔

میس مشقال سونے میں نصف مشقال یعنی مال کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ دیتے ہیں۔

مقوقس۔ زکوٰۃ لے کر کیا کرتے ہیں۔

مغیرہ۔ فقراء اور مساکین پر تقسیم کر دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں صلہ رحمی اور ایفاء عہد کا حکم کرتے ہیں زنا اور سود اور شراب کو حرام بتاتے ہیں غیر اللہ کے نام پر جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اس کو نہیں کھاتے۔

مقوقس۔ بیشک وہ نبی مرسل ہیں۔ تمام عالم کے لئے مبعوث ہوئے ہیں عیسیٰ علیہ السلام بھی انھیں باتوں کا حکم دیتے تھے اور اس سے پہلے تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی انھیں باتوں کی تلقین فرماتے تھے اور انجام کار آپ ہی کو غلبہ ہوگا یہاں تک کہ کوئی آپ کا مزاج نہ رہے گا اور منتہائے برو بھرتک آپ کا دین پہنچے گا۔

مغیرہ۔ ساری دنیا بھی آگر آپ پر ایمان لے آئے تو ہم آپ پر ایمان نہ لائیں گے۔

مقوقس۔ تم لوگ نادان اور بے عقل ہو۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ ان کا نسب کیسا ہے۔

مغیرہ۔ سب سے بہتر۔

مقوقس۔ حضرات انبیاء اللہ ہمیشہ سب سے اعلیٰ اور اشرف خاندان سے ہوئے ہیں۔

اچھا ان کی سچائی اور راستی کے متعلق کچھ بیان کرو۔

مغیرہ۔ ان کی سچائی اور راستی ہی کی وجہ سے سارا عرب ان کو امین پکارتا ہے۔

مقوقس۔ تم اس بارے میں غور اور فکر کرو کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص بندوں سے سچ بولے

اور خدا پر جھوٹ بولے۔ نیز یہ بتلاؤ کہ ان کے پیرو اور اتباع کس قسم کے لوگ ہیں۔

مغیرہ۔ نوجوان

مقوقس۔ آپ سے پیشتر جس قدر انبیاء گزرے ان کے اتباع کرنے والے اکثر نوجوان

ہی ہوئے ہیں۔ بعد ازاں یہ دریافت کیا کہ یثرب کے یہودیوں نے آپ کے ساتھ کیا

معاملہ کیا وہ لوگ اہل تورات ہیں۔

مغیرہ۔ مخالفت کی آپ نے ان میں سے کسی کو قتل کیا اور کسی کو قید اور کسی کو جلاء وطن۔

مقوقس۔ یہود۔ حاسد قوم ہے یہود نے آپ پر حسد کیا ورنہ وہ ہماری طرح آپ کو خوب

پہچانتے ہیں۔

مغیرہ۔ یہ سن کر ہم محل سے باہر آگئے اور اپنے دلوں میں یہ کہا۔ کہ شاہانِ عجم بھی آپ کی

تصدیق کرتے ہیں حالانکہ وہ آپ سے بہت دور ہیں اور ہم تو آپ کے رشتہ دار اور پڑوسی

۱۔ کیونکہ اخلاق اور عادات بڑھوں میں پختہ اور راسخ ہو جاتے ہیں ان کو اپنی عادات اور مراسم کا چھوڑنا بہت شاق

ہوتا ہے۔

ان الغصون اذا لاینجا اعتدلت ولن یلین اذا لاینیہ نضب

شاخیں جب تک نرم ہوں ان کو سیدھا کیا جاسکتا ہے لیکن لکڑی ہو جانے کے بعد ان کا سیدھا کرنا ناممکن ہے۔ یہی وجہ

ہے کہ مکہ کے اکثر نوجوان ابتداء بعثت میں مشرف باسلام ہوئے اور رؤسار اور سرداران قریش فتح مکہ میں اسلام

لائے۔ حدیث بن الیمان رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ تشریف فرماتے اور نوجوانوں کی ایک جماعت نصیحت سننے کے لئے

آپ کے ارد گرد بیٹھی ہوئی تھی ایک شخص ادھر سے گزرانہ نوجوانوں کے مجمع کو دیکھ کر اس نے حضرت حدیفہ سے سوال کیا

کہ آپ کے گرد نوجوانوں کا مجمع کیسا ہے آپ نے فرمایا اهل الخیر الافی الشباب جو انوں کے سوا کس میں خیر

ہے کہ وہ نصیحت کو سنیں اور بعد ازاں یہ فرمایا کہ تو نے اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کو سنا۔ قالوا سمعنا فتیٰ

بذکرہم یقال لہ ابراہیم۔ انہم فتیۃ امنوا برہم۔ قال لفتاہ اتنا غداءنا اور اللہ تعالیٰ نے کسی نبی

کو نہیں بنا کر بھیجا مگر جب کہ اس کا شباب اور جوانی مکمل ہوگئی (یعنی چالیس سال کو پہنچ گیا) کہا قال تعالیٰ۔ اذا بلغ اشده

و بلغ از بعین سنۃ) کذانی تنبیہ المغتربین للامام الشحرانی رحمہ اللہ تعالیٰ ص ۳۰

ہیں ہم اب تک آپ کے دین میں داخل نہیں ہوئے حالانکہ آپ نے ہم کو ہمارے گھروں پر آکر بلایا۔ یہ بات میرے دل میں اثر کر گئی اور میں اسکندر یہ ہی میں ٹھہر گیا کوئی گر جا ایسا نہ چھوڑا کہ میں اس میں نہ گیا ہوں اور وہاں کے پادریوں سے آپ کی صفت اور شان دریافت نہ کی ہو یہاں تک کہ میں اُن کے اُسُفِ اعظم (بڑے پادری) سے ملا جو بڑا عابد و زاہد تھا لوگ مریضوں کو اُس کے پاس دُعا کرانے کے لئے لاتے تھے، میں نے اس سے دریافت کیا کیا ابھی کسی نبی کا مبعوث ہونا باقی ہے اس نے یہ جواب دیا۔

نعم هو آخر الانبياء ليس بينه وبين عيسى بن مريم احد وهو نبى مرسل وقد امرنا عيسى باتباعه وهو النبي الاسى العربى اسمه احمد ليس بالطويل ولا ابيض ولا بالادم يعرض شعره ويلبس ما غلظ من الثياب ويجتزئ بمالقى من الطعام سيفه على عاتقه ولا يبالي بمن لاقى يباشر القتال بنفسه ومعه اصحابه يقدونه بانفسهم هم له اشد حبا من اولادهم يخرج من ارض حرم ويأتى الى حرم يهاجر الى ارض سباخ ونخل يدين بدين ابراهيم عليه السلام

ہاں وہ آخری نبی ہیں۔ اُن کے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں وہ نبی مرسل ہیں عیسیٰ علیہ السلام نے ہم کو ان کے اتباع کا حکم دیا وہ نبی امی عربی ہیں نام اُن کا احمد ہے نہ دراز قد ہیں نہ پست قامت بلکہ میانہ قد ہیں آنکھوں میں آنکھوں میں انکے سُرخ بیٹے بالکل سفید ہیں نہ بالکل سُندھی بال ان کے زیادہ ہوں گے مرنے کے پہنچیں گے جتنا کھانا میسر آجائے گا اتنی پُراکتفا اور قناعت کریں گے۔ تلوار ان کے کاندھے پر ہوگی کسی مقابلہ کی پروا نہ کریں گے، خود جہاد و قتال کریں گے ان کے اصحاب ان کے ساتھ ہوں گے جو دل و جان سے ان پر فدا ہوں گے اپنی اولاد سے زیادہ ان سے محبت رکھتے ہوں گے وہ نبی حرم (مکہ) میں ظاہر ہوگا اور حرم کی طرف ہجرت کریں گے وہ زمین شور اور نخلستانی ہوگی۔ ابراہیم علیہ السلام کے دین کا پیرو ہوگا۔

مغیرہ کہتے ہیں میں نے کہا آپ کی کچھ اور صفات بیان کرو اس نے کہا کہ آپ ازار بند ہوں گے اپنے اطراف اور اعضاء کو دھوئیں گے یعنی وضو کریں گے۔ آپ سے پہلے جس قدر نبی گزرے وہ صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے اور آپ تمام عالم کی طرف مبعوث ہوں گے تمام روئے زمین اُن کے لئے مسجد اور طہور ہوگی، جہاں نماز کا وقت آجائے گا وہاں پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کر کے نماز ادا کریں گے۔ بنی اسرائیل کی طرح کنیہ اور گرجا کے پابند نہ ہوں گے کہ کلیسا کے سوا کہیں دوسری جگہ نماز ہی درست نہ ہو۔

مغیرہ کہتے ہیں کہ تمام باتیں میں نے خوب غور سے سنی اور یاد رکھا اور واپس ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام کا حلقہ بگوش بنا لیا۔

(۵) مُنْذِرِ بْنِ سَاوِیْ شَاہِ مَحْرِنِ کے نام نامہ مبارک

علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو منذر بن ساویٰ کی طرف دعوت اسلام کا خط ۲ دے کر روانہ فرمایا۔ علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ کا والا نامہ لے کر منذر کے پاس پہنچا تو میں نے اس سے یہ کہا۔

اے منذر۔ دنیا میں تو بڑا عاقل اور ہوشیار ہے۔ آخرت کے بارے میں نادان اور ذلیل نہ بن یہ مجوسیت (آتش پرستی) بدترین مذہب ہے نہ اس میں عرب کا سب اشرف اور کرم ہے اور نہ اہل کتاب کا سا علم۔ اس مذہب والے ان عورتوں سے نکاح کرتے ہیں جن کے ذکر ہی سے حیا اور شرم آتی ہے۔ اور ان چیزوں کو کھاتے ہیں جن کے کھانے سے سلیم طبیعتیں نفرت کرتی ہیں۔ دنیا میں اس آگ کی پرستش کرتے ہیں جو قیامت کے دن ان کو کھائے گی اے منذر تو بے عقل اور نادان نہیں۔ تو خوب سوچ لے اور غور کر لے۔ جو ذات کبھی جھوٹ نہیں بولتی اس کی تصدیق کرنے اور اس کو صادق اور راستباز سمجھنے میں تجھ کو کیا تامل ہے اور جو ذات کبھی خیانت نہیں کرتی اس کے امین سمجھنے میں اور جو ذات کہ اس کی بات میں کبھی خلاف نہیں ہوتا اس پر وثوق اور اعتماد کرنے میں تجھ کو کیا تردد ہے، اگر آپ کی ذات بابرکات ایسی ہی ہے

۱۔ الجواب الصحیح لابن تیمیہ۔ ص ۱۰۱-۱۰۳، ج ۱۔ خصائص کبریٰ، ج ۲: ص ۱۳۔

۲۔ روایات سے یہ تو ثابت ہے کہ آپ نے منذر بن ساویٰ کے نام دعوت اسلام کا خط تحریر فرمایا لیکن باوجود تتبع اور تلاش کے اس والا نامہ کے الفاظ نہیں معلوم ہو سکے۔ زرقاتی ص ۳۵۱ ج ۳

اور یقیناً ایسی ہے تو سمجھ لے کہ وہ بلاشبہ اللہ کے نبی اور اس کے رسول ہیں ﷺ اور ایسے رسول ہیں کہ جس چیز کے کرنے کا آپ نے حکم دیا۔ اُس کے متعلق کوئی ذی عقل یہ ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ کاش آپ اس چیز سے منع فرماتے اور جس چیز کے کرنے سے آپ نے منع فرمایا اُس کے متعلق کوئی ذی عقل اور ذی ہوش یہ نہیں کہہ سکتا کہ کاش آپ اس چیز کے کرنے کا حکم دیتے، یا جس چیز کو جس حد تک آپ نے معاف فرمایا اس سے زائد معاف فرماتے یا جس چیز کی آپ نے جو سزا تجویز فرمائی اس میں کوئی تخفیف یا کمی فرماتے۔ اس لئے کہ آپ کا ہر امر اور ہر نبی اور آپ کا ہر ارشاد اہل عقل اور اہل نظر کی انتہائی تمنا اور آرزو کے مطابق ہے۔

(۵) منذر بن ساوی کا جواب

منذر نے کہا میں جس دین پر ہوں میں نے اس میں غور کیا تو اس کو فقط دنیا کے لئے پایا۔ آخرت کے لئے نہیں اور تمہارے دین میں نظر اور فکر کی تو اس کو دنیا اور آخرت دونوں کے لئے پایا۔ پس مجھ کو اس دین کے قبول کرنے سے کیا شکی مانع ہے کہ جس کے قبول کرنے سے زندگی کی تمنا میں اور موت کی راحت حاصل ہوتی ہو اب تک میں اس شخص پر تعجب کرتا تھا جو اس دین (اسلام) کو قبول کرے اور اب اس پر تعجب کرتا ہوں کہ جو اس دین برحق کو رد کرے۔

منذر بن ساوی کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے والا نامہ کا جواب

منذر مشرف باسلام ہوا اور آپ کے والا نامہ کا یہ جواب لکھوایا۔

اس بعد یا رسول اللہ فانی	اے رسول اللہ میں نے آپ کا والا نامہ
قرأت کتابک علی اهل	اہل بحرین کو سنا دیا بعضوں نے اسلام کو
البحرین فمنہم من احب	پسند کیا اور اس میں داخل ہوئے اور
الاسلام واعجبہ ودخل فیہ	بعضوں نے ناپسند کیا اور میرے ملک میں
ومنہم من کرہہ وبارضی	یہودی اور مجوسی رہتے ہیں اس بارے میں

آپ اپنا حکم صادر فرمائیں۔

یہود و مجوس فاحدث الی
فی ذالک امرک

آپ نے یہ جواب لکھوا کر بھیجا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

یہ خط ہے محمد رسول اللہ کی جانب سے منذر بن ساوی کی طرف۔ سلام ہو تم پر میں تیری طرف اُس خدائے پاک کی حمد پہنچاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد۔ اللہ کے رسول ہیں۔ بعد ازاں میں جھکو اللہ عزوجل یاد دلاتا ہوں اس لئے کہ جو شخص اللہ کے ساتھ خیر خواہی اور وفاداری کرے وہ حقیقت میں اپنی ذات کی خیر خواہی کرتا ہے اور جس نے میرے قاصدوں کی اطاعت کی اور انکے حکم کا اتباع کیا پس تحقیق اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے ان کی خیر خواہی کی، اس نے میری خیر خواہی کی۔ میرے قاصدوں نے آ کر تمہاری تعریف و توصیف کی میں نے تمہاری قوم کے بارے میں تمہاری سفارش قبول کی پس وہ املاک مسلمانوں کے قبضہ میں چھوڑ دو جس پر وہ اسلام لائے ہیں اور خطا کاروں کو میں نے معاف کیا اُس سے

من محمد رسول اللہ الی
المنذر بن ساوی سلام
علیک فانی احمد الیک اللہ
الذی لا الہ الا هو واشہد ان
محمد رسول اللہ اما بعد
فانی اذ کرک اللہ عزوجل
فانہ من ینصح فانما ینصح
لنفسہ وانہ من یطع رسلی
ویتبع امرہم فقد اطاعنی ومن
نصح لہم فقد نصح لی وان
رسلی قد اثنوا علیک خیرا
وانی قد شفعتک فی قومک
فاترک للمسلمین ما اسلموا
علیہ و عفت عن اہل
الذنوب فاقبل منہم انک
سہما تصلح فلن نعزلک عن
عملک ومن اقام علی

یہودیتہ او مجوسیتہ فعلیہ
الجزیۃ لـ

اسلام یا توبہ قبول کرو اور جب تک تم ٹھیک
اور درست رہو گے۔

تو ہم تم کو معزول نہ کریں گے اور جو شخص اپنی یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے تو اس پر

جزیہ ہے۔

(۶) شاہِ عثمان کے نام نامہ مبارک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ خط ہے محمد بن عبداللہ رسول اللہ کی طرف
سے جحیفہ اور عبید ابن جلدی کی طرف
سلام ہے اس پر جو ہدایت کا اتبا کرے۔
اما بعد میں تم دونوں کو اسلام کی دعوت دیتا
ہوں اسلام لے آؤ سلامت رہو گے اس
لئے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تمام لوگوں کی
طرف تاکہ ذراؤں اللہ کے عذاب سے
اس کو کہ جو زندہ ہے اور ثابت ہو اللہ کی
حجت کافروں پر تم اگر اسلام کا اقرار کرو تو تم
کو تمہارے ملک پر بدستور باقی رکھیں گے
ورنہ سمجھو کہ تمہاری سلطنت غنقریب زائل
ہو نیوالی ہے اور میرے سوا تمہارے
کے حکم تک پہنچیں گے اور میری نبوت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ
الْحِیْفَرُ وَعَبْدِ ابْنِ الْجَلْدِی
سَلَامٌ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی
اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَدْعُوْكُمْ اِلٰی
الْاِسْلَامِ اَسْلِمًا تَسْلِمًا فَاِنِّیْ
رَسُولُ اللّٰهِ اِلٰی النَّاسِ کَافَّةً
لَا اَنْذِرُ مَنْ كَانَ حَیًّا وَّیَحِقُّ
الْقَوْلُ عَلٰی الْکٰفِرِیْنَ وَاَنْکُمْ
اِنْ اَقْرَرْتُمْ بِالْاِسْلَامِ وَلِیْتُمْ
وَاِنْ اَبِیْتُمْ اَنْ تَقْرَآ بِالْاِسْلَامِ فَاِنْ
مَلَکْتُمْ زَاوِلٌ عَنْکُمْ وَخِیْلٰی
تَحُلُّ بِسَاحَتِکُمْ وَتَظْهَرُ
نُبُوْتِیْ عَلٰی مَلَکْکُمْ ۳

رسالت تمہارے ملک کے تمام ادیان پر غالب آکر رہے گی۔

۱۔ زاد المعاد ج ۳ ص ۶۱، ۶۲۔ زرقانی ج ۳ ص ۳۵۱

۲۔ یعنی دل میں اس کے حیات اور زندگی کے آثار باقی ہوں ورنہ جس کا دل بالکل مردہ ہو چکا ہے اس کے حق میں ذرا تا اور ذرا مناسب برابر ہے۔

۳۔ زاد المعاد ج ۳ ص ۶۱، ۶۲۔ زرقانی ج ۳ ص ۳۵۲

ذی قعدة الحرام ۸ھ میں عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ نے والا نامہ دے کر پسرانِ جُلندی۔ عبید اور جنیفر کی طرف روانہ فرمایا۔ عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ میں آپ کا والا نامہ لے کر۔ عثمان پہنچا اول عبید سے ملاقات ہوئی۔ نہایت حلیم اور بردبار اور نیک خوتھے میں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو یہ خط دے کر آپ اور آپ کے بھائی کی طرف بھیجا ہے عبید نے کہا کہ اعلیٰ رئیس اور بادشاہ میرے بڑے بھائی جنیفر ہیں، میں آپ کو ان سے ملا دوں گا، یہ خط ان کے سامنے پیش کر دینا۔ بعد ازاں مجھ سے کہا کہ تم ہم کو کس چیز کی طرف دعوت دینے آئے ہو۔

عمرو بن العاص رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ:۔ ایک اللہ کی عبادت کرو۔ بت پرستی کو چھوڑو اور اس بات کی گواہی دو کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

عبید:۔ اے عمرو بن العاص تم اپنی قوم کے سردار کے بیٹے ہو بتلاؤ کہ تمہارے باپ نے کیا کیا ہم انھیں کی اقتداء کریں گے۔

عمرو بن العاص رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ:۔ میرے باپ مر گئے اور آپ پر ایمان نہیں لائے اور میری تمنا تھی کہ کاش وہ اسلام لاتے اور آپ کی تصدیق کرتے۔ ایک عرصہ تک میں انھیں کی رائے پر رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اسلام کی ہدایت اور توفیق سے سرفراز فرمایا۔

عبید:۔ تم کب مسلمان ہوئے۔

عمرو بن العاص رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ:۔ چند ہی روز ہوئے۔

عبید:۔ کہاں مسلمان ہوئے۔

عمرو بن العاص:۔ نجاشی شاہ حبشہ کے ہاتھ پر اور نجاشی بھی مسلمان ہو چکا ہے۔

عبید:۔ نجاشی کے اسلام لے آنے کے بعد اس کی قوم نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔

عمرو بن العاص:۔ حسب سابق اس کو بادشاہت پر برقرار رکھا اور اس کے تابع اور پیرو بنے۔

عبید:۔ اساقفہ (پادریوں) اور رہبان نے کیا کیا۔

عمرو بن العاص رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ:۔ سب نے اس کا اتباع کیا۔

عبید:۔ اے عمرو غور کرو کیا کہہ رہے ہو خوب سمجھ لو کہ جھوٹ سے بڑھ کر کوئی بری خصلت نہیں

اور انسان کے لئے جھوٹ سے زیادہ رسوا کرنے والی کوئی چیز نہیں۔

عمر بن العاص :- حاشا وکلا میں نے جھوٹ نہیں کہا اور نہ ہمارے دین میں جھوٹ بولنا حلال ہے۔

عَبْدُ :- معلوم نہیں کہ ہرقل قیصر روم کو نجاشی کے اسلام لانے کی خبر ہوئی یا نہیں۔
عمر بن العاص :- ہرقل کو نجاشی کے مسلمان ہونے کا علم ہے۔
عَبْدُ :- تم کو کیسے معلوم ہوا۔

عمر بن العاص :- نجاشی۔ قیصر روم کو خراج ادا کرتا تھا، مسلمان ہونے کے بعد خراج دینے سے انکار کر دیا۔ اور یہ کہا کہ خدا کی قسم اگر قیصر روم مجھ سے ایک درہم بھی مانگے تو وہ بھی نہ دوں گا قیصر روم کو جب نجاشی کی یہ بات پہنچی تو قیصر روم خاموش ہو گیا۔ قیصر کی خاموشی کو دیکھ کر قیصر روم کے بھائی نیاق نے نہایت غصہ سے کہا۔ کہ کیا آپ اپنے اس غلام یعنی نجاشی کو ایسے ہی چھوڑ دیں گے کہ خراج بھی ادا نہ کرے اور آپ کا مذہب چھوڑ کر نیا دین اختیار کر لے۔ قیصر نے کہا نجاشی کو اختیار ہے کہ وہ جس دین کو چاہے اختیار کرے اس نے اس دین کو پسند کیا خدا کی قسم اگر مجھ کو اپنی سلطنت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں بھی یہی دین اختیار کرتا۔
عَبْدُ :- بہت متعجب ہو کر۔ اے عمر کیا کہہ رہے ہو۔

عمر بن العاص رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ :- خدا کی قسم میں نے بالکل سچ کہا ہے۔

عَبْدُ :- اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارے پیغمبر کس چیز کا حکم دیتے ہیں اور کس چیز سے منع کرتے ہیں۔

عمر بن العاص رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ :- اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور اس کی معصیت اور نافرمانی سے منع فرماتے ہیں بھلائی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں ظلم اور تعدی۔ زنا اور شراب خواری بت پرستی اور صلیب پرستی سے منع فرماتے ہیں۔

عَبْدُ :- کیا ہی اچھی دعوت اور کیا ہی عمدہ تلقین ہے کاش میرا بھائی بھی میرے ساتھ اتنا قریبی اور دونوں مل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی تصدیق کریں لیکن ممکن ہے کہ میرا بھائی اپنی سلطنت کی وجہ سے اس بارے میں تامل کرے۔

عمر بن العاص رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ :- اگر اسلام لے آئے تو رسول اللہ ﷺ اس کی بادشاہت کو بدستور برقرار رکھیں گے اور یہ حکم دیں گے کہ اپنی قوم کے امراء اور انبیاء سے صدقات وصول کریں۔ اور اپنی قوم کے فقراء اور مساکین پر ان کو تقسیم کریں۔

عبدال:۔ یہ تو نہایت عمدہ بات ہے۔ یہ بتاؤ کہ صدقات کتنے اور کس طرح لئے جاتے ہیں۔
 عمرو بن العاصؓ:۔ میں نے تفصیل سے بتایا کہ سونے اور چاندی میں اتنی زکوٰۃ لی جاتی ہے
 اور اونٹ اور بکریوں میں اتنی بعد ازاں عبدال نے جھکوا اپنے بھائی جئیر کے سامنے پیش کیا میں
 نے آپ کا والا نامہ سر بمہر اس کو دیا مہر کھول کر اس کو پڑھا اور مجھ کو بیٹھنے کا حکم دیا اور قریش کا
 کچھ حال دریافت کیا ایک دو روز کے تامل کے بعد۔ جئیر بھی اسلام پر آمادہ ہو گیا اور دونوں
 بھائیوں نے مل کر ایک روز اپنے اسلام کا اعلان کیا بہت سے لوگ اُن کے ساتھ مسلمان
 ہو گئے اور جو مسلمان نہیں ہوئے ان پر جزیہ قائم کر دیا گیا۔ (زاد المعاد ص ۶۲ ج ۳ ہدلیۃ
 الحیاری للمحافظ ابن القیم ص ۳۳۱)

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اصل بادشاہ ان کا باپ جُلندی تھا شاید بوڑھے ہو جانے
 کی وجہ سے سلطنت بیٹوں کے سپرد کر دی ہو۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ رسول
 اللہ ﷺ نے عمرو بن العاصؓ کو جُلندی کی طرف دعوت اسلام کی غرض سے روانہ فرمایا ممکن
 ہے کہ آپ نے عمرو بن العاص کو باپ اور بیٹوں سب کی طرف روانہ فرمایا ہو (کذافی
 الاصابہ ص ۲۶۲ ج اول و ص ۲۶۳ ج اترجمہ جُلندی و جئیر قسم ثالث)

علامہ سہلی لکھتے ہیں کہ عمرو بن العاص رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے جُلندی سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا۔
 اے جُلندی تو اگرچہ ہم سے بہت دُور ہے لیکن اللہ عزوجل سے دُور نہیں۔ جس ذات
 پاک نے تجھ کو بلا کسی شریک کے تنہا پیدا کیا تو تنہا اسی کی عبادت کر اور جو ذات تیرے پیدا
 کرنے میں خدا کی شریک نہیں تو اس کو خدا کی عبادت میں شریک نہ کر اور یقین رکھ کہ جس
 خدا نے تجھ کو زندہ کیا ہے وہ تجھ کو موت دینے والا ہے اور جس نے تمہاری پیدائش کی ابتداء کی
 وہی پھر تم کو اپنی طرف لوٹائے گا۔ پس اس نبی امی کے بارے میں خوب غور اور فکر کر لو کہ جو
 دنیا اور آخرت کی بھلائی اور بہبودی لیکر آیا ہے۔ اگر وہ تم سے کسی قسم کا کوئی اجر اور معاوضہ
 چاہتے ہوں تو وہ روک لو اور اگر ان کے کسی قول اور فعل میں ہوائے نفسانی کا شائبہ محسوس کرو
 تو اس کو چھوڑ دو پھر آپ کے لائے ہوئے دین میں غور کرو۔ کہ آپ کا دین لوگوں کے خود
 ساختہ قوانین کے مشابہ ہے یا نہیں اگر آپ کی شریعت اور آپ کا دین لوگوں کے بنائے

۱۔ یہ قصہ مختصر طبقات ابن سعد ص ۱۸ ج ۱ میں بھی مذکور ہے ۱۲۔ زرقانی ج ۳: ص ۳۵۳

ہوئے دین کے مشابہ ہے تو بتلاؤ کس کے مشابہ ہے اور اگر آپ کا دین لوگوں کے بنائے ہوئے دین کے مشابہ نہیں تو سمجھ لو کہ وہ اللہ جل جلالہ کا دین ہے پس اس کو قبول کرو اور جو حکم دیتا ہے اس کی تعمیل کرو اور جس سے ڈراتا ہے اس سے ڈرو۔

جلندی نے کہا میں نے اس نبی امی کے بارے میں غور کیا بے شک وہ کسی خیر اور بھلائی کا حکم نہیں دیتے مگر سب سے پہلے اس پر عمل کرنے والے وہ خود ہوتے ہیں اور کسی برائی سے منع نہیں کرتے مگر سب سے پہلے خود اس کے ترک کرنے والے ہوتے ہیں۔ جب وہ اپنے دشمنوں پر غالب آتے ہیں تو اترتے نہیں اور جب مغلوب ہوتے ہیں۔ تو گھبراتے نہیں۔ عہد کو پورا کرتے ہیں۔ وعدہ کی وفا کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بلاشبہ نبی ہیں۔ ۱۲۱
اور یہ اشعار ہے:

من الحق شنی والنصیح نصیح
ینادی بہافی الوادین فصیح

انسی عمرو بالتی لیس بعدھا
فیا عمرو قد اسلمت لله جھرة

(۷) رئیس یمامہ ہوذہ بن علی کے نام نامہ مبارک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ خط ہے محمد رسول اللہ کی طرف سے ہوذہ بن علی کے نام۔ سلام ہے اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے معلوم کرو کہ میرے اولین وہاں تک پہنچے گا جہاں اونٹ اور سمور پہنچ سکتے ہیں اسلام لے آؤ سلامت رہو گے اور تمہارے مقبوضات پر تم کو بدستور برقرار رکھیں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
مِن مَّحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰی
هُوْذَةَ ابْنِ عَلِیِّ سَلَامٍ عَلِیِّ مِّنْ
اَتَّبَعَ الْهُدٰی وَاَعْلَمَ اَنْ دِیْنِی
سَیْظَهْرُ اِلٰی مَنتَهٰی الْخَفِی
وَالْحَافِرُ فَاَسْلَمَ تَسْلَمُ وَاَجْعَلْ
لَكَ مَاتَحْتَ یَدِیْكَ

سَلِیْطُ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو یہ خط دے کر روانہ فرمایا۔ ہوزہ نے آپ کا والا نامہ پڑھا اور حضرت سلیط کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ اتارا سلیط رضی اللہ عنہ نے ہوزہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

اے ہوزہ تجھ کو پرانی اور بوسیدہ ہڈیوں نے سردار بنا دیا ہے اور حقیقت میں سردار وہ ہے کہ جو ایمان سے متمتع ہو اور تقویٰ کا توشہ لیا۔ میں کھکو ایک بہترین شئی کا حکم کرتا ہوں اور ایک بدترین شئی سے تجھ کو منع کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم کرتا ہوں اور شیطان کی عبادت سے منع کرتا ہوں اگر تو اس کو قبول کرے تو تیری تمام امیدیں برائیں گی اور خوف سے مامون ہوگا۔ اور اگر انکار کرتا ہے تو قیامت کا ہول ناک منظر ہمارے اور تیرے درمیان سے اس پردہ کو اٹھا دے گا۔

ہوزہ نے کہا مجھے مہلت دیجیے کہ میں سوچ لوں اور بعد ازاں آپ کے والا نامہ کا یہ جواب لکھوایا۔

ما احسن ما تدعوا الیہ واجملہ
والعرب تسہاب مکانی فاجعل
الی بعض الا سراتبعک
جس چیز کی طرف آپ بلا تے ہیں وہ کیا
ہی خوب اور بہتر ہے عرب میرے دبدبہ
اور مرتبہ سے ڈرتے ہیں آپ مجھے کچھ
اختیار دیجئے میں آپ کا اتباع کروں گا۔

اور چلتے وقت حضرت سلیط رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کو ہدیہ اور تحفہ دیا اور کچھ ہجر کے بنے ہوئے کپڑے دیئے مدینہ پہنچ کر آپ سے سارا واقعہ بیان کیا، آپ نے خط پڑھ کر فرمایا خدا کی قسم اگر ایک بالشت زمین بھی مانگے گا تو نہ دوں گا وہ بھی ہلاک ہو اور اس کا ملک بھی ہلاک ہو۔ رسول اللہ ﷺ جب فتح مکہ سے واپس ہوئے تو جبریل امین نے آکر آپ کو ہوزہ کے مرنے کی خبر دی آپ نے صحابہ کو یہ خبر سنا کر فرمایا کہ یمامہ میں عنقریب ایک کذاب ظاہر ہوگا جو نبوت کا دعویٰ کرے گا اور میرے بعد قتل ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۸) امیر دمشق حارث غسانی کے نام نامہ مبارک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،
 من محمد رسول اللہ الی
 الحارث بن ابی شمر سلام
 علی من اتبع الهدی وامن
 باللہ وصدق فانی ادعوك الی
 ان تؤمن باللہ وحدہ لا شریک
 له یبقی ملکک!۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،
 محمد اللہ کے رسول کی طرف سے حارث بن
 ابی شمر کے نام سلام ہو اس پر جو ہدایت کا
 اتباع کرے اور اللہ پر ایمان لائے اور اللہ
 کے احکام کی تصدیق کرے پس میں تجھ کو
 دعوت دیتا ہوں اس بات کی کہ تو ایمان
 لائے اُس ایک خدا پر جس کا کوئی شریک
 نہیں اگر تو ایمان لے آیا تو تیری سلطنت
 باقی رہے گی۔

شجاع بن وہب اسدی رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ یہ والا نامہ لے کر دمشق پہنچے حارث غسانی اس وقت
 قیصر روم کیلئے سامانِ ضیافت مہیا کرنے میں مشغول تھا قیصر اس زمانہ میں فارس پر فحیابی کے
 شکر میں حمص سے پاپیادہ چل کر بیت المقدس آیا ہوا تھا انتظار میں کئی روز گزر گئے مگر حارث
 سے ملاقات نہیں ہوئی میں نے حارث کے دربان سے ذکر کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا
 قاصد ہوں بادشاہ سے ملنا چاہتا ہوں۔ دربان نے کہا کہ بادشاہ ایک دو روز میں برآمد ہوں
 گے اس وقت ملاقات ہو سکے گی دربان روم کا رہنے والا تھا نام اُس کا مری تھا۔ اُس نے مجھ
 سے رسول اللہ ﷺ کے حالات دریافت کرنے شروع کئے۔ میں آپ کے حالات بیان کرتا
 جاتا تھا اور وہ روتا جاتا تھا آپ کے حالات سن کر یہ کہا میں نے انجیل پڑھی ہے جس میں آپ
 کے نام اور اوصاف پاتا ہوں میں آپ پر ایمان لاتا ہوں اور آپ کی تصدیق کرتا ہوں اور مجھ و
 اندیشہ ہے کہ حارث مجھ کو قتل کر ڈالے گا اور میرا نہایت اکرام اور احترام کیا اور نہایت اچھی
 مہمانی کی ایک روز حارث برآمد ہوا تاج پہن کر بیٹھا اور ان کو اندر آنے کی اجازت دی گئی
 حضرت شجاع بن وہب رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے آپ کا والا نامہ پیش کیا۔ حارث اس کو پڑھ کر برہم

ہوا اور آپ کے والا نامہ کو پھینک دیا اور غصہ ہو کر کہا کہ وہ کون شخص ہے جو میرا ملک مجھ سے چھینے گا میں ہی خود اس کی طرف جانے والا ہوں اور گھوڑوں کی نعل بندی کا حکم دیا اور ایک خط اس مضمون کا قیصر روم کے نام روانہ کیا قیصر روم کا جواب یہ آیا۔ کہ اپنا ارادہ ملتوی کر دو۔ قیصر روم کا جواب آنے کے بعد حضرت شجاع کو بلایا اور دریافت کیا کہ واپسی کا کب ارادہ ہے آپ نے فرمایا کہ کل ارادہ ہے، حارث نے آپ کو سوشقال سونا ہدیہ پیش کرنے کا حکم دیا اور دربان نے بھی کچھ نذرانہ پیش کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو میرا سلام پہنچا دینا۔ میں واپس آیا اور تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اس کا ملک ہلاک ہوا۔ بعد ازاں میں نے مری کا سلام پہنچایا اور جو کچھ اُس نے کہا تھا وہ بیان کیا آپ نے فرمایا سچ کہا۔

فوائد

(۱)۔ شاہان عالم کے نام جو دعوت اسلام کے خطوط ارسال فرمائے یہ اس امر کی صریح دلیل ہیں کہ حضور پر نور کی نبوت و رسالت فقط عرب کے امتیہین کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ آپ کی رسالت عرب اور عجم جن اور انس یہود اور نصاریٰ اور مشرکین اور مجوس سب کے لئے ہے۔ قیصر روم نے جو کہ مذہباً عیسائی تھا آپ کی نبوت و رسالت کا اقرار کیا مگر اسلام نہیں لایا۔ علی ہذا عزیز مصر یعنی مقوقس نے بھی جو کہ مذہباً نصرانی تھا آپ کی نبوت و رسالت کا اعتراف کیا مگر اسلام نہیں لایا نجاشی شاہ حبشہ جو عیسائی تھا وہ اسلام لایا نصاریٰ کے بعض فرقوں کا یہ گمان ہے کہ حضور پر نور نبی اور رسول تو تھے مگر فقط عرب کے لئے تھے، یہود اور نصاریٰ کے لئے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ ان کا یہ گمان بالکل غلط ہے۔

اگر حضور پر نور کی نبوت و رسالت فقط عرب کے امتیہین کے لئے مخصوص ہوتی تو یہود اور نصاریٰ اور مجوس کو دعوت اسلام کیوں دیتے اور یہود اور نصاریٰ پر جزیہ کیوں لگاتے امام زہری سے منقول ہے کہ سب سے پہلے آپ نے نصاریٰ نجران پر جزیہ مقرر کیا اور جب معاذ بن جبل کو یمن کا حاکم مقرر کر کے بھیجا تو حکم دیا کہ یمن میں جو یہودی رہتے ہیں ان کے ہر بالغ سے سالانہ ایک دینار جزیہ وصول کیا کریں۔

(۲)۔ اب تک اکثر غزوات اہل عرب سے رہے اس کے بعد ۷ھ میں یہود خیبر سے آپ نے جہاد و قتال فرمایا اور پھر ۸ھ میں مقام موتہ کی طرف۔ نصاریٰ کے مقابلہ کے لئے ایک سر یہ روانہ فرمایا جس میں حضرت زید اور حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کو امیر مقرر فرمایا۔ جس کی تفصیل عنقریب آجائے گی اور پھر ۹ھ آپ بہ نفس نفیس قیصر روم کے مقابلہ کیلئے مقام تبوک کی طرف روانہ ہوئے جو غزوۃ تبوک کے نام سے مشہور ہے یہ غزوہ نصارائے شام سے تھا معلوم ہوا کہ آپ کی بعثت فقط مشرکین عرب کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہود اور نصاریٰ اور تمام عالم آپ کی دعوت اور شریعت کا مکلف ہے ورنہ جو آپ کی شریعت کا مکلف نہواں سے جہاد کے کیا معنی۔

(۳)۔ نیز قرآن و حدیث سے متواتر یہ ثابت ہے کہ آپ علی الاعلان یہ فرماتے ہیں قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔ وَيَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا۔ اہل کتاب کو علی الاعلان اسلام کی دعوت دیتے تھے۔

پس اگر نصاریٰ کے اس فرقہ کے نزدیک اگرچہ آپ عرب ہی کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے، مگر بہر حال نبی تھے اور نبی اگرچہ کسی خاص قوم کی طرف مبعوث ہو مگر عقلاً اور نقلاً یہ ضروری ہے کہ نبی اپنے اقوال اور دعاوی میں قطعاً صادق ہوگا، یہ ناممکن ہے کہ نبی ہو اور کسی بات میں کاذب ہو پس اگر نصاریٰ کے اس فرقہ کے نزدیک آپ نبی عرب تھے تو آپ یقیناً اس دعوے میں اِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا میں ضرور صادق ہوں گے جب آپ کو نبی مان لیا تو دعوائے عموم بعثت میں بھی آپ کو یقیناً صادق ماننا پڑے گا



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

غزوة خیبر محرم الحرام ۷ھ

وَعَدَكُمْ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِیْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ بِهٰذِهِ (سورہ فتح)
 وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ تم سے بہت سی غنیمتوں کا جن کو تم لوگ پس یہ خیبر کی غنیمت اللہ تعالیٰ
 نے تم کو جلدی دے دی۔

آنحضرت ﷺ جب حدیبیہ سے واپس ہوئے تو واپسی میں سورہ فتح نازل ہوئی جس
 میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے عموماً اور اصحاب بیعت الرضوان سے خصوصاً یہ وعدہ فرمایا
 کہ تم کو بہت سی فتوحات ہوں گی اور بہت سی غنیمتیں ملیں گی اور بالفعل اس بیعت الرضوان
 کے انعام میں فتح خیبر دی اور فتح مکہ جو اس وقت ہاتھ نہ لگی سمجھ لو کہ وہ بھی مل ہی چکی ہے اور
 آئندہ چل کر تم کو اور بھی فتوحات نصیب ہوں گی جن کا علم ہم کو ہے چنانچہ آیت مذکورہ میں
 فَعَجَّلَ لَكُمْ بِهٰذِهِ سے خیبر ہی کی فتح مراد ہے اور علیٰ ہذا گذشتہ آیت وَاثَابَهُمْ فَتَحًا
 قَرِیْبًا میں بھی فتح قریب سے فتح خیبر ہی مراد ہے۔

چنانچہ آپ حدیبیہ سے واپس ہو کر مدینہ منورہ پہنچے اور ذی الحجہ اور اوائل محرم میں مدینہ
 ہی میں مقیم رہے اس اثناء میں حضور پر نور کو یہ حکم ہوا کہ خیبر پر چڑھائی کریں جہاں غدار یہود
 آباد تھے جو بد عہدی کر کے جنگ احزاب میں کفار مکہ کو مدینہ پر چڑھا کر لائے تھے اور حق
 تعالیٰ نے حضور پر نور کو یہ خبر دیدی کہ فتح خیبر کی بشارت سن کر منافقین بھی آپ سے استدعاء
 کریں گے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ سفر میں چلتے ہیں اللہ کا حکم یہ ہے کہ یہ لوگ آپ کے
 ساتھ اس سفر میں ہرگز نہ جائیں اور اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ
 اِلَى مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا
 نَتَّبِعْكُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلِمَ
 اللّٰهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُوْا كَذٰلِكَمْ قَالَ
 اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ جَ فَسَيَقُولُوْنَ بَلْ
 جو لوگ سفر حدیبیہ میں پیچھے رہ گئے تھے وہ
 عنقریب جب تم خیبر کی غنیمتیں لینے چلو گے
 تو یہ طامع لوگ تم سے یہ کہیں گے کہ ہم کو بھی
 اجازت دو کہ تمہارے ساتھ خیبر چلیں حق
 تعالیٰ ان کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ

تَحْسُدُونَ نَاطِبَلٌ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝
 لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے حکم اور اس کے وعدہ کو بدل ڈالیں آپ کہہ دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں جاسکتے اللہ تعالیٰ نے

پہلے ہی سے یہ حکم دے دیا ہے پھر یہ اہل طمع یہ اعتراض کریں گے کہ تم ہم پر حسد کرتے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ غنیمت میں ہم تمہارے شریک نہ ہوں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے صحابہ کرام کے قلوب حسد اور حرص سے پاک منزہ ہیں بلکہ یہی لوگ بات کو بہت ہی کم سمجھتے ہیں جن حضرات کی نظر میں پوری دنیا چھھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتی ہو ان کے متعلق حسد کا تصور ہی کمال اہلی و نادانی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں کچھ قیام کے بعد اخیر ماہ محرم الحرام کے ھجرت میں چودہ سو پیادوں اور دو سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ خیبر کی طرف خروج فرمایا ازواج مطہرات میں سے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کی ساتھ تھیں

(فتح الباری ص ۳۵۶ ج ۲ ذرقانی ص ۲۱۷ ج ۲)

صحیح بخاری میں سلمۃ بن اکوع رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ سے مروی ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات کے وقت خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو عامر بن اکوع مشہور شاعر یہ رجز پڑھے ہوئے آگے آگے تھے۔

اللَّهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

اے اللہ اگر تو ہدایت نہ فرماتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے اور نہ کوئی صدقہ اور خیرات کر سکتے اور نہ ایک نماز پڑھ سکتے۔

فَاغْفِرْ فِدَاءً لَكَ مَا اتَّقِينَا ۝ وَالْقِيُنُ سَكِينَةٌ عَلَيْنَا

اے خدا ہم تجھ پر فدا اور قربان ہیں جو احکام ہم نہیں بجالائے ان کو معاف فرما اور

۱۵۔ اور ایک روایت میں ما اتقینا کے بجائے ما ابقینا ہے یعنی جو گناہ ہمارے نامہ باقی ہیں جن سے ہم نے توبہ نہیں کی ان کو معاف فرما۔ اس لئے کہ تپ توبہ کرنے سے گناہ نامہ اعمال سے مٹا دیتے جاتے ہیں توبہ کے بعد گناہ باقی نہیں رہتے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور ایک روایت میں ما القینا یعنی اے اللہ جو گناہ ہم نے کئے ہیں وہ معاف فرما ۱۲

خاص سکینت اور طمانیت ہم پر نازل فرماتا کہ قلب کو سکون اور چین حاصل ہو اور ہر قسم کی پریشانی بچینی دل سے دور ہو۔

وَتَبَّتْ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
إِنَّا إِذَا صِيحَبْنَا
اور دشمنوں سے مقابلہ کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ، ہم کو جب جہاد و قتال کے لئے پکارا جاتا ہے تو دوڑ کر پہنچتے ہیں۔

وَبِالصِّيَاحِ عَوْلُوا عَلَيْنَا

اور پکار کر ہم سے استغاثہ کیا ہے۔ (فتح الباری ص ۳۵۷ ج ۷)

مسند احمد میں بعض کلمات رجزیہ اور زیادہ ہیں وہ یہ ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ قَدَبُوا عَلَيْنَا
إِذَا أَرَدُوا فِتْنَةً أَيْبِنَا

تحقیق جن لوگوں نے ہم پر ظلم اور تعدی کی جب وہ ہم کو کفر اور شرک کے کسی فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اسے قبول نہیں کرتے۔

وَنَحْنُ عَنْ فَضْلِكَ مَا اسْتَعْنَيْنَا

اے پروردگار ہم تیرے فضل و کرم سے مستغنی اور بے نیاز نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ حدی پڑھنے والا کون ہے لوگوں نے کہا عامر بن اکوع ہے آپ نے فرمایا۔ یرحمہ اللہ، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ فرمایا غفرلک ربک پروردگار تیری مغفرت فرمائے اور رسول اللہ ﷺ جب کبھی کسی کو خاص کر کے دعائے مغفرت فرماتے تو وہ شخص ضرور شہید ہوتا۔ اس بنا پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا نبی اللہ۔ اس کے لئے توجت واجب ہوگئی کاش آپ عامر کی شجاعت سے اور چند روز ہم کو متمتع اور منقطع ہونے دیتے۔ (فتح الباری ص ۳۵۸ ج ۷)

راستہ میں جب ایک بلند مقام پر پہنچے تو صحابہ نے نعرہٴ تکبیر بلند کیا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے اوپر رحم کرو۔ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو تم تو اس ذات پاک کو پکار رہے ہو جو سننے والی اور قریب ہے اور ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔ ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ میں آپ کی سواری کے قریب تھا۔ آپ نے جھک لیا حول و لا قوۃ الا باللہ۔ پڑھتے

ہوئے سن کر عبد اللہ بن قیس کہہ کر آواز دی۔ میں نے عرض کیا بیک یا رسول اللہ۔ یا رسول اللہ حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا میں جھکو جنت کا خزانہ نہ بتلاؤں میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیوں نہیں۔ ضرور بتلائیے، آپ نے فرمایا۔ ۲۔ الاحول ولاقوۃ الابل اللہ۔ یعنی یہ کلمہ جنت کا خزانہ ہے۔ (بخاری شریف)

چونکہ آپ کو یہ معلوم تھا کہ غطفان نے یہود خیبر کی امداد کے لئے لشکر جمع کیا ہے اس لئے آپ مدینہ سے چل کر مقام رجب میں جو خیبر اور غطفان کے مابین ہے پڑاؤ ڈالا تاکہ یہود و غطفان مرعوب ہو کر یہود خیبر کی مدد کو نہ پہنچ سکیں۔ چنانچہ یہود و غطفان کو جب یہ معلوم ہوا کہ خود ہماری جان خطرہ میں ہے تو واپس ہوئے۔ (ابن ہشام ص ۱۸۵ ج ۲)

جب خیبر کے قریب پہنچے تو صحابہ کو حکم دیا کہ ٹھہر جاؤ اور یہ دُعا مانگی۔

اللہم رب السموات وما اظللن ورب الارضین وما اقللن ورب الشیاطین
وما اضللن ورب الریاح وما ادرین فاننا نسألك خیر ہذہ القریۃ وخیر اہلہا
وخیر ما فیہا ونعوذ بک من شرہا وشر اہلہا وشر ما فیہا اقدسوا بسم اللہ
آپ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے تو یہ دُعا پڑھتے (ابن ہشام ص ۱۸۵)

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خیبر میں رات کو پہنچے آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ رات میں کسی پر تملہ نہیں فرماتے تھے صبح کا انتظار فرماتے۔ اگر اذان سنتے تو تملہ نہ فرماتے ورنہ تملہ فرماتے۔ اسی سنت کے مطابق خیبر میں بھی صبح کی اذان کا انتظار فرمایا، جب صبح کی اذان نہ سنی تو تملہ کی تیاری کی۔ صبح ہوتے ہی یہود کھم ال اور پھاولے کے کراپنے کا رہ پار کے لئے نکلے۔ آپ کے لشکر و بڑھتے ہوئے یہ کہا مجھ و امیس یعنی مجھ اپنی کل فوج اور لشکر کے ساتھ آئے۔

۱۔ یہ وہی اشعری کا نام تھا اور وہ وہی اشعری تھی۔ ۲۔ اس کلمہ کے معنی یہ ہیں۔ بندہ مدینہ منورہ سے بدوان اللہ کی اعانت و امداد کے لئے توجہ و تامل سے دعا کرتا ہوں اور قدرت اللہ سے مدد مانگا ہوں اور تقویت سے اور نظام ہے۔ اپنی قوم و قوم و بیچ بھیجے۔ مدینہ میں قوت و امن کا یہ بیان ہے اور اس کی اعانت اور اس کی توفیق اور ہدایت پر نظر کرنا ہے۔ جب تملہ فرماتے تو یہ دُعا فرماتے تھے اور یہ دُعا خزانہ میں ہوتی ہے وہ مستور اور پوشیدہ ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے اس کی توفیق و امداد سے جو لوگوں کو اب کی حدیث میں مذکور ہے۔ چونکہ خزانہ کی چیز تھی اس لئے اس کا نام بھی پوشیدہ رکھا گیا۔

لشکر کو خیمیں اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے پانچ حصے ہوتے ہیں۔
 (۱) مقدمہ (۲) میمنہ (۳) میسرہ (۴) قلب (۵) ساقہ
 آپ نے ان کو دیکھ کر دُعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھائے اور یہ فرمایا۔

اللہ اکبر خربت خیبر انا اذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح
 المنذرین (بخاری وفتح الباری ص ۳۵۹ ج ۷) خیبر میں یہودیوں کے متعدد قلعے تھے،
 یہود آپ کو دیکھتے ہی مع اہل و عیال کے قلعوں میں محفوظ ہو گئے آپ نے ان کے قلعوں پر
 حملے شروع کئے یکے بعد دیگرے فتح کرتے جاتے تھے۔

(۱) قلعہ ناعم

سب سے پہلے قلعہ ناعم فتح فرمایا۔ محمود بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قلعہ کے دامن
 میں تھے کہ یہودیوں نے اوپر سے ان پر ایک چلی کا پاٹ گرایا جس سے وہ شہید ہوئے۔

(۲) قلعہ قموص

قلعہ ناعم کے بعد قلعہ قموص فتح ہوا یہ قلعہ خیبر کے قلعوں میں نہایت مستحکم تھا۔ جب اس
 قلعہ کا محاصرہ ہوا تو آنحضرت ﷺ در شقیقہ کی وجہ سے میدان میں تشریف نہ لاسکے اس
 لئے نشان دے کر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا، باوجود پوری جدوجہد کے قلعہ فتح نہ
 ہو سکا واپس آگئے دوسرے روز فاروق اعظم کو نشان دے کر روانہ فرمایا۔ حضرت
 عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوری جدوجہد سے قتال کیا لیکن بغیر فتح کے واپس آئے (رواہ احمد
 والنسائی وابن حبان والحاکم عن بریدۃ بن النخیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اس روز آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ کل نشان اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو
 محبوب رکھتا ہو اور اللہ اور اس کا رسول اس کو محبوب رکھتا ہو اور اس کے ہاتھ پر اس کو فتح
 فرمائے۔

۱۔ قال ابیہی رواہ احمد ورجال رجال الصحیح مجمع الزوائد ص ۱۵۰ ج ۶ وقال الحافظ و فی الباب عن اکثر من عشرة من الصحابة
 سردہم الحاکم فی الاکلیل والبیہقی فی الدائل فتح الباری ص ۳۶۵ ج ۷ فلابد من تضعیف ہذہ الروایۃ کما فعل ابن کثیر۔

ہر شخص منتظر تھا کہ دیکھیں یہ سعادت کس کے حصہ میں آتی ہے تمام شب اسی تمنا اور اشتیاق میں گزری جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا۔ حضرت علی کی آنکھیں اس وقت آشوب کی ہوئی تھیں بلا کر آنکھوں کو لعاب دھن لگایا اور دعا پڑھی۔ فوراً اسی وقت آنکھیں اچھی ہو گئیں گویا کبھی کوئی شکایت پیش ہی نہیں آئی تھی اور نشانِ مرحمت فرمایا اور یہ نصیحت فرمائی کہ جہاد و قتال سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دینا اور اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ان کو خبردار کرنا۔ خدا کی قسم اگر ایک شخص کو اللہ تعالیٰ تیرے ذریعہ سے ہدایت نصیب فرمائے تو وہ تیرے لئے سُرخ اونٹوں سے کہیں بہتر ہے حضرت علی نشان لے کر روانہ ہوئے اور قلعہ اُن کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ (رواہ البخاری) ۱

یہود کا مشہور و معروف بہادر و پہلوان مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا مقابلہ کے لئے نکلا۔

قد علمت خیبرانی مرحب ! شاکی السلاح بطل معرب
اہل خیبر کو خوب معلوم ہے کہ میں مرحب ! سلاح یوش اور بہادر اور بجر بہ کار ہوں ہوں

عامر بن اوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لئے یہ رجز پڑھتے ہوئے نکلے۔

قد علمت خیبرانی عامر ! شاکی السلاح بطل مغامر

عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے پیچ پر تلوار مارنے کا ارادہ کیا کہ تلوار پلٹ کر خود اُن ہی کے گھٹنے پہ آگئی جس سے انہوں نے وفات پائی سلمۃ بن اوع فرماتے ہیں کہ وہ ایسی تین رسول اللہ ﷺ نے جھلوئے مکین دیکھ کر سب دریافت فرمایا میں نے عرض کیا کہ لوگوں کا مان یہ ہے کہ عامر کے اعمال جبط ہو گئے اس لئے کہ وہ خود اپنی تلوار سے مرے آپ نے فرمایا جس نے کہا غلط کہا۔ وہ بڑا مجاہد ہے اور انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کے لئے وہ اجر ہیں۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ یہ فرمایا کہ وہ شہید ہے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ ۲
بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے جواب میں یہ رجز پڑھتے ہوئے آئے بڑھے۔

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۸۰۔

۲۔ فتح الباری ج ۷ ص ۳۶۵۔

أَنَا الَّذِي سَمَّيْتَنِي أُمِّي حَيْدَرَهُ ۚ كَلَيْثِ غَابَاتِ كَرِيهِ الْمَنْظَرِ
میں وہی ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے شیر بن کی طرح
نہایت مہیب ہوں۔

یہ کہہ کر اس زور سے تلوار ماری کہ مرحب کے سر کے دو ہو گئے اور قلعہ فتح ہوا۔ (رواہ
مسلم فتح الباری ص ۳۶۷ ج ۷) بعد ازاں مرحب کا بھائی یاسر مقابلہ کے لئے آیا۔ ادھر سے
حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بڑھے اور یاسر کا کام تمام کیا۔ (زاد المعاد۔) ۲

یہ قلعہ بیس روز کے محاصرہ کے بعد حضرت علی کے ہاتھ پر فتح ہوا مال غنیمت کے علاوہ
بہت سے قیدی ہاتھ آئے جن میں صفیہ۔ حی بن اخطب سردار بنی نضیر کی بیٹی ہور کنانہ بن
الربیع کی بیوی بھی تھیں۔ ۳

(نکتہ) نبی اکرم ﷺ ہر روز جب کسی قلعہ پر حملہ کا ارادہ فرماتے تو اعمیان مہاجرین
و انصار میں سے کسی کو منتخب فرماتے کہ رایت اسلام یعنی اسلام کا جھنڈا اس کے ہاتھ میں دیں
اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر وہ قلعہ فتح کر دیتے چونکہ قلعہ قموص کی فتح کی فضیلت قضاء ازلی
میں حضرت علی کے ہاتھ سے تھی اس لئے آنحضرت نے حضرت علی کو بلایا اور جھنڈا ان کو عطا
کیا اور حضور پر نور کا یہ فرمانا کہ جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا جو خدا اور اس کے رسول کو
دوست رکھے یہ ازراہ قدر دانی اور حوصلہ افزائی تھا معاذ اللہ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اس
شخص کے سوا کوئی اللہ اور اس کے رسول کو دوست نہیں رکھتا۔

حضرت صفیہ اور ان کی دو چچا زاد بہنیں اس قلعہ قموص سے قید ہوئیں جن کا قصہ آئے گا
اور حضرت صفیہ کے شوہر کا نام کنانہ بن ربیع تھا جو اس غزوہ میں مارا گیا۔ ۴

۱۔ کہا جاتا ہے کہ مرحب نے اس رات یہ خواب دیکھا کہ ایک شیر اُس کو پھاڑ رہا ہے حضرت علیؑ کو بطور کشف اس کا علم
ہو گیا حضرت علی کا انا الذی سمّی امی حیدرہ سے اس طرف اشارہ تھا کہ اے مرحب جس شیر کو تو نے خواب میں دیکھا وہ
شیر میں ہی ہوں چنانچہ حضرت علی نے جس وقت یہ رجز پڑھا مرحب سنتے ہی کانپ گیا اور بہادری کا سارا نشہ کا فور ہو گیا۔

۲۔ ابن ہشام ج: ۲، ص: ۱۸۷

۳۔ فتح الباری ج: ۷، ص: ۳۶۷

۴۔ فتح الباری، ج: ۷، ص: ۳۶۰

(۳) قلعہ صعّب بن معاذ

قلعہ قموص فتح ہو جانے کے بعد صعّب بن معاذ کا قلعہ فتح ہوا جس میں غلہ اور چربی اور خور و نوش کا بہت سامان تھا وہ سب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب مسلمانوں کو خور و نوش کی کمی ہونے لگی تو رسول اللہ ﷺ سے دُعا کی درخواست کی آپ نے دُعا کی دوسرے ہی روز قلعہ صعّب بن معاذ فتح ہو گیا اور خور و نوش کا بہت سامان ہاتھ آیا جس سے مسلمانوں کو مدد ملی۔

اسی روز آپ نے یہ دیکھا کہ ہر طرف آگ جل رہی ہے، پوچھا یہ کیا ہے لوگوں نے کہا کہ گوشت پکا رہے ہیں، آپ نے پوچھا کس چیز کا گوشت سے کہا اہلی گدھوں کا گوشت ہے، آپ نے فرمایا وہ نجس ہے سب پھینک دو اور برتنوں کو توڑ دو کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر گوشت پھینک دو اور برتنوں کو دھو لیں اس کی اجازت ہے آپ نے فرمایا اچھا برتنوں کو دھو ڈالو۔

(۴) حصن قلہ

اس کے بعد یہود نے حصن قلہ میں جا کر پناہ لی یہ قلعہ بھی نہایت مستحکم تھا پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا اسی وجہ سے اس کا نام حصن قلہ تھا۔ قلہ کے معنی پہاڑ کی چوٹی کے ہیں جو بعد میں قلعہ زبیر کے نام سے مشہور ہے اس لئے کہ یہ قلعہ تقسیم غنائم کے بعد حضرت زبیر کے حصہ میں آیا۔

تین روز تک آپ اس قلعہ کا محاصرہ کئے رہے حسن اتفاق سے ایک یہودی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے ابوالقاسم آپ اگر مہینہ بھر بھی ان کا محاصرہ نہ رہیں تب بھی ان لوگوں کو پروا نہیں ان کے پاس زمین کے نیچے پانی کے چشمے ہیں رات و نکلنے ہیں اور پانی لے کر قلعہ میں محفوظ ہو جاتے ہیں آپ اگر ان کا پانی قطع کر دیں تو کامیاب ہو سکتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ان کا پانی بند کر دیا مجبور ہو کر قلعہ سے باہر نکلے اور سخت مقابلہ ہوا، دس یہودی مارے گئے اور کچھ مسلمان بھی شہید ہوئے اور قلعہ فتح ہو گیا۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ قلعہ قلعہ۔ علاقہ نطاۃ کا آخری قلعہ تھا اس کی فتح کے بعد حضور پر نور علاقہ شق کے قلعوں کی طرف بڑھے اس علاقہ میں سب سے اوّل قلعہ اُبی کو فتح کیا جو شدید معرکہ کے بعد فتح ہوا اور مسلمان اس میں داخل ہوئے، اس کے بعد دوسرے قلعوں کی طرف پیش قدمی کی۔

(۵) طیح اور سلم

حصن قلعہ کے بعد نبی اکرم ﷺ بقیہ قلععات کی طرف بڑھے، جب تمام قلعوں پر قبضہ ہو گیا تو اخیر میں طیح اور سلم کی طرف بڑھے اور بعض روایت میں الکتیبہ کا بھی ذکر آیا ہے۔ اس سے پیشتر تمام قلعے فتح ہو چکے تھے صرف یہی دو قلعے باقی تھے۔ یہ وہو کا تمام زوران پر تھا۔ یہ وہو ہر طرف سے سمٹ کر انہی قلعوں میں آ کر محفوظ ہو گئے تھے۔ چودہ دن کے محاصرہ کے بعد مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی آپ نے ان کی درخواست منظور کی یہودیوں نے ابن ابی الحقیق کو صلح کی گفتگو کرنے کے لئے بھیجا آپ نے اس شرط پر جان بخشی کہ خیبر کی سرزمین کو یگانگت خالی کر دیں یعنی سب جلا وطن ہو جائیں اور سونا اور چاندی اور ہتھیار اور سامان حرب سب یہاں چھوڑ جائیں اور کسی شئی کو چھپا کر نہ لے جائیں اگر اس کے خلاف ہوا تو اللہ اور اس کا رسول بری الذمہ ہیں۔

مگر یہود باوجود اس عہد و میثاق کے پھر اپنی شرارت سے باز نہ آئے اور حی بن اخطب کا ایک چرمی تھیلہ (جس میں سب کا زور یور محفوظ رہتا تھا) اس کو غائب کر دیا۔ آپ نے کنانہ بن الربیع کو بلا کر دریافت کیا کہ وہ تھیلہ کہاں گیا کنانہ نے کہا کہ لڑائیوں میں خرچ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا زمانہ تو کچھ زیادہ گزرا نہیں اور مال بہت زیادہ تھا یہ ابن سعد کی روایت ہے ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ سعیہ سے دریافت فرمایا۔ ۳ بیہقی اور ابن سعد کی دوسری روایت میں ہے کہ کنانہ اور اس کے بھائی وغیرہ سے بھی دریافت کیا۔

سب نے یہی کہا کہ خرچ ہو گیا آپ نے فرمایا اگر وہ تھیلہ برآمد ہو گیا تو تمہاری خیر نہیں

۱۔ البدلیہ والنہلیہ، ج: ۴، ص: ۱۹۸ ۲۔ زاد المعاد، ج: ۳، ص: ۱۳۶ ۳۔ حافظ عسقلانی بیہقی کی اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں رواہ الیہ بیہقی باسناد رجالہ نقات من حدیث ابن عمر فتح الباری ص: ۳۶۷ ج: ۷ غزوہ خیبر۔

یہ کہہ کر آپ نے ایک انصاری کو حکم دیا کہ جاؤ فلاں جگہ ایک درخت کی جڑ میں دبا ہوا ہے چنانچہ وہ صحابی گئے اور مال برآمد کیا جس کی قیمت دس ہزار دینار تھی اس جرم میں یہ لوگ قتل کئے گئے۔ جن میں ایک صفیہ کا شوہر بھی تھا جس کا نام کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق تھا۔^۲ علاوہ ازیں کنانہ کا ایک جرم یہ بھی تھا کہ کنانہ نے محمد بن مسلمہ کے بھائی محمود بن مسلمہ کو اسی معرکہ میں قتل کیا تھا اس لئے آنحضرت ﷺ نے کنانہ کو محمد بن مسلمہ کے حوالہ کیا کہ اپنے بھائی محمود بن مسلمہ کے بدلہ میں اس کو قتل کریں (سیرۃ ابن ہشام)

(تنبیہ) قلعات خیبر کی فتح کی جو ترتیب اس ناچیز نے ذکر کی ہے کہ اول قلعہ ناعم فتح ہوا اور پھر قلعہ قموص اور پھر قلعہ صععب اور پھر اخیر میں قلعہ وطیح اور سلام فتح ہوئے، یہ ترتیب سیرۃ ابن ہشام اور البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ص ۱۹۲ تا ص ۱۹۴ ج ۴ میں مذکور ہے حدیث اور سیرت کی کتابوں میں ان کے علاوہ اور قلعوں کا بھی ذکر ہے اور ترتیب فتح بھی کچھ مختلف ہے۔ علامہ حلبی سیرۃ حلبیہ میں لکھتے ہیں کہ علاقہ نطاہ میں تین قلعے تھے حصن ناعم۔ حصن صععب بن معاذ و حصن قلہ قلعات نطاہ میں سب سے پہلے جو قلعہ فتح ہوا وہ قلعہ ناعم تھا جو یہودی قلعہ ناعم سے جان بچا کر بھاگ سکے انھوں نے نطاہ کے دوسرے قلعہ حصن صععب بن معاذ میں جا کر پناہ لی۔ دوسرے روز غروب آفتاب سے قبل دو دن کے محاصرہ کے بعد یہ قلعہ فتح ہوا۔

بعد ازاں آپ نے حصن قلہ کا محاصرہ فرمایا۔ اس قلعہ کو قلہ اس لئے کہتے ہیں کہ قلہ کے معنی پہاڑ کی چوٹی کے ہیں یہ قلعہ پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا اور چونکہ یہ قلعہ بعد میں حضرت زبیر کے حصہ میں آیا اس لئے اس کو قلعة الزبیر بھی کہتے ہیں۔ یہ تینوں قلعے علاقہ نطاہ کے تھے۔

اس کے بعد مسلمان قلعات شق کی جانب بڑھے اس علاقہ میں ۱۰ قلعے تھے۔ ایک حصن ابی دوسر حصن بری۔ اول حصن ابی اور بعد میں حصن بری فتح ہوا۔

جب یہ علاقہ بھی فتح ہو گیا تو یہودیوں نے بھاگ کر قلعات تیبہ میں پناہ لی تیبہ میں تین قلعے تھے (۱) قموص (۲) وطیح (۳) سلام۔ سب سے بڑا قلعہ قموص تھا جو حضرت علیؑ کے حوالہ سے وجہ کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ جب یہ قلعہ بھی فتح ہو گیا تب مسلمانوں نے وطیح اور سلام کا محاصرہ

کیا۔ چودہ دن کے محاصرہ کے بعد ان لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ ہم کو اور ہمارے اہل و عیال کو چھوڑ دیا جائے ہم خیبر کو چھوڑ کر نکل جائیں گے آپ نے اس کو منظور فرمایا۔

فتح فدک

جب اہل فدک کو اس کی اطلاع ہوئی کہ یہود خیبر نے ان شرائط پر صلح کی ہے تو ان لوگوں نے بھی آں حضرت ﷺ کی خدمت میں پیام بھیجا کہ ہماری جانوں کو امان دیا جائے ہم تمام مال و اسباب چھوڑ کر یہاں سے جلائے وطن ہو جائیں گے آپ نے اس کو منظور فرمایا اور محیصہ بن مسعود کے واسطے سے گفتگو ہوئی چونکہ فدک بغیر کسی حملہ اور فوج کشی کے فتح ہوا اس پر نہ سوار لیجانے پڑے اور نہ پیادہ اس لئے فدک خالص رسول اللہ ﷺ کے قبضہ اور تصرف میں رہا اور خیبر کی طرح غانمین پر تقسیم نہیں ہوا (سیرۃ ابن ہشام)۔

فائدہ: اس غزوہ میں چودہ یا پندرہ مسلمان شہید ہوئے اور ترانوے کافر مارے گئے فتح کے بعد جب مال غنیمت اور قیدی جمع کئے گئے تو ان میں صفیہ حبی بن اخطب کی بیٹی اور کنانہ بن ربیع کی بیوی بھی تھیں قریب ہی کی شادی ہوئی تھی۔

حبی بن اخطب، حضرت ہارون علیہ السلام کی ذریت میں سے تھا، لڑائی کے بعد جب قیدی جمع کئے گئے تو حضرت وحیہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک جا رہیہ مجھ کو عطا فرمائیے، آپ نے فرمایا تم کو اختیار ہے جس جا رہیہ کو چاہو لے لو حضرت وحیہ نے حضرت صفیہ کو پسند کیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ ان کے سردار کی بیٹی ہے۔ آپ ہی کے لئے مناسب ہے اس لئے آپ نے ان سے صفیہ کو واپس لے لیا اور ان کے معاوضہ میں حضرت صفیہ کی چچا زاد بہن ان کو عنایت کی اور حضرت صفیہ کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرمایا۔

حضرت صفیہ کے نکاح کا مفصل قصہ انشاء اللہ تعالیٰ ازواج مطہرات کے بیان میں آئے گا جس طرح غزوہ بنی المصطلق میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت جویریہ کے ساتھ ان کی خاندانی عزت و وجاہت کے موافق معاملہ فرمایا اسی طرح اس موقع پر بھی حضرت صفیہ کے ساتھ ان کے خاندانی مرتبت اور حضرت ہارون، یہ السلام کی ذریت میں سے ہونے کے شرف کو ملحوظ رکھ کر ان کو آزاد فرما کر اپنی زوجیت میں لے لیا۔

۱۔ سیرۃ حلبیہ ج: ۲، ص: ۱۶۳، عون المعبود ج: ۳، ص: ۱۲۰۔

۲۔ فتح الباری، ج: ۷، ص: ۳۶۰۔

زہر دینے کا واقعہ

فتح کے بعد آنحضرت ﷺ نے چند روز خیبر ہی میں قیام فرمایا۔ اسی اثناء میں ایک دن زینب بنت حارث زوجہ سلام بن مشکم نے ایک بھسنی ہوئی بکری بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کی اور اس میں زہر ملا دیا۔ آپ نے چکھتے ہی ہاتھ روک لیا بشر بن براء بن معرور جو آپ کے ساتھ کھانے میں شریک تھے انہوں نے پچھ لکھا لیا تھا۔ آپ نے فرمایا ہاتھ روک لو اس بکری میں زہر ملا ہوا ہے۔

زینب کو بلا کر اس کا سبب دریافت کیا اس نے اقرار کیا کہ بے شک اس میں زہر ملا یا گیا ہے اس لئے کہ اگر آپ نبی برحق ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو مطلع کر دے گا اور اگر آپ نبی کاذب ہیں تو لوگ آپ سے نجات پا جائیں گے چونکہ آپ اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیتے تھے اس لئے آپ نے اس سے کوئی تعرض نہیں فرمایا۔ لیکن بعد میں جب بشر بن براء بن معرور اس زہر کے اثر سے انتقال فرما گئے تو زینب و ارثان بشر کے حوالے کر دی گئی اور انہوں نے اس کو بشر کے قصاص میں قتل کیا۔

بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ زینب اقرار جرم کے بعد اسلام لے آئی اور یہ کہا کہ مجھ کو اب آپ کا صادق ہونا بالکل واضح ہو گیا۔ آپ کو اور تمام حاضرین مجلس کو دوا بتائی ہوں کہ میں آپ کے دین پر ہوں اور اقرار کرتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں زہری اور سلیمان نے ابتداً قتل کرنے کی مجاہدتی بتلائی ہے کہ وہ اسلام لے آئی تھی۔

مخبرہ

جب خیبر فتح ہو گیا اور زمین اللہ اور اس کے رسول اور اہل اسلام کی ہو گئی تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ یہود (حسب معاہدہ) یہاں سے جلانے وطن ہو جائیں لیکن یہود نے یہ درخواست کی کہ آپ اس زمین پر ہم کو رہنے دیجئے ہم زراعت کریں گے جو پیداوار ہوگی

صحیح الباری، ج ۷، ص ۳۸۰

اُس کا نصف حصہ آپ کو ادا کیا کریں گے آپ نے یہ درخواست منظور کی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی صراحت فرمادیا۔

نقر کم علی ذلك ماشئنا
 جب تک چاہیں گے اس وقت تک تم کو
 برقرار رکھیں گے۔

بخاری شریف ص ۲۱۵ ج ۱ کتاب المز ارعة باب اذا قال رب الارض اقرک ما اقرک
 اللہ۔ الخ وفتح الباری ص ۱۶ ج ۵ وفتح الباری ص ۱۳۹ ج ۵ کتاب الشروط۔ باب اذا اشترط فی
 المز ارعة اذا شئت اخرجک اس طرح کا معاملہ سب سے پہلے خیبر میں ہوا اس لئے ایسے
 معاملہ کا نام مخا برہ ہو گیا۔

جب یثانی کا وقت آتا تو آن حضرت ﷺ پیداوار کا اندازہ کرنے کے لئے عبداللہ بن
 رواحہ کو بھیجتے۔ (باب الخرس سنن ابی داؤد ص ۱۲۸ ج ۲)

عبداللہ بن رواحہ پیداوار کو دو حصوں پر تقسیم کر کے کہتے کہ جس حصہ کو چاہو لے لو یہود
 اس عدل و انصاف کو دیکھ کر یہ کہتے کہ ایسے ہی عدل اور انصاف سے آسمان اور زمین قائم ہیں۔
 ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن رواحہ یہ فرماتے ہیں۔

يا معشر اليهود انتم ابغض
 الخلق التي قتلتم انبياء الله
 وكذبتم على الله وليس
 يحملني بغضى اياكم ان
 احيف عليكم ل
 اے گروہ یہود تمام مخلوق میں تم میرے
 نزدیک سب سے زیادہ مبغوض ہو تم ہی
 نے اللہ کے پیغمبروں کو قتل کیا تم ہی نے اللہ
 پر جھوٹ باندھا لیکن تمہارا بغض مجھ کو کبھی
 اس پر آمادہ نہیں کر سکتا کہ میں تم پر کسی قسم کا
 ظلم کروں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حاضری

ابو ہریرہ اور ان کے ساتھ چند رفقاء فتح خیبر کے بعد خدمت نبوی میں حاضر ہوئے مگر
 آپ نے ان کو مال غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا (بخاری شریف غزوة خیبر)

۱۔ شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۴۱۲۔

غنائم خیبر کی تقسیم

خیبر کی غنیمت میں سونا اور چاندی نہ تھا، گائے نیل اور اونٹ اور کچھ سامان تھا اور سب سے بڑی چیز خیبر کے زمینات اور باغات تھے زمینات کے علاوہ جو سامان تھا وہ حضور نے نص قرآنی کے مطابق غانمین پر تقسیم کر دیا اور زمینات کو فقط اہل حدیبیہ پر تقسیم کیا۔

عمرہ حدیبیہ کے ارادہ سے جب حضورؐ بنو ندرہ مدینہ سے روانہ ہوئے تو اعراب کو دعوت دی کہ اس سفر میں ساتھ چلیں۔ آنحضرت ﷺ کو یہ اندیشہ تھا کہ مقتولین بدر اور احد اور احزاب کی وجہ سے اہل مکہ کے قلوب اہل اسلام کے کینہ اور عداوت سے لبریز ہیں مبادا مکہ مکرمہ پہنچ کر کوئی صورت قتال کی پیش آجائے اور اہل مکہ سرے ہی سے دخول مکہ سے مانع ہو جائیں اس لئے اس وقت مدیہ عتیق کا مقتضایہ تھا کہ جماعت کثیر آپ کے ہمراہ چلتے تاکہ قریش کے شرکا کوئی خطرہ نہ رہے بہت سے اعراب نے آپ کی اس دعوت کو قبول نہ کیا اور بہت سوں نے اشغال ضروریہ اور اپنی مصروفیات کا بہانہ کر دیا۔ مخلصین مسلمین جو سرتاپا بشارت ایمان سے مملو اور لبریز تھے آپ کی معیت اور مرافقت کو دنیا اور آخرت کی سعادت سمجھ کر آپ کے ساتھ ہوئے حدیبیہ کے قریب احصار پیش آیا اور مغلوبانہ صلح کی صورت سامنے آئی جس پر ان حضرات نے صبر کیا۔ جب اس سفر میں ان مخلصین کا اخاص مدلل اور مبرہمن ہو گیا تو بارگاہ خداوندی سے ان شکستہ دلوں کی شکستگی دور کرنے کے لئے فتح خیبر کی بشارت نازل ہوئی کہ عنقریب خیبر تم پر فتح ہوگا اور یہ حکم نازل فرمایا کہ خیبر کی غنائم حاضرین حدیبیہ کے لئے مخصوص ہوں گی کوئی دوسرا ان میں شریک نہیں کیا جائے گا۔ تفصیل اور درکارہ جو کتب تفسیر میں سورہ فتح کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

اب رہا یہ امر کہ خیبر کی زمینوں کو آپ نے کس طرح تقسیم فرمایا سو اس کی کیفیت من ابی داؤد میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خمس نکالنے کے بعد زمین خیبر کو پچیس سہام پر تقسیم کیا جن میں سے اٹھارہ سہام کو علیحدہ کر لیا یعنی مسلمانوں کی ضروریات کے لئے مخصوص کر لیا۔ اور مجاہدین پر اس کو تقسیم نہیں کیا اور باقی اٹھارہ سہام کو مجاہدین پر تقسیم کر دیا اور ہر سہام میں سو سو کا حصہ مقرر کیا جس کو سب ارشاد خداوندی اصحاب حدیبیہ پر تقسیم کیا۔

اراضی خیبر کا وہ نصف حصہ جس کو آپ نے تقسیم نہیں کیا اس میں الکتیبہ اور الوطح اور السلام اور اس کی مالحقہ زمینیں تھیں۔

اور نصف حصہ آپ نے اہلِ خدیبیہ میں تقسیم کیا اس میں الشق اور النظاۃ اور اس کی مالحقہ زمینیں تھیں۔ یہ روایت سنن ابی داؤد میں سہل بن ابی حشمہ صحابی سے موصولاً اور بشیر بن یسار تابعی سے مرسل مروی ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے خیبر کی تمام زمینوں کو تقسیم نہیں کیا۔ صرف شق اور النظاۃ اور ان کی مالحقہ زمینیں مجاہدین پر تقسیم کیں اور باقی تمام زمینیں مصالح المسلمین کیلئے محفوظ فرمادیں۔

اب رہا یہ امر کہ اٹھارہ سہام کس طرح تقسیم ہوئے سوان میں روایتیں مختلف ہیں مشہور روایت میں ہے کہ کل چودہ سو آدمی جن میں دو سو گھوڑے تھے چودہ سو آدمیوں کے چودہ سہام ہو گئے کیونکہ ایک سہم سو حصہ کا تھا اور امام مالک و امام شافعی و احمد اور دیگر علماء کے نزدیک سوار کے علاوہ ہر گھوڑے کے دو حصے ملتے ہیں اس لئے دو سو گھوڑوں کے چار سہام ہو گئے اس طرح چودہ سہام کے ساتھ چار سہام مل کر اٹھارہ سہام پورے ہو گئے۔

اور سنن ابی داؤد میں مجمع بن جریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خیبر میں لشکر کی تعداد پندرہ سو تھی جن میں سے تین سو سوار تھے پس آپ نے ہر سوار کو دو حصے دیئے اور ہر پیادہ کو ایک ایک حصہ۔

یہ روایت امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک کے مطابق ہے۔ ان کے نزدیک سوار کے صرف دو حصے ہوتے ہیں ایک سوار کا اور ایک گھوڑے کا جیسا کہ حضرت علی اور ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے۔

پس اس حساب سے پندرہ سو میں سے تین سو سواروں کے چھ سہام ہو گئے اور ہر سہم سو آدمیوں کا اور باقی ماندہ بارہ سو آدمیوں کے بارہ سہام ہو گئے اور بارہ اور چھل کر اٹھارہ پورے ہو گئے۔

۲۔ شرح معانی الآثار، ج: ۲، ص: ۱۴۴

۱۔ ابوداؤد ج: ۲، ص: ۳۲۵ نیز بذل الجود ج: ۴، ص: ۱۴۵۔

۳۔ بذل الجود، ج: ۴، ص: ۱۴۶

فائدة للمدرسين

قال ابن الملك بهذا (ای حدیث مجمع بن جاریہ) مستقیم علی قول من يقول لكل فرس سهمان لان الرجالة علی هذه الرواية تكون الفا ومائتين وبهم اثنا عشر سهما لكل مائة سهم وللفرسان ستة اسهم لكل مائة سهمان فالمجموع ثمانية عشر سهما واما علی قول من قال للفراس ثلاثة اسهم فمشكل لان سهام الفرسان تسعة وسهام الرجالة اثنا عشر فالمجموع احد وعشرون سهما انتهى كلام العلامة القاری۔
الحاصل آنحضرت نے اراضی خیبر کا نصف حصہ اہل حدیبیہ پر تقسیم فرمایا اور ان کے علاوہ کسی اور کو اس میں شریک نہیں کیا لیکن احادیث سے معلوم ہوتا کہ فتح خیبر کے بعد اصحاب سفینہ یعنی حضرت جعفر اور ابو موسیٰ اشعری اور ان کے رفقاء جن کی تعداد سو سے زیادہ تھی حبشہ سے واپس آئے تو آنحضرت ﷺ نے ان کو بھی کچھ حصہ عطا فرمایا۔

یہ معلوم نہیں کہ ان حضرات کو اصل غنیمت میں سے حصہ دیا یا مال غنیمت کے خمس میں سے دیا یا اموال منقولہ میں سے قبل از تقسیم غنیمت بطور اعانت کچھ عطا فرمایا اور پھر یہ کہ حضور پر نور نے محض اپنی رائے اور اختیار سے دیا یا غنمین اور مجاہدین کی اجازت سے دیا و اللہ اعلم (فتح الباری و شرح شیخ الاسلام دہلوی۔)

اور غزوہ خیبر میں کچھ غلام اور کچھ عورتیں بھی مجاہدین کی خدمت اور اعانت کے لئے شریک ہوئے تھے ان کو آنحضرت ﷺ نے خیبر کے حاصل شدہ سامان میں سے بطور اعانت کچھ عطا فرمایا۔ باقی زمینات میں سے مردوں کی طرح ان کو کوئی حصہ نہیں عطا کیا جیسا کہ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی کے روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔

رد منائح الانصار

یعنی

مہاجرین کی طرف سے انصار کے باغات کی واپسی

ابتداء ہجرت میں جب مہاجرین ملتہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو مہاجرین کی

۱۔ مدد القاری ج ۱۔ ص ۱۵۱۔ ۲۔ اربعہ طہری ج ۱۔ ص ۲۰۹۔ ۳۔ بدایہ النہایہ ج ۱۔ ص ۲۰۵

اعانت اور امداد کے لئے انصار نے ان کو کچھ زمینیں اور باغات دیئے کہ ان میں کام کریں اور خود بھی منتفع ہوں اور کچھ ہم کو نفع پہنچائیں۔

خیبر کی فتح بعد مہاجرین کرام اعانت اور امداد سے مستغنی ہو گئے تو مہاجرین نے انصار کی زمینیں اور درخت واپس کر دیئے حضرت انس کی والدہ ام سلیم نے بھی رسول اللہ ﷺ کو چند درخت دیئے تھے آنحضرت ﷺ نے ام سلیم کے عطا کردہ درخت اپنی دایہ ام ایمن یعنی اسامہ بن زید کی والدہ کو دے دیئے تھے۔

فتح خیبر کے بعد جب مہاجرین نے سب انصار کے درخت واپس کر دیئے تو ام سلیم نے بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنے درخت طلب کیے۔ یہ وہی درخت تھے جو آپ ام ایمن کو دے چکے تھے، آنحضرت نے ام ایمن سے فرمایا کہ ام سلیم کے یہ درخت واپس کر دو ام ایمن نے واپس کرنے سے انکار کر دیا اور انس کی گردن میں کپڑا ڈال کر کھینچنے لگیں اور کہا خدا کی قسم یہ درخت ہرگز واپس نہ کرونگی چونکہ ام ایمن حضور پر نور کی حاضنہ و دایا تھیں اور آپ کے والد کی نوٹھی تھیں اس لئے حضور ﷺ ام ایمن کو ناراض کرنا نہیں چاہتے تھے۔ حضور نے فرمایا اے ام ایمن تم یہ درخت واپس کر دو اور ان کے بدلہ میں دوسرے درخت لے لو، آپ برابر یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ جب آپ نے اپنی خاص جائداد میں سے ایک ایک درخت کے بدلہ میں دس دس درخت دیئے جب راضی ہوئیں۔ حضور پر نور نے ان کے حق حضانت و تربیت میں ان کے ساتھ یہ معاملہ فرمایا ﷺ و شرف و کرم ہے۔

مسائل و احکام

اس غزوہ میں حلال و حرام کے جو احکام نازل ہوئے یا جو اہم مسائل اس غزوہ میں پیش آنے والے واقعات سے فقہاء کرام نے مستنبط کئے وہ بالا جمال یہ ہیں۔

(۱) شہر حرام میں قتال

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ غزوہ خیبر کے لئے حضور پر نور نے ماہ محرم الحرام میں خروج فرمایا تو معلوم ہوا کہ شہر حرام میں قتل و قتال ممنوع نہیں اور جن آیات اور احادیث سے شہر حرام

میں قتل و قتال کی ممانعت مفہوم ہوتی ہے وہ منسوخ ہے تفصیل اگر درکار ہو تو یَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ۔ اور سوہ توبہ کی یہ آیت مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرْمٌ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

(۲) تقسیم اراضی

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حضور پر نور نے خیبر کی کل زمین کو غانمین پر تقسیم نہیں فرمایا بلکہ صرف الشق اور النظاۃ اور اس کی ملحقہ زمینوں کو مجاہدین پر تقسیم کیا اور الکتیبہ اور الوطح اور السلام اور اس کی ملحقہ زمینوں کو مسلمانوں کی مصلحتوں اور ضرورتوں کے لئے محفوظ رکھا جس سے معلوم ہوا کہ امیر سلطنت کو اراضی مفتوحہ میں اختیار ہے کہ جو مصلحت سمجھے وہ کرے، چاہے وہ مجاہدین پر تقسیم کرے اور چاہے وہاں کے باشندوں کے تصرف میں چھوڑ دے اور ان پر خراج مقرر کر دے اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور صاحبین اور سفیان ثوری کا مسلک یہی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ اموال منقولہ کی طرح زمینات کو بھی مجاہدین پر تقسیم کرنا ضروری ہے اور شوائع تقسیم خیبر کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ خیبر کا نصف حصہ قہراً فتح ہوا اور نصف حصہ صلحاً ہوا پس جو نصف قہراً فتح ہوا اس کو حضور پر نور نے مجاہدین پر تقسیم کر دیا اور جو نصف صلحاً فتح ہوا وہ تقسیم نہیں فرمایا مگر تمام روایات حدیث اور سیرت میں اس امر کی تصریح ہے کہ پورا خیبر نہایت سخت جنگ اور سخت مقابلہ اور شدید مقاتلہ کے بعد فتح ہوا جب یہود مقابلہ سے مجبور ہو گئے تب قلعوں سے نیچے اترے اور ہر قسم کی ملک اور اختیار سے دست بردار ہوئے اور اس بات پر رضامند ہوئے کہ زمینات اور باغات پر ان کا کسی قسم کا حق نہ ہوگا، مزدوروں کی طرح اس میں کام کریں گے اور مسلمان جب تک چاہیں گے ان کو برقرار رکھیں گے اور جب چاہیں گے ان کو اس زمین سے نکال دیں گے، یہ لوگ محض اجیر تھے کسی زمین اور مکان کے مالک نہ تھے اور حضور پر نور نے معاملہ کرتے وقت صراحتاً ان سے یہ شرط کر لی تھی کہ جب چاہیں گے زمین تم سے واپس لے لیں گے چنانچہ اسی شرط کی بناء پر فاروق اعظم نے اپنے زمانہ خلافت میں تمام زمینیں ان سے واپس لے لیں اور ان کو ملک سے نکال باہر کیا۔ معلوم ہوا کہ تمام خیبر قہراً فتح ہوا ہے اور جن اکابر جیسے امام مالک وغیرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کا نصف حصہ قہراً اور نصف صلحاً فتح ہوا اس کے معنی اصطلاحی صلح کے نہیں بلکہ

اس کی مراد یہ ہے کہ ابتداء میں یہود نے مقابلہ اور مقاتلہ کیا لیکن بعد میں جب مقابلہ سے مجبور ہو گئے تو ہتھیار ڈال دیئے اور لڑائی ختم کرنے کی درخواست کی اس نہ لڑنے اور نہ مقابلہ کرنے کو بعض علماء نے صلح کے لفظ سے تعبیر کیا ہے یعنی آدھا خیبر لڑائی سے فتح ہوا اور آدھا خیبر بدون لڑائی کے فتح ہوا، اس مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل اگر درکار ہو تو ازالۃ الخفاء للشاہ ولی اللہ اور احکام القرآن للجصاص اور شرح معانی الآثار للطحاوی باب ما یفعل الامام بالارض المفتوحہ کی مراجعت کریں نیز تیسیر القاری و شرح شیخ الاسلام کی بھی مراجعت کریں۔

(۳) ممنوعات خیبر

خیبر میں نبی اکرم ﷺ نے چند چیزوں سے منع فرمایا۔ (۱) اہلی گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا۔ (۲) مال غنیمت جب تک تقسیم نہ ہو جائے اُس کے بیچنے سے منع فرمایا (۳) اور لہسن (یعنی کچے لہسن) کے استعمال سے منع فرمایا (۵) اور لحم خیل کی اجازت دی (جس میں فقہاء کا اختلاف ہے) ان تمام امور کی تفصیل زرقانی از ص ۳۳۳ ج ۲ تا ص ۲۳۵ ج ۲ میں دیکھیں۔

(۴) تحریم متعہ

صحیحین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر میں متعہ سے منع فرمایا۔ علاوہ ازیں قرآن کریم کی متعدد آیات سے متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

(۱) - قال تعالیٰ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ
أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ
هُمُ الْعَادُونَ یعنی فلاح اور بہتری اسی میں ہے کہ اہل ایمان اپنی شرمگاہوں کی پوری پوری
حفاظت کریں سوائے بیوی اور شرعی باندی کے جماع حلال نہیں اور جو شخص ان دو طریقوں
کے سوا کوئی اور طریقہ نکالے تو وہ حدود شریعت سے تجاوز کرنے والا ہے اور ظاہر ہے کہ متعہ کی

عورت شیعوں کے نزدیک بھی نہ باندی ہے اور نہ بیوی ہے، اس لئے کہ متعہ کی عورت کے لئے نہ شہادت ہے نہ اعلان ہے نہ نان و نفقہ ہے نہ سکنی ہے اور نہ طلاق ہے اور نہ لعان ہے اور نہ ظہار ہے اور نہ ایلاء ہے اور نہ عدت ہے نہ میراث ہے۔ (۲)۔ نیز حق جل شانہ نے **فَانِكَحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنِي وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ** میں نکاح کی حد مقرر فرمادی ہے کہ چار سے زیادہ نکاح کی اجازت نہیں اور متعہ میں نہ حد متعین ہے اور نہ کوئی عدد خاص ہے۔ (۳)۔ نیز اس رسم قبیح کے جاری ہونے کی صورت میں نکاح کی بھی ضرورت نہیں رہتی اس لئے کہ اکثر نکاح کرنے والے نفسانی خواہش کے پورا کرنے کے لئے نکاح کرتے ہیں اور یہ خواہش جب متعہ سے پوری ہو سکے گی تو پھر نکاح ہی کی کیا ضرورت رہے گی۔

حرمت متعہ

ابتداءً اسلام میں حلال اور حرام کے بہت سے احکام رفتہ رفتہ نازل ہوئے چنانچہ شراب اور سود کی حرمت کا حکم نبوت اور بعثت کے تقریباً پندرہ بیس سال کے بعد نازل ہوا۔

اسی طرح متعہ کے بارے میں حکم خداوندی کے نازل ہونے سے پہلے جاہلیت کے عادت اور رسم و رواج کے موافق لوگ متعہ کیا کرتے تھے اور اب تک اس بارے میں کوئی صریح اور واضح حکم نازل نہ ہوا تھا، سب سے پہلے خیبر کی لڑائی میں جو ہجرت کا ساتواں سال تھا حضور پر نور نے متعہ اور حوم حمر اہلیہ کی حرمت کا اعلان فرمایا جیسا کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: **تھا حضور پر نور نے متعہ اور حوم حمر اہلیہ کی حرمت کا اعلان فرمایا جیسا کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔** (بخاری و مسلم)

پھر اس کے بعد ہجرت کے آٹھویں سال کے اخیر میں جنگ اوطاس ہوا، اقدیش آیا صرف تین روز کے لئے متعہ کی اجازت ہوئی اور اباحت کے یہ معنی ہیں کہ جن لوگوں نے حسب سابق متعہ کر لیا تھا اور خیبر میں جو متعہ کی ممانعت کی تھی اس کا ان کو علم نہ تھا اس اعلیٰ میں جن لوگوں نے متعہ کر لیا (ان پر مواخذہ نہیں کیا گیا) لیکن اس کے بعد جب حضور پر نورؐ ہجرت کے لئے مدینہ معظمہ تشریف لائے تو خانہ عجب کے دونوں بازو ہاتھ سے پکڑ کر یہ فرمایا کہ متعہ قیامت تک کے لئے ہمیشہ کے واسطے حرام کیا گیا۔

فتح مکہ کے بعد چونکہ ہزاروں آدمی دائرۃ اسلام میں داخل ہوئے جن کو متعہ کی حرمت کا علم نہ تھا اس لئے ناواقفی کی بناء پر حسب رسم جاہلیت انہی نو مسلموں کے بعض لوگوں نے مقام اوطاس میں لاعلمی کی بناء پر متعہ کیا۔ آنحضرت ﷺ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے باب کعبہ پر کھڑے ہو کر متعہ کی دائمی حرمت کا اعلان فرمایا۔

پھر حضور پر نور نے غزوہ تبوک میں کچھ عورتوں کو مسلمانوں کے خیمہ کے قریب پھرتے دیکھا تو دریافت فرمایا کہ یہ کون عورتیں ہیں، عرض کیا گیا کہ ان عورتوں سے کچھ لوگوں نے متعہ کیا (معلوم ہوا کہ اس وقت یا کسی گزشتہ زمانہ) میں تو آں حضرت ﷺ یہ سن کر سخت ناراض ہوئے اور غصہ کی وجہ سے چہرہ مبارک سُرخ ہو گیا اور خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثناء کی اور اس کے بعد متعہ سے منع فرمایا، صحابہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم نے کبھی متعہ نہیں کیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ ارادہ کر لیا کہ کبھی متعہ نہیں کریں گے (کذافی کتاب الاعتبار للامام الحازمی ص ۱۸۰) ۲

پس آں حضرت ﷺ کا شدید ناراض ہونا حتیٰ کہ چہرہ مبارک کے رنگ کا سُرخ ہو جانا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ متعہ کی حرمت اور مخالفت آپ پہلے ہی فرما چکے تھے بلکہ دو مرتبہ اس کی حرمت سے آگاہ کر چکے تھے۔ پہلی بار خیبر میں اور دوسری بار غزوہ اوطاس میں پس دو مرتبہ کی ممانعت کے بعد جب یہ فعل ظہور میں آیا (اگرچہ وہ لاعلمی اور ناواقفیت کی بناء پر تھا) تو حضور پر نور کو شدید ناگوار گزرا اور غصہ کے مارے چہرہ سُرخ ہو گیا اور سہ بارہ آپ نے اس کی حرمت کے لئے خطبہ دیا۔ اور تیسری بار اس کی حرمت کا تاکید اعلان فرمایا۔ اس کے بعد پھر حجۃ الوداع میں حرمت متعہ کا اعلان عام فرمایا تا کہ خواص اور عوام سب ہی کو اس کی حرمت کا علم ہو جائے۔

بعض راویوں کو تحریم متعہ کے اس بار بار اعلان سے یہ گمان ہو گیا کہ متعہ دو یا تین مرتبہ

۱۔ بین القوسین عبارت فتح الباری سے ماخوذ ہے۔ ۲۔ اخرج الامام الحازمی باسنادہ عن جابر بن عبد اللہ الانصاری یقول خرجنا مع رسول اللہ ﷺ الی غزوة تبوک حتی اذا کنا عند العقبة مما علی الشام جن نسوة فذکرنا تمعننا وھن تجبن فی رحالنا او قال یطفن فی رحالنا فجاءنا رسول اللہ ﷺ فنظر الیہن فقال من ھؤلاء النسوة فقلنا یا رسول اللہ نسوة تمعننا منھن فغضب رسول اللہ ﷺ حتی احمرت وجنتاھ وتغیر لونه واشتد غضبہ وقام فینا خطیباً فحمد اللہ واشنی علیہ ثم نبی عن، المحمّد فتوادعنا یومئذ الرجال ولم یعدوا ولا یعود لھا ابداھ

حلال کیا گیا اور دو یا تین مرتبہ حرام کیا گیا حالانکہ دوبارہ اور سہ بارہ اعلان کوئی جدید تحریم نہ تھی بلکہ تحریم قدیم اور نہی سابق کا اعادہ اور تاکید تھی۔

بعد ازاں حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں بعض لوگ ناواقفیت کی بناء پر جن کو تحریم متعہ کی خبر نہ پہنچی تھی اس فعل کا ارتکاب کر بیٹھے تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو سخت ناراض ہوئے اور منبر پر چڑھے اور خطبہ دیا اور متعہ کی حرمت کا اعلان فرمایا تاکہ اس کی حرمت میں کوئی شبہ باقی نہ رہے اور یہ فرمایا کہ میرے اس اعلان کے بعد اب اگر کوئی متعہ کرے گا تو میں اس پر زنا کی حد جاری کروں گا اس وقت سے متعہ بالکل موقوف ہو گیا اور اسی پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا اور عبد اللہ بن عباس وغیرہ جو لاعلمی کی بنا پر متعہ کی اباحت کے قائل تھے جب ان کو متعہ کی حرمت اور ممانعت کا علم ہوا تو اپنے قول سے رجوع کیا جیسا کہ ابو بکر جصاص نے احکام القرآن ص ۱۴۷ ج ۲ میں نہایت تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے حضرات اہل علم۔ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً كِ تَفْسِيرِ میں یہ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہجرت سے ایک یا دو سال پہلے ہوئی اور آٹھ یا نو برس کی عمر تک اپنے والدین کے ساتھ مکہ معظمہ میں رہے۔ فتح مکہ کے بعد ۸ھ میں جب حضرت عباس نے مع خاندان کے ہجرت فرمائی تو ابن عباس اپنے والد محترم کے ساتھ مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور غزوہ خیبر۔ (جس میں حرمت متعہ کا اعلان ہوا تھا) وہ ابن عباس کے مدینہ منورہ آنے سے قبل ہو چکا تھا اور اس عرصہ میں کوئی متعہ کا واقعہ بھی پیش نہیں آیا، اس لئے حضرت عباس کو بذات خود متعہ کے متعلق کوئی خبر نہیں ہوئی صرف دوسرے صحابہ کی زبانی سنا اور اس بناء پر فتویٰ دیا کہ جس طرح مجبوری کی حالت میں مرد اور خنزیر مباح ہو جاتا ہے اسی طرح مجبوری کی حالت میں متعہ بھی جائز ہے لیکن بعد میں جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اور دیگر صحابہ نے متعہ کے متعلق قیامت تک کی حرمت اور ممانعت کی روایتیں ابن عباس کو سنائیں تو ابن عباس نے اس سے رجوع فرمایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حرمت متعہ کی روایتیں بیشمار آئی ہیں مگر حضرات شیعہ، متعہ کے اس درجہ شیدائی ہیں کہ حضرت علی کی بھی نہیں سنتے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جتنے لوگوں نے بھی متعہ کی اباحت اور رخصت کو بیان کیا ہے سب نے بالاتفاق یہی بیان کیا ہے کہ یہ وقتی رخصت فقط حالت سفر میں پیش آئی ہے اور پھر یہ بھی بیان کیا کہ پھر اسی سفر میں اباحت کے بعد متصل فوراً ہی متعہ کی ممانعت کا اعلان ہوا اور ایک راوی بھی ایسا نہیں کہ جو یہ بیان کرتا ہو کہ متعہ کا واقعہ حضر میں پیش آیا ہو اور ایسا ہی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ سے مروی ہے۔

قال الامام ابو جعفر الطحاوی کل ہؤلاء الذین رووا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اطلاقها اخباروا انها كانت فی سفر وان النہی لحقہا فی ذلک السفر بعد ذلک فممنع منها و لیس احد منهم یخبر انها كانت فی حضر و كذلك روی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ (تفسیر قرطبی ص ۱۳۱ ج ۵)

اور اسی طرح امام حازمی فرماتے ہیں۔

متعہ کی اباحت کا جو واقعہ بھی ہو وہ جزا میں نیست کہ سفر میں ہو اور ہم کو کسی ایک راوی آنحضرت ﷺ نے گھر اور وطن میں رہنے کی حالت میں بھی ان کو متعہ کی اجازت دی ہو یعنی ایسا کبھی نہیں ہوا کہ وطن میں رہ کر کسی نے متعہ کیا ہو۔

وانما کان ذلک فی اسفارہم ولم یبلغنا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اباحہ لہم وہم فی بیوتہم اکتاب الاعتبار (ص ۱۷۸)

ابتداء اسلام میں کس قسم کا متعہ مباح تھا

جاننا چاہئے کہ لفظ متعہ متاع سے مشتق ہے جس کے معنی نفع قلیل کے ہیں کما قال تعالیٰ اِنَّمَا ہِذِہِ الْحَیوۃُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ۔ اور مطلقہ کو جو کپڑوں کا جوڑا دیا جاتا ہے اس کو بھی متعہ اس لئے کہتے ہیں کہ بمقابلہ مہر نفع قلیل ہے۔ کما قال تعالیٰ فَمَتَّعُوْهُنَّ۔ قال

تعالیٰ وَلِلْمُطَلَّقاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ۔ یہ متعہ کے اصل معنی ہوئے اور متعہ کا اطلاق دو معنی پر آتا ہے ایک یہ کہ متعہ سے نکاح موقت مراد ہو یعنی ایک مدت معینہ کے لئے گواہوں کے سامنے کسی عورت سے ازدواجی تعلق قائم کیا جائے اور مدت معینہ گزرنے کے بعد بلا طلاق مفارقت واقع ہو جائے لیکن مفارقت کے بعد استبراء رحم کے لئے ایک مرتبہ یام ماہواری کا انتظار کرے تا کہ دوسرے نطفہ کے ساتھ اختلاط سے محفوظ رہے فقط یہ صورت ابتداء اسلام میں جائز تھی۔ بعد میں ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی۔ یعنی متعہ بمعنی نکاح موقت ابتداء اسلام میں جائز تھا اور بعد میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو گیا اور متعہ کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص کسی عورت سے یہ کہے کہ میں تجھ سے ایک روز کے لئے منافع ہوں گا اور اس ایک روزہ یا دو روزہ انتفاع کی جھلکو یہ اجرت دوں گا تو یہ صریح زنا ہے اور عین زنا ہے متعہ کی یہ صورت کبھی بھی اسلام میں جائز اور مباح نہیں ہوئی تاکہ اس کو منسوخ کہا جائے بلکہ متعہ کی صورت کسی دین میں بھی حلال نہیں ہوئی اس لئے کہ متعہ کی یہ صورت صریح زنا ہے اور زنا کسی دین میں کبھی بھی حلال نہیں ہوا البتہ متعہ کی پہلی صورت یعنی نکاح موقت (یعنی مدت معینہ کے لئے گواہوں کی موجودگی میں ولی کی اجازت سے تعلق قائم کرنا اور مدت معینہ گزرنے کے بعد ایک حیض عدت گزارنا) یہ ایک برزخی مقام ہے یعنی یہ نکاح موقت نکاح مطلق اور زنا محض کے درمیان ایک درمیانی درجہ ہے کہ جو نہ زنا محض ہے اور نہ نکاح مطلق ہے کہ جس میں طلاق اور عدت اور میراث ہونے کا متعہ کی یہ صورت حقیقی نکاح نہیں بلکہ نکاح حقیقی کے ساتھ صرف ظاہری مشابہت ہے کہ متعہ کی اس صورت میں گواہ کی بھی اور ولی کی اجازت کی بھی ضرورت ہے اور مردت علیحدہ ہونے کے بعد اگر دوسرے مرد سے متعہ کرنا چاہے تو جب تک ایک مرتبہ حیض نہ آجائے اس وقت تک دوسرے مرد سے متعہ نہیں کر سکتی اس لئے اس صورت کو محض زنا بھی نہیں جاسکتا ایسے نکاح موقت میں (کہ جس میں ابتدا گواہی اور اذن ولی ضروری ہو اور انتہا استبراء رحم کے لئے حیض کا آنا ضروری ہو) اور نکاح صحیح و مؤبد میں صرف موقت اور مؤبد اور میراث کا فرق ہے باقی شہادہ میں دونوں متفق ہیں۔ امام قرطبی فرماتے ہیں:-

روی اللیث بن سعد عن بکیر بن الاشج عن عمار مولى الشرید قال سألت ابن عباس من المتعة اسفاج هی ام نکاح قال لا سفاج ولا نکاح قلت فما هی قال المتعة کما قال تعالیٰ - قلت هل علیها عدة قال نعم حیضة قلت یتوارثان قال - لا (تفسیر قرطبی ص ۱۳۲ ج ۵)

امام لیث بن سعد بکیر بن اشج سے راوی ہیں کہ عمار مولائے شرید کہتے ہیں کہ میں نے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعہ کے متعلق یہ سوال کیا کہ متعہ زنا ہے یا نکاح فرمایا متعہ نہ زنا ہے نہ نکاح ہے میں نے پھر سوال کیا کہ آخر وہ ہے کیا۔ فرمایا کہ وہ متعہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر لفظ متعہ کا اطلاق کیا ہے میں نے سوال کیا کہ متعہ والی عورت پر عدت ہے فرمایا کہ ہاں متعہ کی مدت گزرنے کے بعد اہل پر ایک حیض کا انتظار کرنا واجب ہے میں نے سوال کیا کہ وہ ایک دوسرے کے وارث ہونگے فرمایا نہیں۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ نکاح متعہ بمعنی موقت ایک برزخی مقام ہے یعنی نکاح مطلق اور زنا محض کے درمیان ایک درمیانی درجہ ہے ابتداء اسلام میں صرف یہ صورت بھی ایسی مجبوری کی حالت میں جائز تھی جیسا کہ مجبوری کی حالت میں مرد اور خنزیر حلال ہو جاتا ہے اس کے بعد امام قرطبی فرماتے ہیں۔

قال ابو عمر لم یختلف العلماء من السلف والخلف ان المتعة نکاح الی اجل لا میراث فیہ والفرقة تقع عند انقضاء الاجل من غیر طلاق وقال ابن عطیة وکانت المتعة ان یتزوج الرجل بشاہدین واذن الولی الی اجل مسمی وعلی ان لا میراث بینہما ویعطیہما ما اتفقا علیہ فاذا انقضت المدة فلیس له علیہا سبیل ویستبرئ رحمہا لان الولد لاحق فیہ بلا شک فان لم تحمل حلت لغيره وفي کتاب النکاح فی ہذا خطاء

وان الولد لا يلحق في نكاح المتعة (قلت) هذا هو المفهوم من عبارة النحاس فانه قال انما المتعة ان يقول لها اتزوجك يوما او ما اشبهه ذلك على انه لا عدة عليك ولا ميراث بيننا ولا طلاق ولا شاهد يشهد على ذلك وهذا هو الزنا بعينه ولم يبح قط في الاسلام ولذا قال عمر لا اوتى برجل تزوج متعة الا غيبته تحت الحجاره۔

خلاصہ کلام

یہ کہ احادیث نبویہ میں جس نکاح متعہ کی اباحت اور پھر اس کی حرمت اور ممانعت کا ذکر ہے اس سے یہ عرفی متعہ ہرگز ہرگز مراد نہیں جس کے حضرات شیعہ قائل ہیں بلکہ اس سے وہ نکاح موقت مراد ہے کہ جو نکاح ایک مدت معینہ کے لئے گواہوں کی موجودگی میں ولی کی اجازت سے منعقد ہو اور پھر مدت معینہ گزر جانے کے بعد بلا طلاق کے مفارقت واقع ہو جائے اور پھر اس کے بعد وہ عورت بغیر ایک حیض آئے دوسرے مرد سے متعہ نہ کر سکے فقط یہ صورت ابتداء اسلام میں بایں معنی جائز اور مباح تھی کہ شریعت میں اس خاص صورت کی ممانعت اور حرمت کا ابھی تک کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا جیسا کہ شراب اور سود کے ابتداء اسلام میں مباح اور حلال ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ابتداء اسلام میں حق تعالیٰ کی طرف سے شراب اور سود کی ممانعت اور حرمت کا ابھی تک کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اور جن لوگوں نے ممانعت سے پہلے شراب پی یا سود لیا، شریعت کی طرف سے ان پر کوئی حد جاری نہیں کی گئی اور نہ ان کو کوئی سزا دی گئی یہاں تک کہ شراب اور سود کی حرمت کا حکم نازل ہو گیا۔

ابتداء اسلام میں شراب اور سود کے حلال ہونے کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ شریعت کی طرف سے اجازت تھی کہ جس کا جی چاہے شراب پیئے اور جس کا جی چاہے سود لے اسی طرح متعہ بمعنی نکاح موقت کے ابتداء اسلام میں جائز اور مباح ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ابتداء

اسلام میں نکاح متعہ بمعنی نکاح موقت کی ممانعت نہ تھی، معاذ اللہ یہ معنی نہیں کہ حضور پر نور نے قولاً نکاح متعہ کی اجازت دی تھی نکاح متعہ کی حرمت کا پہلا اعلان غزوہ خیبر میں ہوا اور پھر غزوہ اوطاس میں اور پھر غزوہ تبوک میں اور پھر حجۃ الوداع میں تاکہ عوام و خواص کو اس کی حرمت کا خوب علم ہو جائے اور حضور پر نور کا حرمت متعہ کے متعلق یہ بار بار اعلان اسی پہلے اعلان حرمت کی تاکید کے لئے تھا کہ جو آپ غزوہ خیبر میں فرما چکے تھے، کوئی جدید حکم نہ تھا۔ باقی شیعوں والا متعہ کہ مرد عورت سے ایک دن یا دو دن ایک گھنٹے یا دو گھنٹے کے لئے معاوضہ طے کر کے استفادہ کرے تو یہ خالص زنا اور صریح بدکاری ہے یہ صورت کبھی بھی اسلام میں جائز نہیں ہوئی چہ جائیکہ منسوخ ہو جیسے زنا نہ کبھی مباح ہوا اور نہ منسوخ ہوا۔

بلکہ

ابتداء آفرینش عالم سے لے کر اب تک سوائے مذہب شیعہ کے کسی دین اور مذہب میں متعہ جائز نہیں ہوا، معاذ اللہ اگر شیعوں والا متعہ جائز ہو جائے تو پھر نسب میں بھی خلل واقع ہوگا اور اولاد بھی ضائع ہوگی اور وارث اور مورث کی تمیز نہ ہوگی اور نہ یہ معلوم ہوگا کہ کون بیٹا ہے اور کون بھائی، نیز میراث اور طلاق اور عدت کے جو احکام شریعت میں آئے ہیں وہ سب معطل ہو جائیں گے نیز شریعت نے نکاح میں جو چار عورتوں کی حد مقرر کی ہے وہ بھی معطل ہو جائے گی اس لئے کہ متعہ میں نہ چار کی قید ہے نہ عدت ہے اور نہ طلاق ہے اور نہ میراث ہے، ایک متعہ کے قائل ہونے سے قرآن و حدیث کے یہ تمام احکام یگانخت معطل ہوئے جاتے ہیں بلکہ نکاح کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔ مرد اپنی حاجت متعہ سے پوری کر لیں گے اور عورتیں اپنے نان نفقہ اور دکھ اور درد کے مستقل کفیل اور ذمہ داری سے محروم ہو جائیں گی اور چلتے پھرتے اوباشوں پر ان کی نظر ہوگی اور پھر دور شباب گزرنے کے بعد کون ان کا کفیل اور ذمہ دار ہوگا۔ حضرات شیعہ غور کریں کہ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی ذلت اور مصیبت کا منظر ہو سکتا ہے، شیعوں کو چاہیے کہ دل و جان سے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شکر گزار ہوں کہ جس نے اپنے ور خلافت میں اس بے حیائی کا نام و نشان بھی مٹا دیا۔

تحریمِ متعہ کے اگر تفصیلی دلائل اور اس کے مفاسد معلوم کرنے ہوں تو حضرات اہل علم احکام القرآن للجصاص ص ۱۳۶ ج ۲ تا ص ۱۱۵ ج ۲ اور تحفہ اثنا عشریہ اور فتاویٰ عزیز یہ کی مراجعت کریں۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

حرمتِ متعہ کی ایک وجدانی دلیل

ہر شریف الطبع اور باعزت انسان اپنے اور اپنی بیٹی اور بہن کے نکاح کے اعلان کو فخر سمجھتا ہے اور غایت مسرت اور انبساط کے ساتھ ولیمہ نکاح پر اقارب اور احباب کو مدعو کرتا ہے۔ بخلاف متعہ کے کہ اس کو چھپاتا ہے اور اپنی بیٹی اور بہن اور ماں کی طرف متعہ کی نسبت کرنے سے عار محسوس کرتا ہے، آج تک کسی ادنیٰ غیرت مند بلکہ کسی بے غیرت کے متعلق بھی یہ نہیں سنا گیا کہ اس نے کسی مجلس میں بطور فخر یا بطور ذکر ہی یہ کہا ہو کہ میری بیٹی اور بہن اور میری ماں نے اتنے متعے کئے ہیں۔ نیز تمام عقلاء، نکاح پر مرد اور عورت کو اور اس کے والدین کو مبارک باد دیتے ہیں مگر متعہ کے متعلق کہیں مبارک باد دیتے نہیں سنا۔

مہاجرین حبشہ کی حبش سے واپسی

جو مہاجرین مکہ سے حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے جب ان کو یہ علم ہوا کہ آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو ان میں سے حبشہ سے مدینہ چلے آئے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت مدینہ پہنچے کہ جب آپ بدر کی تیاری فرما رہے تھے۔

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی ساتھ جو چند آدمی رہ گئے تھے وہ اس روز پہنچے کہ جس روز خیبر فتح ہوا تھا۔ ان حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر کو کلا اٹھایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور بعد ازاں یہ فرمایا کہ میں نہیں سمجھتا کہ جملہ فتح خیبر کی مسرت زیادہ ہے یا جعفر سے آنے کی۔ (رواہ البیہقی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۱۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۱۳۵

ابوموسیٰ اشعری رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ (جو حضرت جعفر کے ساتھ آئے تھے) راوی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس وقت پہنچے کہ جب آپ خیبر فتح فرما چکے تھے۔ مال غنیمت میں سے ہم کو بھی حصہ عطا فرمایا ہمارے سوا جو فتح خیبر میں شریک نہ تھا کسی کو حصہ نہیں دیا۔

یہ بخاری کی روایت ہے بیہقی کی روایت میں ہے کہ مسلمانوں سے کہہ کر ان لوگوں کو غنیمت میں شریک فرمایا۔

فتح وادی القریٰ و تیماء

فتح خیبر کے بعد آپ نے وادی القریٰ کا رخ فرمایا۔ چار دن کے محاصرہ کے بعد فتح فرمایا آپ کا غلام مدعم آپ کا کجاوہ اتار رہا تھا کہ ایک ناگہانی تیرا کر لگا جس سے وہ شہید ہوا۔ لوگوں نے کہا اس کو شہادت مبارک ہو، آپ نے فرمایا نہیں۔ خدا کی قسم جس چادر کو اس نے مال غنیمت میں سے چرایا ہے وہ آگ بن کر اس پر مشتعل ہوگی۔ ایک شخص نے جب آپ کو یہ کہتے سنا تو ایک جوتی کا تسمہ لے کر آیا آپ نے فرمایا جوتی کا ایک تسمہ بھی (خیانت کیا ہوا) جہنم سے ہے (رواہ البخاری)

اہل تیماء کو جب وادی القریٰ کے فتح کا حال معلوم ہوا تو رسول اللہ ﷺ سے جزیہ پر صلح کر لی۔

مراجعت اور واقعہ لیلۃ التعلیس

وادی القریٰ اور تیماء کی فتح کے بعد آپ مدینہ منورہ واپس ہوئے۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر ایک وادی میں اخیر شب میں آرام لینے کی غرض سے نزول فرمایا۔ اتفاق سے کسی کی آنکھ نہیں کھلی یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو گیا سب سے پہلے آں حضرت ﷺ بیدار ہوئے اور گھبرا کر اٹھے اور صحابہ کو جگایا اور اس وادی سے کوچ کرنے کا حکم دیا کہ یہاں شیطان ہے اس وادی سے نکل کر آپ نے نزول فرمایا۔ اور بلال رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کو اذان کا حکم دیا۔ وضو

۱۔ زرقانی ج: ۲، ص: ۲۳۶۔

۲۔ زرقانی ج: ۲، ص: ۲۳۷، فتح الباری، ج: ۵، ص: ۱۷۔

کر کے صبح کی دو رکعت سنتیں پڑھیں بعد ازاں بلال نے اقامت کہی اور جماعت کے ساتھ صبح کی نماز قضا کی گئی۔ (رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

فوائد

(۱)۔ نماز اور عبادت میں حضرات انبیاء اللہ (علیہم الف الف صلوات اللہ) کو غفلت کی وجہ سے کبھی سہو نہیں ہوتا بلکہ من جانب اللہ سہو میں مبتلا کئے جاتے ہیں تاکہ امت کو سہو کے مسائل معلوم ہوں لہذا اگر آپ کو یہ سہو نہ پیش آتا تو امت کو فوت شدہ نمازوں کی قضاء کا مسئلہ کیسے معلوم ہوتا اور اگر ظہر یا عصر کی دو یا تین رکعت پر آپ بھول کر سلام نہ پھیر دیتے (جیسا کہ حدیث ذوالیدین میں ہے) تو امت کو سجدہ سہو کا مسئلہ کہاں سے معلوم ہوتا۔

سبحان اللہ خدا کی کیا حکمتیں اور کیا رحمتیں ہیں کہ جن حضرات کو نبوت و رسالت کا خلعت پہنا کر تشریح احکام کی مسند پر بٹھلایا۔ ان کے سہو اور نسیان کو بھی تشریح احکام کا ایک ذریعہ بنا دیا حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر سہو و نسیان نہ پیش آتا تو توبہ اور استغفار کی سنت کہاں سے معلوم ہوتی۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ کہہ کر قیامت تک کے لئے خداوند ذوالجلال کی رضا اور خوشنودی اور ابلیس کی ذلت اور رسوائی کا طریقہ بتلا گئے۔ قربان جائیے ایسے سہو و نسیان کے کہ جس سے ہمیشہ کے لئے رحمتوں کا دروازہ کھل گیا۔

حضرات غارین کے کلام میں صدیق اکبر کا یہ مقولہ نقل کیا جاتا ہے۔

یا لیتنی کنت سہو محمد ﷺ کاش میں سہوتا یا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سہو ہوتا۔

غالباً صدیق اکبر نے یہ سمجھ کر کہ حضرات انبیاء کا سہو کس درجہ موجب خیر و برکت اور کس درجہ عند اللہ مقبول ہوتا ہے۔ یہ تمنا فرمائی۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

(۲)۔ اسی حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا۔

کہ جس جگہ عبادت سے ذہول اور غفلت پیش آجائے تو مستحب یہ ہے کہ اس جگہ کو

چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہو جائے بظاہر یہ انتقال مکانی ہجرت کبریٰ کا ایک نمونہ معلوم ہوتا ہے جس کو اگر ہجرت صغریٰ کے نام سے موسوم کیا جائے تو شاید بیجا نہ ہو جس جگہ اللہ جل جلالہ کی طاعت دشوار ہو جائے اور اُس کی معصیتوں کا بازار گرم ہو جائے ایسی جگہ کو چھوڑ کر ایسے مقام پر جا کر سکونت اختیار کر لینا کہ جہاں اللہ عزوجل کی طاعت اور بندگی آسان ہو شرعاً واجب ہے اور اسی کو ہجرت کبریٰ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

اور جس جگہ پر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں غفلت پیش آ جائے اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری قریبی جگہ میں جا کر عبادت کا بجالانا مستحب ہے اسی کو ہم نے ہجرت صغریٰ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ع

(واذا بنا بک منزل فتحول) جب تجھ کو کوئی منزل ناموافق آئے تو وہاں سے کوچ کر۔
باقی رہ گئے ہجرت کے احکام سوان کی تفصیل کتب فقہ سے معلوم کی جائے۔

زفاف ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

اسی سال ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا حبشہ سے مدینہ آئیں جن سے حضور پر نور نے نجاشی کے توسط سے نکاح فرمایا تھا جن کے نکاح کا مفصل واقعہ انشاء اللہ ازواج مطہرات کے بیان میں آئے گا۔

عمرة القضاء

ذی قعدة الحرام ۷ھ

صلح حدیبیہ میں قریش سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ امسال بغیر عمرہ کئے ہوئے واپس چلے جائیں اور سال آئندہ عمرہ کے لئے آئیں اور عمرہ کر کے تین دن میں واپس ہو جائیں اس بناء پر آں حضرت ﷺ نے ذی قعدة کا چاند دیکھ کر صحابہ کو حکم دیا کہ اُس عمرہ کی قضا کے لئے روانہ ہوں جس سے مشرکین نے حدیبیہ میں روکا تھا اور یہ بھی حکم دیا کہ جو لوگ حدیبیہ میں

شریک تھے ان میں سے کوئی رہ نہ جائے۔ چنانچہ بجز ان لوگوں کے کہ جو اس عرصہ میں شہید ہو چکے تھے یا وفات پا چکے تھے کوئی شخص بغیر شریک ہوئے باقی نہ رہا۔ (طبقات ابن سعد ص ۸۷ ج ۲۔ زرقانی ص ۲۵۲ ج ۲)۔

اس طرح دو ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ آپ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے ہدی کے سٹراونٹ آپ کے ہمراہ تھے ذوالکلیفہ پہنچ کر مسجد میں آپ نے اور صحابہ نے احرام باندھا۔ لپیک کہتے ہوئے روانہ ہوئے احتیاطاً ہتھیار ساتھ رکھ لئے مگر چونکہ معاہدہ حدیبیہ میں یہ شرط تھی کہ ہتھیار ساتھ نہ لائیں اس لئے ہتھیار بطن یا حج میں چھوڑ دیئے جو مکہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے اور دو سو آدمیوں کا ایک دستہ ان کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا۔ اور آپ مع اصحاب کے تلبیہ کہتے ہوئے حرم کی طرف بڑھے۔ (طبقات ابن سعد ص ۸۷ ج ۲)

اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی ناقہ قصواء کی مہار پڑے ہوئے یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے آگے تھے:

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ
اے کافر و آپ کا راستہ چھوڑ دو
قَدْ أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ فِي تَنْزِيلِهِ
اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ حکم نازل کیا ہے
بَانَ خَيْرِ الْقَتْلِ فِي سَبِيلِهِ
نحن قتلناکم علی تاویلہ
کَمَا قَتَلْنَاكُمْ عَلٰی تَنْزِيلِهِ

۱۔ قال ابن اسحق خرج النبي ﷺ في ذي القعدة مثل الشهر الذي صدفيه المشركون معتمرا عمرة القضاء مكان عمرته التي صدوه عنها... وقال الحاكم في الاكلیل تو اترت الاخبار انه رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما هل ذو القعدة امر اصحابه ان يعتمروا قضاء عمرتهم وان لا يتخلف احد منهم شهد الحديبية فخرجوا الامن استشهد وخرج معه آخرون معتمرين فكانت عدتهم الفين سوى النساء والصبيان قال وتسمى ايضا عمرة الصلح (ابن اسحق ص ۳۸۳ ج ۱) حاکم اکلیل میں فرماتے ہیں کہ احادیث متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ وہ چاند شمس کی عمرہ کی قضاء کا حکم دیا جس کو حدیبیہ میں قریش کے لوگوں نے مہرے نہیں کر سکتے تھے اور یہ تاویل فرمائی کہ وہ لوگ حدیبیہ میں شریک تھے ان میں سے کوئی رہ نہ جائے چنانچہ وہ ان لوگوں کے کہ جو اس وقت میں شہید ہوئے آپ کے ساتھ عمرہ کی قضاء کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ ان کے علاوہ پیغمبر اور اول بھی آپ کے ساتھ عمرہ کی نیت کے لئے ہوئے جن کی مجموعی تعداد عورتوں اور بچوں کے علاوہ چار تھی اور اس عمرہ و عمرہ قاضی بھی کہتے ہیں ۱۲ حجہ حال ان روایات سے یہ امر بخوبی واضح ہے کہ اگر کسی مہرے عمرہ اور حج نہ کر سکے تو سال آئندہ اگلی قضاء واجب ہے اور اگر کسی نے عمرہ کا بھی سبک نہ کیا ہے تو اس کے لئے کتب فقہیہ کی مراجعت کی جائے۔

کو بہترین قتل وہ ہے کہ خدا کی راہ میں ہو، ہم نے تم سے جہاد و قتال کیا اس کا حکم نہ ماننے کی وجہ سے جیسے قرآن منزل من اللہ کے نہ ماننے کی وجہ سے تم سے قتال کیا۔ اور بیہتی کی روایت میں اس کے بعد یہ زیادہ ہے۔

اليوم نضربكم على تنزيله
ضرباً يُزيل الهام عن قبيله
آج اللہ کے حکم کے مطابق ایسا ماریں گے کہ تمہاری کھوپری سر سے الگ ہو جائے۔
ويذهل الخليل عن خليله
يارب انى مؤمن بقيله
اور دوست کو دوست سے بے خبر بنا دے اے اللہ میں اس کے قول پر ایمان رکھتا ہوں۔
اور ابن اسحاق کی روایت میں ہے۔

يارب انى مؤمن بقيله
انى رأيت الحق فى قبوله
میں اُس کے قبول کرنے ہی کو حق سمجھتا ہوں

حضرت عمر نے کہا اے ابن رواحہ تو رسول اللہ ﷺ کے سامنے اور اللہ کے حرم میں شعر پڑھتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اے عمر رہنے دو یہ شعر کافروں کے حق میں تیر باری سے زیادہ سخت ہیں۔ (رواہ الترمذی والنسائی وقال الترمذی حسن غریب) یہ تمام تفصیل فتح الباری ص ۳۸۲ ج ۷ میں مذکور ہے۔

ابن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ فرمایا، اے عمر میں سن رہا ہوں۔ اور عبد اللہ بن رواحہ کو یہ حکم دیا کہ اے ابن رواحہ یہ پڑھو۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ - نَصَرَ عَبْدَهُ وَأَعَزَّ جُنْدَهُ - وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ -
عبد اللہ بن رواحہ کے ساتھ اور صحابہ بھی ان کلمات کو پڑھتے جاتے تھے۔ اس شان سے مکہ میں داخل ہوئے بیت اللہ کا طواف کیا اور سعی بین الصفا والمروہ کر کے ہدیٰ کو نحر فرمایا اور حلال ہو گئے بعد ازاں کچھ لوگوں کو حکم دیا کہ وہ بطن یا حج چلے جائیں اور جو آدمی اسلحہ کی حفاظت کے لئے وہاں چھوڑ دیئے گئے تھے وہ آ کر طواف اور سعی کر لیں اور یہ فرما کر کعبۃ اللہ کے اندر تشریف لے گئے۔ ظہر تک اندر ہی رہے آپ کے حکم سے خانہ کعبہ کی چھت پر حضرت بلال نے ظہر کی اذان دی۔ ۲

۱۔ علی تاویلہ اور علی تنزیلہ کا یہ مطلب علامہ زرقانی نے بیان کیا ہے یعنی علی انکار تاویلہ و علی انکار تنزیلہ اور ممکن ہے کہ یہ معنی ہوں کہ ہم تم سے جہاد و قتال اس کے حکم کے مطابق کرتے ہیں۔ ۱۲۔ ۲۔ الطبقات الکبریٰ، ج ۲، ص ۸۸

قریش نے اگرچہ از روئے معاہدہ آپ کو عمرہ کرنے کی اجازت دے دی لیکن شدت غیظ اور غایت حسد کی وجہ سے آپ کو اور آپ کے صحابہ کو دیکھ نہ سکے اس لئے سردارانِ قریش اور ان کے کبراء و اشراف مکہ مکرمہ چھوڑ کر پہاڑوں میں چلے گئے۔

حضرت میمونہ سے نکاح

اداء عمرہ کے بعد رسول اللہ ﷺ تین دن مکہ میں مقیم رہے اور حضرت میمونہ بنت الحارث سے نکاح فرمایا جب تین دن گزر گئے تو قریش نے چند آدمی آپ کی خدمت میں بھیجے کہ مدت گزر گئی ہے آپ چلے جائیں آپ نے فرمایا اگر تم مہلت دو تو مکہ میں میمونہ بنت الحارث کی عروسی اور دعوت ولیمہ کر لو، ان لوگوں نے نہایت ترش روئی سے یہ جواب دیا کہ ہمیں آپ کے ولیمہ اور دعوت کی ضرورت نہیں آپ چلے جائیے۔

آپ نے فوراً صحابہ کو کوچ کرنے کا حکم دیا اور اپنے غلام ابورافع کو حضرت میمونہ کے پاس چھوڑ گئے، وہ ان کو لے کر مقام سرف آپ کے پاس لائے یہاں آپ نے عروسی فرمائی۔ اور یہاں سے چل کر ماہ ذی الحجہ میں داخل مدینہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ أَنْشَاءَ اللَّهِ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رءُ وُسْكُمْ وَمُقْصِرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا۔

عمرۃ القضاء سے فارغ ہو کر جب آلِ حضرت ﷺ مکرمہ سے روانہ ہونے لگے تو حضرت حمزہ کی چھوٹی صاحب زادی آپ کو چچا چچا پکارتی ہوئی آپ کے پاس آئیں حضرت علی نے فوراً ان کو اٹھا لیا اب حضرت علی اور حضرت عمر اور حضرت زید بن حارثہ میں اختلاف ہوا۔ ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ میری پرورش میں رہے حضرت علی نے کہا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی

۱۔ ذرقاتی، ج ۲، ص ۲۵۵۔ ۲۔ صحیح بخاری کے متعدد نسخے میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ رسول

اللہ ﷺ نے حضرت میمونہ سے نکاح فرمایا جب تین دن گزر گئے تو قریش نے چند آدمی آپ کی خدمت میں بھیجے کہ مدت گزر گئی ہے آپ چلے جائیں آپ نے فرمایا اگر تم مہلت دو تو مکہ میں میمونہ بنت الحارث کی عروسی اور دعوت ولیمہ کر لو، ان لوگوں نے نہایت ترش روئی سے یہ جواب دیا کہ ہمیں آپ کے ولیمہ اور دعوت کی ضرورت نہیں آپ چلے جائیے۔

۳۔ عروۃ الثمالی، ج ۲، ص ۲۵۵، ابن ہشام، ج ۲، ص ۲۰۲۔

۴۔ حضرت حمزہ آپ کے رضاعی بھائی تھے۔ اس رشتہ سے آپ چچا ہوئے۔

ہے اور میں نے اُس کو اٹھالیا ہے حضرت جعفر نے کہا میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے حضرت زید نے کہا کہ میرے اسلامی اور دینی بھائی کی لڑکی ہے۔
 آں حضرت ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ لڑکی اپنی خالہ کے پاس رہے اور یہ ارشاد فرمایا کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔ (رواہ البخاری عن براء بن عازب)

سریہِ اُخرم بن ابی العوجاء

ذی الحجہ ۷ھ

ماہ ذی الحجہ میں اُخرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پچاس آدمیوں کے ہمراہ بنی سلیم کو دعوتِ اسلام دینے کی غرض سے روانہ فرمایا بنی سلیم نے کہا ہمیں اسلام کی ضرورت نہیں اور تیرا مذازی کر کے مسلمانوں کی اس قلیل جماعت کو شہید کر دیا صرف اُخرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ یہ زخموں کی وجہ سے نیم جان ہو گئے تھے بعد میں زندہ ہو کر صفر کی پہلی تاریخ کو مدینہ پہنچے۔

سریہِ غالب بن عبد اللہ لیشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفر ۸ھ

صفر ۸ھ میں آں حضرت ﷺ نے غالب بن عبد اللہ لیشی کو مقام کدید کی جانب بنی الملوح پر حملہ کرنے کے لئے ایک جماعت کے ساتھ روانہ فرمایا ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر شب خون مارا اور ان کے اونٹ پکڑ کے مدینہ کی جانب روانہ ہوئے بنی الملوح کی ایک جماعت مسلمانوں کے تعاقب میں دوڑی اسی وقت من جانب اللہ اتنی زور کی بارش ہوئی کہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان میں جو ایک وادی حائل تھی وہ پانی سے بھر گئی اور وہ لوگ مسلمانوں تک نہ پہنچ سکے اس طرح مسلمان صحیح و سالم مدینہ منورہ پہنچے۔

بعض سرائیا

غزوہ خیبر اور غزوہ موتہ کے درمیان حضور پُر ثور نے اور بھی چھوٹے چھوٹے سرائیے روانہ فرمائے جو بحمدہ تعالیٰ کامیاب واپس آئے۔

اسلام خالد بن الولید و عثمان بن طلحہ و عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اسی عرصہ میں اسلام کے مشہور سپہ سالار خالد بن ولید اور عرب کے مشہور عاقل عمرو بن العاص مسلمان ہوئے ان کے زمانہ اسلام میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ صفر ۸ھ میں مشرف باسلام ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ خیبر کے بعد ۷ھ میں مسلمان ہوئے۔

یہ امر روایت صحیحہ اور صریحہ سے ثابت ہے کہ غزوہ خدیبیہ کے وقت خالد بن ولید کفار کی فوج میں تھے اور آئندہ غزوہ موتہ کے بیان میں بخاری کی روایت سے معلوم ہو جائے گا کہ خالد بن ولید غزوہ موتہ میں شریک ہوئے اور اخیر میں یہی امیر ہوئے اور انہی کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے فتح دی معلوم ہوا کہ صلح خدیبیہ اور غزوہ موتہ کے درمیانی مدت میں مسلمان ہوئے ہیں۔

خالد بن ولید کہتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ جل شانہ نے میرے ساتھ خیبر کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی، یکا یک میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں جس لڑائی میں بھی قریش مکہ کی طرف سے آں حضرت ﷺ کے مقابلہ میں جاتا ہوں اور پھر واپس آتا ہوں واپسی پر میرے دل کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ دل اندر سے یہ کہتا ہے کہ تیری یہ تمام کوشش اور یہ تمام جدوجہد حاصل اور بے سود ہے اور تحقیق محمد (ﷺ) ضرور غالب ہوں گے چنانچہ خدیبیہ کے موقع پر میں مشرکین مکہ کے سواروں میں سے تھا تو میں نے آپ کو مقام عسفان میں دیکھا کہ آپ اصحاب کو صلاۃ الخوف پڑھاتے ہیں میں نے ارادہ کیا کہ نماز کی حالت میں حضور پر حملہ کروں مگر حضور میرے ارادہ سے مطلع ہو گئے اور میں حملہ نہ کر سکا تو اس وقت میں سمجھ گیا کہ یہ شخص من جانب اللہ مامون اور محفوظ ہے غیب سے اس کی حفاظت ہو رہی ہے میں ناکام واپس ہو گیا۔

اور آں حضرت جب قریش سے صلح کر کے واپس ہوئے تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ قریش کی قوت اور شوکت ختم ہوئی اور شاہ حبشہ یعنی نجاشی آپ کا پیرو ہو چکا ہے اور آپ کے اصحاب حبشہ میں امن و امان کے ساتھ رہتے ہیں اب اس کے سوا کیا صورت ہے کہ میں ہر قل شاہ روم کے پاس چلا جاؤں اور وہاں جا کر یہودی یا نصرانی ہو جاؤں اور تم کے تابع اور

ماتحت رہ کر عجم کی زندگی گزاروں یا اور چند روز اپنے وطن ہی میں رہ کر دیکھوں کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے اسی خیال میں تھا کہ آں حضرت ﷺ سال آئندہ عمرہ القضاء کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو اُس وقت میں مکہ سے نکل گیا اور روپوش ہو گیا آنحضرت ﷺ جب عمرہ سے فارغ ہو گئے تو میرا بھائی ولید بن ولید جو حضور ﷺ کے ہمراہ تھا، اس نے مجھے تلاش کیا مگر میں نہ ملا بعد ازاں میرے بھائی نے میرے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اما بعد۔ میں نے اس سے زیادہ کوئی تعجب خیز امر نہیں دیکھا کہ تیری رائے اسلام جیسے پاکیزہ مذہب کے قبول کرنے ہے منحرف ہے حالانکہ تیری عقل تیری عقل ہے (جو معروف و مشہور ہے) اور اسلام جیسے پاکیزہ مذہب سے کسی کا بے خبر رہنا نہایت تعجب خیز ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تمہارا حال دریافت کیا اور فرمایا کہ خالد کہاں ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ عنقریب اللہ تعالیٰ اُس کو لے کر آئے گا۔ آپ نے فرمایا کہ تعجب ہے کہ اس جیسا عاقل اسلام جیسے پاکیزہ مذہب سے بے خبر و نادان ہو جائے اور فرمایا کہ اگر خالد مسلمانوں کے ساتھ مل کر دین حق کی مدد کرتا اور اہل باطل کا مقابلہ کرتا تو یہ اس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 اما بعد فانی لم ارا عجب من
 ذهاب رأيك عن الاسلام
 وعقلك عقلك ومثل
 الاسلام جهله احد وقد
 سألني رسول الله صلى الله
 عليه وسلم عنك وقال ابن
 خالد فقلت ياتى الله به فقال
 مثله جهل الاسلام ولو كان
 جعل نكايته وجده مع
 المسلمين كان خيرا له ولقد
 مناه على غيره فاستدرك يا
 اخي ما قد فاتك من موطن
 صالحة

کے لئے بہتر ہوتا اور ہم اُس کو دوسروں پر مقدم رکھتے۔ پس اے بھائی تجھ سے عمدہ مقامات فوت ہو گئے ہیں تو ان کی تلافی اور تدارک کر لے ابھی تدارک کا وقت ہے۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں سدا دور دوراں دکھاتا نہیں
 خالد بن ولید کہتے ہیں کہ میرے بھائی کا یہ خط جب میرے پاس پہنچا تو اس خط نے
 میری رغبت اسلام میں اور زیادہ کر دی اور سفر ہجرت کا ایک خاص نشاط اور انبساط دل میں
 پیدا ہو گیا اور آنحضرت ﷺ نے میرے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا اس نے مجھ کو مسرور کیا
 اور اسی اثناء میں میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں تنگ بلاد میں ہوں جن میں قحط ہے میں
 اس قحط اور تنگ علاقہ سے نکل کر سرسبز اور کشادہ شہروں میں چلا گیا ہوں میں نے اپنے دل
 میں کہا کہ یہ خاص خواب ہے جو میری تنبیہ کے لئے مجھ کو دکھلایا گیا ہے۔ میں مکہ مکرمہ حاضر
 ہوا اور اسباب سفر مہیا کر کے مدینہ کی طرف چلا اور یہ چاہا کہ کوئی اور بھی میرے ساتھ
 ہو جائے میں نے صفوان بن امیہ سے ملاقات کی اور کہا کہ تم دیکھتے ہی نہیں کہ محمد (ﷺ)
 نے عرب و عجم پر غلبہ پالیا۔ اگر ہم محمد (ﷺ) کے پاس جائیں اور اوران کا اتباع کریں تو یہ
 ہمارے لئے بہتر ہوگا، محمد کا شرف ہمارا شرف ہوگا، صفوان نے نہایت سختی سے انکار کیا اور یہ
 کہا کہ اگر روئے زمین پر میرے سوا کوئی بھی محمد (ﷺ) کے اتباع سے باقی نہ رہے تو میں
 جب بھی آپ کا اتباع نہ کروں گا میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس شخص کا باپ اور بھائی بدر
 میں مارے گئے ہیں اس لئے اس سے کوئی توقع نہیں کی جا سکتی بعد ازاں میں مکرمہ بن ابی
 جہل سے ملا اور جو بات میں نے صفوان سے کہی تھی وہی مکرمہ سے کہی۔ مکرمہ نے بھی مجھے
 وہی جواب دیا جو صفوان نے دیا تھا خالد کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر گیا اور اونٹنی و تیار کیا اور یہ
 خیال کیا کہ ابو عثمان بن طلحہ سے ملاقات کروں وہ میرا سچا دوست ہے لیکن مجھ کو اس سے
 باپ دادا کا قتل ہونا یاد آیا اور متہ وہ ہو گیا کہ عثمان سے ذکر کروں یا نہ کروں پھر یہ خیال آیا کہ
 ذکر کرنے میں میرا کیا نقصان ہے میں تو اب جا ہی رہا ہوں، چنانچہ میں نے عثمان بن طلحہ
 سے وہی امر ذکر کیا جو صفوان سے ذکر کیا تھا عثمان بن طلحہ نے میرے مشورہ و وقتوں پر اور کہا
 کہ میں بھی مدینہ چلتا ہوں، مقام یانج میں تم سے مل لوں گا تم اس پہلے پہنچ جاؤ تو میرا انتظار
 کرنا اور اگر میں پہلے پہنچ گیا تو میں تمہارا انتظار کروں گا۔

خالد بن ولید کہتے ہیں کہ میں بھی روانہ ہوا اور حسب وعدہ مقام یانج میں عثمان بن طلحہ
 مجھے مل گئے علی الصبح ہم دونوں وہاں سے روانہ ہوئے ہم دونوں حسب مقام سعدہ میں پہنچے

تو عمرو بن عاص سے ملاقات ہوئی کہ وہ بھی اسلام کے ارادہ سے مدینہ جا رہے ہیں عمرو بن العاص نے ہم کو دیکھ کر مرحبا کہا ہم نے بھی مرحبا کہا اور پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو کہا کہ اسلام میں داخل ہونے اور محمد ﷺ کے اتباع کے ارادہ سے جا رہا ہوں ہم نے کہا کہ ہم بھی اسی ارادہ سے نکلے ہیں۔

خالد بن ولید کہتے ہیں کہ اس طرح ہم تینوں ساتھ ہوئے اور مدینہ میں داخل ہوئے اور اپنے سواری کے اونٹ مقام حرہ میں بٹھلائے کسی نے ہماری خبر آں حضرت ﷺ کو پہنچائی آپ ہماری آمد کی خبر سن کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو پھینک دیا ہے، خالد کہتے ہیں کہ میں نے عمدہ کپڑے پہنے اور آپ کی خدمت میں حاضری کے لئے چلا راستہ میں مجھے میرا بھائی ولید آ ملا اور کہا کہ جلدی چلو رسول اللہ ﷺ کو تمہاری آمد کی خبر پہنچ گئی ہے حضور پر نور تمہاری آمد سے بہت مسرور ہوئے اور تمہارے منتظر ہیں ہم تیزی کے ساتھ چلے اور حضور پر نور کی خدمت میں حاضر ہوئے، آن حضرت ﷺ مجھے دیکھ کر مسکرائے میں نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے میرے سلام کا جواب دیا میں نے عرض کیا اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ آپ نے ارشاد فرمایا قریب ہو جاؤ اور یہ فرمایا:

الحمد لله الذي هدانا لهذا
 كنت اري لك عقلا رجوت
 ان لا يسلمك الا الى خير۔
 حمد ہے اُس ذات پاک کی جس نے تجھے
 اسلام کی توفیق دی میں دیکھتا تھا کہ تجھ میں
 عقل ہے اور امید کرتا تھا کہ وہ عقل تجھ کو خیر
 اور بھلائی کی طرف تیری رہنمائی کرے گی۔

خالد کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ آپ دیکھتے تھے کہ میں مقامات جنگ میں آپ کے اور حق کے مقابلہ میں حاضر ہوتا تھا (جس سے میں شرمندہ اور نادام ہوں) اس لئے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے لئے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری ان تمام خطاؤں کو معاف کر دے آپ نے ارشاد فرمایا:

الاسلام يجب ما كان قبله
 اسلام ان تمام امور کا خاتمہ کر دیتا ہے جو
 اس سے پہلے ہو چکے ہیں۔

میں نے پھر یہی درخواست کی تو آپ نے میرے لئے یہ دُعا فرمائی۔

اللہم اغفر لخالد بن الولید
کل ما اوضع فیہ من صدعن
سبیل اللہ

اے اللہ تو خالد بن ولید کی ان تمام خطاؤں
کو معاف کر دے جو خالد نے خدا تعالیٰ کی
راہ سے روکنے کیلئے کی ہیں۔

خالد کہتے ہیں کہ میرے بعد عثمان بن طلحہ اور عمرو بن العاص آگے بڑھے اور حضور پر
نور کے دست مبارک پر بیعت کی یہ تمام تفصیل البدایۃ والنہیۃ میں ہے اور اسی طرح
خصائص کبریٰ للسیوطی میں مذکور ہے۔

عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ حضور پر نور کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد پہلے خالد
بن ولید نے بیعت کی اور پھر عثمان بن طلحہ نے بیعت کی پھر میں بیعت کے لئے آگے بڑھا
مگر اس وقت میری حالت یہ تھی۔

فواللہ ماہو الا ان جلست
بین یدیہ فما استطعت ان
ارفع طرفی حیاء منہ قال
فبايعته علی ان یغفر لی
ما تقدم من ذنبی ولم
یحضرنی ما تأخر فقال ان
الاسلام یجب ما کان قبلہ
والهجرة تجب ما کان قبلہا۔

خدا کی قسم میں حضور کے سامنے بیٹھا تو گیا۔
مگر شرم اور ندامت کی وجہ سے آپ کی
طرف آنکھیں اٹھا کر دیکھ نہیں سکتا تھا عمر کہتے
ہیں کہ بالآخر میں نے آپ کے دست
مبارک پر بیعت کی اور عرض کیا کہ اس شرط
پر بیعت کرتا ہوں کہ میری تمام مذمت
خطا میں اور قصور معاف فرمائیے جا میں
عمر کہتے ہیں کہ اس وقت یہ خیال نہ آیا کہ
یہ بھی عرض فرماتا کہ میرے آئندہ اور پچھلے
قصور بھی معاف فرمائیے جائیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام ان تمام گناہوں کو منہدم کر دیتا ہے کہ جو اسلام سے پہلے گنہ
حالت میں کئے گئے ہیں اور اس طرح ہجرت بھی تمام مذمت گناہوں کو منہدم کر دیتی ہے۔

عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ بخدا کے الیذاں جس دن سے ہم مسلمان ہوئے اس دن
سے جو ہم پیش آئی آن حضرات ﷺ نے ہمارے برابر کسی گنہ میں فرمایا۔ عمرو بن العاص کہتے

ہیں کہ میں اور خالد اور عثمان شروع صفر ۸ھ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ (البدلیۃ والنہیۃ ص ۲۳۸ ج ۴)

غزوة موتہ

جمادی الاولیٰ ۸ھ

موتہ ایک مقام کا نام ہے جو ملک شام میں علاقہ بلقاء میں واقع ہے رسول اللہ ﷺ نے جب سلاطین اور امراء کے نام دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائے تو شرجیل بن عمرو غسانی کے نام بھی ایک خط روانہ فرمایا۔ شرجیل قیصر کی طرف سے شام کا امیر تھا حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ جب آپ کا یہ خط لے کر مقام موتہ میں پہنچے تو شرجیل نے ان کو قتل کر دیا۔ اس وجہ سے آپ نے تین ہزار کا لشکر ماہ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں موتہ کی طرف روانہ فرمایا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اگر زید قتل ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب امیر لشکر ہوں اور اگر جعفر بھی قتل ہو جائیں تو عبد اللہ بن ابی رواحہ سردار لشکر ہوں اور اگر عبد اللہ بھی قتل ہو جائیں تو مسلمان جس کو چاہیں اپنا امیر بنالیں۔ (رواہ البخاری و احمد و النسائی باسناد صحیح)

اسی وجہ سے اس غزوة کو غزوة جیش الراء بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ مسند احمد اور نسائی میں باسناد صحیح ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جیش الامراء روانہ فرمایا الی آخر الحدیث۔ ۲

اور ایک سفید جھنڈا زید بن حارثہ کو دیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اول اُس مقام پر جانا جہاں حارث بن عمیر شہید ہوئے اور ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا اگر وہ اس دعوت کو قبول کریں تو فبہا و نعمت ورنہ خداوند ذوالجلال سے اعانت اور امداد کی درخواست کر کے اُن سے جہاد و قتال کرنا اور ثنیۃ الوداع تک خود بنفس نفیس مشایعت کے لئے تشریف لے گئے ثنیۃ الوداع پر کچھ دیر ٹھہر کر لشکر کو یہ وصیت فرمائی کہ ہر حال میں تقویٰ اور پرہیزگاری کو ملحوظ رکھیں اپنے

۱۔ فتح الباری، ج ۷، ص ۳۹۲، الطبقات الکبریٰ ج ۲، ص ۹۳۔ ۲۔ زرقانی، ج ۲، ص ۲۶۸۔

رفقاء کی خیر خواہی کریں اللہ کی راہ میں اللہ کے نام پر اللہ سے کفر کرنے والوں سے جہاد و قتال کریں غدر اور خیانت نہ کریں کسی بچہ اور عورت اور بوڑھے کو قتل نہ کریں۔ لوگ جب امراء لشکر کو رخصت کرنے لگے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رو پڑے لوگوں نے کہا اے ابن رواحہ کس چیز نے تم کو رولایا تو عبداللہ بن رواحہ نے یہ جواب دیا۔

اما واللہ ما بی حب الدنيا
ولا صبا بکم ولکنی
سمعت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یقرأ آية من کتاب
اللہ عزوجل وان ینکم الا
وارڈھا کان علی ربک حتما
مقضیا۔ فلست ادری کیف
لی بالصدر بعد الورد۔

آگاہ ہو جاؤ۔ خدا کی قسم مجھے دنیا سے محبت ہے اور نہ تم سے شیفتگی لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب اللہ کی یہ آیت پڑھتے سنا ہے نہیں ہے تم میں سے کوئی شخص مگر ضرور دوزخ پر گزرنے والا اور خدا کے نزدیک یہ امر مقرر ہو چکا ہے پس نہیں معلوم کہ جہنم پر ورود کے بعد واپسی کیسے ہوگی۔ اس لئے روتا ہوں۔

لشکر جب روانہ ہونے لگا تو مسلمانوں نے پکار کر کہا خدا تعالیٰ تم کو فتح سالم اور کامیاب واپس لائے تو عبداللہ بن رواحہ نے یہ شعر پڑھا۔

لکننی اسأل الرحمن مغفیرة
وَضْرِبَةَ ذَاتِ فَرْعٍ تَقْدِفُ الزَّبْدَا
میں واپسی نہیں چاہتا بلکہ اللہ کی مغفرت اور اسکی راہ میں ایسے کبرے زخم کا خواہشمند ہوں کہ جو جھاگ پھینکتا ہو۔

وطعنة بیدی حران مجهزة
بحربة تنفذ الاخشاء والكبدا
یا ایسا کاری زخم ہو کہ جو تیز ہو اور ایسے نیزہ سے لگے کہ جو یہ کی انتہیوں اور بہرے پر ہو جائے۔

حتی یقال اذا مروا علی جدثی
أرشدہ اللہ من غار وقد رَشدا
یہاں تک کہ لوگ جب میری قبر پر گزریں تو یہ کہا جائے کہ وہاں غار لیا غازی تھا اور کہیں کامیاب ہوا۔

لشکر جب چلنے کے لئے بالکل تیار ہو گیا تو عبداللہ بن رواحہ آپ کے قریب آئے اور یہ شعر پڑھے۔

انت الرسول فمن يُحرم نوافله، وَالْوَجْهَ مِنْهُ فَقَدْ أَزْرَىٰ بِهِ الْقَدْرُ
آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں جو شخص آپ کے فیوض و برکات اور آپ کے چہرہ انور کے دیدار سے محروم رہا۔ تو سمجھ لو کہ قضاء قدر نے اس کی تحقیر کی کہ اس کو اس دولتِ عظمیٰ سے محروم رکھا۔

فَثَبَّتَ اللَّهُ مَا آتَاكَ مِنْ حَسَنِ تَثْبِيتِ مُوسَىٰ وَنَصْرًا كَالَّذِي نَصَرُوا
پس اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ کے محاسن کو ثابت و قائم رکھے اور انبیاء سابقین کی طرح آپ کی مدد فرمائے۔

انِي تَفَرَّسْتُ فِيكَ الْبَخِيرَ فَا فَلَةٌ فِرَاسَةٌ خَالَفَتْ فِيكَ الَّذِي نَظَرُوا
میں نے آپ میں خیر اور بھلائی کو بیش از بیش محسوس کر لیا ہے اور میرا یہ احساس مشرکین کی نظر اور احساس کے برخلاف ہے۔
آپ نے ارشاد فرمایا:

وانت فثبتك البله يا ابن رواحه
اور تجھ کو بھی اے ابن رواحہ اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے۔

شرحبیل کو جب اس لشکر کی روانگی کا علم ہوا تو ایک لاکھ سے زیادہ لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے جمع کیا۔ اور ایک لاکھ فوج لے کر ہرقل خود شرحبیل کی مدد کے لئے بلقاء میں پہنچا۔ معان پہنچ کر مسلمانوں کو اس کا علم ہوا کہ دو لاکھ سے زیادہ سپاہیوں کا لشکر جرار ہم تین ہزار مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے مقام بلقاء میں جمع ہوا ہے مسلمانوں کا لشکر دو شب معان میں ٹھہرا اور مشورہ ہوتا رہا کہ کیا کرنا چاہیے۔ رائے یہ ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی جائے اور آپ کے حکم اور امداد کا انتظار کیا جائے۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

یا قوم واللہ ان التی تکرهون
 للتی خرجتم ایاہا تطلبون
 الشهادة وما نقاتل الناس
 بعدد ولا قوة ولا کثرة ما نقاتلهم
 الا لهذا الدین الذی اکرمنا
 اللہ به فانطلقوا فانماھی احدی
 الحسنین اما ظهور واما
 شهادة۔

اے قوم خدا کی قسم جس بات کو تم مکروہ سمجھ
 رہے ہو وہ وہی شہادت ہے جس کی تلاش
 میں تم نکلے ہو ہم کافروں سے کسی قوت اور
 کثرت کی وجہ سے نہیں لڑتے ہمارا لڑنا تو
 محض اس دین اسلام کی وجہ سے ہے جس
 سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو عزت بخشی پس اٹھو
 اور چلو دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی
 ضرور حاصل ہوگی یا تو کفار پر غلبہ حاصل
 ہوگا یا شہادت کی نعمت نصیب ہوگی۔

لوگوں نے کہا خدا کی قسم ابن رواحہ نے بالکل سچ کہا۔ اور خدا کے پرستاروں اور جان
 بازوں کی یہ تین بزرگی جمعیت اعداء اللہ کے دو الگ لشکر جرار کے مقابلہ کے لئے مؤتہ کی
 طرف روانہ ہوئی مؤتہ کے میدان میں دونوں جماعتیں مقابلہ کے لئے سامنے آئیں اور
 سے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیادہ وراثت اسلام کے لئے لڑنے کے لئے آئے اور زید نے
 شہید ہوئے ان کے بعد حضرت جعفر علم ہاتھ میں لے کر آئے بڑھے جب دشمنوں نے ہر
 طرف سے تھپ لیا اور سوڑاڑی ہو گیا تو سوڑے سے اتر آئے اور سوڑے کے پتے ہاتھ
 سینہ پہ ہو کر اعداء اللہ سے لڑنا شروع کیا۔

سوڑے کے پتے اس لئے کاٹ ڈالے کہ اعداء اللہ اس سے منفعہ نہ ہو سکیں۔
 وکذا فی البدایہ لڑتے جاتے تھے اور یہ پڑھتے جاتے تھے۔

یا حبذا الجنة واقترابها طيبة وبارک دأشراہہا
 جنت اور اس کا قرب ایسا ہی پاکیزہ اور پسندیدہ ہے اور پانی اس کا نہایت ٹھنڈا ہے۔

والرؤم روم قد دنا عذابها کافرة بعیدۃ انسانہا
 اور رومیوں کا عذاب قریب آ گیا ہے کافر ہیں اور ان کے نسب ہم سے بہت دور ہیں
 یعنی ہم میں اور ان میں کوئی قرابت نہیں۔

علی ان لا قبیلہا ضرابہا

مقابلہ کے وقت اُن کا مارنا مجھ پر فرض اور لازم ہے۔

لڑتے لڑتے جب دایاں ہاتھ کٹ گیا تو رایتِ اسلام کو بائیں ہاتھ سے سنبھالا جب بائیں ہاتھ بھی کٹ گیا تو جھنڈا گود میں لے لیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض میں ان کو دو بازو عطا فرمائے جن سے جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں۔ صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ جب حضرت جعفر کی لاش کو تلاش کیا گیا تو نوے سے زیادہ تیز اور تلوار کے زخم تھے اور سب سامنے تھے۔ پشت کی جانب کوئی زخم نہ تھے۔

حضرت جعفر کے بعد حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے علم ہاتھ میں لیا اور آگے بڑھے گھوڑے پر سوار تھے چند لمحوں کے لئے نفس کو کچھ تر دو لاحق ہوا تو اپنے نفس کو مخاطب کر کے یہ فرمایا:

أَقْسَمْتُ يَا نَفْسُ لَتَنْزِلَنَّهُ كَارِهَةً أَوْ لَتُطْأَ، وَعَنَّاهُ
اے نفس جھکو قسم ہے کہ تو ضرور گھوڑے سے اتر کر اعداء اللہ سے جہاد و قتال کرنا گواری سے اترا یا خوشی اور رغبت کے ساتھ۔

إِنْ أَجْلَبَ النَّاسُ وَشَدُّوا الرِّهَةَ مَالِي أَرَاكَ تَكْرَهِيْنَ الْجَنَّةَ
اگر لوگ چیخ و پکار کر رہے ہیں تو کیا وجہ ہے جھکو دیکھ رہا ہوں کہ تو جنت کو ناپسند کر رہا ہے یعنی جلدی قدم کیوں نہیں بڑھاتا۔ پیش قدمی میں سستی کرنا گویا کہ جنت کو ناپسند کرنا ہے یہ فقط نفس کی توبیخ اور الزام کیلئے فرمایا۔

قَدْ طَالَ مَا قَدْ كُنْتَ مُطْمَئِنِّئَةً هَلْ أَنْتِ إِلَّا نُظْفَةٌ فِي سِنَّةٍ
تو بسا اوقات مطمئن رہا ہے اس وقت جھکو کیا ہوا تیری حقیقت کیا ہے تو تو رحم مادر میں ایک نطفہ ہی تھا۔ اس بے حقیقت نطفہ کے لئے خدا کی راہ میں پس و پیش کر رہا ہے۔ اور یہ کہا۔

يَا نَفْسُ إِلَّا تُقْتَلِي تَمُوتِي بِذَا جِمَامِ الْمَوْتِ قَدْ صَلَّيْتَ
اے نفس اگر تو قتل نہ ہو تو مرے گا تو ضرور اور یہ ہے قضائے موت جسمیں جھکو بتلا ہونا ضروری ہے۔

وَمَا تَمَنِّيْتَ فَقَدْ أُعْطِيْتَ إِنَّ تَفْعَلِي فِعْلَهُمَا هُدَيْتِ

۱۔ کذا فی فتح الباری۔ ص ۳۹۳ ج ۷۔

جس چیز کی تو نے تمنا کی تھی وہ جھکول گئی یعنی شہادت فی سبیل اللہ کا موقع اگر تو نے زید اور جعفر جیسا کام کیا تو ہدایت پائے گا۔

یہ کہہ کر گھوڑے سے اتر پڑے ابن عم (چچا زاد بھائی) نے آگے بڑھ کر ان کو ایک گوشت کی بڈی دی کہ اس کو چوس لو تا کہ اس کی قوت سے کچھ لڑسکو کئی دن تم پر فاتے کے گزر چکے ہیں۔ ابن رواحہ نے بڈی لے لی اور اس کو ایک بار چوسا لیکن فوراً ہی پھینک دیا اور کہا اے نفس لوگ جہاد کر رہے ہیں اور تو دنیا میں مشغول ہے اور تلوار لے کر آگے بڑھے یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور رأیت اسلام ہاتھ سے گر گیا۔ ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ نے فوراً رأیت اسلام ہاتھ میں لے لیا اور مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے گروہ مسلمین اپنے میں سے کسی شخص کے امیر بنانے پر متفق ہو جاؤ لوگوں نے کہا آپ ہی ہمارے امیر ہیں ہم آپ کے امیر ہونے پر راضی ہیں۔ ثابت رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ نے فرمایا میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ اور یہ کہہ کر جھنڈا خالد بن ولید کو پکڑا دیا اور کہا کہ آپ جنگ سے خوب واقف ہیں خالد بن ولید نے امارت قبول کرنے میں کچھ تامل کیا۔ لیکن تمام مسلمانوں نے ان کے امیر ہونے پر اتفاق کر لیا خالد بن ولید رأیت اسلام لے کر آگے بڑھے اور نہایت شجاعت اور مردانگی سے اعداء اللہ کا مقابلہ کیا۔

صحیح بخاری میں خود خالد بن ولید سے روایت ہے کہ غزوہ مؤتہ میں لڑتے لڑتے میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں صرف ایک یعنی تلوار میرے ہاتھ میں باقی رہی۔

دوسرے روز خالد بن ولید نے لشکر کی ہیئت تبدیل کر دی مقدمۃ الجیش کو ساق اور میمنہ کو میسرہ کر دیا دشمن لشکر کی ہیئت بدلی ہوئی دیکھ کر مرعوب ہو گئے اور یہ سمجھے کہ نئی مدد آچکی۔

ابن سعد ابو عامر سے راوی ہیں کہ جب خالد بن ولید نے رومیوں پر حملہ کیا تو ان میں فاش شکست دی کہ میں نے ایسی شکست کبھی نہیں دیکھی مسلمان جہاں چاہتے تھے وہیں اپنی تلوار رکھتے تھے۔

زہری اور عروۃ بن زبیر اور موسیٰ بن عقبہ اور عطف بن خالد اور ابن عاصم سے بھی یہی منقول ہے اور صحیح بخاری میں ہے کہ حتی فتح اللہ علیہم۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔

حاکم کی روایت میں ہے کہ غنیمت میں کچھ سامان بھی ملا۔ رومیوں کی پسپائی کے بعد خالد بن ولید نے تعاقب مناسب نہ سمجھا اور اپنی قلیل جماعت کو لے کر مدینہ واپس آ گئے۔ اس غزوہ میں بارہ مسلمان شہید ہوئے جن کے نام حسب ذیل ہیں:

- (۱)۔ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 - (۲)۔ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 - (۳)۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 - (۴)۔ مسعود بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 - (۵)۔ وہب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 - (۶)۔ عباد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 - (۷)۔ حارث بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 - (۸)۔ سراقہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 - (۹)۔ ابولکلیب بن عمرو بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 - (۱۰)۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پسران عمرو بن زید
 - (۱۱)۔ عمرو بن سعد بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 - (۱۲)۔ عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پسران سعد
- بن حارث

یہ تمام تفصیل زرقانی اور فتح الباری باب غزوہ موتہ سے لی گئی ہے۔

جس روز اور جس وقت مقام موتہ میں غازیان اسلام کی شہادت کا یہ حادثہ پیش آ رہا تھا تو حق جل شانہ نے سر زمین شام کو اپنی قدرت کاملہ سے آپ کے سامنے کر دیا کہ میدان کارزار آپ کی نظروں کے سامنے تھا، آپ کے اور شام کے درمیان تمام حجابات اٹھا دیئے گئے، آپ نے صحابہ کو جمع کرنے کے لئے الصلوة جامعۃ کی منادی کرادی صحابہ کرام جمع ہو گئے تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے میدان کارزار آپ کی نظروں کے سامنے تھا۔ ارشاد فرمایا کہ زید نے رأیت اسلام اپنے ہاتھ میں لیا اور کافروں سے خوب قتال کیا یہاں تک کہ شہید ہوا اور جنت میں داخل ہوا۔ زید کے بعد جعفر نے رأیت اسلام ہاتھ میں لیا اور اعداء اللہ

۱۔ کما اخرج الواقدي عن شيوخه قالوا رفعت الارض لرسول الله ﷺ حتى نظر الى معركة القوم۔ كذا في الخصائص للسيوطي ص ۲۶۰ ج ۱ وقال ابن كثير قال الواقدي حدثني عبد الجبار بن عمارة عن عبد الله بن ابي بكر بن عمرو بن حزم قال لما التقى الناس بموتة جلس رسول الله ﷺ على المنبر وكشف له ما بينه وبين الشام فهو ينظر الي معتركهم فقال اخذ الراية زيد الحديث البداية والنهاية ص ۲۴۲ ج ۴ وكذا في الخصائص ص ۲۶۰ ج ۱ وفي رواية البيهقي وابي نعيم عن موسى بن عقبة فقال ان الله رفع لي الارض حتى رأيت معتركهم۔ كذا في الخصائص ص ۲۵۹ ج ۱

سے خوب لڑا یہاں تک کہ شہید ہوا اور جنت میں داخل ہوا اور فرشتوں کے ساتھ جنت میں دو بازوؤں کے ساتھ اڑتا پھرتا ہے۔

اس کے بعد عبداللہ بن رواحہ نے رأیت اسلام سنبھالا آنحضرت ﷺ یہ فرما کر خاموش ہو گئے اور کچھ دیر تک سکوت کا عالم طاری تھا۔ انصار یہ دیکھ کر گھبرا گئے اور چہروں پر پریشانی کے آثار نمایاں ہونے لگے اور یہ خیال ہوا کہ شاید عبداللہ بن رواحہ سے کوئی ناپسندیدہ امر ظہور میں آیا ہے جس سے آپ خاموش ہیں۔

کچھ دیر سکوت کے بعد یہ فرمایا کہ عبداللہ بن رواحہ نے بھی کافروں سے خوب جہاد و قتال کیا، یہاں تک کہ شہید ہوئے اور یہ تینوں جنت میں اٹھائے گئے اور تخت زرین پر متمکن ہیں لیکن میں نے عبداللہ بن رواحہ کا تخت کچھ ابلتے ہوئے دیکھا تو میں نے دریافت کیا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ میں عبداللہ بن رواحہ کا تخت ہلتا ہوا دیکھتا ہوں تو جھکو یہ بتلایا گیا کہ عبداللہ بن رواحہ و مقابلہ کے وقت کچھ تھوڑا سا تردد پیش آیا اور تھوڑی سی پس و پیش کے بعد آگے بڑھے اور زید اور جعفر بلا کسی تردد اور بلا کسی پس و پیش کے آگے بڑھے۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے۔

ثم اخذ الراية عبداللہ بن رواحہ فاستشهد ثم دخل الجنة معترضاً فشق ذلك على الانصار فقبل يا رسول الله ما اعترضه قال لما اصابته الجراح نكل فعاتب نفسه فشجع فاستشهد فدخل الجنة

آپ نے فرمایا پھر عبداللہ بن رواحہ نے جہاد کیا اور شہید ہوئے پھر وہ جنت میں کچھ رکتے رکتے داخل ہوئے یہ سن کر انصار رونے ہو آگے سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اس کا کیا سبب ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت عبداللہ بن رواحہ و میدان کارزار میں زخمی ہوئے تو وہ (بہمتھانے

لہ قال ابن اسحاق وحديثي محمد بن جعفر عن عروة قال ثم اخذ الراية عبداللہ بن رواحہ فالتوى بها بعض التواء ثم تقدم على فرسه ثم نزل فقاتل حتى - بذلك - في سنة ۳۹۳ م
ابن اسحاق روایت میں یہ الفاظ ہیں فرأيت في سرير عبداللہ بن رواحہ ازورازا (ابن ميلان و عوجا) عن سريري صاحبيه فقلت عم هذا فقبل لي مضنيا وتردد عبداللہ بعض التردد ثم مضى (ابن اسحاق و شام)

فسری عن قومه اخرج
البيهقي كذا في البداية
والنهاية ص ۱۴۷ ج ۴
والخصائص الكبرى
ص ۲۶۰

بشریت تھوڑی دیر کے لئے) ست ہو گئے
اور پیش قدمی میں پس و پیش کرنے لگے
پھر انھوں نے اپنے نفس کو ملامت کی اور
عتاب کیا اور ہمت اور شجاعت سے کام لیا
اور لڑ کر شہید ہو گئے اور جنت میں داخل
ہو گئے یہ سن کر انصار کی پریشانی دور ہوئی۔

آپ یہ کہہ رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے، پھر فرمایا کہ اب ان کے بعد
سیف من سيف اللہ۔ اللہ کی تلوار میں سے ایک تلوار نے یعنی خالد بن ولیدؓ نے اسلام کا
جھنڈا سنبھالا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور ایک روایت میں ہے کہ
آپ نے یہ فرمایا۔

اللهم انه سيف من سيوفك
فانت تنصره فمن يومئذ
سمى سيف الله۔

اے اللہ خالد تیری تلواروں میں سے ایک
تلوار ہے پس تو ہی اس کی مدد فرمائے گا
بس اسی روز سے خالد بن ولیدؓ سیف اللہ
کے لقب سے مشہور ہوئے۔

اصل واقعہ تو صحیح بخاری میں مذکور ہے باقی تفصیل ابن اسحاق اور بیہقی کی روایت سے لی
گئی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب خالد بن ولیدؓ کو مرتدین کے قتال کے لئے مامور فرمایا
اور ان کو امارت کا جھنڈا دیا تو یہ فرمایا:

اني سمعت رسول الله صلى
الله عليه وسلم يقول نعم
عبد الله واخو العشيرة خالد
بن الوليد سيف من سيوف

صدیق اکبر کہتے ہیں کہ تحقیق میں نے خود
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے
کیا ہی اچھا آدمی ہے اللہ کا بندہ اور قبیلہ کا
بھائی خالد بن ولیدؓ۔ اللہ کی تلواروں میں سے

۱۔ المہدیۃ والنہایۃ، ج ۴، ص ۲۳۵۔ فتح الباری، ج ۷، ص ۳۹۲۔ الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۶۰۔

اللہ سلَّ اللہ علی الکفار۔ ایک تلوار ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو کافروں (اصابہ ترجمہ خالد بن ولید) پر چلانے کے لئے سوتا ہے یعنی نیام سے نکالا ہے۔

(نکتہ) مطلب یہ ہوا کہ خالد بن ولید تو اللہ کی تلوار ہیں اور اُس تلوار کا چلانے والا اور کافروں پر اس کا استعمال کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور ظاہر ہے کہ جس تلوار کو حق تعالیٰ چلائے اُس تلوار سے کون بچ کر بھاگ سکتا ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی اول صدر مدرس دارالعلوم دیوبند فرمایا کرتے تھے کہ خالد بن ولید نے اپنی ساری عمر شہادت کی تمنا میں جہاد و قتال میں گزاری لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی اور شہادت اُن کو نصیب نہ ہوئی۔ مولانا یعقوب صاحب میں کچھ شان جذب کی تھی، اسی شان جذب میں فرمایا کہ خالد بن ولید خواجواہ ہی شہادت کی تمنا اور آرزو کرتے تھے ان کی اس تمنا اور آرزو کا پورا ہونا ناممکن اور محال تھا جس کو رسول اللہ (ﷺ) نے اللہ کی تلوار بتایا ہوا ہے نہ کوئی توڑ سکتا ہے اور نہ موڑ سکتا ہے اللہ کی تلوار کا توڑنا ناممکن اور محال ہے۔

(نکتہ دیگر) عبداللہ بن رواحہ کے متعلق جو آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا کہ میں نے ان کا تحت ہلتے ہوئے دیکھا یہ درحقیقت عبداللہ بن رواحہ کے تردد کی مثال تھی عبداللہ بن رواحہ کو شہادت سے کچھ پہلے اس عالم شہادت میں جو تردد لاحق ہوا تھا عالم غیب میں اس کو ہلتے ہوئے تحت کی شکل میں دکھلایا گیا جو چیز یہاں پوشیدہ ہے وہی چیز عالم غیب میں کسی صورت اور شکل میں ظاہر اور نمایاں ہو جاتی ہے۔

حکایت

محمود غزنوی نے جب ہندوستان کو فتح کیا اور سومنات مندر کے تمام بت توڑ ڈالے تو جو بت ان میں سب سے بڑا تھا جب اس کو توڑنا چاہا تو سومنات کے جاریوں نے بڑی الحاج وزاری سے عرض کیا کہ اس بت کے برابر قول کر ہم سے سونالے لیا جائے مگر اس بت کو نہ توڑا جائے سلطان محمود نے ارکان دولت سے مشورہ کیا سب نے یہ کہا کہ ہم کو فتح تو وہی

چکی ہے اگر ایک بُت کر چھوڑ ہی دیا جائے تو ہمارا خاص نقصان نہیں اور اُس کے بدلہ میں جو مال ملے گا وہ لشکرِ اسلام کے کام آئے گا اسی مجلس میں سپہ سالار مسعود غازی بھی تھے فرمایا کہ یہ تو بُتِ فروشی ہے اب تک بادشاہِ بُت شکن مشہور تھا۔ اب بُتِ فروش کہلائے گا۔ یہ بات محمود غزنوی کے دل کو لگ گئی مگر ایک گونہ تردد باقی رہا دوپہر کو سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ میدانِ حشر بپا ہے اور ایک فرشتہ اُس کو دوزخ کی طرف یہ کہہ کر کھینچتا ہے کہ یہ بُتِ فروش ہے دوسرا فرشتہ کہتا ہے کہ نہیں یہ تو بُت شکن ہے اس کو جنت میں لے جاؤ اتنے میں آنکھ کھل گئی اور حکم دیا کہ فوراً بُت کو توڑ دیا جائے جب بُت کو توڑا تو اس کے پیٹ میں سے جواہرات بھرے ہوئے نکلے۔ حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا اُس نے بُتِ فروشی سے بچایا اور جس مال کی طمع میں بُتِ فروشی اختیار کرنا چاہتا ہے اُس سے کہیں زائد مال عطا کر دیا۔

فرشتوں کا دوزخ اور جنت کی طرف کھینچنا یہ اُس تردد کی صورت تھی جو محمود غزنوی کو بُت کے توڑنے میں لاحق ہوا تھا بجاالت بیداری جو تردد ہوا تھا اُس کو خواب میں اس صورت میں دکھلایا گیا کہ ایک فرشتہ دوزخ کی طرف کھینچتا ہے اور ایک جنت کی طرف کبھی خیال بُت کے توڑنے کی طرف جا رہا ہے اور کبھی خیال بُت کے چھوڑنے کی طرف جا رہا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ بُت کو چھوڑ دینا حقیقت میں بُتِ فروشی نہ تھا لیکن صورت میں بُتِ فروشوں کی مشابہت تھی جس کو حق جل شانہ نے اس شکل میں دکھایا۔

اسی طرح عبداللہ بن رواحہ کے تردد کو ہلتے ہوئے تخت کی شکل میں دکھلایا کسی عبادت کا بلا کسی تردد کے بجالاتا یہ نفس مطمئنہ کی شان ہے اور تردد کے وقت نفس کو ملامت کرنا جیسا کہ عبداللہ بن رواحہ نے کیا یہ نفس لؤامہ کی شان ہے جس کی حق جل شانہ نے سورہ قیامہ کے شروع میں قسم کھائی لَا اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَامَةِ وَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللّٰوَامَةِ عبداللہ بن رواحہ عین معرکہ کے وقت جو شعر پڑھتے تھے اُن سے مقصود اپنے ہی نفس کو ملامت تھی ایک ہی دو شعر ملامت کے پڑھے کہ نفس مطمئن ہو گیا اور آگے بڑھ کر خدا کی راہ میں شہید ہوا اور اپنے رفقاء کے ساتھ جنت میں جا ملا یَاٰیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنُّۃُ اَرْجِعِیْ اِلَی رَبِّکِ رَاٰضِیَۃً مَّرْضِیَۃً فَاَدْخِلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَاَدْخِلِیْ جَنَّتِیْ

یہ حادثہ فاجعہ بیان فرما کر آپ حضرت جعفر کے مکان پر تشریف لے گئے بچوں کو بلایا اور

اُن کے سروں پر ہاتھ پھیرا اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ حضرت جعفر کی بیوی اسماء بنت عمیس سمجھ گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کیوں روئے کیا جعفر اور اُن کے رفقاء کے متعلق آپ کو کوئی اطلاع ملی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ آج وہ شہید ہو گئے۔ اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں سنتے ہی میری چیخ نکل گئی اور عورتیں میرے پاس جمع ہو گئیں اور آں حضرت ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا پکا کر بھیجو۔ آج وہ اپنے صدمہ میں مشغول ہیں اور خود آں حضرت ﷺ پر اس صدمہ کا بہت اثر تھا۔ اس غم میں تین دن تک مسجد میں تشریف فرما رہے۔ (زرقانی)

خالد بن ولید جب لشکر اسلام کو لے کر موتہ سے واپس ہوئے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو آں حضرت ﷺ اور مسلمانوں نے مدینہ سے باہر جا کر ان کا استقبال کیا۔

سریہ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے ذات السلاسل

ماہ جمادی الثانیہ ۸ھ میں آں حضرت ﷺ کو یہ خبر ملی کہ قبیلہ بنی قضاہ کی ایک جماعت مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اس لئے آپ نے ان کی سرکوبی کیلئے عمرو بن العاص کو مقام ذات السلاسل کی طرف روانہ کیا یہ مقام مدینہ منورہ سے دس منزل پر ہے تین سو آدمی تیس گھوڑے سواران کے ساتھ کئے، جب اس مقام کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ کافروں کی جمعیت بہت زیادہ ہے اس لئے توقف کیا اور رافع بن ملیث کو حضور پر نور کی خدمت میں روانہ کیا کہ مدد کے لئے کچھ اور آدمی بھیجیں۔ آنحضرت ﷺ نے ابو عبیدہ بن الجراح کو دو سو آدمیوں کے ساتھ روانہ فرمایا جن میں ابو بکر و عمر بھی تھے اور یہ تاکید فرمائی کہ عمرو بن العاص سے جا ملو، اور آپس میں متفق رہنا اور باہم اختلاف نہ کرنا۔ جب ابو عبیدہ وہاں پہنچے اور نماز کا وقت آیا تو ابو عبیدہ نے امانت کرنی چاہی۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ امیر اشترقہ میں ہوں اور تم تو میری مدد کے لئے آئے ہو ابو عبیدہ نے کہا تم اپنی جماعت کے امیر ہو اور میں اپنی جماعت کا امیر ہوں۔ بعد ازاں ابو عبیدہ نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے چلتے وقت مجھ سے آخری حکم یہ دیا تھا کہ ایک دوسرے کی اطاعت کرنا اور اختلاف نہ کرنا، لہذا میں تمہاری اطاعت کروں گا اگرچہ تم میری مخالفت کرو اس طرح ابو عبیدہ نے عمرو بن العاص کی امانت

اور امامت کو تسلیم کر لیا چنانچہ عمرو بن العاص امامت کرتے تھے اور ابو عبیدہ ان کی اقتداء کرتے تھے بالآخر سب مل کر قبیلہ بنی قضاعہ میں پہنچے اور ان پر حملہ کیا۔ کفار مرعوب ہو کر بھاگ اٹھے اور منتشر ہو گئے۔ صحابہ نے عوف بن مالک اجمعی کو خبر دے کر مدینہ روانہ کیا۔ عمرو بن العاص نے غلبہ کے بعد کچھ روز وہاں قیام کیا اور مختلف جوانب میں سواروں کو بھیجتے رہے۔ وہ اونٹ اور بکریاں پکڑ کر لاتے اور مسلمان ان کو پکا کر کھاتے اسی سفر میں یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ عمرو بن العاص کو احتلام ہو گیا۔ سردی کی شدت تھی اس لئے عمرو بن العاص نے غسل نہ کیا اور تیمم کر کے نماز صبح پڑھائی، آں حضرت ﷺ کے سامنے جب اس واقعہ کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ اے عمرو تو نے اپنے اصحاب کو بحالت جنابت نماز پڑھائی۔ عمرو بن العاص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ کو اپنی جان کا خطرہ تھا اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا، حضور پر نور نے تبسم فرمایا اور کچھ نہ فرمایا۔

فائدہ:- خالد بن ولید اور عمرو بن العاص دونوں ایک ساتھ اسلام میں داخل ہوئے ان دونوں کے اسلام میں داخل ہونے کے بعد غزوہ موتہ پیش آیا جس میں خالد بن ولید امیر بن گئے اور غزوہ موتہ کے بعد غزوہ ذات السلاسل پیش آیا اس میں عمرو بن العاص امیر ہوئے۔

سریہ ابو عبیدہ بسوئے سیف البحر

اس کے بعد ماہ رجب ۸ھ میں اُن حضرت ﷺ نے ابو عبیدہ بن الجراح کو تین سو آدمیوں پر امیر مقرر کر کے سیف البحر (ساحل بحر) کی طرف قبیلہ جہینہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس لشکر میں عمر بن الخطاب اور جابر بن عبد اللہ بھی تھے اور چلتے وقت توشہ کے لئے اُن حضرت ﷺ نے ایک تھیلہ کھجوروں کا مرحمت فرمایا جب وہ کھجوریں ختم ہو گئیں تو کھجوروں کی گٹھلیاں چوس چوس کر اور پانی پی پی کر جہاد کیا۔ اور جب یہ بھی نہ رہا تو درختوں کے پتے جھاڑ کر پانی میں تر کر کے کھانے لگے، اسی وجہ سے اس سریہ کو سریہ الخبط بھی کہتے ہیں اسلئے کہ خبط کے معنی لغت میں درخت سے پتے جھاڑنے کے ہیں۔ درختوں کے پتے کھانے سے ہونٹ اور منہ زخمی ہو گئے۔

بالآخر ایک روز دریا کے کنارہ پہنچے اور بھوک سے نیچین اور بے تاب تھے یکا یک ایک غیبی عنایت کا کرشمہ ظاہر ہوا کہ دریا نے اپنے اندر سے باہر ایک اتنی بڑی مچھلی پھینکی جس سے تمام لشکر نے اٹھارہ دن تک کھایا صحابہ کہتے ہیں کہ اسے کھا کر ہمارے جسم تو انا اور تندرست ہو گئے اس مچھلی کا نام عنبر تھا بعد ازاں ابو عبیدہ نے مچھلی کی پسلیوں میں سے ایک بڈی لی اور اس کو کھڑا کیا اور لشکر میں سب سے لمبا آدمی چن کر سب سے بڑے اونٹ پر اس کو بٹھایا اور حکم دیا کہ اس بڈی کے نیچے سے نر و تو وہ سوار بلا تکلف اس کے نیچے سے نر گیا اور سوار کا سر بھی اس بڈی سے نہ لگا۔

جب ہم مدینہ واپس آئے اور آنحضرت ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ کی طرف سے رزق تھا جو اس نے تمہارے لئے بھیجا تھا اگر اس میں کا کچھ گوشت باقی ہو تو لاؤ۔ چنانچہ اس میں کا گوشت آپ کے سامنے لایا گیا اور آپ نے اس میں سے تناول فرمایا اور اس سفر میں کسی قتال کی نوبت نہیں آئی لشکر اسلام بلا کسی قتال کے مدینہ واپس ہوا۔

نکتہ :- جو رزق براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے اور بندہ کے کسی عمل اور صنعت کو اس میں دخل نہ ہو وہ رزق نہایت ہی مبارک اور پاکیزہ ہوتا ہے، اس لئے آنحضرت ﷺ نے اس کی برکت اور پاکیزگی کی وجہ سے اس کی فرمائش کی اور اس میں سے تناول فرمایا۔

انہی لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرِ فَقِيرٍ۔

فائدہ :- بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ یہ صلح حدیبیہ سے پہلے روانہ کیا گیا اسلئے کہ حضور پر نور نے صلح حدیبیہ کے بعد قریش پر حملہ کرنے کے لئے کوئی سر نہیں بھیجا اور مشہور قول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ سر یہ قریش کی عہد شکنی کے بعد اور فتح مکہ سے تھوڑا پہلے روانہ فرمایا اس لئے کہ آنحضرت ﷺ فتح مکہ کے لئے رمضان المبارک میں روانہ ہوئے اور یہ یہ وہ رجب میں روانہ کیا درمیان میں صرف شعبان کا مہینہ رہ جاتا ہے۔ جب نہیں کہ قریش کے عہد شکنی کی بنا پر ماہ رجب ہی سے فتح مکہ کی تیاری شروع فرمادی، اور یہ یہ اس کی تمہید ہو۔

مسئلہ :- ماہ رجب الحرام میں سر یہ کو روانہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ شہ حرام میں کافروں سے قتل و قتال جائز ہے۔

اسی طرح قرآن پاک پڑھنے میں زیر، زبر، پیش کی بڑی اغلاط ہوتی ہیں اور لاعلمی میں کتنا بڑا گناہ سرزد ہوتا ہے۔

قرآن پاک کی صحیح تلاوت کے سلسلے میں لا پرواہی برتنا ایک جرم عظیم ہے۔ دلائل اور علماء کرام سے تحقیقاً یہ ثابت ہے کہ قرآن پاک میں ہر کلمہ صاف صاف اور صحیح ادا ہو جیسا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ترتیل سے ادا فرمانا ثابت ہے۔

اگر ہم ایمان اور یقین کے ساتھ غور کریں تو لا پرواہی، غیر ذمہ داری سے قرآن پاک کی حق تلفی کر رہے ہیں۔ چنانچہ اگر ہم سورۃ فاتحہ (الحمد شریف) کسی اچھے قاری صاحب کے پاس بیٹھ کر یاد کر لیں تو کافی الفاظ کی ادائیگی صحیح ہو جائے گی۔ ساتھ ہی نماز بمعنی پڑھنے کا بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ شوق نصیب فرمادیں گے۔ نماز جنت کی کنجی ہے۔ (حدیث پاک) تو جنتی دلی لگن سے ہم نماز کے الفاظ کی ادائیگی سیکھیں گے اور معنی سیکھیں گے۔ اتنی زیادہ برکات اور تسلی ہوں اور ہم قرآن پاک صحیح تجوید و مخارج کے ساتھ سیکھ لیں گے اور معنی سمجھ لیں گے، ان شاء اللہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ قرآن کریم کو اسی طرح پڑھا جائے جس طرح وہ نازل ہوا ہے۔

چنانچہ علماء نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی تلاوت میں تجوید کے قواعد کا خیال نہ رکھے وہ نافرمانی کی وجہ سے گناہگار ہوگا۔ لہذا ہر مسلمان کو اپنی وسعت کے مطابق قرآن کریم کو تجوید اور اس کے صحیح خارج کے ساتھ پڑھنے کی کوشش کرنا ضروری ہے اور خصوصاً ”حمن چلی“ (”ق“ کی جگہ ”ک“ اور ”ج“ کی جگہ ”ھ“ پڑھنا) سے بچنا ضروری ہے۔

اللہ پاک سے گویا کرمعافی مانگیں اور دعا کریں کہ اللہ پاک ہمیں معاف فرمائے اور آئندہ سے پختہ ارادہ کریں کہ ہم قرآن کریم صحیح پڑھنے کی کوشش کریں گے۔ لہذا کسی قاری صاحب کے پاس بیٹھ کر سیکھیں بھی اور قرآن پاک کو صحیح پڑھنے کی اللہ ہی۔ اتوں سے دعا بھی کریں۔ آمین

ہماری درخواست ہے کہ نماز ضرور پانچ وقت کی باجماعت ادا کی جائے۔ مہ ماہارے ہاں یہ کہا جاتا ہے کہ جلدی جلدی نماز پڑھو یا جلدی کھانا کھاؤ۔ حالانکہ ہمارے لئے اتنے ضروری ہیں جن کا احساس نہیں ہوتا۔ نماز ما شاء اللہ روحانی غذا ہے اور کھانا ہماری جسمانی غذا ہے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ صرف نماز پابندی کریں بلکہ حسین دل سے پڑھیں۔ ان کے الفاظ کی صحیح ادائیگی بھی سیکھیں اور معنی بھی۔ اسی طرح کھانا بھی اطمینان سے کھائیں۔